تذکرۂ روسائے پنجاب

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

ضلع راولپنڈی

بابا گوربخش سنگھ بیدی

صاحب سنگھ
(وفات ۱۸۳۴ء)

۱ بشن سنگھ (وفات ۱۸۳۹ء) — ۲ تیغ سنگھ — ۳ بکرم سنگھ

۱ عطر سنگھ (وفات ۱۸۳۹ء) — ۲ سورج سنگھ — ۱ سجان سنگھ

۱ سمپورن سنگھ — ۲ باوا سرکھیم سنگھ کے سی۔ آئی۔ ای (وفات ۱۹۰۴ء)

۱ گوربخش سنگھ (ولادت ۱۸۶۱ء) — ۲ ہاڑا سنگھ (ولادت ۱۸۶۶ء) — ۳ اوتار سنگھ (ولادت ۱۸۷۵ء) — ۴ اُجاگر سنگھ (ولادت ۱۸۷۹ء) — ۵ کرتار سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء) — ۶ ہردت سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء)

۱ جسونت سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء) — ۲ مان سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء) — ۳ اقبال سنگھ (وفات ۱۸۹۸ء) — ۴ لڑکا (ولادت ۱۸۹۹ء) — ۵ ہربنس سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء) — ۶ سنت سنگھ (ولادت ۱۹۰۵ء) — ۷ جگجیت سنگھ

۱ دیوا سنگھ — ۲ پردومن سنگھ — ۳ اُتم سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء) — ۱ سجان سنگھ (وفات ۱۸۸۸ء) — ۲ لڑکا (ولادت ۱۸۹۶ء) — ۳ سُرندر سنگھ (ولادت ۱۸۹۹ء) — ۴ دیا سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء) — ۵ بلونت سنگھ

بابا گوربخش سنگھ بیدی کے خاندان کی ابتدائی تاریخ بیدی سجان سنگھ رئیس اونہ ضلع ہوشیارپور کے حالات میں دی گئی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

صاحب سنگھ جس کی چوتھی پشت میں بابا گوربخش سنگھ بیدی ہے اونہ میں رہتا تھا اور اُس کی زندگی میں اس کا بڑا بیٹا بشن سنگھ گردونواح (اونہ) میں بہت سے پیرو ہو جانے کی وجہ سے نقل مکان کر کے جالندھر آگیا۔ اور اس جاگیر پر قابض ہوا جو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے صاحب سنگھ کو عطا کی تھی ؛

اس خاندان کے مورث اعلےٰ سری گورو بابا نانک جی ہوئے ہیں جو سکھوں کے بڑے گورو تھے۔ گوربخش سنگھ اور اس کے چچا سمپورن سنگھ کی اولاد تو خاندان کی بڑی شاخ کے بزرگ ہیں اور سجان سنگھ رئیس اونہ چھوٹی شاخ کا۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے زمانے میں بکرم سنگھ نے اپنے بھتیجے عطر سنگھ کو جو کہ سمپورن سنگھ اور کھیم سنگھ دونوں کا باپ تھا لڑائی میں مار ڈالا اور جائداد کے بہت بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا۔ بابا کھیم سنگھ بابا گوربخش سنگھ (موجودہ بزرگ خاندان) کا باپ تھا ؛

۱۸۴۸-۴۹ء کی بغاوت میں سمپورن سنگھ اور کھیم سنگھ دربار (لاہور) سے وفادار رہے اور بکرم سنگھ باغیوں کے ساتھ مل گیا ؛

الحاق کے وقت ان دونوں بھائیوں سمپورن سنگھ اور کھیم سنگھ کے قبضے میں جاگیرات مالیتی ۱۲۷۲۵ روپے تو دوآبہ جالندھر میں تھیں اور ۵۰۰۰ کی ضلع منٹگمری میں جو اس وقت ضلع پاک پٹن کے نام سے موسوم تھا۔ ضلع منٹگمری کی دو مختلف جاگیریں تھیں یعنے ۲۷ مواضعات کی جاگیر تو تعلقہ بسیر پور میں تھی جس کا مالیہ ۱۰۰۰ روپے تھا اور ۴۱ مواضعات کی تعلقہ حجرہ میں جس کا مالیہ ۵۰۰۰ روپیہ تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تو ان دونوں بھائیوں کے پڑدادا (صاحب سنگھ) کو علاقہ حجرہ میں ۳۰۰۰

Marfat.com

روپے کی جاگیریں عطا کی تھیں جو اُس کا بیٹا اور پوتا لیتے رہے مگر مہاراجہ نونہال سنگھ نے علاقہ حجرہ کی تمام جاگیریں ضبط کرلیں جن میں سے صرف ۵۰۰۰ کی دربار لاہور نے ستلج کی لڑائی کے بعد اُن کو دوبارہ عطا کر دی الحاق کے موقع پر یہ جاگیر (مالیتی ۵۰۰۰ روپے) تو ضبط ہوگئی اور صرف بسیرپور کی ساری جاگیر بحصص مساوی ان دونوں بھائیوں کی حین حیات کے لئے جاری ہوئی جس کا نصف نرینہ ورثا کے لئے بطور علی الدوام کر دیا گیا۔

۱۸۵۷ء میں کھیم سنگھ نے جبکہ وہ ابھی بالکل نوجوان ہی تھا ضلع منٹگمری میں گورنمنٹ کی بہت اچھی خدمات کیں۔ یہ خزانہ کے ہمراہ گیا۔ رسالہ اور پلٹن کے لئے آدمی بھرتی کرانے میں امداد دی۔ اس وقت جبکہ دیسی فوج مقیم گوگیرہ کی ایک کمپنی سے ہتھیار ڈلوانے کے لئے جیل خانہ کی گارد کو بلایا گیا تو جیل کا اہتمام اپنے ذمہ لیا۔ تقریباً ان تمام یورشوں میں حاکم ضلع کے ہمراہ رہا جو اُنہوں نے باغی اقوام پر کیں اور جب کبھی لڑائی کا موقع ہوا تو یہ مستعد اور تیار رہا۔ ان خدمات کے صلہ میں اسے اس وقت تو ۳۰۰۰ روپے کا خلعت ملا لیکن بعد ازاں اور بھی انعامات عطا ہوئے۔

بابا کھیم سنگھ بالغ ہوتے ہی سکھوں میں ایک نہایت مشہور اور زبردست گورو ہوگیا اور اس نے پنجاب بھر میں دریائے راوی کے مغرب یعنی ملتان سے پشاور تک بہت سا اقتدار حاصل کیا اور اپنے رسوخ سے ہمیشہ گورنمنٹ عالیہ کے مقاصد کے پورا کرانے میں ساعی رہا۔ تعلیم نسواں کے مسئلہ کا تو وہ یکتا حامی تھا اور اس نے اس معاملہ میں بوجہ اپنی پرہیزگارانہ روش کے جس سے کہ وہ بہت سے مخالفین تعلیم نسواں پر غالب ہوگیا اور

Marfat.com

اپنی ذاتی کوشش سے بہت سے زنانہ اسکول کھولنے کی وجہ سے بہت سی بیش بہا امداد کی۔ پنجاب کے غربی حصہ اور پشاور میں چیچک کے ٹیکا میں کامیابی زیادہ تر اُسی کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ ۱۸۷۸-۷۹ء میں اس نے پنجاب کی سرحدی فوج کے لئے ۱۵۰۰ سکھ رنگروٹ بھرتی کرنے میں امداد کی اور پھر ضلع منٹگمری کے بنجر قطعات اراضی کو توڑ کرا کے اور صوبہ پنجاب کے اُس تقریباً غیر آباد اور ویران حصے میں کاشتکاروں کو آباد ہونے پر راضی کر کے اس نے ایک ایسی اعلےٰ مثال قائم کی کہ اس کی اوروں نے تقلید کی۔ اس ضلع میں اس کی ۱۴۰۰۰ ایکڑ کی جائداد جس میں سے زیادہ تر اس کی زرخرید تھی اور باقی وہ جو اس نے معمولی اجارہ پر لی ہوئی تھی اور جس کے استحقاق مالکانہ عطا ہو گئے تھے ان لوگوں کے لئے ایک زندہ مثال ہے جو کہ قانون قدرت کے خلاف ہونے کے باوجود بھی اپنا روپیہ خرچ کر کے اور ذاتی قابلیت سے کامیاب ہو جاتے ہیں۔

۱۸۷۹ء میں بابا کھیم سنگھ کو سی۔ آئی۔ ای کا خطاب عطا ہوا اور ۱۸۸۲ء میں اس کی مذکورہ بالا خدمات کے عوض ضلع جالندھر کی اس جاگیر میں سے جو تا حین حیات اس کے نام تھی ۴۵۰۰ روپے کی ایک جاگیر علی الدوام واگزار کی گئی اور علاقہ بسیر پور کا نصف معاملہ جمعی ۱۸۰۰ روپے جو کہ اس کی وفات پر ضبط ہو جانا تھا علے التواتر دو پشتوں کے لئے جاری رہنا قرار پایا۔ بابا کھیم سنگھ کی جاگیریں مفصلہ ذیل تھیں:-

(۱) جاگیر علے الدوام:-

Marfat.com

	روپیہ
علاقہ بسرپور واقع ضلع منٹگمری کے مالیہ کا چوتھا حصہ ..	۱۸۰۰
ضلع جالندھر کی جاگیر مالیتی	۲۵۰۰
(۲) دو پشتوں کے لئے بسیرپور کے مالیہ کا چہارم ...	۱۸۰۰
(۳) جاگیر حین حیات :-	
نصف علاقۂ بسیرپور کا بوجہ آبپاشی نہر کم و بیش ہونیوالا مالیہ	۲۰۰۰
ضلع جالندھر کی جاگیر مالیتی	۲۶۷۵
ضلع ہوشیارپور کی معافی مالیتی	۱۵۰
ضلع راولپنڈی کی معافی مالیتی	۳۲
میزان	۱۰۹۵۷

۱۸۸۷ء میں بابا کھیم سنگھ کو گورنمنٹ نے ضلع منٹگمری میں تقریباً ۸۰۰۰ ایکڑ اراضی کا ایک زائد اجارہ عطا کیا۔ ۱۸۷۷ء میں وہ ضلع منٹگمری کا مجسٹریٹ مقرر ہوا اور دوسرے سال آنریری منصف بنایا گیا۔ وہ ایک میعاد مقررہ کے لئے گورنمنٹ ہند کی لیجسلیٹو کونسل کا زائد ممبر بھی رہا۔ اور ۱۸۹۵ء میں اسے کے۔سی۔آئی۔ای کا خطاب عطا ہوا۔

بابا کھیم سنگھ نے جب کبھی یہ محسوس کیا کہ بلحاظ مصلحت ملکی اس کی خدمات کی گورنمنٹ عالیہ کو ضرورت ہے تو اس نے نہایت وفادارانہ طریق سے پیش کیں۔

بابا کھیم سنگھ کا انتقال ۱۹۰۴ء میں ہوا اور اس کا سب سے بڑا بیٹا بابا گوربخش سنگھ اب بزرگ خاندان ہے۔ بابا گوربخش سنگھ اپنے باپ کی جگہ پر اونشل درباری بنایا گیا ہے اور اسے ماسوائے ان جاگیرات حین حیات کے جو بابا کھیم سنگھ کی وفات پر ضبط ہو گئی تھیں اپنے باپ

Marfat.com

کی باقی جاگیریں بھی مل گئی ہیں۔ بابا کھیم سنگھ کی وصیت کے مطابق اس کی باقی ماندہ تمام جائداد منقولی اس کے چھ بیٹوں میں تقسیم ہوگئی ہے۔ بابا گورمکھ سنگھ آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے اور اس کو مجسٹریٹ و منصف درجہ اول کے اختیارات حاصل ہیں۔ یہ کلرتحصیل کہوٹہ میں رہتا ہے اور تمام سکھ قوم کا جو کہ دریائے راوی کے غرب میں آباد ہے اور خصوصاً پوٹھوار کے سکھوں کا گورو ہے۔ اس کے باپ کے زہد کی شہرت نہایت عام تھی اور اس میں شک نہیں کہ بابا گورمکھ سنگھ بھی ایک حد تک مرحوم کے نقش قدم پر چل رہا ہے ۔

Marfat.com

راجہ کرم داد خاں

سلطان مُقرّب خاں

- سعد اللہ خاں (اسکے ہاں کوئی لڑکا نہ تھا)
- نادر علی خاں (اسکے ہاں کوئی لڑکا نہ تھا)
- منصور خاں
- شادمان خاں

نادر علی خاں

- راجہ فتح علی خاں
- مست خاں
- جلال خاں
- علی حیدر خاں
- شیر خاں
- راجہ حیات اللہ خاں
- محمد علی خاں
- کمال خاں (ولادت ۱۸۲۶ء)

راجہ فتح علی خاں

- زمان علیخاں
- بہادر علیخاں
- فتح خاں
- فیض طلب خاں
- بوستان خاں
- جہان خاں
- علی بہادر خاں
- شریف خاں
- محمد علیخاں
- **راجہ کرم داد خاں** (ولادت ۱۸۵۵ء)

زمان علیخاں

- علی گوہر خاں (ولادت ۱۸۵۰ء)
- کرم حیدر خاں (ولادت ۱۸۵۲ء)
- کریم داد (ولادت ۱۸۶۵ء)
- فضل داد (ولادت ۱۸۶۸ء)
- سلطان محمد (ولادت ۱۸۹۶ء)
- دوست محمد خاں
- چنوں خاں
- الہ داد خاں (ولادت ۱۸۸۸ء)
- محمد اکبر خاں (ولادت ۱۸۷۲ء)

علی گوہر خاں

- عنایت اللہ خاں (ولادت ۱۸۹۰ء)
- عظیم اللہ الہ دتا (ولادت ۱۸۹۲ء)
- اکبر علی قربان علی (ولادت ۱۹۰۴ء)
- عبد اللہ خاں (ولادت ۱۸۸۹ء)
- سعید محمد خاں (ولادت ۱۸۵۶ء)
- شیر محمد خاں (ولادت ۱۸۶۳ء)
- موہتا خاں (وفات ۱۹۰۱ء)

عظیم اللہ الہ دتا

- محمد زمان (ولادت ۱۸۸۸ء)
- میر زمان (ولادت ۱۸۹۰ء)
- سلطان خاں (ولادت ۱۸۹۳ء)
- محمد نواز (ولادت ۱۹۰۱ء)
- محمد سرور (ولادت ۱۸۸۴ء)
- جہانداد خاں (ولادت ۱۸۹۰ء)
- یعقوب (ولادت ۱۸۹۰ء)
- سردار علی خاں (ولادت ۱۹۰۴ء)

الہ داد خاں

- الہ داد خاں (ولادت ۱۸۶۱ء)
- خداداد خاں (ولادت ۱۸۸۰ء)
- یوسف خاں (ولادت ۱۸۶۹ء)
- عبد اللہ خاں (ولادت ۱۸۸۹ء)
- کرم اللہ خاں (ولادت ۱۸۹۱ء)

راجہ کرم داد خاں

- سلطان علیخاں (ولادت ۱۸۸۱ء)
- کرم علیخاں (وفات ۱۸۹۳ء)
- حسن اختر (ولادت ۱۹۰۱ء)
- کرم داد خاں (ولادت ۱۸۸۸ء)
- غلام صفدر (ولادت ۱۸۹۰ء)
- غلام صادق (ولادت ۱۹۰۲ء)
- محمد اکبر خاں (وفات ۱۸۹۹ء)
- وزیر خاں المعروف بہ بانکا خاں (ولادت ۱۸۷۸ء)
- سلطان محمد (ولادت ۱۹۰۴ء)

محمد اکبر خاں

- محمد فیروز خاں (ولادت ۱۸۶۲ء)
- محمد امین خاں (ولادت ۱۸۶۸ء)
- محمد اکبر خاں
- علی احمد (وفات ۱۹۰۱ء)

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

تاریخ ہندوستان میں پنجاب کی کسی قوم کا اتنی دفعہ تذکرہ نہیں آیا جتنا کہ گکھڑوں کا جو صدیوں تک نہایت طاقتور اور ایک وسیع قطعۂ ملک پر قابض رہے۔ ان کی اس زورمندی کی وجہ باہمی اتفاق تھا اور یہ اتفاق ایسا نہ تھا کہ گکھڑوں کی تاریخ میں قوم کے حریف رئیسوں کی آپس میں خانہ جنگیاں نہ پائی جاتی ہوں یا مدتوں رہنے والے جھگڑے و فسادوں کا پتہ نہ چلتا ہو بلکہ یہ اتفاق اس قسم کا تھا کہ یہ لوگ ہمیشہ کسی نہ کسی سردار کو قوم کا سرگروہ مان لیا کرتے تھے اور اسی کے ماتحت اُن کے تمام فرقے بیرونی دشمنوں سے لڑنے چڑھتے تھے۔ یہ اُن کے اتفاق ہی کی برکت تھی کہ اُنہوں نے اوانوں۔ گوجروں۔ کھٹڑوں اور جنجوہوں کو جن میں ہمیشہ تفرقہ رہا اور کبھی اتفاق نہیں ہوا چاہے اُن کا مشترکہ دشمن ہی اُن پر کیوں نہ چڑھ آئے شکستیں دیں۔ گکھڑ بیان کرتے ہیں کہ ان کا مورث اعلیٰ ایک شخص مسمی کئے گوہار اصفہان واقع ملک فارس کا باشندہ تھا۔ اس کے بیٹے سلطان کیدنے جو ایک ذی جاہ اور با اقبال جرنیل تھا بدخشاں اور تبت کا ایک حصہ فتح کیا جس پر اپنی زندگی تک قابض رہا اور اس کے بعد اس کا بیٹا سلطان طاب جانشین ہوا۔ سات پشت تک کئے گوہار کا خاندان تبت میں حکمران رہا یہاں تک کہ سلطان کاب نے جو کہ کید کی آٹھویں پشت میں تھا سنادر خاں سے کشمیر فتح کر لیا اور اپنے لڑکے فرخ کے شادی خان مذکور کی لڑکی سے کی۔ تیرہ پشت تک گکھڑ کشمیر پر قابض رہے اور فرخ امیر۔ میرداد۔ خیرالدین۔ گوہر گنج۔ نورالدین مراد۔ بختیار۔ عالم۔ سمند۔ مہراب اور رستم کے بعد دیگرے تخت حکومت

Marfat.com

پر جلوہ افروز ہوئے۔ آخری حکمران (رستم) کے عہد حکومت میں اہل کشمیر نے باغی ہو کر رستم کو قتل کر دیا اور اس کا بیٹا کبیل بھاگ کر ناصر الدین سبکتگین کے پاس چلا گیا جو اس وقت یعنے ۹۸۷ء میں کابل میں حکمران تھا۔ گکھڑوں کے اس بیان کی تصدیق کرنا کہ وہ تبت و کشمیر پر قابض رہے ایک نہایت مشکل امر ہے البتہ اس میں کلام نہیں کہ اُنہوں نے اپنے ابتدائی زمانہ میں کشمیر کو تاخت و تاراج کیا چنانچہ اُن کی یادگاریں اس ملک کے شمالی اور مغربی حصوں میں ابھی تک پائی جاتی ہیں مگر اس کا کوئی بھی ثبوت نہیں ملتا کہ اُنہوں نے وہاں کسی شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی ہو۔ گکھڑ کے رؤسا کے نام بھی مشکوک ہیں۔ مثلاً خیر الدین و نور الدین مسلمانوں کے نام ہیں اور یہ بہ تحقیق ثابت ہے کہ گکھڑ ان دونوں رئیسوں کے زمانے میں ابھی مسلمان بھی نہ ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی تاریخوں سے مثلاً حیدر دوغلات۔ جہ نامہ اور فرشتہ جن میں گکھڑوں کا تذکرہ پایا جاتا ہے کہ گکھڑوں نے تیرھویں صدی میں دین اسلام قبول کیا۔ تاریخ فرشتہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ گکھڑ ۱۲۰۵ء میں سنگدل وحشی قوم تھی جن میں دُخترکشی اور کثیر الازدواجی رائج تھی۔ یہ مسلمانوں کے سخت دشمن تھے اور یہ کہ محمد غوری کے عہد حکومت کے اختتام پر اُنہوں نے مذہب اسلام قبول کیا۔ اگر ۹۸۷ء سے جس سن میں کبیل بھاگ کر سکتگین کے پاس گیا تیرہ پشت پہلے کے زمانے میں مسلمان فرمانرواؤں کا کوئی خاندان کشمیر میں ہوتا تو اس ملک کو جہاں واقعی ۱۳۲۷ء میں شاہ میر المعروف شمس الدین کے عہد حکومت میں اسلام پھیلا دوبارہ مسلمان ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ گکھڑوں کے ایرانی النسل ہونے میں بھی شک ہے اور اس کی تائید کہ

Marfat.com

یہ واقعی ایرانی النسل ہیں صرف اس بات سے ہوتی ہے کہ تمام گکھڑ اہل شیعہ ہیں اور اُن کے علاقہ کے باقی تمام مسلمان باشندے اہل سنت والجماعت۔ یہ بھی قیاس کیا جاتا ہے کہ گکھڑ قوم گوجر کی ایک شاخ ہیں مگر یہ قیاس جس کی تائید میں زبان زد دلایل کے سوائے اور کچھ بھی نہیں اس قابل ہیں کہ یہاں اس کا زیادہ وضاحت سے ذکر کیا جائے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ۶۸۲ھ میں گکھڑ لوگ پنجاب میں موجود تھے اور یہ کہ اُس زمانے میں اُنہوں نے افغانوں کے ساتھ جنھوں نے اُنکی راجۂ لاہور کے خلاف امداد کی اتحاد کر لیا تھا۔ مگر یہ بات ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ یہ لوگ اس وقت دریاے سندھ پر بود و باش رکھتے ہوں گو اُن کی اپنی تاریخ سے ہی اس کی تردید ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات قرین قیاس نہیں کہ افغانوں نے جنھوں نے ابھی نیا ہی دین اسلام قبول کیا تھا اور جو تند خو اور پرجوش تھے ایک بت پرست قوم کے ساتھ اتحاد کر لیا ہو۔

* یہ گکھڑوں کی ابتدائی تاریخ ہے جو کہ ضرورۃً ویسی کی ویسی ہی درج کر دی گئی ہے جیسی کہ اُنہوں نے بیان کی مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض من گھڑت ہے دراصل یہ لوگ غالباً ۱۲۰۰ء میں خراسان یا افغانستان سے نقل مکان کر کے پنجاب میں آبسے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ ہوڈی نے جو کہ ایک گکھڑ رئیس تھا سیالکوٹ کے راجپوت رئیس رسالو کی جو راجہ سلواہن کے سولہ بیٹوں میں سے ایک تھا لڑکی سے شادی کی۔ مگر یہ غلط ہے۔ راجہ سلواہن ۱۲۰۰ء میں سیالکوٹ پر حکمرانی کرتا تھا۔ اس لئے یہ شادی ممکن نہیں۔ اس سے البتہ یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ ان روایات کی رو سے جو اس علاقہ میں مشہور ہیں گکھڑ پنجاب میں مدت سے آباد ہیں علاوہ ازیں گکھڑوں کی

Marfat.com

کبیل خاں کو سبکتگین کے ماتحت ملازمت مل گئی اور اس کا دوسرا بیٹا گکھڑ شاہ جس کے نام پر قوم کا نام گکھڑ ہے گیارھویں صدی کے شروع میں محمود غزنوی کے ہمراہ ہندوستان آیا اور اپنے آقا سے اجازت حاصل کر کے اپنی قوم کے ساتھ جو اس وقت نہایت کثیر التعداد تھی چناپنیر میں جو کہ دریائے جہلم کے کنارے پر ہے اور جس کو اب رام کوٹ کہتے ہیں بود و باش اختیار کر لی اور بہت جلد ہی دریائے جہلم اور سندھ کے درمیانی وسیع قطعہ ملک پر جس کو پوٹھوار کہتے ہیں اور جہاں اس زمانہ میں خاک۔ کالو اور خیرا قوام آباد تھیں قابض ہو گیا۔ جب گکھڑ خاں کا انتقال ہوا۔ تو اس کا بیٹا باج خاں نابالغ تھا اس لئے اس کی بیوہ ماں کچھ عرصے تک نہایت دانشمندی سے حکومت کرتی رہی۔ گکھڑ شاہ کا پوتا سیوگی تحصیل گوجر خاں کے فرقہ سگیال کا مورث اعلےٰ تھا اور اُس کے بھتیجے راجڑ خاں نے موضع ڈنگلی آباد کیا جو قوم کا صدر مقام ہوا۔ موضع مذکور کے اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ڈین نامی ایک جن آس پاس کے علاقے میں بہت تکلیف دیتا تھا جس سے نجات دلانے کا راجڑ خاں نے مصمم ارادہ کر کے ایک ولی اللہ سے رجوع کی جس نے اس غار کو جہاں یہ جن رہتا تھا بالکل بند کر دیا اور پھر اس کو جلانے کی تجویز کی۔ لیکن جن جلنے کے لئے کیوں تیار ہوتا۔ یہ ایک سوراخ بنا کر جو کہ ٹھوس چٹان میں اب تک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۶ - تاریخ کے بموجب قوم گکھڑ کا بانی محمود شاہ کی فوج میں ایک افسر تھا۔ مگر تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ اسی محمود شاہ پر ۱۰۰۱ء میں پشاور کے نزدیک ۳۰۰۰ گکھڑوں نے حملہ کیا جو مسلمانوں کے لشکر میں گھس آئے تھے اور جن کو بڑی مشکل سے ہٹایا گیا تھا اور محمود کے ۵۰۰۰ آدمی کام آئے تھے +

Marfat.com

موجود ہے غار سے نکل گیا۔ چنانچہ اس گاؤں کا نام جو یہاں بسایا گیا اس جن اور اس کے نام پر جس سے اس نے رہائی حاصل کی ڈینگلی رکھا گیا۔ راجڑ خاں کا انتقال سنہ ۱۱۶۰ء میں ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا سپہر خاں جانشین ہوا۔ جس کے زمانے میں کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں ہوا۔ سپہر خاں کے بعد ننگ خاں ہوا جس نے شہنشاہ محمد غوری کے قتل کے لئے فدائی خاں کھوکھر سے سازش کی کیونکہ شہنشاہ کے جرنیل قطب الدین ایبک نے گکھڑوں پر جو لاہور تک ملک کو تاخت و تاراج کر رہے تھے چڑھائی کی تھی۔ اور بہت سی خونریزی کے بعد گکھڑوں کو شکست دی تھی اور ننگ خاں کو یہ خیال ہو گیا تھا کہ شہنشاہ اس کی قوم کو نیست و نابود کر دینا چاہتا ہے۔ ۱۴ مارچ سنہ ۱۲۰۶ء کو محمد غوری نے غزنی کی طرف جاتے ہوئے دریائے سندھ کے کناروں پر ڈیرے ڈالے۔ رات کو کچھ گرمی تھی اس لئے قناتیں جو کہ شاہی خیمہ کے گرد تھیں اُٹھا دی گئیں اور قاتل بغیر نظر آنے کے خیمہ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ یہاں ایک پہرہ دار نے شور و غل کیا لیکن اس کو فوراً قتل کر دیا گیا اور گکھڑ اس خیمہ میں داخل ہو گئے جس میں شہنشاہ سو رہا تھا اور دو غلام اُسے پنکھا کر رہے تھے۔ اُنہوں نے شہنشاہ پر حملہ کیا اور بائیس زخم لگا کر قتل کر ڈالا۔ پہرہ داروں نے غلاموں کا شور و غل سُن کر بہت جلدی کی لیکن پھر بھی عین وقت پر پہنچ کر اپنے آقا کو نہ بچا سکے۔ شاہ کے قتل کے بعد بہت سے قاتل پکڑے گئے اور طرح طرح کے عذاب سے مارے گئے۔ ننگ خاں کا بڑا بیٹا لوڑھ خاں اپنے باپ کا جانشین ہوا اور اُس کے دوسرے لڑکے سہوری خاں کی اولاد ستوال اور سوری گکھڑ ہیں اور تیسرے لڑکے سان خاں کی اولاد

Marfat.com

سنال گکھڑ ہیں۔ لوڑھ خاں کو اپنے عہد حکومت میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۲۴۷ھ میں علاقہ پوٹھوار پر نصیر الدین محمود نے فوج کشی کی اور اس امداد کے لئے جو گکھڑوں نے مغلوں کو اُن کے ۱۲۴۱ھ کے حملے میں دی تھی یہ سزا دی کہ کئی ہزار گکھڑ مرد عورتیں اور بچے اپنے ساتھ غلام بنا کر لے گیا۔ لوڑھ خاں کے بھتیجے بوجا خاں نے نصیر الدین محمود سے سرکشی کی اور رہتاس میں ایک خود مختار ریاست قائم کر کے گکھڑوں کی شاخ بگیال کی بنیاد ڈالی جو ابھی تک رہتاس اور ڈومیلی میں سکونت پذیر ہے۔ امیر تیمور کا حملہ گل محمد کے عہد حکومت میں ہوا جس کا انتقال ۱۴۰۳ء میں ہوا تھا۔ گل محمد کے دو جانشین کچھ مشہور آدمی نہ تھے مگر پیر خاں کے بھائی جسّر خاں[1] کا ذکر مسلمانوں کی تاریخ میں اکثر آیا ہے۔ اور اسے ایک شجاع اور با اقبال جرنیل لکھا ہے۔ اس نے کشمیر پر فوج کشی کی اور وہاں کے بادشاہ آلا شاہ کو قید کر کے لے آیا اس کے بعد اس نے ایک ترکی جرنیل ملک توغان کے ساتھ شامل ہو کر جالندھر پر قبضہ کر لیا اور دہلی کی جانب کوچ کیا۔ لدھیانہ کے مقام پر شاہی افواج کے ساتھ اس کی مڈبھیڑ ہوئی اور ۸ اکتوبر ۱۴۴۲ء کو یہ شکست کھا کر راولپنڈی واپس آگیا جہاں سے اپنی وفات یعنی ۱۴۵۲ء تک کبھی لاہور پر اور کبھی جموں پر حملہ کرتا رہا اور ایک حملے میں رائے بھیم

[1] مسلمانوں کی تاریخ میں لکھا ہے کہ جسرت خاں یا جسرت شیخا کا جس نے تلنمبہ کو تیمور شاہ سے بچایا تھا بھائی تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ گکھڑ لوگ جنوبی جانب اتنی دور جتنی دور کہ تلنمبہ ہے کبھی گئے ہی نہیں اور تلنمبہ کو غالباً کٹھیاس نے جو راجپوتوں کی ایک قدیم قوم تھی اور ساری دوآب کے جنوبی حصے میں آباد تھی امیر تیمور سے بچایا تھا۔

Marfat.com

راجہ جمّوں کو شکست دیکر مار ڈالا۔ تاتار خاں کا عہد حکومت تھوڑا عرصہ رہا کیونکہ اس کے بھتیجے ہٹی خاں نے باغی ہوکر اسے قید کر لیا اور مار دیا تھا۔ تاتار خاں کے دو لڑکے نابالغ تھے اور درویش خاں رئیس جنجوہہ کو بہت سا علاقہ جو گکھڑوں نے اس کی قوم سے چھینا ہوا تھا۔ واپس لینے کا موقعہ مل گیا۔ ہٹی خاں نے رئیس جنجوہہ کا مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر اسے مجبوراً باسل کی طرف بھاگ جانا پڑا اور اس کے چچیرے بھائی سارنگ خاں اور آدم خاں دنگالی کی طرف بھاگ گئے جہاں فوج جنجوہہ نے ان کا تعاقب کیا۔ ہٹی خاں نے اب اپنی قوم کو جمع کیا اور جنجوہوں پر جو ابھی تعاقب میں آ ہی رہے تھے حملہ کیا اور بہت کشت وخون کر کے اُن کو بھگا دیا۔ ہٹی خاں کے عہد حکومت میں بابر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا چنانچہ شہنشاہ موصوف نے اپنی دلچسپ تزک میں اس مقابلہ کا ذکر کیا ہے جو اس گکھڑ رئیس نے شہنشاہ کے ساتھ کیا تھا۔ بابر شاہ نے پھڑوالہ پر جو گکھڑوں کا دارالخلافہ تھا اور جو پہاڑیوں میں مضبوط جگہ واقعہ تھا حملہ کیا اور گو گکھڑوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا مگر شہنشاہ نے لے لیا اور ہٹی خاں اس وقت جبکہ بابر کی فوج شہر کے ایک دروازے داخل ہوئی دوسرے دروازے سے نکل گیا۔ اس زمانے میں تاتار خاں کا بیٹا سلطان سارنگ جوان ہو گیا تھا اور یہ دیکھکر کہ وہ اپنے چچیرے بھائی ہٹی خاں پر لڑائی کر کے غالب نہیں آسکے گا اسے زہر دے دیا اور ۱۵۲۵ء میں آپ رئیس بن گیا۔ سارنگ خاں اور اُس کے بھائی آدم خاں نے بابر کی اطاعت قبول کر لی اور آدم خاں گکھڑوں کی

Marfat.com

نے ایک فوج لیکر شہنشاہ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوا جس کے صلے میں شہنشاہ نے دونوں بھائیوں کو پوٹھوار کے ملک پر بحال کر دیا ۱۵۴۱ء میں شیر شاہ نے شہنشاہ ہمایوں کو ہندوستان سے بھگا کر رہتاس کا مشہور و معروف قلعہ بنایا اور وہاں اپنے جرنیل خواص خاں کے ماتحت بارہ ہزار آدمی کی جمعیت بدیں غرض رکھی کہ وہ ہمایوں کو واپس آنے سے روکے سارنگ خاں نے بابر شاہ کے اُس فیاضانہ سلوک کو یاد کر کے جو اُس نے اس کے ساتھ کیا تھا اس کے بیٹے ہمایوں سے ہمدردی ظاہر کی اور رہتاس کی فوج کا اُن کے ایلچیوں کو بھگا کر اور قلعے کے اردگرد کے ملک کو ویران کر کے ناک میں دم کر دیا ۱۵۴۵ء میں شیر شاہ کی وفات پر اُس کے بیٹے سلیم شاہ نے گکھڑوں کو سزا دینے کی غرض سے ان پر فوج کشی کی۔ سارنگ خاں نے صلح کی درخواست کی مگر ان تمام شرائط کے ماننے سے جو اُس نے پیش کی تھیں انکار کر دیا گیا اور اس کے بیٹے کمال خاں کو جو شاہی کیمپ میں بطور ایلچی کے بھیجا گیا تھا پا بہ زنجیر کر دیا گیا۔ اس کے بعد دو سال تک لڑائیاں رہیں جن میں سلطان سارنگ اور اس کے خاندان کے سولہ آدمی مارے گئے اور جن میں گکھڑوں کو کبھی فتح ہوئی اور کبھی شکست۔ ۱۵۵۰ء میں ہمایوں کے بھائی شاہزادہ کامران نے جس کی اپنے بھائی سے ان بن تھی اور جسے ہمایوں نے حال ہی میں کابل سے بھگا دیا تھا گکھڑوں میں آکر پناہ لی۔ الغرض ان سالوں کے لگاتار جنگ و جدل کے دوران میں قلعہ پھڑوالہ کئی دفعہ فتح ہوا اور کئی دفعہ گکھڑوں کے ہاتھ سے نکلا۔ ان کے برخلاف بہت سی فوجیں بھیجی گئیں۔ مگر یہ

Marfat.com

لوگ بلا کے بہادر اور آپس میں ایسے متفق تھے کہ سلیم شاہ کی ایک نہ چلی اور اُسے معلوم ہوگیا کہ گکھڑوں کا مطیع کرنا ناممکن ہے۔ ۱۵۵۳ء میں شہزادہ کامراں دوبارہ اپنے بھائی سے لڑنے پر آمادہ ہوا مگر خیبر کے نزدیک شکست کھا کر پھر ہندوستان بھاگ آیا اور سلیم شاہ شاہِ دہلی کے ہاں پناہ لی۔ سلیم شاہ اس کے ساتھ کچھ مروت سے پیش نہ آیا اس لئے شاہزادہ شمال کی جانب اپنے سابق میزبان آدم خاں کے پاس جو اپنے بھائی سارنگ خاں کا جانشین ہوا تھا آگیا مگر آدم خاں نے گکھڑوں کی اس شہرت پر جو اُن کی مہمان نوازی کی وجہ سے تھی دھبا لگا کر اپنے مہمان کو ہمایوں کے حوالہ کر دیا جس نے اُس کی آنکھیں نکلوا دیں۔ اس کے دو سال بعد ہمایوں نے بڑے جوش و خروش سے پھر دہلی فتح کی تو آدم خاں گکھڑ رئیس اس کے ہمرکاب تھا۔ جسے اس دغابازی کی وجہ سے جو اس نے شہزادہ کامران سے کی تھی بہت کچھ انعام دیا گیا۔

سلطان سارنگ نے تین بیٹے کمال خاں۔ سعید خاں اور علاول خاں چھوڑے۔ علاول خاں کی بیوی پر لشکر خاں پسر آدم خاں عاشق ہوگیا اور اُسے اپنے نکاح میں لانے کی غرض سے علاول خاں کو قتل کر ڈالا۔ جب یہ واقعہ ہوا تو مقتول کا بھائی کمال خاں دہلی میں تھا جس نے شہنشاہ اکبر کے حضور میں جو ۱۵۵۶ء میں ہمایوں کی جگہ تخت نشین ہوا تھا اس بات کی شکایت کی اور اُسے شہنشاہ نے آدم خاں کا نصف علاقہ عطا کر دیا مگر مدمقابل اس حکم کی تعمیل میں اپنا علاقہ کب دینے تھے چنانچہ کمال خاں کو حملہ کرنا پڑا جس میں اس نے فتح پائی اور آدم خاں

Marfat.com

کو پھانسی دیکر اپنا دل ٹھنڈا کیا۔ کمال خاں نے بھی اپنی اس فتح سے کچھ بہت فائدہ نہیں اُٹھایا کیونکہ ۱۵۵۹ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اب گکھڑوں کے علاقہ میں بدامنی پھیل گئی اور اس وقت تک رہی جب تک کہ چند سال بعد شہنشاہ اکبر نے علاقہ کو حریف رئیسوں* میں تقسیم نہ کردیا اس تقسیم سے آدم خاں کے پوتے جلال خاں کے حصہ میں ڈینگلی اور ۴۵۴ مواضعات آئے کمال خاں کے بیٹے مبارک خاں کو پھڑوالہ اور ۳۳۳ مواضعات ملے۔ اکبرآباد اور ۲۴۲ مواضعات شیخ گنجا کے نصیب ہوئے جو آدم خاں کے چھوٹے بیٹوں میں سے ایک تھا۔ اور راولپنڈی سارنگ خاں کے تیسرے بیٹے سعید خاں کو دی گئی۔ اس تقسیم کے ایک سال بعد مبارک خاں کا انتقال ہوگیا اور اس کا بیٹا بھی اس کے بعد کچھ زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہا۔ شادمان خاں ایک بزدل آدمی تھا اور اس لئے شہنشاہ نے پھڑوالہ جلال خاں کو عطا کردیا جو بڑا جنگجو رئیس تھا اور جو کوہاٹ بنوں۔ یوسف زئی میں بطور شاہی جرنیل لڑتا رہا اور بڑی عمر پاکر وہیں ۱۶۱۱ء میں فوت ہوا۔ جلال خاں کا بیٹا اور پوتا یکے بعد دیگرے حکمران رہے اور اس کے پوتے کا انتقال ۱۶۷۰ء میں ہوا۔ الہ داد خاں بھی شادمان خاں کی طرح ضعیف اور کم عقل تھا لیکن اُس کی بیوی بڑی ہوشیار تھی جو کاروبار کو نہایت سلیقہ اور کامیابی سے چلاتی رہے یہاں تک کہ اُس کے بیٹے دُولو مراد خاں نے بالغ ہوکر

* تقریباً اسی زمانے میں سارنگ خاں کا ایک پوتا فتح خاں نقل مکان کرکے ہزارہ چلا گیا جہاں اس نے موضع خان پور آباد کیا اور یہی فتح خاں راجہ فیروز خاں اور جہانداد خاں کا جد بزرگ تھا۔

Marfat.com

ریاست کے کام کو سنبھال لیا۔ دُولو مراد بڑا فیاض تھا اس لئے اُس کا نام "دلکھی" دولو خاں مشہور ہے۔ اس کا انتقال ۱۷۲۶ء میں ہوا اور اس کے بعد معظم خاں جس نے تیرہ سال تک حکومت کی اور مقرب خاں جو کہ آخری گکھڑ خود مختار رئیس تھا علی الترتیب جانشین ہوئے۔ مقرب خاں کے عہد حکومت میں گکھڑوں کی طاقت اس قدر بڑھ گئی کہ پہلے کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ اس نے یوسف زئی افغانوں اور قلی خاں رئیس خٹک کو شکستیں دیں اور گجرات پر تسلط کر کے چبّوں کے علاقہ کو شمال کی جانب بھمبر تک تہ و بالا کر ڈالا۔ یہ احمد شاہ کے ساتھ ہندوستان کے کئی حملوں میں شریک رہا۔ احمد شاہ اس کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتا تھا اور اُس نے اس کا وہ بہت بڑا علاقہ جو چناب سے سندھ تک پھیلا ہوا تھا اسے مستقل طور پر دیدیا تھا۔ آخر کار ۱۷۶۵ء میں ایک زبردست سکھ رئیس سردار گوجر سنگھ بھنگی نے لاہور سے ایک بڑی فوج کے ساتھ اس پر چڑھائی کی۔ مقرب خاں نے گجرات سے باہر نکل کر سردار کے ساتھ ایک لڑائی کر کے شکست کھائی اور اُسے مجبوراً دوآبہ چج کے اپنے مقبوضات دیگر جہلم پار ہٹ آنا پڑا۔ اس کی طاقت اس طرح گھٹ گئی اور اس کے اپنے خاندان کے حریف رئیسوں نے اس کے خلاف لڑائی چھیڑ دی اور ہمت خاں رئیس ڈومیلی نے اسے دغابازی سے قید کر کے قتل کر دیا اور خود قوم کا سردار بن گیا۔ مقرب خاں کے مارے جانے کے بعد اس کے دو بڑے بیٹوں نے توپھڑ والہ لے لیا اور دو چھوٹوں نے ڈینگلی لیکن اُن کے درمیان آپس میں تنازع ہو گیا اور سردار گوجر سنگھ نے سوائے پپڑ والہ کے جس کو ان چاروں بھائیوں نے آپس میں تقسیم کر لیا باقی تمام علاقہ چھین لیا۔ سعد اللہ خاں

Marfat.com

اور نادر علی خاں بغیر کسی اولاد نرینہ کے فوت ہو گئے اور منصور خاں اور شادمان خاں اُن کے حصص پر قابض ہو گئے جو ۱۸۱۸ء تک ان کے قبضہ میں رہے جبکہ انند سنگھ تھپوریہ نے جو کہ مشہور و معروف ملکھا سنگھ رئیس راولپنڈی کا پوتا تھا اُن کی تمام جاگیریں چھین کر ان کو بالکل مفلس کر دیا۔ مگر پھر ۱۸۲۶ء میں اس خاندان کو پھڑوالہ میں کچھ حقوق مالکانہ عطا کئے گئے۔ سکھوں کے زمانہ میں گکھڑوں کا کوئی واقعہ قابل تذکرہ نہیں۔ یہ لوگ بدھ سنگھ سندھانوالیہ اور گلاب سنگھ راجہ جموں جیسے آدمیوں کے ظلم سے پہلے ہی پس چکے تھے کہ موخر الذکر نے شادمان خان اور مدت خان کو منصور خاں کے پسر دیم کو قید میں ڈال دیا جہاں وہ سخت مصیبتیں جھیل کر فوت ہو گئے۔ شادماں خاں کا سب سے بڑا بیٹا راجہ حیات اللہ خاں بھی بارہ سال سکھوں کی قید میں رہا اور ۱۸۴۷ء میں کپتان ایبٹ صاحب بہادر کی کارگزاری سے رہا ہوا۔ حیات اللہ خاں نے پہلے ہزارہ میں پھر ۱۸۴۸-۴۹ء کے ملتان کے محاصرہ میں اور اس کے بعد ۱۸۵۷ء میں مری پر جہاں ڈھنڈوں نے حملہ کیا تھا قابل وقعت خدمات انجام دیں۔ اس خیال سے کہ سرکار خالصہ نے اسے محروم الارث کر دیا تھا اسے ۱۲۰۰ روپے سالانہ کی ایک پنشن عطا کی گئی اور ۱۸۶۴ء کے دربار میں جو حضور وائسرائے ہند بالمقابہ نے بمقام لاہور منعقد فرمایا تھا یہ ضلع راولپنڈی کے گکھڑوں کے سردار کی حیثیت سے شامل ہوا راجہ حیات اللہ خاں کا انتقال ۱۸۶۵ء میں ہوا۔

راجہ کرم داد خاں خاندان ادمال یا اس خاندان کا جو سلطان آدم کی اولاد ہے اب بزرگ خاندان ہے۔ یہ خاندان قوم گکھڑ کی بڑی

Marfat.com

شاخ ہے اور اس کے اراکین کا دعوے ہے کہ صرف یہی لوگ راجہ کہلانے کے مستحق ہیں اور باقی گکھڑ "مرزا" کہلاتے ہیں۔ کرم داد خاں اپنے باپ کی وفات پر آٹھ سال کا تھا اور اٹھارہ سال کی عمر میں دسویں پلٹن میں جمعدار بھرتی ہوا اس کے بعد یہ صوبیدار ہوگیا لیکن ۱۸۹۱ء میں اس نے استعفا دیدیا اور اس وقت سے پھڑوالہ کے قدیم قلعہ میں رہتا ہے جو معہ قرب وجوار کے نقد عطیات کی اراضی اور تھوڑی سی دوسری اراضی کی وہ پونجی ہے جو گکھڑوں کی قدیم سلطنت میں سے باقی رہ گئی ہے۔ راجہ کرم داد خاں راولپنڈی کا دوسرا پراونشل درباری ہے اور تحصیل کہوٹہ میں اسے دیوانی اختیارات بھی ملے ہوئے ہیں۔ وہ سب رجسٹرار بھی ہے اور علاوہ خاندانی نقد عطیوں کے حصہ کے اس کو ۸۰۰ روپے سالانہ پنشن عین حیات ملتی ہے۔ نہر جہلم پر بھی اُس کو کچھ زمین ملی ہوئی ہے اور اس کا سب سے بڑا لڑکا سلطان علی خاں فوج میں جمعدار ہے ٭

خاندان ادمال کے قدیم عروج کو مدنظر رکھ کر تحصیل کہوٹہ کے ۳۴ مواضعات کے مالیہ کا ۱/۴ حصہ جو تخمیناً ۱۵۰۰ روپے سالانہ ہوتا تھا ۱۸۷۹ء میں منصور خاں اور شادمان خاں کے موجودہ وارثان کے گزارے کے لئے مخصوص حصص میں بطور انعام ملنا منظور ہوا جس کی کل تشخیص حال ہی کے بندوبست میں ۲۵۳۲ روپے تک پہنچ گئی ہے۔ ان انعامات کے بڑے بڑے حصہ دار راجہ کرم داد خاں جس کا حصہ ۴۴۷ روپے سالانہ ہے اس کے چچا کمال خاں اور راجہ فتح علی خاں اور مدت خاں کے ورثا ہیں۔ ان چہارمی انعامات میں سے شریف خاں کے بیٹے اور منصور خاں کے پڑپوتے راجہ باغ بہار خاں کو ۱۶۲ روپے سالانہ حصہ

Marfat.com

ملتا ہے اور علاوہ ازیں غدر کی خدمات کے صلہ میں ۶۰ روپے سالانہ پنشن حین حیات ملتی ہے۔ باغ بہار خاں محکمہ بندوبست میں نائب تحصیلدار ہے۔

خاندان پھڑوالہ کے دوسرے قابل ذکر اراکین مرزا محمد اکبر رئیس وذیلدار کینٹ اور مرزا حشمت علی خاں رئیس نارا کا پوتا ولاور خاں ہیں۔ ولاور خاں انعام دار ہے اور ۱۰۰ روپے سالانہ نقد وظیفہ حین حیات پاتا ہے۔

ضلع راولپنڈی کی قوم گکھڑ کے دوسرے اراکین کے حالات بیان کرنا اگرچہ وہ شاخ پھڑوالہ سے نہیں ہیں بے محل نہ ہوگا۔ علی بہادر خاں رئیس سنیانڈا جو ۱۸۸۰ء میں اپنے باپ فضل داد خاں کا (جو خود بھی پولیس میں ملازم تھا) جانشین ہوا پنشن یافتہ انسپکٹر پولیس ہے علی بہادر خاں کا چھوٹا بھائی رحیم علی ذیلدار ہے اور یہ دونوں ادمال گکھڑ ہیں۔ علی اکبر خاں ذیلدار سعید پور ضلع راولپنڈی کے سرانگل گکھڑوں کا سرکردہ ہے۔ خان پور ضلع ہزارہ کے گکھڑ بھی خاندان سرانگل کے اراکین ہیں اور یہ لوگ گکھڑوں کے بادشاہ سلطان سارنگ کی جس کی قبر رواٹ میں ہے اولاد ہونے کی وجہ سے شاہی نسل سے ہیں۔ علی اکبر خاں شاہ ولی خاں کا بیٹا ہے جو ایک بڑا مشہور آدمی اور سرکار انگلشیہ کے ساتھ اوقات مصیبت میں وفادار رہا تھا۔ علی اکبر خاں کے نام ۳۰۰ روپے سالانہ کی علی الدوام جاگیر ہے جو تحصیل راولپنڈی کے ایک سالم موضع کا مالیہ ہے۔

علی اکبر خاں ذیلدار سانگ فیروزل خاندان کا بزرگ ہے جو اس ملک فیروز کی نسل سے ہونے کا دعوے کرتا ہے جو پندرھویں صدی میں ملک گل محمد کی جگہ رئیس بنا۔ اس خاندان کے لوگوں کے پاس بہت

Marfat.com

سی جائداد ہے اور ان میں سے اکثر سرکاری ملازمت اور بالخصوص فوجی ملازمت میں ہیں ٭

گکھڑوں کی سوشل حالت بہت اچھی ہے وہ اپنی لڑکیوں کی شادیاں خاندان کے باہر صرف سیدوں سے کرتے ہیں۔ یہ لوگ عام طور پر فوجی ملازمت کرتے ہیں اور نہایت عمدہ سپاہی بالخصوص رسالہ کے مین موزوں ہیں۔ شاہی نسل سے ہونے کی وجہ سے اُنہوں نے بدقسمتی سے کاشتکاری کو کسرِ شان سمجھ رکھا ہے اور اس لئے وہ نہایت سست اور ناقابل کاشتکار ہیں۔ ان وجوہات کے سبب سے یہ کچھ تعجب خیز بات نہیں کہ وہ عموماً مقروض رہتے ہیں اور اُن کا تمول دن بدن زوال پذیر ہے ٭

اگرچہ گکھڑ اب درحقیقت وہ گکھڑ نہیں رہے جو کسی زمانے میں تھے تاہم انہیں اپنی قومیت پر بدستور فخر ہے اور اُن کی بہادری بھی کم نہیں ہوئی۔ سکھوں نے جو دیکھتے ہی دیکھتے بااقبال ہوئے انہیں کچل ڈالا لیکن پھر بھی گکھڑ شرفاء کی جنگجو شکلوں کو دیکھ کر وہ دن دوبارہ یاد آجاتے ہیں جبکہ پھٹ والہ تمام ظلم رسیدوں کی جائے پناہ تھی اور یہاں کی لڑائیوں میں اُن کے بزرگ شاہاں دہلی کے بالمقابل اڑتے رہے ٭

Marfat.com

سردار گوردت سنگھ چھاچھی

رام بھج

سردار سرنہال سنگھ کے۔سی۔ایس۔آئی
(وفات ۱۸۷۳ء)

۱	۲	۳	۴	۵
سردار امریک سنگھ (وفات ۱۸۹۵ء)	گوپال سنگھ (وفات ۱۸۸۰ء)	چرٹ سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء)	رام سنگھ (وفات ۱۸۹۲ء)	اُدھم سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء)

۱	۲	۳
سردار ٹیک سنگھ (وفات ۱۹۰۳ء)	امر سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء)	سنت سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء)

۱	۲	۳
سردار گوردت سنگھ (ولادت ۱۸۹۱ء)	لکھن سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء)	عجب سنگھ (ولادت ۱۸۹۷ء)

۱	۲	۳
دیال سنگھ (ولادت ۱۸۹۰ء)	سری گورو رام سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء)	ولیپ سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)

سردار گوردت سنگھ کا خاندان سینی کھتری ہے اور سات پشت سے راولپنڈی میں آباد ہے۔ گوردت سنگھ کے پڑدادا کا باپ مسمی رام بھج ایک تاجر تھا۔

۱۸۳۰ء میں سردار گوردت سنگھ کے پردادا نہال سنگھ کی شادی سردار گورمکھ سنگھ چھاچھی کی اکلوتی بیٹی سے ہوئی۔ سردار گورمکھ سنگھ اس سردار فتح سنگھ کا بیٹا تھا جو اپنے بھائی شیر سنگھ کے ساتھ معرکہ کشمیر میں مارا گیا اور سردار گورمکھ سنگھ نے باپ کی جاگیر حاصل کر لی مگر ۱۸۲۹ء میں اس کا انتقال ہوگیا اور اس کے تھوڑے عرصہ بعد اُس کی بیٹی کی شادی نہال سنگھ سے ہوگئی جس نے چھاچھی کا لفظ اپنے نام کے ساتھ

Marfat.com

منسوب کر لیا اور اپنے خسر کی جاگیر چکوڑی مالیتی ۲۰۰۰ روپے ورثہ میں پائی +

۱۸۴۶ء میں ستلج کی لڑائی کے بعد نہال سنگھ کو سردار کا خطاب ملا اور دربار لاہور کی طرف سے اپنے کنٹنجنٹ کے آٹھ سواروں کے ساتھ صاحب ایجنٹ گورنر جنرل لاہور کا ایڈیکانگ مقرر ہوا۔ اس جگہ پر اُس نے قابل قدر خدمات انجام دیں اور اپنی سرکار کے کاروبار میں کسی قسم کی رخنہ اندازی کئے بغیر حکام انگریزی کو بہت سی دوستانہ امداد دی۔ ۱۸۴۸ء کی بغاوت میں سردار نہال سنگھ گو اسے بہت سے لالچ دیئے گئے وفادار رہا۔ صاحب رزیڈنٹ بہادر کے ساتھ بہت کچھ تعلق ہونے کی وجہ سے یہ باغیوں کو اُن کے بہت سی مفید مطلب خبریں دے سکتا تھا مگر اُس نے کسی ایک موقع پر بھی ایسا نہیں کیا۔ ملتان کے محاصرے کے موقع پر اس نے باربرداری کی گاڑیاں بہم پہنچانے میں بڑی کوشش کی جس کا سر رابرٹ نیپئر نے اعتراف کیا اور اس کی اس خدمتگزاری پر باغیوں نے برافروختہ ہوکر اس کے گھر کو آگ لگا دی اس کی جائداد واقعہ راولپنڈی کو تباہ کر دیا اور اس کے خاندان کے اُن اشخاص پر جو اُن کے ہاتھ آئے نہایت سخت تشدد کیا +

الحاق پنجاب کے وقت ۵۹۷۸ روپے کی وہ جاگیر جو اسے راجہ لال سنگھ نے دی تھی اس کی حین حیات کے لئے جاری رکھی گئی اور چکوڑی کی قدیم جاگیر مالیتی ۲۰۰۰ روپے اس کے نام بطور علی الدوام کر دی گئی۔ بجائے اس کے کہ اس کے ذمہ کا آٹھ سواروں کا کنٹنجنٹ موقوف کر دیا جاتا اور وہ جاگیر جو ان سواروں کے معاوضہ میں ملتی تھی ضبط کر لی

Marfat.com

جاتی مگر اس پر خاص مہربانی کی غرض سے یہ کنٹنجنٹ بحال رکھا گیا اور اس کے معاوضہ میں ۲۰۰۰ روپے سالانہ کا نقد وظیفہ ملنا منظور ہوا۔ ۱۸۵۳ء میں سردار کی مالی حالت کچھ کمزور ہو گئی اس لئے گورنمنٹ نے اُس کے کنٹنجنٹ میں آٹھ سوار گھٹا کر چار کر دئے۔ اسی سال ضلع راولپنڈی میں کچھ بغاوت سی ہو گئی۔ سردار نہال سنگھ اس موقع پر اپنے گھر موجود تھا اور اس نے فوراً اپنی خدمات صاحب کمشنر بہادر کی خدمت میں پیش کیں جنھوں نے اسے باغیوں کے پاس بھیجا تاکہ ان کو سمجھا بجھا کر راہ راست پر لاوے۔ مگر باغیوں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کے ساتھ نہایت ناشائستہ سلوک کیا اور کئی دن تک قید میں رکھا ٭

۱۸۵۷ء کے نازک وقت میں سردار نہال سنگھ صرف بغاوت سے ہی کنارہ کش نہیں رہا بلکہ اس نے وفاداری اور جوش کے ساتھ سرکار انگریزی سے وفاداری کی۔ یہ ہر وقت صاحب چیف کمشنر بہادر کی خدمت میں حاضر رہا۔ اس کا مشورہ جو اس نے صاحب موصوف کو دیا اور خبریں جو بہم پہنچائیں خاص طور پر قابل قدر تھیں اور یہ اسی کی امداد کا نتیجہ تھا کہ صاحب چیف کمشنر بہادر نے سکھوں کا پہلا رسالہ بھرتی کیا اور غدر کی خدمات کے لئے پرانے سکھ افسروں میں سے بہت سے ایسے افسر منتخب کئے جو گزشتہ ایام میں سرکار انگریزی کے خلاف بڑی بہادری سے لڑے تھے ٭

جب گوگیرہ کے وحشی مسلمان اقوام باغی ہوئیں تو سردار نہال سنگھ اُن کے مقابلے کے لئے بھیجا گیا۔ اس کی باغیوں کے ساتھ کئی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں اور ان میں سے ایک لڑائی میں سردار کے گھٹنے پر سخت زخم لگا،

Marfat.com

ان خدمات کے صلے میں نہال سنگھ کو اکتوبر ۱۸۵۸ء میں ۱۰۰۰ روپے انعام ملا اور ۶۰۰ روپے کی ایک جاگیر عطا ہوئی جو اُس کے نرینہ ورثاء صلبی کو اس شرط پر نسلاً بعد نسلٍ ملنی منظور ہوئی کہ وہ ہمیشہ وفادار اور نمک حلال رہیں اور نیز سردار نہال سنگھ کے کنٹنجنٹ کے باقی ماندہ چار سوار بھی معاف کر دئے گئے ٭

سر لیپل گریفن صاحب بہادر نے ۱۸۶۴ء میں اُس کے متعلق یہ تحریر فرمایا کہ "سردار نہال سنگھ نے اٹھارہ سال تک گورنمنٹ کی نہایت اچھی اور وفادارانہ خدمات کیں۔ ملکی مشکلات کے وقت اس نے کبھی پرواہ نہیں کی کہ سرکار کے ساتھ وفادار رہنے میں اسے نقصان ہوگا یا فائدہ۔ ایسے مواقع پر بھی اس نے خدمات کرنے اور وفادار رہنے سے پیش پیش نہیں کیا کہ جب اسے یہ یقین نہ ہو کہ اس کا ذاتی فائدہ سرکار کے ساتھ وفادار رہنے یا مخالفت کرنے میں ہے۔ نہیں بلکہ یہ ایسے مواقع پر کہ جب کم حوصلہ اور بد دیانت لوگ کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں ہمیشہ بڑی سرگرمی سے وفادار اور اپنی کوششوں میں نہایت مستعد رہا"

۱۸۶۲ء میں سردار نہال سنگھ جاگیردار مجسٹریٹ مقرر ہوا اور اسی سال بسفارش نواب لفٹننٹ گورنر بہادر اس کی جاگیر مالیتی ۱۰۰۰ روپے بطور علی الدوام واگذار کی گئی۔ جون ۱۸۶۶ء میں اس کو کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا اور ۱۸۷۰ء میں اس کا انتقال ہو گیا ٭

سردار کی مالی کمزوری جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے سال بسال بڑھتی گئی اور ۱۸۶۹ء میں گورنمنٹ ہند نے سردار کو ان مشکلات سے جن سے کہ اس کو زوال آ رہا تھا نجات دلانے کے لئے پانچ فی صدی فی سال

Marfat.com

شرح سود پر ایک لاکھ روپیہ قرض عطا کیا۔ ۱۸۷۷ء میں حضور ملکہ معظمہ آنجہانی کے لقب قیصرہ ہند اختیار کرنے پر اس قرضہ کے بقائے میں سے ۸۰۰۰ روپے کی تخفیف کی گئی اور ۱۸۸۰ء میں سردار کے وارثان نے کل قرضہ ادا کر دیا ٭

سردار نہال سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا سردار امر یک سنگھ اپنے باپ کی جگہ پر اونشل درباری مقرر ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں امر یک سنگھ سوار پولیس کا ایک دستہ بھرتی کر کے اودھ لے گیا جہاں اس دستہ نے نہایت اچھی خدمات کیں۔ امر یک سنگھ صوبہ اودھ میں تحصیلدار رہا ٭

سردار امر یک سنگھ کے بھائیوں میں سے گوپال سنگھ ڈپٹی انسپکٹر پولیس چڑھت سنگھ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر۔ رام سنگھ احاطہ پنجاب کی پلٹن نمبر ۳ میں صوبیدار اور اُدھم سنگھ ضلع سیالکوٹ میں رجسٹرار تھا۔ رام سنگھ بعد ازاں صوبہ برما میں انسپکٹر پولیس ہو گیا اور آخر کار مہاراجہ جموں کی ملازمت میں آ گیا۔ اب یہ پانچوں بھائی فوت ہو چکے ہیں ٭

۱۰۰۰ روپے کی مالیت کی ایک جاگیر جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا نسلاً بعد نسلٍ سردار نہال سنگھ کو عطا کی گئی تھی۔ اس جاگیر پر سردار کی خواہش کے مطابق قاعدہ خلفِ اکبری اس شرط پر لگا دیا گیا کہ بڑا بیٹا یعنی جاگیردار کل جاگیر کی ایک تہائی آمدن خاندان کے چھوٹے اراکین کے گزارے کے لئے ادا کرتا رہے۔ بوجہ بندوبست کی تشخیص جس کا فائدہ جاگیردار کو ملنا تھا اس جاگیر کی مالیت ۱۲۸۹۰ روپے تک پہنچ گئی ہے جس میں سے ۶۰۰۰ روپے تو ضلع راولپنڈی کے آٹھ گاؤں کی اور ۶۸۹۰ روپے ضلع گجرات کے آٹھ دیہات کی آمدن ہے ٭

Marfat.com

سردار امریک سنگھ کے پاس اضلاع گجرات اور گوجرانوالہ میں ایک علیحدہ جاگیر تا حین حیات تھی جس کی اصلی مالیت ۶۵۰ روپے تھی اور اب ۴۶۲ روپے رہ گئی ہے اور جو ۱۸۴۰ء میں اس کی دادی مای دیوی بیوہ سردار گورمکھ سنگھ چھاچھی نے اس کے نام ہبہ کر دی تھی۔ امریک سنگھ ۱۸۹۵ء میں لاولد فوت ہو گیا اور جانشینی کے لئے ورثاء میں تنازعہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ سردار ٹیک سنگھ خاندان کا بزرگ قرار پایا جسے کل جاگیران شرائط پر مل گئی کہ وہ شرائط متذکرہ فقرہ بالا پر کاربند رہے۔ ۱۵۰ روپے ماہوار اپنے چچا کی بیوہ کو دیتا رہے اور دھرم سالہ واقع راولپنڈی کے تمام اخراجات کا کفیل رہے۔ سردار ٹیک سنگھ کا انتقال ۱۹۰۲ء میں ہوا اور اس کا سب سے بڑا بیٹا گوردت سنگھ جس کی جاگیر ۱۲۰۰۰ روپے کی ہے اب بزرگ خاندان ہے ؛

ہرسا سنگھ کی جو ایک زمانہ میں نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کے اردلیوں کا جمعدار تھا بوجہ شادی اس خاندان کے ساتھ رشتہ داری تھی۔ رزیڈنسی کے زمانہ میں ہرسا سنگھ نے اپنی ملازمت کا سلسلہ سر۔ ایف۔ کرّی صاحب بہادر کے عملہ میں شروع کیا اور بعد ازاں سر ہنری لارنس صاحب بہادر بالقابہ کا خاص اردلی ہو گیا۔ دوران غدر میں یہ رسالہ گائڈ میں بطور دفعدار کام کرتا رہا اور دہلی اور لکھنو کے محاصرے میں خوب لڑا۔ یہ شخص جان نکلسن صاحب بہادر کے پاس تھا جبکہ شجاع صاحب موصوف کو مہلک زخم لگا۔ ہرسا سنگھ کی بہادرانہ اور وفادارانہ خدمات کا اعتراف بہت سے معزز حکام نے کیا ہے جو اس کو جانتے تھے۔ اس کے اکلوتے بیٹے وزیر سنگھ کو کیونگیری صاحب بہادر اپنے ہمراہ کابل لے گئے۔ جہاں یہ دونوں مارے گئے ؛

Marfat.com

سوہن سنگھ

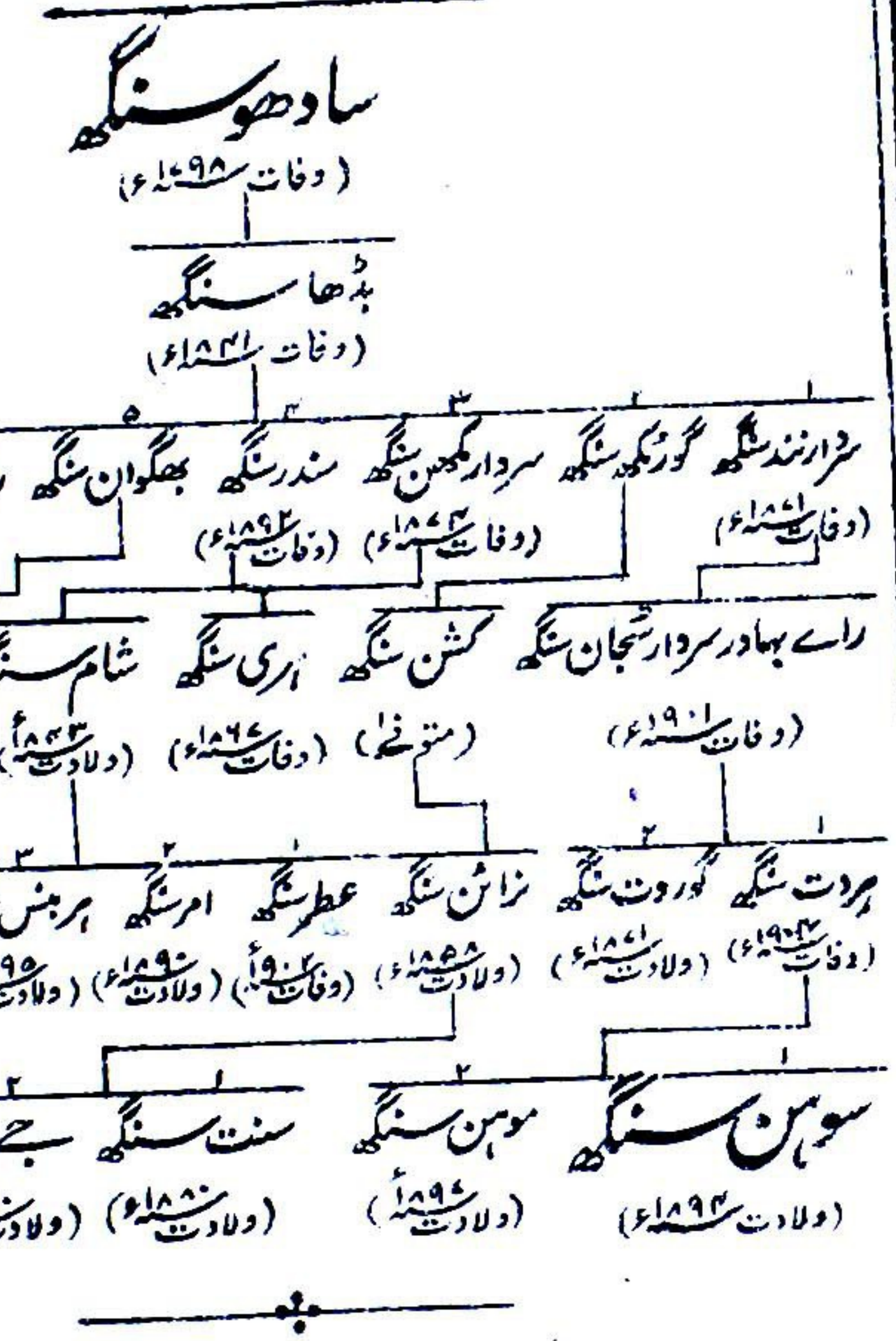

۱۷۶۶ء سے لیکر جس سال میں سردار ملکھا سنگھ تھہیوریہ نے موجودہ شہر راولپنڈی کی بنیاد ڈالی تھی آج تک سردار سجان سنگھ کا خاندان باشندگان شہر میں ایک خاص عزت و وقار کا خاندان رہا ہے اور اس کے اراکین عموماً بادشاہ وقت سے ٹھیکے اور اجارے لیتے رہے ہیں۔ سردار ملکھا سنگھ نے سادھو سنگھ کو سکھ افواج کے راشن بہم پہنچانے پر مقرر کیا ہوا تھا اور اس کا بیٹا بدھ سنگھ تحصیل مالیہ کے انتظام پر مامور ہوا تھا۔ موخرالذکر

Marfat.com

سردار نند سنگھ رئیس راولپنڈی

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

جرنیل وینچورا کے ہمراہ جسے ۱۸۳۰ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ضلع راولپنڈی کے ایک حصّہ کی تشخیص لگان کے لئے بھیجا تھا امداد دینے کے لئے بھی مقرر ہوا اور ان خدمات کے صلہ میں مہاراجہ نے اسے محصول چنگی کا ایک حصہ بطور انعام دینا منظور کیا۔

نند سنگھ جس کو عموماً سردار نند سنگھ کہتے تھے۔ دیوان کشن کور کے جو ۱۸۴۱ء میں راولپنڈی کا سردار مقرر ہوا ماتحت نوکر رہا اور ۱۸۴۸ء میں دیوان موصوف کے ہمراہ بٹالہ گیا۔ تقریباً اسی زمانہ میں نند سنگھ کو اس محصول چنگی کی بجائے جو بدھ سنگھ کو ملنا منظور ہوا تھا موضع مصریوٹ تحصیل راولپنڈی عطاء ہوا۔ الحاق کے موقع پر نند سنگھ اور اُس کے بھائی مکھن سنگھ کے قبضہ میں علاوہ بہت سے نقد و ظائف کے کئی مواضعات بطور جاگیر تھے یہ دونوں بھائی اپنی سرکار کے خلاف ہو کر سردار چتر سنگھ کی بغاوت میں شامل ہو گئے جس کی وجہ سے سوائے مصریوٹ کے جس کی آمدن ۲۰۰ روپے تھی ان کی باقی سب جائداد ضبط ہو گئی۔

۱۸۵۳ء میں جب نادر خاں گکھڑ نے پشاور اسنگھ ایک فرضی شہزادہ کے نام سے بغاوت کرنے کی کوشش کی تو سردار نند سنگھ اپنے گھر موجود تھا اور صاحب کمشنر بہادر نے اس کو سردار نہال سنگھ چھاچھی کے ہمراہ باغیوں کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ ان کو سمجھا بجھا کر اس فتنہ سے باز رکھیں مگر باغیوں نے دونوں سرداروں کو روک کر ایک گارد کے ہمراہ ضلع ہزارہ کی طرف روانہ کر دیا۔ یہاں سے یہ دونوں بڑی مشکل سے بھاگے اور صاحب کمشنر بہادر کو نادر خاں کی گرفتاری میں بڑی امداد دی

Marfat.com

جس کو بعد ازآں پھانسی دے دی گئی ٭

۱۸۵۷ء میں نند سنگھ اور اس کے بھائی مکھن سنگھ نے اپنی نمایاں وفاداری سے ثابت کر دیا کہ وہ سرکار انگریزی کی خدمتگزاری کرنے کے بے حد خواہش مند ہیں اور اُنہوں نے حکام مقامی کو بڑے نازک وقت میں مدد دی۔ نہایت مفید خبریں بہم پہنچانے اور عوام الناس کے خیالات سے باخبر رکھنے میں حتی الامکان امداد دی۔ کوہ مری کی بغاوت کے موقع پر نند سنگھ اور مکھن سنگھ دونوں نہایت مفید ثابت ہوئے۔ نند سنگھ صاحب چیف کمشنر بہادر کے لئے بھی نہایت مفید ثابت ہوئے کیونکہ یہ راولپنڈی اور پشاور کی درمیانی تمام چھاؤنیوں میں گیا اور دیسی افواج کے خیالات جو کچھ کہ معلوم ہوئے بجنسہ لکھکر بھیج دئے اور بعد ازآں ایک بات بھی اس کی رپورٹوں کے خلاف ثابت نہ ہوئی۔ ان خدمات کے معاوضہ میں موضع مصریوٹ نند سنگھ اور اس کے ورثا نرینہ کو نسلاً بعد نسلٍ عطا کیا گیا اور موضع کٹاریاں ملیتی ۳۰۰ روپے اس کی حین حیات کے لئے واگزار ہوا اور یہ قرار پایا کہ اُس کا نصف تو اس کی وفات کے بعد ضبط ہو جائے گا اور باقی نصف اُس کے نرینہ وارثان کے لئے نسلاً بعد نسلٍ رہے گا۔ مکھن سنگھ کو بھی اس موقع پر ۲۰۰ روپے کی ایک پنشن عطا ہوئی ٭

نند سنگھ پراونشل درباری تھا اور ہمیشہ رفاہ عام کے کاموں میں بڑا حصہ لیتا اور خوب گرم جوشی ظاہر کرتا تھا۔ اس نے عوام الناس کی آسایش کے لئے بہت سی عمارات تعمیر کرائیں جن میں سے ایک سنگ جانی کی سرائے بھی ہے جس کے صلے میں اس کے بیٹے سجان سنگھ کو نواب

Marfat.com

لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کے دربار منعقدہ حسن ابدال کے موقع پر ۱۵۰۰ روپے کا ایک خلعت عطا ہوا ٭

سردار سجان سنگھ اپنے باپ کے قدم بقدم چلتا رہا اور اپنی اخلاقی قابلیت کی وجہ سے نہایت معزز و ممتاز ہو گیا۔ ۱۸۸۰ء کے جنگ افغانستان کے موقع پر اس نے غلہ۔ چارہ اور ایندھن مہیا کرنے کے بڑے بڑے ٹھیکے لئے۔ اس ٹھیکے کے کام میں اسے بسا اوقات بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اس نے اسے ایسی خوبی سے انجام دیا کہ حکام نے بڑے جوش سے اعتراف کیا۔ اس نے اپنے خرچ سے چھاؤنی راولپنڈی میں ایک منڈی بنوائی اور علاوہ ازیں دوسرے رفاہ عام کے کاموں میں بڑا جوشیلا ثابت ہوا۔ ۱۸۸۸ء میں جشن روالیسرائے بالقابہ نے اس کو سردار کا اور ۱۸۸۹ء میں رائے بہادر کا خطاب عطا فرمایا اس کا انتقال ۱۹۰۱ء میں ہوا اور اس کا بیٹا ہردت سنگھ اس کی ساری جائداد کا وارث ہوا۔ ۱۹۰۴ء میں ہردت سنگھ بھی دو نابالغ لڑکے سوہن سنگھ اور موہن سنگھ چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ بڑے لڑکے سوہن سنگھ کو میریوٹ اور کٹاریاں کی جاگیر علیحدہ مل گئی ہے مگر سردار مرحوم کی باقی اور جائداد دونوں بھائیوں کے نام ہوئی ہے۔ یہ سب جائداد اب کورٹ آف وارڈز کے زیر انتظام ہے اور دونوں بھائی سوہن سنگھ اور موہن سنگھ [illegible] کالج لاہور میں تعلیم پاتے ہیں ٭

خاندان کے دوسرے اراکین میں سے سردار سجان سنگھ کے چچا سردار کرپال سنگھ نے بھی بڑی عزت حاصل کی۔ یہ سکھوں اور سرکار انگریزی کے عہد حکومت میں مختلف خدمات پر متعین ہوا اور ایک زمانہ

Marfat.com

میں ضلع راولپنڈی میں تحصیلدار بھی رہا۔ ۱۸۶۸ء میں یہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو کر سردار سجان سنگھ کے ساتھ مختلف کاروبار میں شریک رہا۔ ۱۸۷۳ء سے لے کر اپنی وفات یعنے ۱۸۹۴ء تک وہ میونسپل کمیٹی کا ممبر رہا اور کچھ عرصہ تک عارضی طور پر آنریری مجسٹریٹ بھی ہوا۔ ۱۸۸۹ء میں اسے رائے بہادر کا خطاب عطا ہوا +

Marfat.com

بابا نروتم سنگھ

بابا خوشحال سنگھ

وفات ۱۸۵۵ء

بابا عطر سنگھ

(وفات ۱۸۷۸ء)

۱ بابا ہردت سنگھ (وفات ۱۸۸۰ء)

۲ بابا ہری سنگھ (وفات ۱۸۸۵ء)

۳ بابا ہرنام سنگھ (وفات ۱۸۶۲ء)

۱ شیر سنگھ (ولادت ۱۸۵۲ء)

۲ **بابا نروتم سنگھ** (وفات ۱۹۰۸ء)*

۳ جگت سنگھ (ولادت ۱۸۶۱ء)

۴ بشن سنگھ (ولادت ۱۸۶۴ء) (وفات ۱۹۰۳ء)

۵ امریک سنگھ ہرہا سنگھ (ولادت ۱۸۷۸ء) (متوفی)

۱ بدھ سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء)

۲ ہرچرن سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء)

۳ اوتار سنگھ (وفات ۱۹۰۲ء)

۴ بلونت سنگھ (وفات ۱۹۰۲ء)

۵ گوربخش سنگھ (ولادت ۱۹۰۵ء)

گورمکھ سنگھ ارجن سنگھ (ولادت ۱۹۰۷ء)*

(ولادت ۱۹۰۹ء)

بھائی شام سنگھ

(ولادت ۱۹۰۴ء)*

یہ خاندان بھلا کھتری ہے اور سکھوں کے تیسرے گورو سری امرداس جی کے بھائی کی اولاد ہے جو ابتداءً ضلع گورداسپور میں رہا کرتا تھا۔ خوشحال سنگھ کا بھائی بابا مشتاق سنگھ سردار ملکھا سنگھ تپوریہ کے زمانے میں نقل مکان کرکے راولپنڈی چلا آیا اور سردار نے اس کو بہت سی زمین عطا کی۔ بابا خوشحال سنگھ بھی اپنے بھائی کے بعد ہی راولپنڈی چلا آیا اور سعید پور میں ایک گوردوارہ بنایا جسے رام کنڈ بھی

* ان ناموں کی خاندانی تاریخ چھپ جانے کے بعد اطلاع ہوئی۔

Marfat.com

کہتے ہیں۔ بابا مشتاق سنگھ کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا عطر سنگھ راولپنڈی کے گوردوارہ کا گدّی نشین ہوا اور باباخوشحال سنگھ امرتسر کے دربار صاحب کی خدمت پر ہی مامور رہا۔ باباخوشحال سنگھ بسبب گورو ہونے کے بہت مشہور تھا۔ اور عام طور پر "بابا بشن" کے نام سے موسوم تھا۔

عہد انگریزی کے آغاز میں باوا خوشحال سنگھ کے پاس راولپنڈی میں ۲۵۸۰ روپے کی جاگیر ہزارہ میں ۵۰۰ روپے سالانہ آمدن کی بہت سی معافی اور پشاور میں چھوٹی چھوٹی جاگیریں تھیں۔ مگر اس نے ۱۸۴۸ء میں چتر سنگھ کی بغاوت کے موقع پر اپنے وسیع رسوخ سے جو سکھوں میں تھا نئی گورنمنٹ کی کچھ امداد نہ کی۔ ظاہرا دونوں کا طرفدار رہا اور باغیوں کی اگرچہ علانیہ مدد نہیں کی مگر ان کی رو داری ضرور کی۔ اس وجہ سے اس کی بہت سی جاگیر ضبط کی گئی لیکن چونکہ وہ اس وقت چوہتر سال کی عمر کا تھا اور لوگوں کی نظروں میں اس کی وقعت بہت زیادہ تھی اس لئے موضع ڈھوک حیات اور ڈھوک نورا اور راولپنڈی کے نزدیک کچھ زمین جن تمام کی آمدن ۶۴۰ روپے سالانہ تھی اس کی حین حیات کے لئے بطور مراحم خسروانہ واگزار کئے گئے۔ اور اس کے بعد اس تمام جاگیر کا نصف اس کے بیٹے عطر سنگھ کو جس کا باغیوں کے ساتھ کوئی تعلق ثابت نہ ہوا تھا ملنا قرار پایا۔ بعد ازاں جب عطر سنگھ کی جاگیر کے متعلق علیحدہ تحقیقات ہوئی تو موضع شہر رائے چراغ جس کی آمدنی ۳۷۵ روپے تھی عطر سنگھ کی حین حیات کے لئے اس شرط پر کہ جو پنشن اس کے لئے پہلے تجویز

Marfat.com

کی گئی تھی نہ دی جائے واگذار کیا گیا ۔

۱۸۵۷ء میں بابا خوشحال سنگھ مع اپنے بیٹے اور پوتوں کے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی خدمت میں حاضر رہ کر نہایت وفادارانہ برتاؤ کرتا رہا۔ ان سب نے مل کر ایک رسالہ بھرتی کیا اور اس کا کمیدان بابا ہردت سنگھ بنایا گیا جس نے ضلع گوگیرہ کی وحشی اقوام کے خلاف گورنمنٹ کی اچھی خدمات کیں اور ایک سے زیادہ موقعوں پر اپنی نمایاں بہادری کا ثبوت دیا ۔

۱۸۶۶ء میں بابا عطر سنگھ کی کل جاگیر کی شرائط پر جو اس کے قبضہ میں تھیں دوبارہ غور کیا گیا اور ۶۴۰ روپے کی وہ جاگیر جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور جس کی آمدن اس وقت ۱۰۴۰ روپے تشخیص ہوئی تھی اس کے اور اس کے جانشینان کے نام نسلاً بعد نسلٍ اس شرط پر کر دی گئی کہ یہ ساری کی ساری جاگیر دار کے بیٹوں میں سے اسے دی جایا کرے گی جو سب سے زیادہ حق دار سمجھا جائے گا۔ علاوہ ازیں شہر رائے چراغ کا گاؤں مالیتی ۲۵۰ روپے بابا عطر سنگھ کے نام تاحین حیات واگزار کیا گیا اور یہ شرط قرار پائی کہ اس کی وفات کے بعد یہ موضع ان ورثا کو ملے گا جن کے پاس کوئی اور جاگیر نہ ہوگی ۔

بابا عطر سنگھ کا انتقال ۱۸۷۶ء میں ہوا اور اس کی معافی کی جاگیریں بموجب شرائط متذکرہ بالا جانشینوں کو ملیں۔ ڈھوک حیات ڈھوک نورا اور راولپنڈی کی جاگیر مالیتی ۴۰۰ روپے بابا ہری سنگھ کو ملی اور موضع شہر رائے چراغ مالیتی ۲۴۰ روپے پسران ہردت سنگھ

Marfat.com

اور ہرنام سنگھ کو ملا ٭

بابا ہری سنگھ کو اس دربار میں جو حضور وائسرائے نے ۱۸۶۴ء میں منعقد کیا بطور بزرگ خاندان بلایا گیا۔ یہ راولپنڈی کی میونسپل کمیٹی کا بڑا کارکن ممبر اور آنریری مجسٹریٹ تھا۔ ۱۸۸۵ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا بڑا لڑکا نروتم سنگھ اپنے باپ کی جگہ ڈویژنل درباری مقرر ہوا ٭

ایام غدر کے بعد بابا ہردت سنگھ محکمہ پولیس میں نوکر ہوا اور پٹنہ میں جہاں اس کا انتقال ہوا بہ حیثیت انسپکٹر بڑی اچھی خدمات انجام دیں۔ اس کا بیٹا بابا شیر سنگھ اب پنشن یافتہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے ٭

Marfat.com

قوم ڈھنڈ

قوم ڈھنڈ راولپنڈی کی اُن شمالی پہاڑیوں کے ایک حصے میں آباد ہے جو ہزارہ اور کوہ مری کی پرفضا اور خوشگوار جگہ کے درمیان ہیں۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ قوم ہندو الاصل ہے اور اغلب ہے کہ اس نے اپنے ہمسایہ قوموں تریں۔ دلازک اور گکھڑوں کی طرح شمال مغربی علاقے سے ہزارہ میں نقل مکان کیا۔ انہیں خود بھی اس معاملے میں کوئی شک نہیں اور ان کا بیان ہے کہ یہ حضرت سرور کائنات محمد رسول اللہ صلعم کے عم معظم حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ ڈھنڈوں کی ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دراصل وسط ایشیا کے باشندے ہیں اور وہ روایت یہ ہے کہ اُن کی قوم کے ایک شخص تخت خاں نامی کی شادی تیمور یا تمرلنگ کی ہمشیرہ سے ہوئی اور وہ اس کے ساتھ دہلی آیا یہاں تخت خاں اور اُس کے بعد اُس کی اولاد شاہجہاں کے عہد حکومت تک رہی جبکہ زور آب خاں نے جس کے ہاں دہلی میں کوئی اولاد نہ ہوتی تھی یہ خیال کر کے کہ اگر اپنے ہی ملک میں رہتا تو بہتر ہوتا واپس چل پڑا اور ورن کوٹ کے چھوٹے سے موضع میں جو کہوٹہ ضلع راولپنڈی سے تین میل ہے پہنچا جہاں اُس کے ہاں جے خاں نامی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ بعد ازاں جے خاں کے ہاں بائیس لڑکے ہوئے جن میں سے چار کی اولاد اقوام جدوال۔

Marfat.com

ڈھنڈ۔ سرارا اور تنولی ہیں۔ ان چاروں میں سے ڈھنڈوں کے بزرگ کا نام کھلوڑہ یا کلورائے تھا۔ کلورائے کو شہنشاہ نے ناظم کشمیر کی تادیب کے لئے جو کھلم کھلا باغی ہو گیا تھا کشمیر جانے کی ہدایت کی۔ چنانچہ یہ اورمناکری کا بیٹا دھرما دو نوتیر و کمان سے مسلح ہو کر روانہ ہوئے۔ اُنہوں نے ایک مشہور آدم خور چیتے کو جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ کشمیر میں بہت نقصان پہنچا رہا تھا مارا جس سے ناظم کشمیر ان پر بہت مہربان ہو گیا اور اُن کی واپسی کے وقت بہت سے بیش بہا تحفے تحایف دینے کے علاوہ اپنی دو لڑکیوں کی شادی ان دونوں کے ساتھ کر دی۔ اس کشمیری بیوی کے بطن سے کھلوڑہ کے ہاں دو لڑکے کنڈ خاں اور کوڑ خاں پیدا ہوئے جن میں سے اول الذکر کی اولاد ڈھنڈ میں کھلوڑہ کے ہاں دوسری بیوی کے بطن سے بھی جو کھٹوال قوم کی تھی دو لڑکے بازخاں اور بُرچھا خاں پیدا ہوئے۔ ڈھنڈ چھ پشتوں تک ہزارہ میں رہے اور پھر کھوٹہ۔ مری اور دیوال کے پہاڑی علاقے میں پھیل گئے ٭

بیان کیا جاتا ہے کہ ستی لوگوں کا نکاس جو اسی علاقے میں رہتے ہیں کھلوڑہ کے ایک کنیزک زادہ بیٹے سے ہوا۔ مگر خود یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ڈھنڈوں کے ساتھ جن کے یہ سخت دشمن ہیں ان کا کسی قسم کا تعلق نہیں۔ ڈھنڈوں کی قوم ہمیشہ شورہ پشت اور ناقابل اصلاح رہی ہے مگر ان میں اتنی دلیری نہیں کہ اُن کی جبلّی شرارت کوئی عملی صورت اختیار کرے ٭

۱۸۲۷ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے قریباً قریباً اُن کی بالکل

Marfat.com

بیخ کنی کردی تھی۔ یہ ستی اور کئی اور پہاڑی قومیں سکھوں کے جمرود پر شکست کھانے اور سردار ہری سنگھ کے مارے جانے سے باغی ہوگئیں۔ چنانچہ ان کا علاقہ گلاب سنگھ کے حوالے کر دیا گیا جو یوسف زئی میں امن قایم کرنے کے بعد ۲۰۰۰ آدمی قواعد دان اور ناقواعد داں لے کر مری اور ہزارہ کے پہاڑی علاقے کی بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ پہلے پہل تو باغی کامیاب رہے یعنی شمس خاں سودھن کے ساتھ جو راجہ دھیان سنگھ کا معتمد خاص رد چکا تھا سارا علاقہ ہوگیا اور راجہ جموّں (دھیان سنگھ) کے تمام پہاڑی قلعے اُن کے ہاتھ آگئے۔ مگر گلاب سنگھ چُپ چاپ وقت گزارہ کیا اس نے کھوٹہ کو اپنا صدر مقام بنالیا اور لوگوں کو وعدے اور رشوتیں دے کر فوراً ہی دشمن کے کیمپ میں نا اتفاقی پھیلا دی۔ باغیوں کے سرداروں پر ایسا جادو چل گیا کہ ایک کو دوسرے پر بھروسہ نہ رہا جس پر گلاب سنگھ پہاڑی علاقوں میں گھس گیا۔ فصلیں اور مواضعات جتنے راستے میں آئے جلا دیئے گئے اور اعلان کر دیا کہ جو شخص باغیوں کے مرد عورت یا بچے کا سر کاٹ کر لائے گا فی سر ایک روپیہ انعام پائے گا۔ کمبخت لوگوں نے جن کو نا اتفاقی نے الگ الگ کر دیا تھا دشمن کا یہ تشدد دیکھکر ذرہ بھی مزاحمت نہ کی۔ جنگلی جانوروں کی طرح ہر ایک طرف سے ان کو گھیر لیا گیا اور بے رحمی سے مرد اور عورتوں کو مارا گیا۔ آخرکار گلاب سنگھ نے حکم دیا کہ عورتیں قتل نہ کی جائیں اور قیدی بنا کر فوج کے ساتھ رکھی جائیں چنانچہ فوراً ہی فوج کے ہر ایک حصے کے ساتھ نیم برہنہ اور فاقہ کش عورتوں کے غول دکھائی دینے لگ گئے

Marfat.com

جنھیں دن بھر مویشیوں کی طرح ہانکا جاتا تھا اور رات کو کانٹوں کی باڑ کے اندر دے دیا جاتا اور سپاہی ان کے ساتھ سخت وحشیانہ سلوک کرتے۔ ان عورتوں میں سے جو کئی ہزار کی تعداد میں پکڑی گئی تھیں چند صد جموں پہنچیں۔ اور ان میں سے ماسوا ان چند کس نہایت خوبصورت عورتوں کے جو گلاب سنگھ کے زنان خانہ کے لئے رکھ لی گئی تھیں باقی تمام غلاموں کی طرح بیچ دی گئیں۔ بیان کیا جاتا ہے اور شاید اس بیان میں مبالغہ ہو کہ اس پہاڑی لڑائی میں بارہ ہزار ڈھنڈ ستی اور سودھن مارے گئے۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان پہاڑیوں کا کچھ علاقہ جو پہلے بہت آباد اور زرخیز تھا ویران ہوگیا۔ کھیتوں میں ہل جوتنے کے لئے کافی آدمی نہ رہے اور اگلے سال قحط پڑ گیا جس سے گلاب سنگھ کے ظلم سے بچے ہوئے بہت سے آدمی ضائع ہوگئے۔

مگر اس عبرت ناک سزا کو ڈھنڈ لوگ فوراً ہی بھول گئے۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء میں یہ خیال کر کے کہ بغاوت کے لئے اچھا وقت ہے اُنھوں نے کھرلوں اور اپنی ذات برادری کے ان لوگوں سے جو ہزارہ میں رہتے تھے سازش کر کے کوہ مری پر حملہ کرنے کی تجویز کی مگر اس مجوزہ حملے کی عین وقت پر اطلاع ہوگئی اور جب ان کے تین سو جوان یہ خیال کر کے کہ آسانی سے ہمیں فتح نصیب ہوگی اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آجائے گا ۲ ستمبر کی رات کو آگے بڑھے مگر اُن کا اچانک مقابلہ کر کے پس پا کر دیا گیا دوسرے دن راولپنڈی سے فوج پہنچ گئی جس نے کوہ مری کے شمال مغربی ڈھنڈ علاقے میں داخل ہو کر باغیوں کے گیارہ

Marfat.com

مواضعات جلادئے اور اُن کے پندرہ سرگروہوں کو جو بعد میں پکڑے گئے پھانسی دے دیا گیا +

ڈھنڈوں کا ایک ہی باوقعت آدمی منصب دار خاں تھا۔ جس کے قبضے میں ۱۰۸۰ روپے کی جاگیر تھی یہ ۱۸۸۷ء تک پنجاب میں تحصیلدار رہا اور اس کی وفات پر جو ۱۹۰۳ء میں واقع ہوئی اس کی جاگیر کا ۳/۴ حصہ ضبط ہوگیا اور باقی ماندہ ۱/۴ حصہ اس کے سب سے بڑے بیٹے سکندر خاں کو ملا جو اب ضلع امرتسر میں نائب تحصیلدار اور اور ضلع راولپنڈی کا ڈویژنل درباری ہے۔ سکندر خاں کسی لحاظ سے بھی اپنی قوم کا جس کے خیالات جمہوریت کی طرف مائل ہیں سرگروہ نہیں اور نہ ہی اس کا کچھ رسوخ ہے ۔

Marfat.com

قوم مہیال*

یہاں ایک اور قوم کا ذکر کیا جاتا ہے جس کی سات شاخیں دت - چھبڑ - وید - بالی - موہان - لاء اور بھیم وال ہیں - مہیال زیادہ تر اضلاع جہلم اور راولپنڈی میں آباد ہیں - یہ نہایت قدیم زمانے سے موروثی زراعت پیشہ چلے آتے ہیں اور گو برہمن الاصل ہیں مگر پروہتی نہیں کرتے اور کاہلی کی زندگی سے جو معمولی برہمن بسر کرتے ہیں نفور ہیں - یہ اولعزم اور جوشیلی قوم ہے - زمانہ ماضی میں اُن کے وفادار اور سرگرم کار رہونے کی تصدیق پنجاب کے ہندو مسلمان اور سکھ فرمانروایاں نے انہیں بہت سی اراضیات کی جاگیریں دے کر کی ہے جو ابھی تک اُن کی اولاد کے قبضے میں ہیں - سرکار انگریزی کے عہد حکومت میں بھی مہیال بڑے معزز و باوقعت ہیں اور بہت سے فوجی اور محکمہ سول کے عہدوں پر ممتاز ہیں +

مہیالوں کا دعوےٰ ہے کہ اکثر اوقات و ممالک میں اُن کی بڑے بڑے علاقوں پر حکومت رہی ہے - چنانچہ دتوں کو یقین ہے کہ ایک زمانے میں ان کے بزرگوں نے پہلے عرب میں اور پھر کابل میں فرمانروا خاندانوں کی بنیاد ڈالی اور بیان کیا جاتا ہے کہ کابل میں برہمنوں کا ایک شاہی

* یہ نوٹ مسٹر ایچ ڈی کریک صاحب بہادر آئی - سی - ایس نے تحریر فرمایا +

Marfat.com

خاندان ۸۶۰ء سے ۹۵۰ء تک حکومت کرتا رہا۔ اور چھچھڑوں کا یہ دعوے ہے کہ یہ بھیرے میں حکمران تھے جہاں ابھی تک کئی نہیال سکونت پذیر ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ بھیرے کو "چھچھڑاں دی راج دھانی" بھی کہتے ہیں ٭

Marfat.com

گنیش داس رئیس سعید پور

بندرابن

۱ منی رام
۲ دھنی رام (وفات ۱۸۵۳ء)

۱ مکھر مل (وفات ۱۸۴۲ء)
۲ مست رام (وفات ۱۸۰۷ء)
۳ رتن چند (وفات ۱۸۴۲ء)
۴ برہم داس (وفات ۱۸۷۴ء)

۱ کٹاسی رام (وفات ۱۸۵۳ء)
۲ بشن داس (وفات ۱۸۸۹ء)
۳ بھئیاں دیوی

۱ ٹھاکر داس (وفات ۱۸۸۹ء)
۲ پرمانند (متوفی)
۳ چیت رام (وفات ۱۹۰۷ء)
۴ تلسی داس (وفات ۱۸۸۳ء)
۵ پرتھی چند (وفات ۱۸۸۵ء)
۶ بھولا رام (ولادت ۱۸۸۸ء)

۱ رام سرن (وفات ۱۸۹۴ء)
۲ گنیش داس (ولادت ۱۸۹۵ء)

ڈوگرمل

۱ اچھتانند
۲ پریم چند

نانک چند
(اسے اچھتانند نے متبنّٰے بنایا ہے)

کہتے ہیں کہ سعید پور کا نام سلطان سارنگ خاں گکھڑ کے تیسرے بیٹے سعید خاں کے نام پر پڑ گیا ہے جسے شہنشاہ اکبر نے پوٹھوار کا ملک حریف رئیسان گکھڑ کے درمیان تقسیم کرتے ہوئے راولپنڈی کا علاقہ عطا کیا تھا۔ اسی سعید خاں نے اس خاندان

Marfat.com

چودھری بھولا رام رئیس سعید پور

Marfat.com

Marfat.com

کے ایک بزرگ کو موضع لورا تحصیل ہری پور سے لا کر اپنا مشیر بنایا اور کئی مواضعات کا ٹھیکہ اس کے نام کر دیا۔ یہ بزرگ جو چودھری کے نام سے موسوم ہے کئی سال تک سعید خاں کا مشیر رہا اور گکھڑوں نے اسے کئی معافیات عطا کیں جو سکھوں کے عہد میں اس کی اولاد کے نام بحال رہیں۔ الغرض یہ خاندان کچھ تو ان معافیات کے ذریعہ اور کچھ روپیہ کا لین دین کر کے بہت بارسوخ اور متمول ہو گیا۔

الحاق پنجاب کے موقع پر خاندان سعید پور کا بزرگ رتن چند تھا جس نے ۱۸۵۲ء میں سردار نہال سنگھ چھاچھی اور نند سنگھ کو نادر خاں گکھڑ کے پنجہ سے جو باغی ہو گیا تھا اور جس نے دونوں سرداروں کو جنہیں صاحب کمشنر بہادر نے نادر خاں کو ہتھیار ڈال دینے کے لئے سمجھانے بھیجا تھا پکڑ لیا تھا۔ چھڑانے میں بڑی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ۱۸۵۷ء میں رتن چند اور اس کے بھتیجے گوردا س مل نے حکام کو اس حملہ کی جو ڈھنڈ لوگ کوہ مری پر کرنا چاہتے تھے۔ اطلاع دے کر اپنی وفاداری کا ثبوت دیا حکام مقامی نے اُن کی خدمات کا اعتراف کیا اور رتن چند کو تو ۴۰۰ روپے کی ایک جاگیر عطا کی گئی جس میں سے نصف تاحین حیات تھی اور باقی ماندہ وضع بچو کی نسلاً بعد نسلٍ تھی اور گوردا س مل کو ۱۰۰ روپے کی ایک پنشن اور ۲۰۰ روپے کا ایک خلعت عطا ہوئے۔

رتن چند کا انتقال ۱۸۶۴ء میں ہوا اور اسی سال اس کا بیٹا بشن داس اس کی جگہ پر اونشل درباری بنایا گیا۔ بشن داس کو اپنے باپ کی جاگیر بھی مل گئی اور یہ اپنے ضلع میں بڑا معزز و ممتاز تھا

Marfat.com

یہ ڈسٹرکٹ بورڈ کا ایک کارکن ممبر تھا اور اس نے اشاعت تعلیم ترقئے نسل انسان اور دوسرے رفاہ عام کے کاموں میں بہت قابل قدر امداد دی ۱۸۸۹ء میں اس کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا چیت رام جو اس کا جانشین ہوا تھا۔ ایک لڑکا گنیش داس چھوڑ کر جو ابھی تک نابالغ ہے ۱۹۰۷ء میں فوت ہو گیا ٭

Marfat.com

ضلع اٹک

خان شیر محمد خاں ساگری رئیس مکھڈ

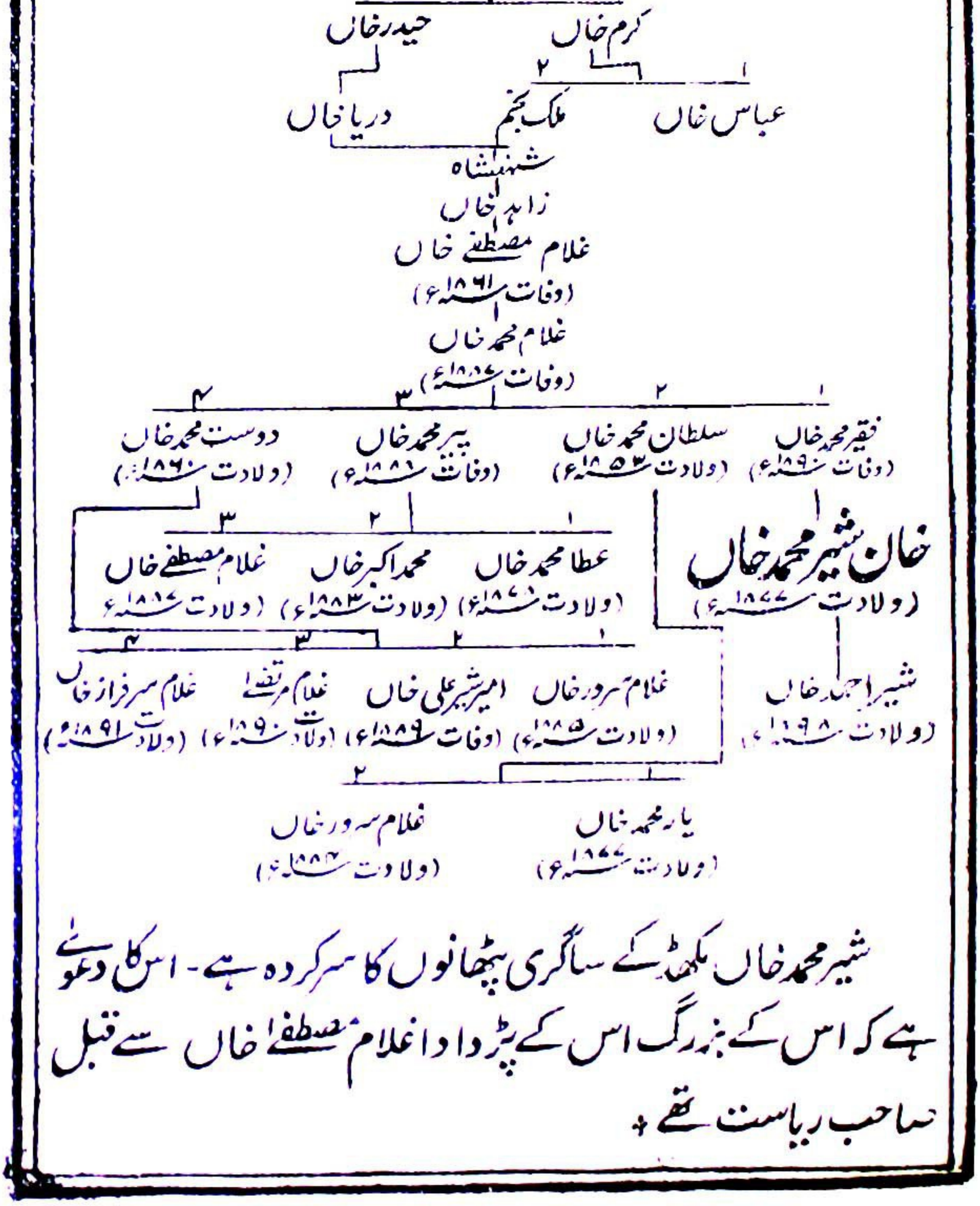

شیر محمد خاں مکھڈ کے ساگری پٹھانوں کا سرکردہ ہے۔ اس کا دعوےٰ ہے کہ اس کے بزرگ اس کے پڑدادا غلام مصطفےٰ خاں سے قبل صاحب ریاست تھے۔

Marfat.com

احمد شاہ دُرّانی کے دورانِ حکومت میں عباس خاں نے خاندانِ شادی خاں کے اخیر رئیس سے ریاست چھین لی اور خود مکھڈ کا خان بنکر حکمرانی کرنے لگا۔ عباس خاں کا بھائی نجم شکر دَرہ میں جو دریائے سندھ کے اس طرف واقعہ ہے جس طرف کوہاٹ۔ اپنے بھائی کا قائم مقام اور نائب تھا اور ملک کے خطاب سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دریا خاں غلام مصطفےٰ خاں کا پڑدادا ایک باوقعت آدمی تھا اور اس بات کی شہادت اُس سند اور خطاب سے ملتی ہے جو احمد شاہ نے اُس کو عطا کیا تھا لیکن اُس کی اولاد کا حال کچھ معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کیسے تھے یہاں تک کہ ہم غلام مصطفےٰ کے زمانے تک پہنچ جاتے ہیں جس نے گذشتہ صدی کے پہلے ۲۵ سال میں عباس خاں کی اولاد کو علاقہ سے بے دخل کر دیا تھا اور جو الحاقِ پنجاب کے زمانہ میں خاندان کا سرکردہ تھا +

شاہانِ دُرّانی کے زمانہ میں ساگری خاں صرف ۸۰ دُنبے سالانہ خراج دیا کرتا تھا اور علاوہ ازیں اُس کو بوقت ضرورت شاہی خدمت کے لئے ۸۰ سوار بھی مہیّا کرنے پڑتے تھے۔ سکھوں نے اپنے عہدِ حکومت میں راولپنڈی کی اراضیات پر نقد لگان مقرر کر دیا اور مالگزاری کا ۱/۴ حصہ رئیس کو بطور وظیفہ کے چھوڑ دیا۔ یہ وظیفہ رئیس محصول چونگی۔ دریائے سندھ سے سونا نکالنے کی آمدنی اور مکھڈ کے گھاٹ پر اُتارے اور کشتیوں کے محصول کی مدات سے وصول کیا کرتا تھا +

الحاق کے وقت محصول چونگی بالکل موقوف کر دیا گیا اور اس کمی سے مالی آمدنی اور نیز اقتدار و اثر میں رئیس کو جو نقصان برداشت کرنا

Marfat.com

پڑا اُس کے معاوضہ میں گورنمنٹ نے غلام مصطفےٰ خاں اور اُس کے نرینہ ورثا کو مکھڈ کی مالگزاری اور سونا رکا لینے اور گھاٹ کے محصول کی آمدنیوں کا ½ حصہ بجائے اس آٹھویں حصّہ مالیہ کے جو کہ رئیس مذکور اب تک لیتا رہا تھا بطور علی الدوام عطا کر دیا ÷

غلام مصطفےٰ خاں نے ۱۸۴۸-۴۹ء میں سرکار انگریزی کے ساتھ نہایت نمایاں وفاداری کی۔ باغی سکھ اور افغان سرداروں نے اِسے اپنے ساتھ ملانے کی بے حد کوششیں کیں مگر اس نے ایک کی بھی پروا نہ کی اور نہ صرف مکھڈ اور شکر دَرہ ہی کو سنبھالے اور بچائے رکھا بلکہ واقعہ جہلم پر بھی جس میں سکھ باغی تھے حملہ کر کے فتحیابی حاصل کی۔ یوں تو غلام مصطفےٰ ۱۸۶۱ء تک زندہ رہا مگر اُس کی زندگی کے اخیر سالوں میں امورات خاندانی کا انتظام زیادہ تر اُس کے بیٹے غلام محمد خاں کے ہاتھ تھا۔ غلام محمد خاں بھی اپنے باپ کی طرح گورنمنٹ انگلشیہ کا نمک حلال تھا اور غدر ۱۸۵۷ء میں اس نے اپنے آدمیوں میں سے کچھ سوار اور پیادے حاکمِ ضلع کی خدمت میں پیش کئے کہ وہ جس قسم کی خدمت چاہیں ان سے لیں۔ یہ راولپنڈی کے اُن تین بڑے مالکان اراضی میں سے تھا جو پنجاب کے بڑے بڑے سردار اور جاگیردار ہونے کی حیثیت سے ایکٹ اسلحہ کی بہت سی شرائط سے مستثنےٰ تھے اور اس نے اپنے وسیع رسوخ کو ہمیشہ گورنمنٹ کی خیر خواہی میں استعمال کیا۔ مکھڈ دریائے سندھ کے کنارے ضلع کے اُس دُور دراز جنوب مغربی گوشہ میں واقع ہے جہاں کا براہِ راست انتظام کرنا آسان کام نہیں ہے اور غلام محمد خاں نے اپنی انتظامی قابلیت سے اکثر اوقات گورنمنٹ انگلشیہ کو اس علاقہ کے

Marfat.com

نظم ونسق میں بڑی امداد دی۔ اُس نے گورنمنٹ کی طرف سے معقول شرائط پر کئی ایک رکھوں کا اچھا انتظام کیا اور جب دریائے سندھ میں مکھڈ تک جہاز رانی کی جاتی تھی تو اُس نے "انڈس فلوٹلا" کے لئے ایندھن کی بہم رسانی میں بھی مدد دی۔ غلام محمد خاں بدقسمتی سے اپنے حقوق اور اختیارات کے استعمال میں مبالغہ کر جایا کرتا تھا لہٰذا دریا کے کوہاٹ کی جانب کے مَلکانِ شکر دَرہ اور مکھڈ کے پراچوں کے ساتھ جو ترکستان اور جائنٹس تک تجارت کرتے ہیں اس کی اَن بَن رہا کرتی تھی۔ علاوہ ازیں ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ اسے اپنے نالائق چھوٹے لڑکوں کے ساتھ بھی لڑائی جھگڑے میں مصروف رہنا پڑا تھا۔ غلام محمد خاں کچھ عرصہ تک مجسٹریٹ بھی رہا اور جب حج کو گیا تو اُس کے فرزندِ اکبر فقیر محمد خاں کو اُس کی جگہ مجسٹریٹی مِل گئی مگر یہ عموماً لوگوں میں ہر دلعزیزی حاصل نہیں کر سکا اور خود غلام محمد خاں ضعیف العمر اور کمزور ہو گیا تھا اس لئے اختیاراتِ مجسٹریٹی واپس لے لئے گئے ٭

غلام محمد خاں چار لڑکے چھوڑ کر ۱۸۸۶ء میں فوت ہوا۔ ان میں سے دو بیٹے فقیر محمد خاں اور دوست محمد خاں اُس کی ہم کفو بی بی کے بطن سے تھے اور باقی دو سلطان محمد خاں اور پیر محمد خاں ایک اَور عورت کے بطن سے تھے جو کہ ادنےٰ خاندان کی عورت تھی۔ خاندانی رسم کے بموجب جائداد ایک ہی چیدہ فرد کو مل جاتی ہے اور شرط یہ ہوتی ہے کہ اگر ضرورت ہو گی تو اسے چھوٹے اراکین کے واجبی وظیفے مقرر کر دینے کے اختیارات دے دئے جائیں گے ٭

غلام محمد خاں کی حیات ہی میں گورنمنٹ نے اُس کے سب سے

Marfat.com

بڑے بیٹے فقیر محمد خاں کو اُس کا جانشین تسلیم کرلیا تھا اور دوسری بیوی کے دو بیٹوں کے لئے غلام محمد خاں نے خود ہی انتظام کردیا تھا اور انہیں مجبور کیا تھا کہ وہ شکر دَرہ میں رہا کریں۔ ان وجوہات سے ایک سخت جھگڑا شروع ہوگیا جس میں فقیر محمد خاں اس کا باپ اور حقیقی بھائی تو ایک طرف تھے اور فقیر محمد کے دونوسوتیلے بھائی مخالف اور بدقسمتی سے یہ تنازعہ غلام محمد خاں کی موت کے بعد بھی بھائیوں میں ایک عرصہ تک رہا۔

جس وقت ۱۸۵۰ء میں مکھڈ کی مالگزاری کا چوتھائی حصہ عطا ہوا تھا تو اُس کی مالیت صرف ۲۷۶ روپیہ سالانہ تھی مگر بعد ازاں کے بندوبست قانونی میں سات مواضعات اِنگرا۔ رُکوان۔ کانی۔ مکھڈ۔ نکا نارا اور ہڈووالی کی جو علاقہ مکھڈ میں ہیں ۱۵۷۰ روپیہ جمع تشخیص ہوئی۔

مکھڈ کا خان شکر دَرہ ضلع کوہاٹ کا جاگیردار بھی ہے اور رکھ ٹوپی کے جو پہلے علاقہ مکھڈ میں شامل تھی محصول چرائی میں سے چوتھائی حصّہ لیتا ہے۔

فقیر محمد خاں کا انتقال ۱۸۹۰ء میں ہوا اور اُس کی جگہ اُس کا بیٹا شیر محمد خاں جو اُس وقت نابالغ تھا جانشین ہوا۔ شیر محمد خاں کے سلوک سے لوگ نہایت بیزار ہیں۔ مکھڈ کے پراچوں کے ساتھ ہمیشہ اُس کی اَن بَن رہتی ہے اور اس کا اپنی ذات برادری کے لوگوں میں بھی بالکل کوئی رسُوخ نہیں ہے۔ البتّہ اس کا چچا دوست محمد خاں ذیلدارِ مکھڈ جس کے ساتھ اس کی سخت مخالفت ہے بڑا با رسُوخ آدمی ہے۔ شیر محمد خاں ڈویژنل درباری ہے۔

Marfat.com

ملک غلام محمد خاں جودھرائیں پنڈی گھیب

ملک شہباز خاں

۱ ۲ ۳

فتح خاں — محمد علی — درویش محمد

۱ ۲

نور خاں

۱ ۲ ۳ ۴

اولیا خاں — رنباز خاں — بہرا خاں — سرخرو

۱ ۲

امانت خاں

۱ ۲ ۳

نواب خاں — غلام محمد خاں — الہ یار خاں

فتح خاں

الہ یار خاں
(وفات سنہ ۱۸۴۹ء)

۱ ۲

اولیاء خاں (وفات سنہ ۱۸۹۶ء) — فتح خاں (وفات سنہ ۱۸۷۶ء)

۱ ۲ ۳

ملک غلام محمد خاں (ولادت سنہ ۱۸۶۳ء) — جنگ بہادر خاں (ولادت سنہ ۱۸۷۶ء) — محمد زمرد خاں (ولادت سنہ ۱۸۸۰ء)

۱ ۲ ۱ ۱ ۲

الہ یار خاں (ولادت سنہ ۱۸۸۳ء) — محمد نواز خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۳ء) — فتح خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۰ء) — محمد سرفراز خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۵ء) — امانت خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۹ء)

۱ ۲ ۳

نواب خاں (وفات سنہ ۱۹۰۶ء) — امانت خاں (وفات سنہ ۱۸۸۳ء) — محمد امیر خاں (ولادت سنہ ۱۸۶۷ء)

۱ ۱ ۱

محمد اکبر خاں (ولادت سنہ ۱۸۸۶ء) — تاج محمد خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۶ء)

جودھرے راجپوت نسل کے مسلمان ہیں اور گھیبوں کے جن کے ساتھ یہ باہم ازدواج کرتے ہیں اور جن کے ساتھ زمانہ قدیم میں انکی

Marfat.com

ملک غلام محمد خاں جو دھرہ رئیس پنڈی گھیب

Marfat.com

Marfat.com

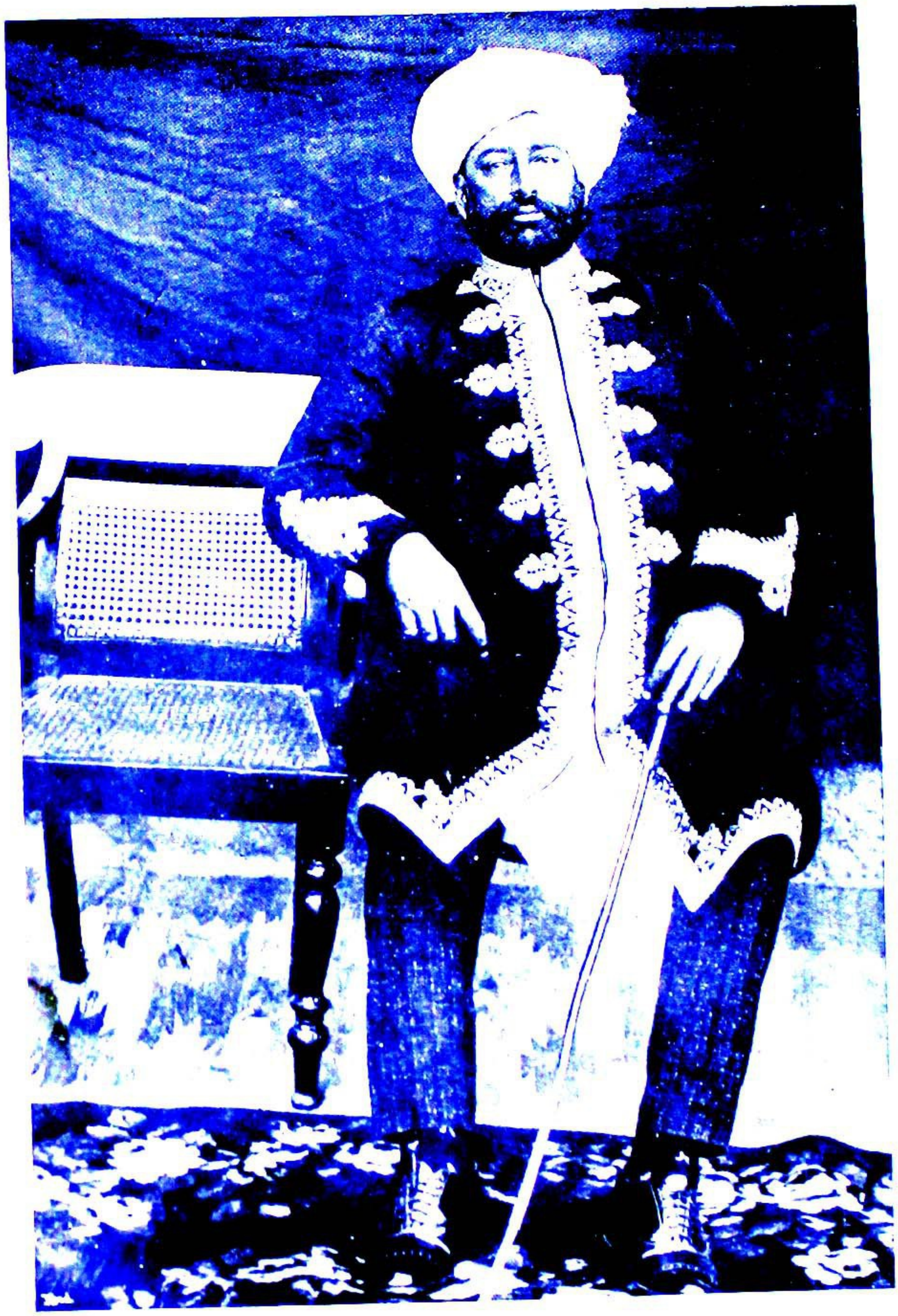

ملک نواب خان جودھڑہ رئیس پنڈی ہیب

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

متواتر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں قریبی ہمسائے ہیں - یہ پرگنہ پنڈی گھیب ضلع اٹک میں آباد ہیں جو دریائے سندھ کے کنارے کنارے مرزا پور سے لیکر اٹک سے بارہ میل کے اندر پھیلا ہوا ہے - اس قوم کا نام اُس جودھرا کے نام سے مشہور ہے جس کی نسبت گیارھویں صدی میں سلطان محمود کے عہد حکومت میں مُشرف باسلام ہونا بیان کیا جاتا ہے جودھرا پہلے جموں میں آباد ہوا جہاں اس کی اولاد کئی پشتوں تک رہی یہاں تک کہ بھوسی خاں کا زمانہ آیا جو یہاں سے نقل مکان کرکے ڈیرا تھی میں آگیا جس کے نزدیک اب پنڈی گھیب واقع ہے بھوسی خاں کا پوتا شہباز خاں اپنے اس نئے وطن کے قریب شکار کھیلتا ہوا ایک ولی اللہ بھورسلطان نامی سے دوچار ہوا جس نے اُسے ایسی زبان میں جسے عام آدمی نہیں سمجھ سکتے مخاطب کرکے کہا "تیری قسمت پلٹا نہ کھائیگی جب تک توسل کے (جو یہاں ایک ریتلا فراخ نلا تھا) داہنے کنارے پر آباد نہ ہوگا شہباز خاں نے اس نصیحت پر عمل کرکے پنڈی گھیب بسایا اور بعد ازاں اِس نے اور اِسکے جانشینوں نے پنڈی گھیب کے گردونواح میں بہت سے اور موافعات آباد کئے ؛

ان میں سے پہلا مُلک جسے کسی قدر اقتدار حاصل ہوا اولیا خاں تھا جس نے اٹھارھویں صدی کے شروع میں نلا - سوہان - سل اور تلہ گنگ کے علاقوں کو فتح کیا اور اپنی عین حیات تک اُن پر قابض رہا - اِس کا بیٹا امانت اپنے باپ کی طرح زور آور تھا - یہ رئیس سوکر چکیہ کا برائے نام ماتحت تھا انہیں تھوڑا سا خراج دیا کرتا تھا اور اس نے

Marfat.com

اپنی فوج سے اس علاقے کو سنبھالے رکھا جس پر اس کے باپ کی حکومت تھی مگر اس کا بیٹا نواب خاں اپنے باپ دادا کی طرح صاحب نصیب نہ ہوا۔ اسے رنجیت سنگھ نے علاقہ جات سل اور بالا غیب ٹھیکے پر دے رکھے تھے ۱۸۱۳ء میں یہ باغی ہو گیا مگر سکھوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور کوہاٹ کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں یہ جلاوطنی کی حالت میں مر گیا۔ اس کی جگہ اسکا بھائی غلام محمد خاں جانشین ہوا جس کے نام ۱۸۲۷ء سے مالیہ کا ۱/۴ حصہ ہوا ۱۸۲۷ء کی انکوڑہ نزد اٹک کی لڑائی میں غلام محمد عطر سنگھ اور بدھ سنگھ سندھانوالیہ کے ماتحت ہو کر سید احمد سے لڑا اور اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اسکے حریف اور دشمن راے محمد خاں گھیبہ نے اسے امرتسر میں قتل کر دیا جہاں دونو کو مہاراجہ نے بلایا ہوا تھا۔ غلام محمد کی جگہ الہ یار جانشین ہوا مگر اس کی نسبت کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہے۔ ۱۸۴۸-۴۹ء کی بغاوت میں اس نے اچھی خدمت انجام دی اور اپنے پانچ سواروں سے کپتان نکلسن اور لفٹنٹان ایڈورڈز اور ٹیلر کے درمیان خط و کتابت جاری رکھنے میں مدد دی۔ پنجاب کے الحاق کے موقع پر اس کے قبضہ میں صرف موضع دھولیاں مالیتی ۷۵۰ روپیہ اور پنڈی گھیب کا ایک چاہ مالیتی ۳۰ روپیہ تھے اور الحاق کے فوراً بعد ہی یہ دو نابالغ لڑکے چھوڑ کر فوت ہو گیا۔

سرکار انگریزی نے ان نابالغ لڑکوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا اور اس طرح سے خاندان کی حیثیت سکھوں کے زمانے سے بہت بہتر ہو گئی۔ دونو بھائیوں کو ایک جاگیر عطا کی گئی اور نیز بہت سے مواضعات کا جو خاندان کی پرانی جدی جائداد کا حصہ تھے ۱/۴ مالیہ

Marfat.com

ان کے نام کر دیا گیا ٭

۱۸۵۷ء میں ملک اولیاء خاں عملی طور پر سرکار انگریزی کا خیر خواہ رہا جس کے صلہ میں اسے ۴۰۰ روپیہ کا ایک خلعت عطا ہوا۔ یہ بڑے اچھے چال چلن کا آدمی تھا جس کی وجہ سے ضلع بھر میں اس کا بہت بڑا رسوخ تھا۔ سردار فتح خاں رئیس کوٹ اور غلام محمد خاں رئیس مکھڈ کی طرح یہ بھی پنجاب کے بڑے سرداروں اور جاگیرداروں کی حیثیت سے ہمیشہ ایکٹ اسلحہ کی بہت سی شرائط سے مستثنیٰ سمجھا جاتا تھا۔ اس کی شادی سردار فتح خاں رئیس کوٹ کی لڑکی سے ہوئی اور اس طرح اُس جھگڑے کا جو پنڈی گھیب اور کوٹ کے خاندانوں میں مدت سے چلا آتا تھا خاتمہ ہو گیا ٭

اس خاندان کے قبضے میں موضع نوتاہا کی ۹۰۰ روپیہ مالیت کی علے الدوام جاگیر تھی اور مواضعات پنڈی گھیب اور نوشہرہ میں ۳۰۰ روپیہ کی معافیات تھیں۔ ان عطیات میں ملک اولیاء خاں کا $\frac{2}{3}$ حصّہ تھا کیونکہ ان دونو بھائیوں نے اپنے باپ کی جائداد اس تناسب سے تقسیم کی تھی کہ اولیاء خاں کے حصّہ میں $\frac{2}{3}$ اور فتح خاں کے حصّہ میں $\frac{1}{3}$ آئی تھی۔ علاوہ ازیں اس خاندان کے نام تیس مواضعات کے چہارمی انعام بھی ہیں جو ۲۷۰۳ روپیہ ہوتے ہیں اور ملک اولیاء خاں کے نام اُس کی حین حیات کے لئے ۶۴۱ روپیہ کا ایک اور انعام بھی تھا۔ ملک اولیاء خاں کا انتقال ۱۸۹۶ء میں ہوا اور اُس کا سب سے بڑا بیٹا غلام محمد خاں خاندان کا بزرگ ہوا جو ذیلدار اور پراونشل درباری ہے اور جو اپنے بزرگوں کی طرح ایکٹ اسلحہ کی شرائط سے

Marfat.com

مستثنےٰ کیا گیا ہے ٭

نواب خاں کا باپ ملک فتح خاں بھی ۱۸۵۷ء میں اپنے بھائی کی طرح عملی طور پر سرکار کا خیر خواہ رہا اور اِسے ایک تھوڑی سی خلعت عطا ہوئی۔ اس کا انتقال ۱۸۷۶ء میں ہوا اور اس کا سب سے بڑا بیٹا نواب خاں ڈویژنل درباری بنایا گیا۔ ملک فتح خاں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا خاندانی جاگیر اور انعامات کا ۱/۳ حصہ لیتا تھا اور یہ حصّہ اُس کے بیٹوں کے نام جاری رکھا گیا جس میں سے نواب خاں نے نصف لیا اور باقی نصف چھوٹے بھائیوں نے آپس میں تقسیم کر لیا مگر جاگیر اور معافیات کی یہ تقسیم موجودہ جاگیرداروں اور معافی داروں کے لئے ہی ہے اور یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ نواب خاں کا سارے کا سارا حصہ ہر ایک پشت میں بڑے لڑکے ہی کو ملا کریگا اور فتح خاں کے چھوٹے لڑکوں میں سے جو کوئی مر جائیگا اُس کا حصہ نواب خاں یا اُسکے جانشین کو مل جائیگا۔ ملک نواب خاں نے افغانستان اور شمال مغربی سرحد کے کئی معاملات میں کئی مواقع پر اپنی خدمات پیش کیں۔ اس کا انتقال ۱۹۰۶ء میں ہوا اور اس کے بھتیجے محمد اکبر خاں کو اسکی جاگیروں اور انعامات کے حصص مل گئے ہیں مگر مرحوم کی باقی جائداد کی نسبت ابھی تک جھگڑے ہو رہے ہیں۔ محمد اکبر خاں ذیلدار اور ڈویژنل درباری ہے ٭

13578 2

Marfat.com

ملک دوست محمد خاں کھٹّر

عبداللہ خاں

خیرالدین خاں — غلام خاں — شہابنجی خاں — فضل خاں (وفات ۱۸۵۸ء)

فتح خاں (وفات ۱۸۸۰ء) — شیر خاں (متوفی) — نواب خاں (ولادت ۱۸۴۳ء) — کرم خاں کلاں

نواب سعداللہ خاں (ولادت ۱۸۷۳ء) — محمد اشرف (ولادت ۱۸۸۲ء) — شبیر احمد (وفات ۱۸۹۴ء) — احمد بخش (ولادت ۱۸۸۵ء) — محمد اکبر (ولادت ۱۸۹۳ء)

لال خاں — سرور خاں (ولادت ۱۸۹۵ء) — غلام خاں (ولادت ۱۸۹۹ء) — عبداللہ خاں (ولادت ۱۹۰۲ء) — احمد خاں (ولادت ۱۹۰۵ء)

محمد خاں (متوفی) — کالے خاں (وفات ۱۸۹۵ء) — [illegible] (وفات ۱۸۹۶ء) — [illegible] (ولادت ۱۸۶۱ء)

کرم خاں خورد — **دوست محمد خاں** (ولادت ۱۸۷۲ء) — [illegible] (ولادت ۱۸۸۹ء) — احمد خاں (ولادت ۱۸۸۵ء)

محمد سرور خاں (وفات ۱۹۰۴ء) — نواب خاں (ولادت ۱۹۰۱ء) — محمد خاں (ولادت ۱۹۰۳ء) — [illegible] (ولادت ۱۹۰۵ء)

ملک دوست محمد خاں رئیس کھٹر بڑی اور مقتدر قوم کھٹر کی اس شاخ کا سرکردہ ہے جس کا کالا چٹا سلسلہ کوہ واقع مخصیلات اٹک اور فتح جنگ میں بہت بڑا رسوخ رکھتا ہے۔ وثوق سے یہ رائے نہیں لگائی جا سکتی کہ کھٹر اصل میں کہاں کے باشندے ہیں مگر غالباً یہ خراسان میں رہا کرتے تھے اور ہندوستان کے پہلے حملہ آور۔

Marfat.com

کے ساتھ ہندوستان میں آئے تھے۔ یہ لوگ اپنا شجرہ نسب قطب شاہ یا قطب الدین سے (جس کے دوسرے نام ایبک اور لکھ بخش اُس کے ٹوٹی ہوئی اُنگلی اور فیاضی کی وجہ سے تھے) ملاتے ہیں جو کئی سال ہندوستان میں شہاب الدین غوری کا وایسرائے اور بعد ازاں خود خاندان غلاماں کا پہلا بادشاہ ہو کر سلطنت کرتا رہا مگر کھڑّوں کی حسبِ نسب کا یہ قصہ واقعی غلط ہے۔ ان لوگوں کے شجرہ نسب میں جس قطب شاہ کا نام ہے اُس کے نو بیٹے تھے حالانکہ قطب شاہ ایبک کا اپنا کوئی لڑکا نہ تھا اور آرام شاہ جو اس کا جانشین ہوا صرف متبنّٰے تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آوانوں۔ کھوکھروں اور کھڑّوں کا مورث اعلےٰ ایک ہی تھا کیونکہ یہ تینوں قومیں اپنا شجرہ نسب قطب شاہ ہی سے ملاتی ہیں جو قریباً گیارھویں صدی کے شروع میں ہوا ہوگا اور غالباً سلطان محمود غزنوی کی حملہ آور فوجوں میں سے کسی فوج کے ساتھ ہندوستان میں آیا ہوگا قطب شاہ کے نو لڑکوں کے نام تورائی۔ جاجی عفیق۔ دوسا۔ گلگان۔ خنداں۔ کھوکھر۔ گھوڑا اور چوہان تھے۔ پہلے دو افغانستان میں ہی رہے اور عفیق اور دوسا لڑائی میں لاولد مارے گئے۔ کھوکھر سے حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ کے کھوکھر نکلے ہیں جن کا پنڈ دادن خاں کے کھوکھروں سے جو راجپوت الاصل ہیں کوئی رشتہ تعلّق نہیں *

کھڑّ لوگ قطب شاہ کے سب سے چھوٹے بیٹے چوہان کی اولاد ہیں اور اسی چوہان کے دو لڑکوں حمیر اور لپسین کی اولاد اضلاع امرتسر اور سیالکوٹ کے کچھ آوان ہیں۔ راولپنڈی اور جہلم گجرات

Marfat.com

اور جالندھر کے آوانوں کا بیان ہے کہ ان کا بزرگ گھوڑا تھا اور سیالکوٹ اور راولپنڈی کے آوانوں کا دعوٰے ہے کہ اُن کا بزرگ گلگان ہے۔ ضلع سیالکوٹ کے مواضعات جنڈیالہ۔ راول۔ ملکھا اور سرابہ کے اور نارووال ضلع امرتسر کے آوانوں کا بزرگ قطب شاہ کا بھائی دُرج تھا قوم کھٹّر کے بزرگ چوہان نے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان محمود کا ایک افسر تھا نیلاب پر جو اُس زمانے میں اٹک سے ۱۵ میل نیچے کی طرف دریائے سندھ کے کنارے پر ایک بڑا قصبہ تھا حملہ کیا اور تھوڑے سے محاصرے کے بعد اسے ہندو رئیس رائے دیو سے چھین کر اپنا صدر مقام بنا لیا۔ اسی زمانے میں چوہان کا بھائی کھوکھر کُسک ضلع جہلم میں آباد ہوا (کُسک بعد ازاں جنجوہوں کے قبضے میں رہا اور اس لئے مشہور تھا کہ اس کے قلعے تک کوئی دشمن نہ پہنچ سکتا تھا چنانچہ رنجیت سنگھ نے اس قلعہ کا ایک عرصہ تک محاصرہ رکھا مگر فتح نہ کر سکا) گھوڑا یا گھوسا سکیسر میں آباد ہوا اور گلگان نے دریائے جہلم کے ساتھ ساتھ ایک ٹکڑہ زمین لے لیا۔ کئی سال تک چوہان کی اولاد نیلاب پر قابض رہی اور گھوڑ خاں کے زمانے تک جو چوہان سے چھٹی پشت میں تھا کسی نے ان کی مزاحمت نہ کی۔ کھٹّر خاں کے زمانے میں ہندو طاقتور ہو گئے تھے جنہوں نے کھٹّروں کو نیلاب سے نکال دیا اور مجبور کیا کہ یہ ہندوستان چھوڑ کر افغانستان چلے جائیں جہاں جا کر کھٹّر خاں نے قریباً ۱۱۷۵ء میں محمد غوری کے ہاں ملازمت کر لی جس نے حال ہی میں غزنی کا صوبہ فتح کیا تھا اور ہندوستان پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ چنانچہ کھٹّر خاں محمد غوری کے ساتھ پنجاب واپس آیا اور اس سیاسی حکمت عملی سے پنجاب

Marfat.com

واپس لیا کہ اس نے اپنے آدمیوں کو سوداگروں کے بھیس میں شہر میں اس طرح سے داخل کیا کہ گویا وہ بڑے بڑے صندوق لیکر جن میں دراصل اسلحہ بند تھے تجارت کی غرض سے آئے ہیں۔ مگر جونہی سوداگروں کا یہ قافلہ شہر پناہ کے اندر پہنچا بھیس بدل دئے گئے اور ہر ایک آدمی نے اپنے ہتھیار لیکر شہر پر اچانک حملہ کر دیا جو فتح ہو گیا۔ قوم کھڑّ نے اس زمانے میں اپنے سردار کھڑّ کے نام پر اپنا نام رکھا۔ یہ لوگ لنگر خاں شاہی ناظم اٹک کے ماتحت تھے جو بعد ازاں لاہور کا والیسرائے ہوا ٭

بیان کیا جاتا ہے کہ اس زمانے میں کھڑّ لوگ مذہب اسلام سے منحرف ہو گئے تھے۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ ایک جادوگر جوگی نیلاب میں آیا اور اپنے زبردست منتروں سے تمام باشندوں کو بُت پرستی کرنے پر مائل کر لیا۔ اس کے منتروں سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ مویشی بھی متاثر ہو گئے تھے جو دودھ کی جگہ خون دینے لگ گئے یہاں تک کہ یہ حیرت افزا خبر حضرت عیسےٰ عبدالوہابؒ* کے کانوں تک اُچ ضلع لیہ میں پہنچی جنہوں نے اپنے بیٹے شاہ نور عبدالرحمٰن کو بدیں غرض بھیجا کہ وہ تلقین کر کے لوگوں کو راہ راست پر لائے۔ چنانچہ شاہ نور سفر کرتا ہوا نیلاب پہنچا اور شہر کے باہر ہی ایک بڑھیا عورت سے ملکر دودھ کا ایک گھونٹ طلب کیا۔ اس عورت نے مویشیوں کو بجائے دودھ کے خون

---

* نہایت افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ یہ قصہ غلط ہے۔ یہ بات متحقق ہے کہ حضرت عبدالوہاب لیہ میں ۱۵۸۰ء سے پہلے وارد نہیں ہوئے مگر شاید اس بزرگ کی بجائے عبدالقادر بخاری ہونگے جو اُچ علاقہ بہاولپور میں بارھویں صدی کے اخیر میں جلوہ افروز تھے اور جن کی اولاد میں حضرت عبدالوہاب بزرگِ لیہ تھے ٭

Marfat.com

آنے کی مصیبت کا اظہار کیا مگر عبدالرحمٰن خاں نے اِسے باصرار گائے کا دودھ دُہنے کے لئے کہا اور اُس کے حُسن اعتقاد سے بجائے خون کے صاف وشفاف دودھ نکل آیا۔ جوگی کو بھی اس ولی اللہ کے آنے کی خبر مل گئی جو چیل بن کر عبدالرحمٰن کی حرکات کو دیکھنے کے لئے اوپر اوپر اُڑنے لگا مگر ولی اللہ کو کون دھوکا دے اس نے اپنی جوتی چیل کو ماری جو مر کر چٹانوں میں گر گئی۔ لوگوں کا سر چڑھا جادو اُتر گیا اور اُنہوں نے بُتوں کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کر لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نرالا قصّہ کھڑوں اور آوانوں نے اس لئے گھڑا کہ اُنہوں نے ہندو مذہب کو یہ کہہ کر ترک کیا تھا کہ بہ دِر اصل ہندو نہ تھے اور اگر یہ بُت پرست رہے بھی ہیں تو اس وجہ سے کہ انہوں نے عارضی طور پر اسلام کو چھوڑ دیا ہوا تھا۔

کھڑخاں کے چھ بیٹے جنڈ خاں عیسےٰ خاں۔ سرور خاں۔ فیروز خاں سُہراخاں اور پھڑو خاں تھے۔ کھڑخاں کی وفات کے قریباً تین پُشت بعد نیلاب کھڑوں کے ہاتھ سے نکل گیا مگر اُنہوں نے راولپنڈی اور دریائے سِندھ کے درمیانی علاقہ پر قبضہ کر لیا جو کھڑ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ جنڈ خاں کی اولاد نے خوشحال گگڑھ اور ناڑہ کے اُس درمیانی علاقہ پر قبضہ کیا جو اُن کے نام پر جنڈال کہلایا اور کھڑخاں کے دوسرے بیٹے قریب قریب کے علاقے میں گوجروں اور اپنے ہم کفو آوانوں کو نکال کر آباد ہو گئے۔

خاندان بھٹر اور دھریک کھڑخاں کے چوتھے بیٹے فیروز خاں کی اولاد ہیں۔ فیروز خاں کا پڑپوتا رتنا تھا جس سے رتیال قوم چلی ہے۔

Marfat.com

رتنا سے دو پشت بعد بالو خاں اور عیسےٰ خاں ہوئے ہیں جن میں سے اوّل الذکر کی اولاد بلوان ہیں جو بروتا میں (جو اُس جگہ واقع ہے جہاں دریائے ہارو دریائے سندھ میں گرتا ہے) آباد ہیں۔ عیسےٰ خاں کی اولاد قوم ایسیال ہے جو چوٹی گڑیالہ اور دھیر میں جو برونا کے جنوب کی طرف ہے رہتی ہے۔ بالو خاں کے بھائی کے پوتے گھوڑ خاں نے قوم گھڑیال کی بنیاد ڈالی جو اکوڑی میں آباد ہے۔ الغرض یہ قوم کئی پُشتوں تک بڑھتی اور پھلتی پھولتی رہی۔ ان میں خوبیاں بھی تھیں مگر یہ بُرے زمیندار بے پرواہ اور فضول خرچ تھے جس کی وجہ سے یہ متموّل یا ممتاز نہ ہوئے۔ ان کے سرداروں میں سب سے اچھا غیرت علی خاں تھا جو اپنا وطن چھوڑ کر قسمت آزمائی کے لئے دہلی گیا اور وہاں شاہی دربار کے ایک افسر کی ملازمت کر کے اپنے آقا کے ایسے مُنہ لگا کہ علاقہ کھڑّ کے ایک حصے کی جاگیر بطور شاہی عطیہ کے مل گئی اور یہ گھر واپس آگیا۔ غیرت علی خاں کے دوسرے بیٹے ذوالفقار خاں نے موضع دھرمک جو ایک عرصہ پہلے آوانوں نے رشید پور کے نام سے آباد کیا تھا از سرِ نو تعمیر کیا مگر یہ پھر تباہ ہو گیا۔ غیرت علی خاں کے پوتے صلابت خاں نے کوٹ صلابت خاں اور زندئی آباد کئے +

کھڑّوں کی تاریخ کی بابت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اپنے ہمسایہ گھیبوں اور آوانوں کی طرح اُنھوں نے اتنی دیر سکھوں کا مقابلہ کیا جتنی دیر کہ یہ کر سکتے تھے مگر اُنہی کی طرح اُنہیں بھی اس مقابلے سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اُن کا بیان ہے کہ سکھوں نے سرزمین کے مالک ہونے کی وجہ سے اُن کو ½ مالیہ عطا کر رکھا تھا اور سکھوں کے محکمہ مال

Marfat.com

کے کاغذات میں ایسے عصیات کا بھی ذکر ہے مگر یہ بیان نہیں کیا گیا کہ کھٹڑوں کے کس رئیس کے نام یہ ½ مالیہ کیا گیا تھا +

جبکہ باغیوں نے سکھ کاردار دیوان مُولراج کا ہزارہ میں محاصرہ کر لیا تھا تو ملک غلام خاں اور فتح خاں نے اس کی امداد کر کے چھڑایا تھا فتح خاں کے قبضہ میں مواضعات بھڑ۔ بھاگوی۔ کوٹ سعد اللہ اور لنڈی کی ۲۸۰۰ روپیہ کی جاگیر تھی اور وہ ضلع راولپنڈی میں بڑا بارسوخ آدمی تھا۔ یہ الحاق پنجاب کے بعد ہمیشہ گورنمنٹ انگلشیہ کی خدمت کرتا رہا اور ۱۸۵۷ء میں اس نے دریائے سندھ کے پتنوں کی حفاظت کے لئے فوج مہیا کر کے اور کئی اور ذریعہ سے اپنی وفاداری اور نمک حلالی کا ثبوت دیا +

فتح خاں کا انتقال ۱۸۸۰ء میں ہوا اور اس کی موضع بھڑ کی ۲۰۰۰ روپیہ کی چہارمی ضبط ہو گئی اور اس کا بیٹا کالے خاں اس کی جگہ قوم کھٹڑ کا سردار بنا۔ اس کا دوسرا بیٹا خداداد خاں بھی اس کی وفات کے بعد زندہ تھا اور ان دونوں نے بڑی بیش قیمت جائداد ترکہ میں پائی تھی مگر اس کی تقسیم کی بابت مقدمہ بازی کر کے یہ دونو فوراً ہی قرضدار ہو گئے +

کالے خاں بھڑ میں رہا کرتا تھا اور ۳۷۵ روپیہ کی جاگیر اور چہارمی اس کے نام تھی۔ اس کا بھائی خداداد کوٹ سعد اللہ میں رہا کرتا تھا اور ۳۵۰ روپیہ کی جاگیر اس کے نام تھی جو اس کی ۱۸۹۷ء میں لاولد فوتیدگی پر اس کے بھتیجوں کرم خاں۔ دوست محمد خاں اور جہانداد خاں میں تقسیم ہو گئی۔ دوست محمد خاں اور جہانداد خاں نے اپنے باپ

Marfat.com

کی جاگیر بھی حاصل کی اور ان کا مشترک حصّہ اب ۹۸ ۶ روپیہ سالانہ ہے۔ کرم خاں کا حصّہ جو وہ حال تک لیتا رہا ۳۱۵ روپیہ سالانہ تھا۔ دوست محمد خاں ساکنِ بھٹر ڈویژنل درباری ہے اور خاندان کا بزرگ سمجھا جا سکتا ہے لیکن یہ کچھ بڑا آدمی نہیں ٭

فتح خاں کا چھوٹا بھائی شیر خاں دھریک میں رہا کرتا تھا۔ اِسے ان خدمات کے صلہ میں جو اس نے غدر کے موقع پر کی تھیں ۲۰۰ روپیہ کا خلعت ملا اور قریباً ۶۰۰ روپیہ کی چہارمی اس کے نام تھی۔ یہ چہارمی علاوہ دھریک کی ۸۳ روپیہ سالانہ کی چہارمی کے جو علی الدوام ملی ہوئی تھی اور جو اَب اُس کے بیٹے لال خاں کے نام ہو گئی ہے اُس کی وفات پر ضبط ہو گئی۔ لال خاں دھریک کا ذیلدار ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بھی خاندان کے چند اچھے آدمیوں میں سے ایک ہے۔ اس کے نام ۱۹۸ روپیہ سالانہ کا ایک عطیۂ حین حیات بھی ہے ٭

فضل خاں کے بیٹے نواب خاں اور کرم خاں دھریک میں رہتے ہیں اور اس موضع کی ۸۳ روپیہ سالانہ کی چہارمی کا ان کے باپ کا حصّہ ان کے نام ہو گیا ہے۔ یہ چہارمی ۱۸۵۸ء میں غدر کی خدمات کے صلہ میں بڑھا کر ۳۰۰ روپیہ کر دی گئی اور یہ قرار پایا تھا کہ یہ دونوں بھائی آپس میں بانٹ لیا کریں۔ نواب خاں ۱۸۶۴ء میں پراونشل درباری بنایا گیا۔ اس کی اور اس کے بھائی کی آپس میں کئی سالوں سے بڑی سخت دشمنی ہے اور جون ۱۹۰۶ء میں ان کی لگاتار بدچلنی اور بد مَعاشی کی وجہ سے گورنمنٹ نے ان کی چہارمی جاگیریں جو ان کے

Marfat.com

اچھے برتاؤ کی شرط پر ملی ہوئی تھیں اور جن کا جاری رکھنا گورنمنٹ کی مرضی پر منحصر تھا ضبط کر لیں۔ اسی زمانے میں محمد خاں کے بیٹے کرم خاں خورد کی نسبت بھی جس کی فضل خاں کے دو بیٹوں کے ساتھ بوجہ شادی رشتہ داری ہے اسی قسم کے احکام ہوئے۔ علاوہ ازیں نواب خاں کی درباری کرسی چھین لی گئی اور اس کا بھائی ڈسٹرکٹ بورڈ کی ممبری سے ہٹا دیا گیا۔ ان تمام باتوں کی بحالی کی بابت یا تو نواب خاں۔ کرم خاں اور کرم خاں خورد کی وفات پر یا اُس تاریخ سے جس سے جاگیریں ضبط کی گئی ہیں پانچ سال گزرنے کے بعد جو واقعہ کہ پہلے ہو جائے غور کی جائے گی ٭

Marfat.com

ملک محمد امین آوان رئیس شمس آباد

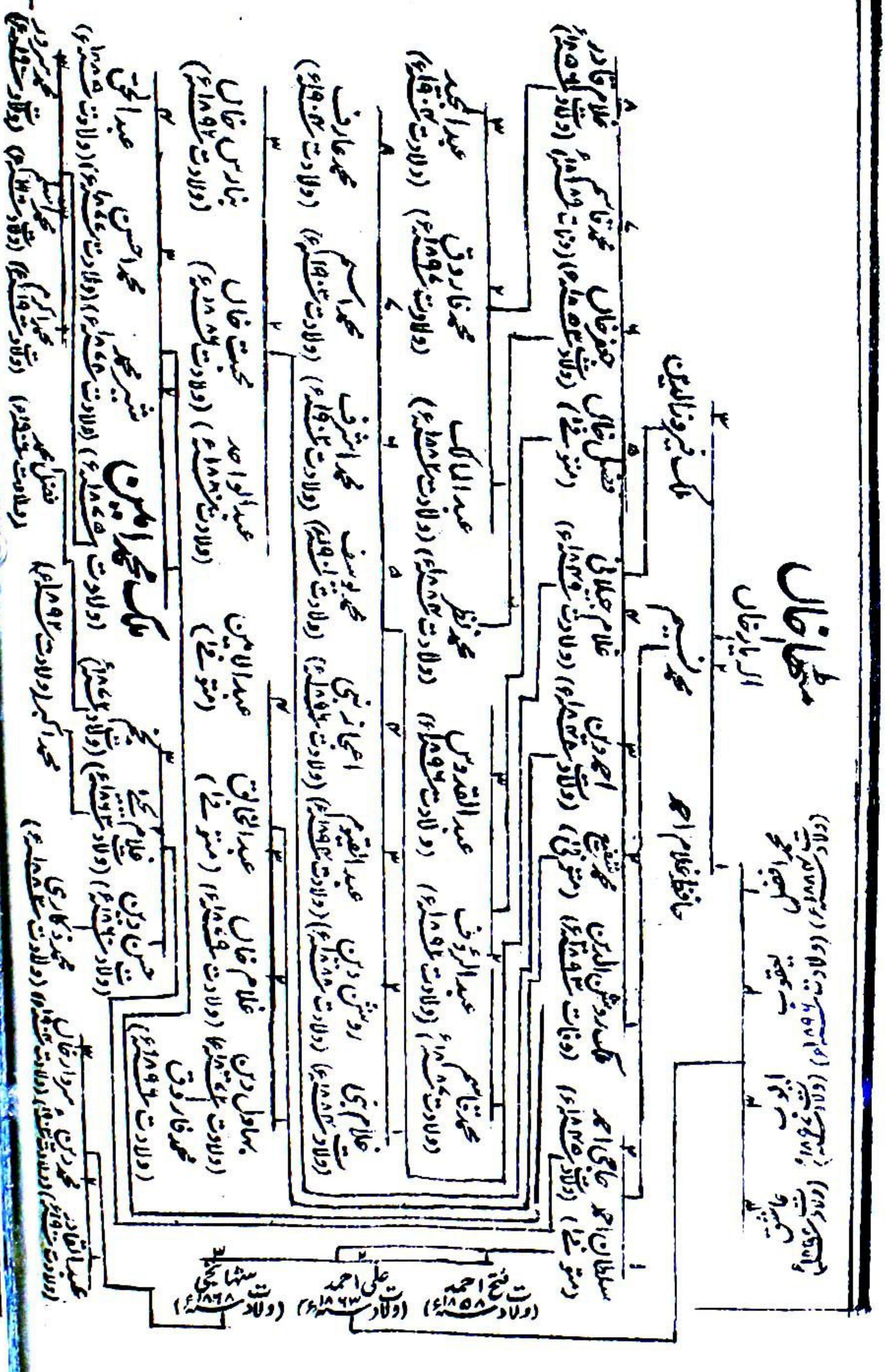

Marfat.com

محمد امین قوم کا آوان ہے۔ اس قوم کی اصلیّت کے متعلّق بہت سے خیالی گھوڑے دوڑائے جاتے ہیں۔ ایک زمانے میں خیال کیا جاتا تھا کہ آوان ہندو الاصل ہیں اور کبھی یہ کہ یہ افغان ہیں اور بعض یہ خیال کرتے تھے کہ یہ لوگ ان کی اولاد ہیں جو بختیاری یُونانی مشہور ہیں۔ مگر آوانوں کی اپنی روایات میں کوئی بات ایسی نہیں کہ اِن کا بختیاری یُونانی ہونا ثابت ہو اور بلاشبہ کبھی کسی یُونانی کے بختیار میں آکر آباد ہونے میں بہت کچھ شک ہے۔ اغلب ہے کہ سکندر کی فوج کا ہر ایک یُونانی بخوشی تمام ہندوستان اور مشرقی ممالک سے واپس چلا گیا ہو اور وہ تھوڑی سی فوج جو بختیار میں پیچھے رکھی گئی وحشیوں کی کمکی فوج تھی جن میں سے کسی مؤرّخ یا زباندان نے کسی قوم کا نکاس ثابت نہیں کیا۔ آوان لوگ سارے پنجاب میں بکثرت پھیلے ہوئے ہیں۔ راولپنڈی اور جہلم میں تو انکی بھرمار ہے۔ شاہ پور اور لیّہ میں یہ بیشمار ہیں اور دریائے سندھ کے پار ڈیرہ جات تک پھیل گئے ہیں اور قریباً تین ہزار یوسف زئی کے میدانوں میں آباد ہیں۔ آوانوں کے بہت سے مواضعات گجرات اور سیالکوٹ میں ہیں اور چند ایک امرتسر اور جالندھر میں بھی ہیں۔ اس قوم کی تمام شاخیں متفق اللفظ ہیں کہ یہ دراصل غزنی کے گرد و نواح سے ہندوستان میں آئے تھے اور یہ تمام کے تمام ہی اپنا شجرہ نسب رسول اللہ صلعم کے داماد حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ملاتے ہیں۔ قطب شاہ جو سلطان محمود کے ساتھ غزنی سے آیا آوانوں۔ کھوکھروں اور کھٹّروں کا مورث اعلےٰ تھا اور دوست محمد خاں دھریک والے کی تاریخ میں ان اقوام کے ساتھ آوانوں کے تعلّقات کا کچھ ذکر کیا گیا ہے

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ آوان پہلے راولپنڈی میں آباد ہوئے جہاں شمشیر خاں نے دریائے سندھ کے کنارے پر ایک قصبہ آباد کیا جس کا نام اپنے نام پر شمشیر آباد رکھا۔ آوان لوگ آہستہ آہستہ ملک میں گوجروں اور اپنے بھائی بند کھٹّروں سے لڑکر اور جنجوہوں کو جنہوں نے نہایت قدیم زمانے میں جہلم پر قبضہ کیا تھا بھگا کر پھیل گئے اور جب ان کے بُرے دن آئے تو تمام قوموں میں سے زیادہ زبردست قوم یعنی گکھڑوں نے انہیں ان کے مقبوضات سے بیدخل کر دیا۔ قوم آوان کی کئی شاخوں کی تاریخ بیان کرنے کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ صرف اضلاع راولپنڈی۔ جہلم اور شاہ پور میں اُنہوں نے کچھ سیاسی امتیاز حاصل کیا۔ پنجاب کے دوسرے حصص میں یہ معمولی دہقان ہی رہے اور گوجاٹوں کی طرح اچھے زمیندار نہ بنے تاہم محنتی اور ذہین ضرور رہے۔ پُرانے زمانے میں راولپنڈی کا علاقہ کھٹّر ان کے قبضے میں تھا اور یہ ابھی تک اُس میں آباد ہیں گو اُن کی مالکی نہیں اور اس ضلع راولپنڈی میں مادھو خاں رئیس چیچاں۔ سمندر خاں رئیس سروالہ اور سرفراز خاں رئیس جنڈ بگدیال ایک زمانے میں مقتدر آدمی تھے۔ ضلع شاہ پور میں آوانوں کے قبضے میں شمال مغربی پہاڑی علاقے کے مواضعات جالر۔ نوشہرہ اور سکیسر تھے جہاں اِس قوم کا سرگروہ ابھی تک رہتا ہے اور جہلم میں ضلع کا مغربی حصّہ جو دریائے گیبر اور بنوں کے درمیان ہے اور "آوانکاری" کے نام سے مشہور ہے ان کے ہاتھ میں تھا۔ راولپنڈی کے شمال میں گلیرے آباد ہیں جو آوانوں کا ایک فرقہ ہیں اور پُرانے زمانے میں لُوٹ مار کے لئے مشہور تھے مگر اب یہ لوگ تعداد میں تھوڑے

Marfat.com

ہیں اور اِن کا کوئی معزز رئیس نہیں ہے *

خاندان شمس آباد کی نسبت بہت کم واقعات قابل ذکر ہیں۔ اس خاندان کے بزرگ کا دعوےٰ ہے کہ یہ شمیر خاں کی اولاد ہے جس نے موضع شمس آباد آباد کیا اور اس موضع اور دریاے سندھ کی درمیانی زمین کو دریا سے نکالا جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ فراخ پایاب شاخ تھی جس کے بائیں کنارے پر بہت سی دلدلیں تھیں شمس آباد شاہ راہ سے تھوڑے فاصلے پر واقع ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اِسکے باشندوں نے یہ خیال کرکے کہ ان پر آسانی سے حملہ ہو سکتا ہے ضلع کے یا شاہی پالٹیکس میں زیادہ دخل نہیں دیا۔ اپنے گاؤں میں چپ چاپ بیٹھے رہے جبکہ فوجیں پر فوجیں ان کو دق کئے بغیر دہلی کی طرف جاتی رہیں۔ آخر کار ۱۸۱۳ء میں کابل کی فوج نے جس کا ایک حصہ اٹک کا محاصرہ کر رہا تھا اپنے کیمپ کے لئے شمس آباد کو پسند کیا اور دیوان محکم چند نے افغانوں کو شکست دینے کے بعد یہ خیال کرکے کہ شمس آباد کے لوگوں نے افغانوں کی مدد کی تھی شمس آباد کو تباہ کر دیا مگر مہاراجہ نے خاندان کی جائداد جو ضبط کر لی گئی تھی بحال کر دی چنانچہ بہت سے اخراجات سے شمس آباد از سر نو تعمیر کیا گیا +

۱۸۴۴ء تک خاندانی معاملات کا انتظام غلام احمد کے ہاتھ میں رہا مگر قریباً اسی سال اس نے یہ انتظام اپنے سب سے چھوٹے بھائی فیروز الدین کے ہاتھ دیگر کو نشینی اختیار کر لی اور قرآن مجید کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا جس کی وجہ سے اسے لوگ حافظ کہنے لگے۔ فیروز الدین سکھوں کی ملازمت میں تھا اور اپنی اعلےٰ ذہانت

Marfat.com

اور تعلیم کی وجہ سے یہ خانگی اور عوام کے معاملات میں سربرآوردہ مانا جانے لگا اور زیادہ تر اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ خاندانی جاگیر بہت بڑھ گئی اور بہت اچھی ہوگئی۔ سنہ ۱۸۴۸ و ۴۹ء میں اس نے نکلسن صاحب بہادر کے ماتحت رام نگر۔ مرگلا۔ پنڈ دادنخاں اور اَور مقامات میں اچھی خدمات انجام دیں اور انہی خدمات کی وجہ سے ۱۷۰۵ روپیہ کے عطیات مالگزاری جو اِسے سرکار خالصہ سے ملتے تھے بڑھا کر ۲۲۰۵ روپیہ کے اَور نسلاً بعد نسلٍ کر دئے گئے۔

سنہ ۱۸۵۷ء میں فیروز الدین نے پھر وفاداری اور جرأت دکھائی اور سوار اور پیادے بھرتی کر کے دریائے سندھ کے پتنوں کی حفاظت کی۔ ملک کی نسبت جنرل نکلسن صاحب بہادر کی بہت اچھی رائے تھی اور وہ سے اپنی فوج کے ہمراہ دہلی لے جانا چاہتے تھے مگر اس کی اپنے ضلع میں موجودگی کی اتنی ضرورت نہ تھی کہ یہ صاحب بہادر کے ساتھ نہ جا سکتا تھا۔ اس کی ایّام غدر کی خدمات کے صلے میں اِسے تحصیلداری کے عُہدے پر جس سے کہ یہ سنہ ۱۸۱۵ء میں الگ کیا گیا تھا بحال کر دیا گیا اور ۵۰۰ روپیہ کا ایک خلعت عطا ہوا۔ یہ سنہ ۱۸۶۳ء تک تحصیلدار رہا جب کہ سے بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے مجبور ہو کر عام کاموں سے کنارہ کشی کرنی پڑی اور اس کی جاگیر میں اس کی حین حیات کے لئے ۴۰۰ روپیہ کا اضافہ کر دیا گیا۔ فیروز الدین کا انتقال سنہ ۱۸۶۷ء میں ہوا اور اس کا سب سے بڑا بیٹا روشن الدین جانشین ہوا جسے شمس آباد کی ۲۲۰۰ روپیہ کی علے الدوام جاگیر مِل گئی۔ اِسے سنہ ۱۸۷۳ء میں حسن ابدال کے دربار میں ایک خلعت عطا ہوا اور یہ

Marfat.com

ہمیشہ حتے المقدور حکام ضلع کی امداد کرنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ اس کا انتقال ۱۸۹۳ء میں ہوا اور اس کا بڑا بیٹا محمد آمین جانشین ہوا جسنے ایچیسن کالج میں تعلیم پائی اور وہ ایچیسن وظیفہ حاصل کیا جو ضلع راولپنڈی کے طالب علم کو ملتا تھا۔ محمد آمین ذیلدار اور پراونشل درباری ہے اور خاندانی جاگیر اس کے قبضے میں ہے۔ اس کے بھائیوں میں سے ایک کوئینز اون کور آف گائڈز میں رسالی دار تھا مگر اس نے اپنے عہدے سے استیفے دے دیا۔ محمد آمین کا چچا غلام قادر بھی دیسی رسالے میں رسالدار تھا اور اب اس نے پنشن پائی ہے۔

Marfat.com

چوہدری احمد خاں رئیس چاکری

لوکو
حسن
دلاور
نور محمد
شیخ محمد
پناہ
باگا خاں

حسو — مراد بخش — فیض بخش

رشید مہرا — مدت خاں — چودھری شیر خاں (وفات ۱۸۷۵ء) — جہان خاں — طرہ باز خاں

نور خاں — بہادر خاں — فتح خاں (وفات ۱۸۹۱ء) — نواب خاں — محمد خاں

جہان خاں — غلام محمد — الہ یار — غلام شاہ (وفات ۱۹۰۳ء)

حیات خاں (وفات ۱۸۹۴ء) — محمد خاں (ولادت ۱۸۹۲ء)

سلطان سکندر (ولادت ۱۹۰۷ء) — حیات خاں (ولادت ۱۸۹۷ء) — بہادر خاں (ولادت ۱۸۸۷ء) — میاں خاں

سلطان خاں (ولادت ۱۸۹۱ء) — طرہ باز (ولادت ۱۸۸۷ء) — سعد اللہ خاں (ولادت ۱۸۹۰ء) — فتح خاں (ولادت ۱۸۹۴ء)

غلام خاں (ولادت ۱۸۷۷ء) — کالا خاں (ولادت ۱۸۸۴ء) — نور خاں (ولادت ۱۸۹۱ء) — کرم خاں (ولادت ۱۸۶۵ء) — پائندہ خاں (ولادت ۱۸۷۵ء) — نور خاں (ولادت ۱۸۶۸ء) — الہ داد (ولادت ۱۸۸۲ء)

طرہ باز (وفات ۱۸۹۹ء) — فضل خاں — الہ داد خاں (وفات ۱۸۸۲ء) — حیات خاں (ولادت ۱۹۰۱ء) — اورنگ زیب (ولادت ۱۸۹۲ء) — مہر خاں (ولادت ۱۸۹۶ء)

چوہدری احمد خاں
(ولادت ۱۸۴۳ء)

نور خاں (وفات ۱۸۷۴ء)

سلطان خاں (ولادت ۱۸۷۹ء)
فتح خاں (ولادت ۱۹۰۶ء)

حیات خاں (ولادت ۱۸۸۷ء)

سلطان خاں (ولادت ۱۸۸۳ء)

Marfat.com

الپیال لوگ سوہان کے کناروں کے علاقہ میں جو فتح جنگ تحصیل کا جنوبی حصہ ہے آباد ہیں۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ یہ لوگ قوم کے راجپوت ہیں اور اس ضلع میں چودھویں صدی کے قریباً اُسی زمانے میں آئے جس میں کہ دوسرے راجپوت۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اپنے موجودہ وطن میں آباد ہونے سے پہلے یہ لوگ اُس علاقے میں پھرتے رہے جو اَب خوشاب اور تلہ گنگ کی تحصیلوں میں ہے۔ گزشتہ مردم شماری میں راجپوتوں کے جس فرقہ مانجھ کا ذکر ہے وہ یہی الپیال لوگ ہیں۔ یہ لوگ دلیر اور فسادی ہیں۔ خوبصورت جوان ہوتے ہیں اور پہلے پہل بڑے سخت جُرم کیا کرتے تھے مگر باوجود ان سب باتوں کے یہ بڑے اچھّے کاشتکار ہیں +

الپیالوں کا بڑا خاندان چاکری کے چوہدریوں ہی کا خاندان ہے اور الحاق کے موقع پر چوہدری شیر خاں اس کا سردار تھا۔ اس نے بڈھا خاں مَلّی کے ساتھ ملکر اپنے حریف ہمسایہ سردار فتح خاں رئیس کوٹ سے مقابلہ کرنا چاہا تھا مگر رئیس کوٹ اپنے دونو دشمنوں سے زیادہ زبردست ثابت ہوا۔ شیر خاں سرکار انگریزی کا بڑا حامی تھا اور گجرات کی لڑائی کے بعد جو ۲۱ فروری ۱۸۴۹ء کو ہوئی نکلسن صاحب بہادر نے دوابہ سندھ ساگر میں واپس آکر بہت سے کام اس کے سپرد کئے جن میں یہ مفید ثابت ہوا۔ جب ۱۸۵۳ء میں نادر خاں گکھڑ نے بلوہ کرنے کی کوشش کی تو شیر خاں بہت سے دوسروں کی طرح شش و پنج میں نہیں پڑا۔ اتفاق سے یہ اُس وقت راولپنڈی میں تھا جہاں یہ اس معاملے کی نسبت سرسری طور پر سُنکر ایک ہی یورپین سول افسر

Marfat.com

کے پاس جو اس وقت راولپنڈی میں موجود تھا چلا گیا اور سارا حال کہہ سُنایا۔ اِس کے صلے میں اِسے ۲۵۰ روپیہ سالانہ پنشن عطا ہوئی اور وہ معافیات جو اس وقت ۴۹۲ روپیہ تھیں اور جو سکھوں کے زمانے میں اسے ملتی تھیں اِس کے اور اس کے بھتیجوں کے نام جاری رکھی گئیں +

۱۸۵۷ء میں بھی اس نے اس طرح نمایاں وفاداری کی کہ وقتاً فوقتاً بڑی مفید مطلب خبریں دیتا رہا۔ فوج مہیّا کی۔ کمشنر صاحب بہادر کے ہمراہ مری گیا اور جب وہاں بغاوت ہوئی تو خدمات انجام دیں۔ اس نے کچھ باغی سپاہیوں کے تعاقب میں بھی امداد دی جو بڑا سخت مقابلہ کرنے کے بعد مارے گئے اور بعد ازاں یہ عمر قیدیوں کو لیکر ملتان گیا۔ اس کی معافی ۴۹۲ روپیہ سے بڑھا کر ۷۵۰ روپیہ کردی گئی جس میں سے ۵۰۰ روپیہ کی بطور علی الدوام منظور ہوئی اور نیز اِسے ۵۰۰ روپیہ کا خلعت بھی عطا کیا گیا۔ غدر کے بعد جبکہ رعایا سے ہتھیار لے لیے گئے تو اِسنے ۵ بندوقیں اور ۵ اڈھالیں رکھنے کی اجازت مل گئی +

چوہدری شیر خاں کا انتقال ۱۸۷۵ء میں ہوا اور اس کی ۵۹۴ روپیہ سالانہ کی علی الدوام جاگیر اور درباری کرسی اِس کے سادہ لوح اور نیک چلن بیٹے احمد خاں کو ملی جو ذیلدار اور اپنے علاقے میں بڑا بارسوخ آدمی ہے۔ احمد خاں کے بیٹے سلطان خاں کو فوج میں براہ راست کمشن ملی ہے +

نادر خاں کا بیٹا نور خاں بھی جو چوہدری شیر خاں کے بھائی کا پوتا

Marfat.com

ملک فتح خاں رئیس ملک تحصیل فتح جنگ

امانت خاں

سردار خاں

سرفراز خاں

جہان خاں

حیات خاں — فتح خاں (متوفی) — رُدھا خاں — شیر خاں (متوفی)

فتح خاں (ولادت ۱۸۵۶ء)

الہ یار خاں (وفات ۱۸۶۹ء) — کرم خاں (ولادت ۱۸۴۶ء) — دراب خاں (ولادت ۱۸۴۸ء) — حیات خاں (ولادت ۱۸۵۸ء) — شیر خاں (ولادت ۱۸۶۰ء) — مہر خاں (ولادت ۱۸۶۵ء)

نواب خاں (ولادت ۱۸۷۴ء) — اورنگ زیب خاں (وفات ۱۸۸۴ء) — لال خاں (ولادت ۱۸۸۴ء) — رنگ زیب خاں (ولادت ۱۸۹۱ء) — کرم داد خاں (ولادت ۱۸۹۳ء)

محمد خاں (ولادت ۱۸۷۲ء) — باز خاں (ولادت ۱۸۸۶ء) — فتح خاں (وفات ۱۸۹۹ء) — حبیب خاں (ولادت ۱۸۹۹ء)

شیر خاں — مہر خاں (ولادت ۱۸۹۹ء) — احمد خاں (ولادت ۱۹۰۲ء) — نجا خاں (ولادت ۱۹۰۴ء)

کرم خاں (ولادت ۱۸۶۳ء) — احمد خاں (ولادت ۱۸۸۶ء) — عبداللہ خاں (ولادت ۱۸۸۶ء)

ایوب خاں (وفات ۱۸۹۹ء) — بہادر خاں (ولادت ۱۹۰۱ء) — ایوب خاں (ولادت ۱۹۰۳ء) — محمد خاں (ولادت ۱۹۰۴ء)

جہان خاں (ولادت ۱۸۵۶ء) — غلام محمد خاں (ولادت ۱۸۸۰ء)

احمد خاں (وفات ۱۸۹۹ء) — فتح خاں (ولادت ۱۸۹۹ء) — الہ یار خاں (ولادت ۱۸۸۰ء)

محمد خاں (ولادت ۱۸۸۶ء) — اورنگ زیب (وفات ۱۸۹۹ء) — سلطان محمد خاں (ولادت ۱۸۹۵ء) — امانت خاں (ولادت ۱۹۰۰ء) — احمد خاں (ولادت ۱۹۰۴ء)

نواب خاں (ولادت ۱۸۹۵ء) — حیات خاں (ولادت ۱۸۹۲ء) — محمد خاں (ولادت ۱۸۹۶ء) — نور خاں (ولادت ۱۹۰۳ء) — مہر خاں (ولادت ۱۹۰۶ء)

مہر خاں (متوفی) — نور خاں — مجا خاں (وفات ۱۸۹۱ء) — نور خاں (ولادت ۱۸۹۶ء) — امیر محمد خاں (ولادت ۱۹۰۵ء) — جہان خاں (ولادت ۱۹۰۶ء)

غلام محمد خاں (ولادت ۱۸۶۵ء) — حیات خاں (ولادت ۱۸۹۴ء) — سلطان خاں (ولادت ۱۸۹۶ء) — لال زمرد خاں (وفات ۱۹۰۰ء) — لال زمرد خاں (ولادت ۱۹۰۳ء)

امانت خاں (ولادت ۱۸۹۰ء) — اکبر خاں (ولادت ۱۸۹۲ء) — نواب خاں (ولادت ۱۸۹۲ء) — سلطان خاں (ولادت ۱۹۰۰ء) — نواب خاں (وفات ۱۹۰۲ء) — شرف خاں (ولادت ۱۹۰۲ء) — باز خاں

Marfat.com

اس خاندان کی نسبت بہت کم واقعات قابلِ ذکر ہیں۔ یہ لوگ ایک خیالی مُغل بزرگ رائے بھنڈی بیگ نامی کو اپنا بزرگ کہہ کر بیان کرتے ہیں کہ ہم بھنڈیال ہیں مگر درحقیقت یہ قوم کے گھیبے ہیں اور گھیبوں کی طرح راجپوت الاصل ہیں۔ ضلع راولپنڈی کے بہت سے دوسرے مسلمان خاندانوں کی طرح یہ خاندان بھی شاہانِ سلف کے زیرِ سایہ پھلا پھُولا اور کچھ عرصہ تک سکھوں کے ساتھ لڑ بھڑ کر جس میں کبھی کامیابی ہوئی کبھی ناکامی آخر کار اُن کا تابع فرمان ہو گیا۔ رئیسِ کوٹ اور پنڈی گھیب کے مُلکوں کی طرح مُلکانِ مَلّ کو بھی سکھوں نے ان کے مواضعات کا چہارم مالیہ عطا کیا اور جب ۱۸۳۶ء میں یہ علاقہ جات شہزادہ نونہال سنگھ کے قبضہ میں آئے تو مُلک بُڈھا خاں کو موضع کھڈوال مالیتی ۹۰۰ روپیہ بطور جاگیر ملا۔ یہ مُلک اُن اشخاص میں تھا جنہوں نے سردار عطر سنگھ کالیا نوالہ کے حُکم سے رائے محمد خاں رئیسِ کوٹ کو قلعۂ پاگھا میں قتل کیا۔ مگر رئیس مقتول کے بیٹے نے بُڈھا خاں کے خاندان کے ماسوائے ایک یا دو اشخاص کے جو کسی نہ کسی طرح بھاگ نکلے تھے باقی سب اشخاص کو مار کر اپنے باپ کے قتل کا خوب بدلہ لیا۔ کوٹ اور مَلّ کے خاندانوں میں ہمیشہ سے دُشمنی چلی آتی تھی اور یہ دُشمنی مَلّ کے خاندان کے اراکین کے قتل سے ختم نہیں ہوئی چنانچہ ۱۸۴۸-۴۹ء میں فتح خاں رئیسِ کوٹ ہی کے کہنے سُننے کی وجہ تھی کہ بُڈھا خاں اپنی سرکار کے کاموں میں سرد مہری کرتا ہوا پایا گیا اور اسکی نصف جاگیر ضبط ہو گئی +

Marfat.com

مگر ۱۸۵۷ء کے غدر کے موقع پر بُڈھا خاں سرکار کا خیر خواہ رہا جس کے صِلہ میں اسنے موضع کھڈوال کی ۵۰۰ روپیہ کی علے الدوام جاگیر اور ۵۰۰ روپے کا ایک خلعت حاصل کیا۔ بُڈھا خاں بڑا با رسُوخ آدمی تھا اور جب علاقہ سے ہتھیار لیئے گئے تو اسے چالیس تلواریں بلا لائسنس رکھنے کی اجازت مِل گئی۔ یہ اپنی تین بیویوں سے کئی لڑکے چھوڑ کر ۱۸۶۶ء میں فوت ہوا اور اس کی جاگیر اور جائداد کے اُس کا سب سے بڑا پس ماندہ لڑکا الہ یار خاں اور چھٹا لڑکا فتح خاں دعویدار ہوئے مگر چونکہ ان کے درمیان آپس میں کوئی فیصلہ نہ ہوسکا اس لئے جاگیر دونو بھائیوں میں بحصّۂ مساوی تقسیم کردی گئی اور سب سے بڑا بیٹا الہ یار خاں مرحوم کی جگہ درباری بنا دیا گیا۔ الہ یار خاں کا انتقال ۱۸۶۹ء میں ہوگیا اور تھوڑا عرصہ بعد فتح خاں خاندان کے بزرگ کی حیثیت سے ڈویژنل دربار میں بیٹھا گیا۔ فتح خاں ذیلدار ہے اور اپنی ہر دلعزیزی اور مہمان نوازی کی وجہ سے ضلع بھر میں بڑا بارسُوخ ہے۔ اس کا چھوٹا بھائی حیات خاں بھی خاندان کا معزّز اور بارسُوخ رکن ہے۔ حیات خاں کا بیٹا باز خاں ۴۷ پنجابی پلٹن میں جمعدار ہے۔

وہ چہارم مالیہ جو بُڈھا خاں کے نام تھا بندوبست میں بند کر دیا گیا اور اس کی بجائے زمینداری انعام ملنا منظور ہوا۔ فتح خاں ۱۵۰ روپیہ سالانہ انعام پاتا ہے اور الہ یار خان کے بیٹے جہان خاں کے نام ۴۰ روپیہ سالانہ کا انعام حین حیات ہے۔

Marfat.com

خان محمد اسلم حیات خاں رئیسِ واہ

سید احمد خاں

غزان خاں
جمال خاں
جلال خاں

۱	
عنایت خاں	حبیب خاں

۱	۲
کامل خاں	غازی خاں

۱	۲
کمال خاں	نظیر خاں

۱	۲	۳	۴	۵
قائم خاں (متوفی)	شاہ ولی خاں (متوفی)	محمد علی خاں (متوفی)	کرم خاں (متوفی)	نور خاں (متوفی)

۱	۲	۳	۴	۵
کرم خاں (متوفی)	فتح خاں (متوفی)	قائم خاں (متوفی)	محمد حسین خاں (متوفی)	نور خاں (متوفی)	غلام محمد خاں (متوفی)

۱	۲	۳	۴	۵
نواب محمد حیات خاں سی۔ ایس آئی (وفات سنہ ۱۹۰۰ء)	بہادر خاں (وفات سنہ ۱۸۷۹ء)	غلام خاں (متوفی)	گلاب خاں (وفات سنہ ۱۸۸۰ء)	سکندر خاں (متوفی)

۱	۲	۳
فیروز خاں (متوفی)	محمد سعید خاں (ولادت سنہ ۱۸۵۲ء)	دوست محمد خاں (متوفی)

۱	۲
سلطان محمد خاں (ولادت سنہ ۱۸۶۴ء)	محمد اکبر خاں (ولادت سنہ ۱۸۷۰ء)

۱	۲	۳	۴	۵
عزیز خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۰ء)	غلام سرور خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۴ء)	غلام صفدر خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۶ء)	سعد اللہ خاں (ولادت سنہ ۱۸۷۱ء)	مظفر خاں (ولادت سنہ ۱۸۷۹ء)

۱	۲	۳
ممتاز علی خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۴ء)	اصغر علی خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۶ء)	مبارک خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۰ء)

۱	۲	۳
محمد حیات خاں (متوفی)	محمد احمد خاں (وفات سنہ ۱۹۰۶ء)	مدت خاں (متوفی)

۱	۲	۳
عنایت علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۸۶ء)	تاج محمد (ولادت سنہ ۱۸۹۵ء)	محمد اکرم خاں (ولادت سنہ ۱۸۷۹ء)

۱	۲	۳
محمد زمرد خاں (ولادت سنہ ۱۸۸۲ء)	نواب خاں (ولادت سنہ ۱۸۸۳ء)	

۱	۲	۳
عمر حیات خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۷ء)	محمد اشرف خاں (ولادت سنہ ۱۸۸۳ء)	غلام فرید خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۴ء)

۱	۲	۳	۴	۵	۶
خان محمد اسلم حیات خاں (ولادت سنہ ۱۸۷۲ء)	محمد حیات خاں (ولادت سنہ ۱۸۸۴ء)	محمد لیاقت علیخاں (ولادت سنہ ۱۸۸۷ء)	غیرت علیخاں (ولادت سنہ ۱۸۸۸ء)	سردار علیخاں (ولادت سنہ ۱۸۹۲ء)	برکت علیخاں (ولادت سنہ ۱۹۰۱ء)

مسعود علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۷ء)

Marfat.com

یہ خاندان قوم کا کھٹّر ہے اور فرقہ فیروزل کے کالے خاں دھریک کی طرح کھٹّر خاں کے چوتھے بیٹے فیروز خاں کی اولاد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سید احمد خاں اپنے بیٹے خزان خاں کو ساتھ لیکر قریباً اُسی زمانے میں دہلی گیا اور شاہی ملازمت میں داخل ہوا جس زمانے میں غیرت خاں جاکر نوکر ہوا تھا مگر یہ غیرت خاں کی طرح خوش نصیب ثابت نہ ہوا کیونکہ دربار شاہی کا ایک بڑا افسر خزان خان کی بہن گل بیگم پر اُس کی خوبصورتی کی شہرت سُن کر عاشق ہوگیا اور جب خزان خاں نے اس بہن کی شادی افسر مذکور کے ساتھ کرنے سے انکار کر دیا تو افسر نے اسے قید خانے میں ڈال دیا۔ خزان خاں کا باپ سید احمد اپنی اس خوبصورت لڑکی کو رات ہی رات لیکر بھاگا اور اپنے ملک میں واپس آکر ایک موضع آباد کیا جس کا نام احمد آباد رکھا جو اَب تباہ ہو گیا ہے۔ خزان خاں قید ہی میں مرگیا اور اس کے بیٹے جمال خاں نے اپنے رشتہ داروں سے لڑکر احمد آباد چھوڑ دیا اور اپنے لئے جنگل میں ایک موضع آباد کیا جس کا نام اپنے بیٹے کے نام پر جلال سر رکھا مگر اس کے اس چھوٹے سے موضع کی اُس محل اور سرائے کے مقابلے میں جو ۱۶۴۵ء میں شاہنشاہ شاہجہان نے کابل کی طرف جاتے ہوئے اس کے پاس ہی بنائے تھے کچھ حقیقت نہیں رہی اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس موضع کا نام واہ اس لئے پڑ گیا کہ شاہنشاہ نے اس کے قریب کے خوشنما منظر بہتے ہوئے پانی اور دلفریب درختوں کے جھنڈوں کو دیکھ کر بے ساختہ "واہ" (یعنی واہ کیا اچھا نظارہ ہے) کہہ دیا تھا +

Marfat.com

خاندان کا موجودہ بزرگ خان محمد اسلم حیات خاں ہے۔ اس کا دادا اکرم خاں بڑا بہادر سپاہی تھا اور ۱۸۴۰ء میں اس نے سوار اور پیادوں کی ایک جمعیت بھرتی کی تھی جن سے نکلسن صاحب بہادر نے درۂ مرگلا پر قبضہ کرنے میں خدمت لی۔ موضع واہ میں اسکا مکان عطر سنگھ اٹاری والا کے ماتحت باغی سکھوں نے جلا دیا اور اس کے فوراً بعد یہ اپنے ہی بھائی فتح خاں کے ہاتھ سے جو اچانک اس پر اُس وقت آپڑا جبکہ یہ دوپہر کے وقت باغ میں سویا ہوا تھا مارا گیا۔ اِس کے بعد اِس کا بیٹا محمد حیات خاں موجودہ بزرگِ خاندان کا باپ چند زنگروٹ ساتھ لیکر نارا کے مقام پر ایبٹ صاحب بہادر سے جا ملا اور لڑائی کے اختتام تک انہیں کی خدمت میں رہا۔ ۱۸۵۷ء میں نکلسن صاحب بہادر پشاور کے ڈپٹی کمشنر تھے اور جب بغاوت پہلے پہل شروع ہوئی تو اُنہوں نے محمد حیات خاں کو خدمات کے لئے آفریدیوں کا ایک دستہ بھرتی کرنے کی ہدایت کی اور جب صاحب موصوف اُن فوجوں کے جو لڑائی پر جانے والی تھیں افسر مقرر ہوئے تو اُنہوں نے نوجوان خاں کو اپنا ایڈیکانگ بنا لیا۔ جب نکلسن صاحب بہادر نے نمبر ۵۵ پلٹن کے باغیوں کو ہوتی مردان پر اور نمبر ۴۶ پلٹن اور نویں رسالے کے باغیوں کو ترمیوں گھاٹ پر عبرت انگیز سزا دی تو محمد حیات خاں اُن کے ساتھ ہی تھا اور انہیں کی فوج کے ساتھ دہلی جاکر محاصرے کے دوران میں بڑی بہادری سے لڑا۔ جب جرنیل نکلسن صاحب کو شہر کے فتح ہونے پر مُہلک زخم لگا تو یہ اُن کے اخیر دم تک اُن کے پاس رہا اور زخم لگنے کے چند دن بعد کہ

Marfat.com

وہ زندہ رہے ان کی دل وجان سے خبرگیری کرتا رہا۔ ان خدمات کے صلے میں ۲۵۰ روپیہ سالانہ کی وہ پنشن جو اسکا باپ لیتا رہا تھا اور جو باپ کی وفات پر اس کے نام جاری ہوئی تھی بڑھا کر ۳۶۰ روپیہ کردی گئی اور نیز اسے ایک بڑا قیمتی خلعت عطا ہوا +

دہلی فتح ہوجانے کے بعد محمد حیات خاں پشاور واپس آیا جہاں اسے تھانیدار مقرر کیا گیا اور چند ماہ بعد اِسے جہلم تبدیل کر کے تلہ گنگ کا تحصیلدار بنا دیا گیا۔ ۱۸۶۱ء میں اسے ترقی دے کر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا اور شاہ پور تعینات ہوا اور وہاں سے بنّوں تبدیل ہوگیا۔ ضلع بنّوں میں زیادہ تر اسی کی بے نظیر کوششوں اور ہمہ تن سرگرم کار رہونے کی وجہ تھی کہ محمد خیل وزیری مغلوب ہوگئے اور سرحد میں جہاں ۱۸۷۱ء میں کچھ بغاوت ہو چلی تھی امن وامان قائم رہا اور اس کی بے نظیر خدمات کے لئے گورنمنٹ ہند نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ ۱۸۷۲ء میں اسے اسسٹنٹ کمشنر بنا دیا گیا اور سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب عطا ہُوا۔ یہ ۱۸۷۸-۷۹ء کے گُرم فیلڈ فورس کا اور ۱۸۷۹-۸۰ء کے کابل فیلڈ فورس کا پولٹیکل افسر مقرر ہوا اور پنشن پر جانے سے پہلے صوبہ پنجاب میں ڈویژنل جج مقرر ہوگیا تھا۔ ۱۸۹۹ء میں اِسے نواب کا ذاتی خطاب عطا ہوا۔ اس کا انتقال ۱۹۰۱ء میں ہوا اور اس کا سب سے بڑا بیٹا خان محمد اسلم حیات خاں جو اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے اس کی جگہ خاندان کا بزرگ ہوا۔ اسلم حیات خاں کا چچیرا بھائی سعد اللہ خاں بھی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے اور دوسرا چچیرا بھائی سلطان محمد خاں ریاست کشمیر میں وزیر وزارت ہے محمد خاں کے بیٹے عنایت علی خاں کو دیسی فوج میں براہِ راست

Marfat.com

افسری ملی ہے +

محمد حیات خاں کے سوتیلے بھائی بہادر خاں کو ان خدمات کے صلہ میں جو اُس نے ۱۸۵۷ء میں کیں ۱۰۰ روپیہ کا خلعت عطا ہوا۔ یہ ضلع راولپنڈی میں ڈپٹی انسپکٹر پولیس تھا اور ۱۸۷۹ء میں فوت ہوا +

موضع واہ کرم خاں اور فتح خاں کی اولاد کے نام بحصص مساوی ہے +

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

سردار محمد نواز خاں کھیبا رئیس کوٹ

رائے الیاس

رائے اشیر محمد

رائے خیر محمد

۱	۲	۳	۴
کرم خاں	رائے جلال	رائے سرفراز	الہ یار خاں

۱	۲
احمد خاں	محمد خاں

۱	۲	۳
غلام محمد خاں	خان بہادر فتح خاں (وفات ۱۸۹۴ء)	احمد خاں (وفات ۱۸۴۳ء)

سردار غلام محمد خاں
(وفات ۱۸۹۴ء)

سردار محمد علی خاں
(وفات ۱۹۰۳ء)

سردار محمد نواز خاں

(ولادت ۱۹۰۱ء)

قوم کھیبا کی اصلیت کا ذکر خاندان ٹوانہ کی تاریخ میں کر دیا گیا ہے اور یہاں اس کے دُہرانے کا کوئی موقع نہیں۔ کھیبے پنجاب میں سیال اور ٹوانہ دونو کے کچھ عرصہ بعد آئے اور دریائے سندھ اور سوہان کے درمیانی وسیع اور پہاڑی علاقے میں آباد ہو گئے جو اَب پرگنہ جات فتح جنگ اور پنڈی گھیب کہلائے اور اسے اپنے ہمسایہ یعنی آوانوں۔ گکھڑوں اور جودھروں سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دادا سردار چیرت سنگھ سوکر چکیہ کے زمانے تک بچائے رکھا۔ اِن کو ہندوستان کے افغان حملہ آوروں نے

Marfat.com

بھی مطیع نہ کیا کیونکہ یہ شاہ راہ سے دُور رہتے تھے اور ان کے علاقہ میں پہنچنا مشکل تھا اور نیز ان کا رویّہ یہ تھا کہ یہ حملہ آوروں کو جبکہ وہ گزر رہے ہوتے تھے تھوڑا سا خراج مثلاً ایک گھوڑا یا چند راس مویشی دے دیا کرتے تھے جس سے وہ خوش ہو کر ان کو دِق نہ کرتے تھے۔ سردار گوجر سنگھ بھنگی والئے گجرات کا جس کے قبضے میں راولپنڈی کے شمال تک کا علاقہ تھا علاقۂ گھیبا پر بہت تھوڑا اثر تھا۔ چڑت سنگھ نے پنڈ دادنخاں کے علاقہ پر قبضہ کرنے کے بعد راولپنڈی کے جنوبی حصہ پر چڑھائی کی اور رائے جلال کو اپنا باجگزار بنا کر اراضی کے اُن حقوق مالکانہ کے عوض جو اِسے تھے اس کے نام چہارم مالیہ کر دیا۔ مگر چڑت سنگھ اور اُس کا بیٹا مہاں سنگھ زبردست گھیبوں سے اس سے زیادہ کچھ نہ لے سکے اور یہ لوگ اُن کی حکومت بھی برائے نام ہی مانتے تھے۔ رائے جلال نے اپنے پرانے علاقے کا انتظام خوب رکھا ہوا تھا اور اس کا تھوڑا سا حصّہ سِکھ سردار کو صرف اُسی وقت دیا جبکہ اِس کے لے لینے کا اُس میں کافی زور بل دیکھ لیا *

سنہ ۱۸۰۶ء میں رنجیت سنگھ نے سردار فتح سنگھ کالیاں والا کو ضلع راولپنڈی کا ناظم بنا کر بھیجا اور اس نے (اپنی نظامت کے زمانہ میں) کوٹ اور کھنڈا کے علاقوں کا اجارہ رائے جلال کے بھتیجے رائے محمد خاں کے نام ہی جاری رکھا اور اسے موضع شہر رائے بہادر مالیتی ۵۰۰ روپیہ مع ۵۷۰ روپیہ سالانہ کی ایک معافی کے بھی ملا۔ کوٹ کے رئیسوں کے بڑے حریف پنڈی گھیب کے مَلک تھے جنہوں نے سِل کا علاقہ سِکھوں سے اجارہ پر لے رکھا تھا۔ ان کی یہ دشمنی آخر کار کشت و

Marfat.com

خون ہو کر ختم ہوئی یعنے ایک قحط سالی کے زمانے میں کوٹ اور پنڈی گھیب دونو کے رئیس اپنا اپنا مالیہ ادا نہ کر سکے تو رنجیت سنگھ نے ان دونو کو امرتسر کے دربار کے موقع پر طلب کیا جہاں ان کا جھگڑا ہو گیا اور رائے محمد نے ملک غلام محمد کو عین مہاراجہ کی موجودگی میں قتل کر دیا اور بھاگ کر اپنے گھر چلا آیا۔ اُس وقت اُسے سزا دینی مصلحت نہ سمجھی گئی کیونکہ سرکار خالصہ کو ایک وحشی ملک کی جہاں سکھ کا ردار کبھی پورا اقتدار حاصل نہ کر سکے تھے اس کی امداد کی اشد ضرورت تھی۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں رائے محمد نے مذہبی دیوانے سید احمد کے خلاف جس نے پشاور سے جہاں یہ خود مختار حاکم تھا مجبوراً ہٹ کر بالاکوٹ ضلع ہزارہ کو اپنا صدر مقام بنا لیا تھا لڑائی میں سکھوں کی امداد اس طرح کی کہ جب بالاکوٹ میں سکھوں نے شہزادہ شیر سنگھ و جنرل وینچورا کی ماتحتی میں سید پر حملہ کر کے شکست فاش دی تو رائے محمد نے بڑی نمایاں خدمات کیں اور اس کے صلے میں موضع گارو مالیتی ۲۰۰ روپیہ حاصل کیا۔

جودھ سنگھ۔ دھنا سنگھ ملوئی۔ عطر سنگھ کالیانوالہ اور شہزادہ نونہال سنگھ یکے بعد دیگرے علاقہ گھیبا کے ناظم بنے اور ان تمام کو معلوم ہو گیا کہ رائے محمد خاں ہمیشہ بغاوت کرنے پر تیار رہتا ہے اور اسے قابو میں رکھنا مشکل ہے۔ سردار عطر سنگھ جب دوسری مرتبہ علاقے کا ناظم بنا تو اس نے امن و امان رکھنے کی خاطر محمد خاں کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اس رائے کو اپنے قلعہ پھاگ میں جہاں سے موضع کوٹ دریائے سل کے دوسری طرف نظر آتا تھا مدعو کیا۔ محمد خاں کو دغا بازی کا کوئی شبہ نہ تھا اس لئے یہ اپنے

Marfat.com

بیٹے غلام محمد خاں اور دو ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ میں چلا گیا اور داخل ہوا ہی تھا کہ خاندان کے پرانے دشمن بڈھا خاں ملال اور عطر سنگھ کے کچھ آدمیوں نے ان تین شخصوں کی چھوٹی سی جماعت پر حملہ کر کے تینوں کو قتل کر دیا۔ محمد خاں کی جگہ اس کا بیٹا فتح خاں جانشین ہوا جس نے بڈھا خاں کے قریباً تمام کنبے کو قتل کر کے اپنے باپ کی موت کا بدلہ لیا۔

سنہ ۴۶-۱۸۴۵ء میں ملک فتح خاں سرکار لاہور کی کمزوری دیکھ کر باغی ہو گیا مگر دوسرے سال کے اگست مہینے میں سردار چتر سنگھ اٹاری والے نے جو اس انتظام میں مصروف تھا کہ آئندہ علاقہ میں شورش بپا نہ ہو اسے مغلوب کر کے قید کر لیا۔ دو مہینے بعد مصر امیر چند نے بیوقوفی سے یا سردار چتر سنگھ کے ساتھ دغابازی کرنے کی وجہ سے ملک کو رہا کر دیا اور اس نے پھر اپنی سرکار کے خلاف ہتھیار اٹھا لئے مگر اس موقع پر تو کرنیل لارنس صاحب بہادر کے کہنے سننے پر یہ بغاوت سے باز آ گیا اور فوراً بعد ہی اسے غداری کا مجرم ہونے کے بغیر ہی سکھوں کے ساتھ لڑنے کا موقع مل گیا۔

سنہ ۴۹-۱۸۴۸ء کی لڑائی کے دوران میں اس نے نکلسن اور ایبٹ صاحبان کی بہت بڑی خدمت انجام دی یعنی صاحبان کے درمیان خط و کتابت جاری رہنے کا انتظام کر دیا اور حسب مقدور سوار اور پیادوں کی جمعیت بھرتی کی اور کئی مواقع پر باغیوں کے ساتھ لڑ کر کامیاب ہوا۔

سنہ ۱۸۵۷ء میں فتح خاں سرکار انگریزی کا اسی طرح خیر خواہ رہا جیسا سنہ ۴۹-۱۸۴۸ء کے زمانے میں رہا تھا اور اس کی خدمات کے صلے میں اسے ۶۰۰ روپیہ سالانہ کی پنشن حین حیات اور ۱۰۰۰ روپیہ کا

Marfat.com

ایک خلعت عطا ہوا اور اس کی جاگیریں بھی بحال رہیں۔ ۱۸۶۰ء میں اِسے جاگیردار مجسٹریٹ بنایا گیا اور آٹھ مواضعات پر فوجداری اور دیوانی اختیارات ملے۔ ۱۸۶۶ء میں جبکہ ضلع کی رکھوں کی حد بندی ہوئی تو کالا چٹا پہاڑیوں کے علاقہ میں قریباً ۳۰۰۰ ایکڑ کا ایک رقبہ الگ کرکے اِسے اس کے گھوڑوں اور مویشیوں کی چراگاہ کے طور پر مل گیا اور جنوری ۱۸۸۸ء کو خطاب خان بہادر عطا ہوا +

گورنمنٹ عالیہ نے یہ قرار دیا کہ اگر فتح خاں کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوگی تو اس کے بھائی احمد خاں (جو ۱۸۴۳ء میں راجہ دھیان سنگھ کے ہمراہ لڑتا ہوا مارا گیا تھا) کے بیٹے غلام محمد خاں کو اس کا جانشین تسلیم کرلے گی۔ ان چچا بھتیجا (یعنے فتح خاں اور غلام محمد) دونو کے قبضہ میں ۲۲۰ روپیہ کی مالیت کی جاگیریں تھیں جن میں سے ۱۴۱۱ روپیہ کی جاگیر عین حیات تھی اور ۳۸۰۰ روپیہ کی نسلاً بعد نسلٍ۔ قانونی بندوبست میں وہ تشخیص جو متذکرہ بالا رکھ پر لگائی گئی تھی گورنمنٹ نے فتح خاں کی باقیماندہ زندگی کے لئے معاف کردی اور خاص طور پر اجازت دی کہ موضع گاگاں کے جس کا یہ جاگیردار اور تعلقدار تھا کاشتکاروں سے معاملہ جنسی وصول کرلیا کرے جیسا کہ وہ اس وقت تک کرتا رہا تھا +

سردار فتح خاں سولہ مواضعات کا اکیلا یا مشترک مالک تھا اور اُس ضلع کے جو اُس وقت راولپنڈی کہلاتا تھا بڑے بڑے مالکان اراضی میں تھا۔ یہ نیز ان تین مالکان اراضی میں سے ایک تھا جو کہ پنجاب کے بڑے بڑے سردار اور جاگیردار ہونے کی حیثیت سے ایکٹ اسلحہ کی بہت سی شرائط سے مستثنےٰ ہیں۔ یہ بڑا مستقل مزاج اور پڑے اچھے چال چلن

Marfat.com

کا آدمی تھا اور الحاق کے زمانے سے لیکر ہمیشہ اپنے بڑے رسوخ سے گورنمنٹ کی امداد کرتا رہا اور لوگوں کو امن و امان قائم رکھنے اور قانون کی فرمانبرداری کرنیکی تلقین کرتا رہا۔ اس کا انتقال ۱۸۹۴ء میں ہوا اور چونکہ اس کا بھتیجا غلام محمد خاں اس سے پہلے مر چکا تھا اس لئے بھتیجے کا لڑکا محمد علی خاں جانشین ہوا۔ محمد علی خاں ۱۹۰۳ء میں ایک لڑکا محمد نواز خاں موجودہ سردار چھوڑ کر فوت ہوا جو نابالغ ہے اور جس کی جائداد کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں ہے۔ گزشتہ بندوبست میں جاگیر کی مالیت بڑھ کر ۶۱۸۴ روپیہ ہو گئی ہے اور علاوہ ازیں سردار ضلع اٹک کے سب سے بڑے مالکان اراضی میں سے ایک ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

قاضی علی قادر رئیس گونڈال

محمد صادق
محمد شریف
حاجی مصطفیٰ
محمد جعفر
شیخ اعمر
قاضی غلام محمد
قاضی فضل احمد

۱ قاضی فتح احمد (وفات ۱۹۰۲ء) — ۲ نبیض احمد (ولادت ۱۸۴۶ء) — ۳ علی احمد (ولادت ۱۸۵۲ء)

۱ فضل الٰہی (متوفی) — ۲ فضل قادر (ولادت ۱۸۷۶ء) — ۳ شیر محمد (ولادت ۱۸۷۹ء) — ۴ عبداللہ (ولادت ۱۸۸۱ء) — ۵ فقیر محمد (ولادت ۱۸۸۴ء) — ۶ فتح حیدر احمد (ولادت ۱۸۸۶ء)

۱ محمد احسن (ولادت ۱۸۹۹ء) — ۲ کرم الٰہی (ولادت ۱۸۹۶ء) — محمد سرفراز (ولادت ۱۹۰۲ء)

۱ ظفر احمد (متوفی) — ۲ محمد یعقوب (متوفی) — ۳ محمد ایوب (ولادت ۱۸۸۸ء)

۱ حاجی احمد (متوفی) (ولادت ۱۸۷۲ء) — ۲ **قاضی علی قادر** (ولادت ۱۸۷۴ء) — ۳ محمد سعید احمد (ولادت ۱۸۸۲ء) — ۴ عبدالغنی (ولادت ۱۸۸۴ء) — ۵ فضل قادر (ولادت ۱۸۹۶ء) — ۶ عبدالخالق (ولادت ۱۹۰۲ء)

نمبر ۱

تین سو سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا ہے کہ ہمایوں کے عہدِ حکومت میں محمد صادق کھٹڑ دہلی کے گرد و نواح سے نقل مکان کر کے علاقہ چھچھ میں چلا آیا جہاں اٹک سے قریباً ۶ میل کے فاصلے پر اس نے موضع فتو چک آباد کیا۔ اس نے پشاور کے شاہراہ پر موضع گونڈال بھی آباد کیا اور جنیال اور دوسرے مواضعات بسائے جو شاہنشاہ نے جاگیر میں عطا کر دئے۔ محمد صادق عالم تھا اور چونکہ چھچھ میں اس کے مقابلے کا اور کوئی

Marfat.com

پڑھا ہوا نہ تھا اس لئے اسے وہاں کا قاضی یا جج مقرر کر دیا گیا۔ اپنی زندگی بھر یہ اسی عہدے پر مامور رہا جو اِس کے بعد اس کے بیٹے کو مل گیا مگر تیسری پُشت میں یہ عُہدہ خاندان سے نکل کر پاس کے ایک رئیس محمد حسین کو دے دیا گیا۔ بعد ازاں محمد جعفر جو محمد صادق سے چوتھی پُشت میں تھا قاضی بنا اور ابھی تک قاضی کا لقب اس کی اولاد کے نام کے ساتھ لگا یا تو جاتا ہے مگر جوڈیشل اختیارات نہیں دئے جاتے۔ خاندان کے جو کبھی بھی زیادہ مقتدر نہیں ہوا بہت کم حالات معلوم ہیں اور خاندانی کاغذات جو قاضیوں کے پاس تھے سکھوں نے اُس وقت تلف کر دئے جبکہ انہوں نے ۱۸۴۸ء میں اٹک پر قبضہ حاصل کیا۔ جب ۱۸۱۳ء میں رنجیت سنگھ نے اٹک کا قلعہ لیا تو قاضی غلام محمد نے اپنی جان کے خوف سے اٹک پار بھاگ کر خٹک میں فیروز خاں کے ہاں پناہ لی اور اس کا گھر اور مال و اسباب سکھوں نے لُوٹ لیا۔ بعد ازاں سردار امیر سنگھ سندھانوالیہ نے مفرور قاضی غلام محمد کو واپس بُلا لیا اور اس کی پُرانی جاگیروں میں سے کچھ جاگیر بحال کرنے کے علاوہ خٹک میں ۳۰۰ روپیہ کی نئی جاگیر بھی دی۔ اُس کے فوراً بعد رنجیت سنگھ نے اسے یوسف زئی اور خٹک کے علاقوں میں اپنی سرکار کی طرف سے وکیل مقرر کر دیا اور اس عہدے پر یہ ۱۸۲۷ء تک مامور رہا جبکہ اسے ایک نہنگ نے جس کو اس نے تکلیف دی تھی قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس کا سب سے بڑا بیٹا فضل احمد اس کی جگہ وکیل ہوا جو سرکار انگریزی کی حکومت شروع ہونے تک اس عہدے پر مامور رہا۔ اِس عرصہ میں ضلع کے پٹھانوں میں اِس کا بڑا رسُوخ رہا اور لوگ اِس کا سکّہ مانتے رہے۔ قاضی فضل احمد بڑے

Marfat.com

اچھے چال چلن کا آدمی تھا اور دریائے سندھ کے دونو کناروں کے علاقوں میں اس کا بڑا رسوخ تھا۔ یہ ہمیشہ سرکار انگریزی کا چیرہ خیر خواہ رہا اور اس نے ضلع کے انتظام میں حکام انگریزی کی بڑی امداد کی +

سنہ ۱۸۴۸ء میں اس نے اچھی خدمات انجام دیں اور اسکے بھتیجے اور کچھ آدمیوں نے کپتان نکلسن صاحب بہادر کے ہمراہ سکھوں کی دوسری لڑائی میں خدمات کیں۔ اس کے نام مواضعات گونڈال اور جتیال کے مالیہ میں سے ۶۰۰ روپیہ کا نقد وظیفہ اور ۲۲۰ روپیہ کی معافیات تھیں اور نیز موضع مشک ضلع پشاور کی وہ جاگیر مالیتی ۳۰۰ روپیہ تھی جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ ان جاگیروں کا اُس نے اپنے بھائیوں اور بھتیجے سید احمد کو حصہ دار بنا لیا اور چونکہ ان کی نسبت یہ شرط تھی کہ ہر ایک حصہ دار کی وفات پر اس کے حصۂ جاگیر کا ۳/۴ حصہ ضبط ہو جائے اور باقی ۱/۴ اس کی اولاد کے نام جاری رہے اس لئے نتیجہ یہ ہوا کہ قاضی کو اپنے بھائیوں کے حال پر جو اس کی زندگی میں فوت ہو گئے مہربانی کرنے سے نقصان پہنچا +

سنہ ۱۸۵۷ء میں قاضی فضل احمد گورنمنٹ کا خیر خواہ رہا۔ اس نے سرکار سے اچھا برتاؤ کیا اور قلعہ اٹک کی سرکاری فوج کو رسد رسانی میں امداد دی۔ اس کی خدمات کے صلہ میں اِسے ۲۰۰ روپیہ کا ایک خلعت عطا ہوا اور وظیفہ کا وہ حصہ جو اس کا بھائی نور احمد لیتا رہا تھا اس کے نام جاری ہو گیا۔

سنہ ۱۸۷۲ء میں قاضی کے کسی ایک چیدہ لڑکے کو مشک کی تمام جاگیر ملنی منظور ہوئی اور اسی منظوری کی وجہ سے اب یہ جاگیر خاندان کے ایسے رُکن کو مل جاتی ہے جو سب سے بہترین ہونے کی حیثیت سے خاندان کا بزرگ منتخب کر لیا جاوے +

Marfat.com

قاضی فضل احمد ۱۸۷۸ء میں فوت ہوا اور اس کا سب سے بڑا بیٹا قاضی فتح احمد اس کی جگہ پر اونشل درباری بنایا گیا اور ضلع پشاور کی جاگیر اس کے نام ہو گئی۔ قاضی فتح احمد کا انتقال ۱۹۰۲ء میں ہوا اور اُس کا بیٹا قاضی علی قادر اب خاندان کا بزرگ ہے اور موضع مَشک کی ۳۰۰ روپیہ کی جاگیر اس کے قبضہ میں ہے۔ اس خاندان کے نام ۱۳۸ روپیہ سالانہ کی تھوڑی تھوڑی معافیات مواضعات گونڈال اور جنیال میں بھی ہیں۔ علی احمد کے بیٹے فضل الٰہی کو اپنے چچیرے بھائی کے قتل کے جرم میں پھانسی دی گئی اور فضل الٰہی کے بھائی فقیر محمد اور فتح حیدر جو شریک جرم تھے عمر قیدی ہیں ٭

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

غلام قادر خاں

محمد عبدالرحمن خاں رئیس عیسیٰ خیل

حیات اللہ خاں

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ضلع میانوالی

عبدالکریم خاں رئیس عیسےٰ خیل

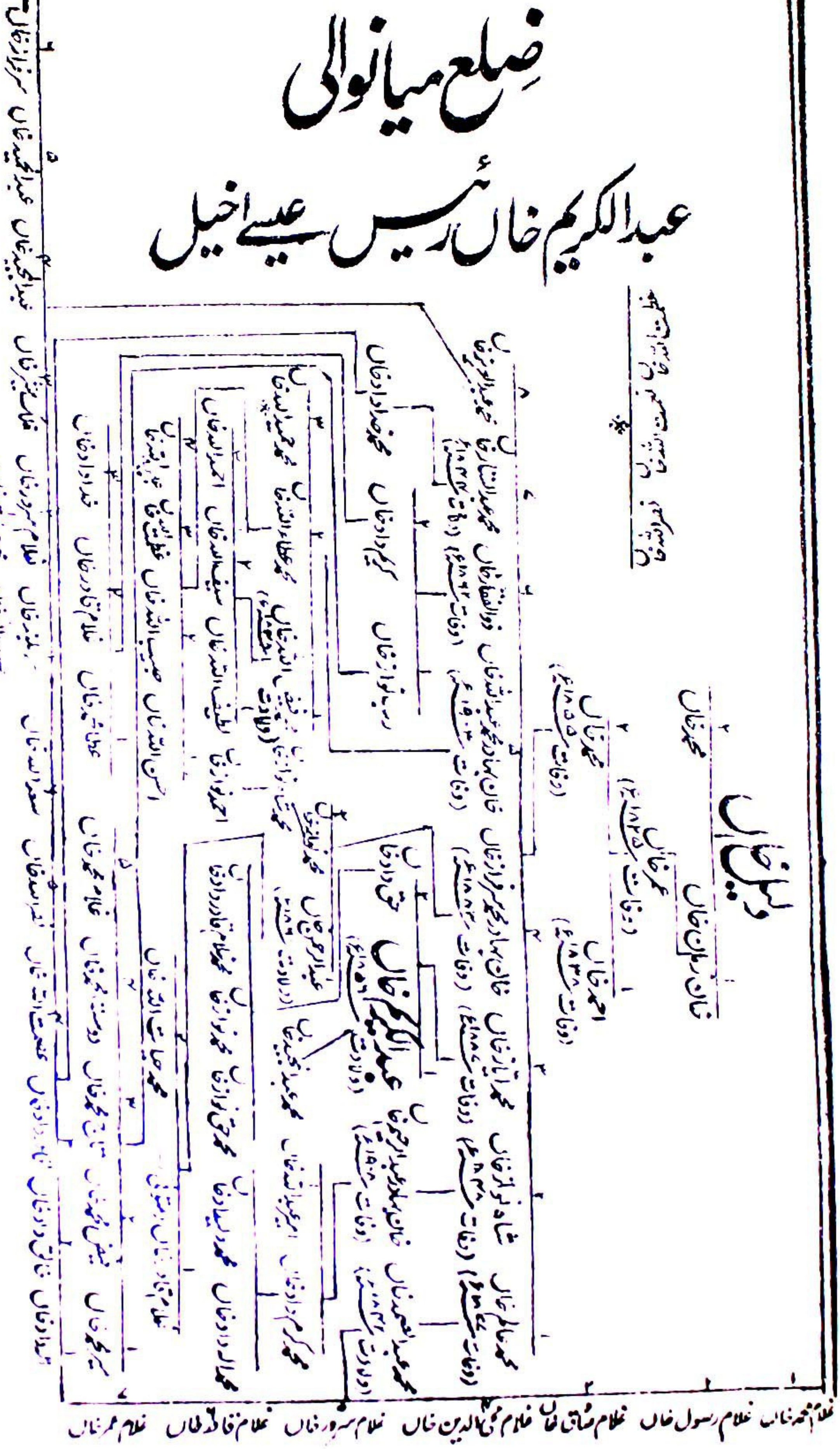
عبدالکریم خاں رئیس عیسےٰ خیل
خلعت اندرخا نعمت اللہ خاں نصراللہ خاں
ولی خاں
عمر خاں
احمد خاں
محمد خاں
خان بہادر محمد عبداللہ خاں
محمد خاں
کریم داد خاں
محمد خاں
رسول بخش خاں
محمد عطاء اللہ خاں
محمد حسین خاں
احمد اللہ خاں
حبیب اللہ خاں
لطیف اللہ خاں
احمد نواز خاں
حسن اللہ خاں
غلام محمد خاں
محمد یار خاں
محمد حیات اللہ خاں
محمد عبدالرحمٰن خاں
محمد عبدالحکیم خاں
محمد یار خاں
محمد عبداللہ خاں
عبدالرحمٰن خاں
محمد حسن نواز خاں
محمد یار خاں
محمد عبداللہ خاں
محمد عبدالحکیم خاں
محمد عبدالرحمٰن

احمد شاہ والئے کابل کے عہد حکومت میں ۱۷۴۷ء سے ۱۷۷۳ء تک عیسےٰ خیل کا رئیس دلیل خاں تھا۔ احمد شاہ نے اس کو ایک سند کے رُو سے اس کی گزشتہ خدمات کے صِلہ میں عیسےٰ خیل کے چار ٹپّہ جات عطا کئے اور نیز اضلاع مروات اور بنوں کے محاصل میں اس شرط پر ۶۰۰ روپیہ سالانہ اُس کو دیا جانا منظور کیا کہ وہ اضلاع مذکور کی مالگزاری وصول کرنے میں امداد دیا کرے۔ اس تاریخی شہادت سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ مروات اور بنوں کے باشندوں نے کابل کے کسی حکمران کو خراج نہیں دیا۔ حتّٰے کہ کابل کا زبردست اور بے مثل جلیل القدر حکمران احمد شاہ ابدالی بھی ان سے مالگزاری نہیں لے سکا تھا اور اُسے مجبوراً ان اضلاع کے لوگوں سے وصولئے مالیہ کی خدمت نصف مالگزاری کی گراں رقم پیش کر کے دلیل خان کو سپرد کر دینی پڑی تاکہ یہ باقی نصف مالیہ وصول کر کے شاہِ مذکور کو دیا کرے۔ دلیل خاں کا انتقال ہو گیا تو احمد شاہ نے اُس کے بیٹے خان زمان کو مرحوم کے جملہ حقوق عطا کر دئے۔ خان زمان نے شاہ موصوف کی فوج میں ملازمت اختیار کر لی اور اُس لڑائی میں اس کے ساتھ شریک ہوا جو ۱۷۶۱ء میں بمقام پانی پت احمد شاہ ابدالی اور مرہٹوں کے مابین ہوئی۔ احمد شاہ نے عمدہ جنگی خدمات کے اعتراف میں خان زمان کو ایک مرصع خنجر بطور یادگار عطا کیا تھا جو اب تک اس خاندان کے قبضہ میں ہے۔ تیمور شاہ کے عہد میں خان زمان کے حقوق مالگزاری میں ۴۰۰ کی نئی جاگیر کا اور اضافہ اس شرط پر ہوا کہ یہ بارہ سوار شاہ کی اردل کے لئے حاضر کیا کرے۔ بعد ازاں جب ڈیرہ کا نواب صوبہ مروات و بنوں کا حاکم مقرر ہوا تو اُس نے خان زمان کے بیٹے عمر خاں کی ریاست تو قائم رکھی لیکن اُس کا مواجب گھٹا کر علاقہ کی مالگزاری کا صرف

Marfat.com

ایک چوتھائی کر دیا ؛

عیسےٰ خیل کے جنوبی مواضعات میں عمر خاں نواب ڈیرہ کا کاردار یا ایجنٹ بھی رہا اور اُس نے اپنے زیر اثر علاقہ میں ایک نہر کھدوائی جو اب تک اپنے بانی کے نام سے موسوم ہے اور اس کی تیاری کے بعد بہت سے نئے قطعات اراضی قابلِ کاشت ہو گئے۔ مزروعہ اراضی کی افزائش نے علاقہ کی آمدنی بڑھا دی اور نواب ڈیرہ نے جدید مزروعہ اور نوتوڑ اراضی پر بہت کم لگان یعنے پیداوار کا صرف چھٹا حصہ وصول کرنا قرار دیا اور علاقہ عیسےٰ خیل کی پھٹکری کی بھٹیوں کی آمدنی میں سے جو بمقام کوٹری واقع تھیں نصف آمدنی عُمر خاں کو مرحمت کی۔ ۱۸۲۵ء میں عُمر خاں کی جگہ اُس کا بیٹا احمد خاں رئیس مقرر ہوا۔ یہ ایک لائق اور منتظم رئیس تھا اُس نے جاگیر کو سکھوں کے عیسےٰ خیل کو فتح کرنے کے زمانہ تک خوب ترقی دی مگر اس علاقہ پر سکھوں کا تسلط ہوتے ہی اس کے بُرے دن آ گئے۔ ۱۸۳۶ء میں احمد خاں کو سکھ دربار سے ایک سند عطا ہوئی جس کے رُو سے وہ اپنے علاقہ پر قابض رکھا گیا تھا لیکن شرط یہ تھی کہ کل محاصل کا ۷/۸ حصہ حکومت کو ادا کیا کرے۔ اس طرح علاقہ کی آمدنی میں سے رئیس اور اُس کے خاندان کو جو کچھ ملا وہ اُس کے گزارہ کے لئے بھی بصد مشکل کافی تھا اس لئے احمد خاں نے ان شرائط کے تسلیم کرنے میں پس و پیش کیا جس پر لکھی مل نے جو اُس وقت صوبہ ڈیرہ جات کا حاکم تھا سرکار لاہور کو خبر کر دی کہ احمد خاں ایک خطرناک باغی ہے چنانچہ سردار فتح سنگھ رانا اور راجہ سوچیت سنگھ کے ماتحت ایک فوج احمد خاں کو اس کے علاقے سے بیدخل کرنے کے لئے بھیجی گئی جس کا مقابلہ کرنا لاحاصل سمجھ کر احمد خاں

Marfat.com

کوٹ چندہ کی طرف بھاگ گیا جو کوہ خٹک کے سلسلہ میں واقع ہے اور وہاں سے بنّوں کو چلا گیا۔ بنّوں میں جھنڈو خیل کا رئیس شیر مست خاں اسکے ساتھ مہماں نوازی اور مدارات سے پیش آیا لیکن احمد خاں تھوڑے ہی عرصہ بعد اِسی جلاوطنی کی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ اس کے بعد خاندان کی خوش قسمتی کا ستارہ پھر عروج پر آیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ شہزادہ نونہال سنگھ احمد خاں کی کسی خدمتگزاری اور مخلصانہ اعانت کا ممنون تھا اس لئے اُن سے لکھی مل کی پالیسی کہ احمد خاں کی قوم کو نیست و نابود کر دیا جائے پسند نہیں کی اور اس کی تائید کرنے سے انکار کر کے اس بات پر زور دیا کہ احمد خاں متوفی کے بھائی محمد خاں کو ریاست کے پُورے پُورے حقوق اور اختیارات دے دئے جائیں۔ شہزادہ کے اس حکم کی تعمیل تو ہو گئی مگر لکھی مل کے دل میں رئیس عیسےٰ خیل کی طرف سے مَیل رہا اور وہ کینہ کو سینہ میں لئے وقت کا منتظر تھا کہ اسی اثناء میں شیخ امام الدین سکھوں کے ایک جرّار لشکر کے ساتھ مروات اور بنّوں کے علاقہ میں سے گزرا اور دیوان نے اُس کو یہ ترغیب دی کہ وہ عیسےٰ خیل پر چڑھائی کر کے محمد خاں کو پکڑ لے جائے۔ شیخ امام الدین دیوان کے کہنے پر عمل پیرا ہوا اور گو اس کارروائی میں پُوری کامیابی نہ ہوئی تاہم محمد خاں کے چند بچّے قید کر لئے گئے کیونکہ خود محمد خاں عین وقت پر خبر پاکر پہاڑی علاقہ کی طرف بھاگ گیا تھا۔ محمد خاں کا بیٹا شاہ نواز بھی اس آفت سے بچ کر سیدھا پشاور پہنچ گیا اور شہزادہ نونہال سنگھ کے قدموں میں آپڑا۔ شہزادہ ممدوح نے شاہ نواز پر نہائت مہربانی فرمائی اور اُس کے باپ کے معاملہ میں دوبارہ دخل دیکر اُسے ریاست و امارت دلوا دی۔ چنانچہ محمد خاں پھر باقاعدہ

Marfat.com

ریاست پر بحال کیا گیا اور اُس کے خاندان کو بھی عیسےٰ خیل میں واپس آنے کی باقاعدہ اجازت مل گئی ۔

یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ دیوان لکھی مل نہال سنگھ کا ماتحت ہو کر اس قدر جُرأت سے کام لے کہ اُس کے احکام اور منشا کے خلاف کارروائی کرے اور اسے اپنے آقا کے عتاب میں آنے کی بھی پرواہ نہ ہو۔ ایڈورڈز صاحب بہادر لکھتے ہیں کہ دیوان لکھی مل نے بدبخت محمد خاں کو تباہ کرنے کے لئے تیسری دفعہ پھر کوشش کی اور اس مرتبہ اُس کو پہلے کی نسبت اپنے مُدّعا میں زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کا قصّہ یہ ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات پر شاہ نواز خاں اپنے باپ محمد خاں کی طرف سے ماتم پُرسی کرنے کے لئے لاہور بھیجا گیا تھا تو لکھی مل نے سردار فتح سنگھ سے مل کر شاہ نواز کو گرفتار کرا دیا۔ اس بیچارے کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اس طرح پکڑ لیا جائے گا کہ دربار سے ولیعہد سلطنت شہزادہ نونہال سنگھ کا عطا کردہ خلعت زیبِ تن کئے ہوئے اپنے فرودگاہ کو واپس آتا ہوا راستے میں گرفتار کر لیا گیا۔ سردار فتح سنگھ نے اُسے پکڑ کر براہِ راست دیوان لکھی مل کے پاس بھیج دیا جس نے اس بیگناہ کو دو سال سے زیادہ عرصہ تک سخت حراست میں رکھا اور رئیس عیسےٰ خیل کی کل جاگیر یعنی مالگذاری کا $\frac{1}{8}$ حصّہ بھی ضبط کر لیا۔ محمد خاں پھر بنوں بھاگ گیا اور لکھی مل اُس کی جاگیر کا بطور خود انتظام کرتا رہا۔ جاگیر کی آمدنی کا آٹھواں حصہ جو محمد خاں کو ملتا تھا وہ تو اَب لکھی مل کو ملنا ہی چاہیئے تھا لیکن وہ اس کے علاوہ اَور جو کچھ مل سکا اُسے بھی ہضم کر گیا +

اِسی اثناء میں محمد خاں کا شفیق دوست اور مُربّی شہزادہ نونہال سنگھ بھی

Marfat.com

اچانک فوت ہوگیا۔ اور یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ شہزادہ اپنے باپ کی چتا پر سے واپس آرہا تھا اور جیسے ہی روشنی دروازہ میں پہنچا ہے کہ یکایک دروازہ گرا اور شہزادہ اس کے نیچے دب کر فنا ہوگیا۔ شہزادہ نونہال سنگھ کی افسوسناک موت کے بعد با اختیار وزیر دھیان سنگھ نے محمد خاں کے معاملہ کو اُٹھایا اور لکھی مل کو حکم بھیجا کہ اپنے قیدی شاہ نواز کو فوراً لاہور میں واپس بھیج دے لاہور آنے پر شاہ نواز کی اچھی آؤ بھگت ہوئی اِسے ایک خلعت بھی دیا گیا اور مَلک فتح خاں ٹوانہ کے ہمراہ گھر واپس جانے کی اجازت ملی۔ فتح خاں ٹوانہ علاقۂ عمروات کا مالیہ وصول کرنے کے واسطے جاتا تھا اُس کو یہ بھی حکم مِلا کہ کہ بنّوں سے گزرتا ہوا عیسےٰ خیل کے رئیس کو بحال کرتا جائے۔ لیکن دیوان لکھی مل نے فتح خاں کا حکم ماننے سے انکار کیا اور فتح خاں بغیر احمد خاں کو ریاست پر قبضہ دلائے لاہور واپس آگیا۔ بدبخت شاہ نواز بھی اِسکے ساتھ پھر لاہور آیا تھا اور اُس نے وزیر کے آستان پر دادرسی کے لئے بہت کچھ بے فائدہ آہ وزاری کی لیکن اس کی کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ ایڈورڈز صاحب لکھتے ہیں کہ "سلطنت کی دور دراز سرحدوں پر جانشینانِ رنجیت سنگھ کے اثر اور اقتدار کی یہ حالت تھی" اور شاہ نواز کا یہ قول (جو اُس نے ایڈورڈز صاحب سے کہا) کہ "خدا کرے کہ راجہ دھیان سنگھ اور میرا آقا بادشاہ قتل کر دئے جائیں" پیشین گوئی سے کم نہ نکلا۔ کیونکہ ان کا قتل ہونا ہی احمد خاں کی بحالی اور اُس کے مصائب کا خاتمہ ہونے کا باعث ہوا۔ گو یہ بحالی ایک عرصہ کے بعد وقوع میں آئی۔ جب مہاراجہ شیر سنگھ قتل ہوا ہے تو مَلک فتح محمد خاں لاہور ہی میں تھا۔ اُس پر شبہ ہوا کہ وزیر کی علیحدگی کے لئے جو سازش کی گئی تھی اُس میں وہ بھی شامل تھا مگر وہ مہاراجہ کے قتل کی ہل چل میں کسی طرح

Marfat.com

بھاگ کر نکل گیا اور وادئے کُرّم کے قلعۂ جھنڈو خیل میں پناہ گزیں ہوا جہاں اس کا دوست احمد خاں بھی موجود تھا جسے دیوان لکھی مل کے حکم سے مُلک بدر کیا ہوا تھا۔ راجہ ہیرا سنگھ اپنے باپ کے قتل ہو جانے کے بعد دربارِ لاہور کی وزارت پر فائز ہوا لیکن اُسے مہاراجہ دلیپ سنگھ کے چچا جواہر سنگھ نے قتل کر ڈالا اور خود وزارت کا قلمدان سنبھال لیا۔ جواہر سنگھ نے لکھی مل کو ڈیرہ جات کی نظامت سے برطرف کر دیا اور فتح خاں ٹوانہ پر نظرِ عنائت کرنی شروع کی۔ مگر محمد خاں کے مصائب کا زمانہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ جواہر سنگھ سے اُمید تھی کہ یہ محمد خاں کی مدد کریگا لیکن وہ حصولِ وزارت کے تھوڑے ہی دن بعد اپنی بہن رانی جنداں کے عاشق لال سنگھ کے ہاتھ سے قتل ہو گیا اور اس کے بعد لال سنگھ منصب وزارت پر بھی قابض ہوا جس نے لکھی مل کے بیٹے دولت رائے کے حوالے ڈیرے کا صوبہ کر دیا۔ مگر اس زمانہ میں ایڈورڈز صاحب بہادر سر ہنری لارنس صاحب بالقابہ کی خدمت میں دولت رائے کے باپ لکھی مل کی بدکرداریوں کی مفصل رپورٹ دے چکے تھے جس میں لکھی مل کے وہ مظالم بطور نمونہ دکھائے گئے تھے جو اُس نے عہدِ جیل پر کئے تھے اس لئے سر ہنری لارنس صاحب بہادر نے دولت رائے کو بہت جلد معزول کر دیا اور صوبہ کے نئے ناظم جرنیل وان کورٹ لینڈٹ صاحب بہادر نے محمد خاں کو اُس کی جدی وراثت پر بحال کر دیا۔ محمد خاں اپنی زندگی کے باقی چھ سال نہائت امن و امان سے جاگیر پر حکومت کرتا رہا اور چونکہ ایڈورڈز صاحب ہمیشہ اُس کی حمائت کرتے رہے تھے لہٰذا اس بوڑھے رئیس نے اپنے بااختیار رہنے کے بعد ہی سکھوں کی دوسری لڑائی میں صاحب بہادر کا خوب ساتھ دیا اور حتّی المقدور باغیوں کا قلع قمع اور اُن کی روک تھام کی کوشش کر کے اپنی

Marfat.com

احسانمندی کا پورا ثبوت پیش کیا۔ محمد خاں کا بیٹا محمد عالم قلعۂ دلیپ گڑھ واقع بنوں میں ملک فتح خاں ٹوانہ کے ساتھ تھا جبکہ ملک باغیوں کا محاصرہ توڑ کر قلعہ سے نکل جانے کی کوشش کرتا ہوا مارا گیا۔ باغی محمد عالم خاں کو قید کر کے ستلج پار لے گئے اور اُسے مقام گجرات کی لڑائی میں ہزیمت پانے کے بعد چھوڑ دیا۔ محمد عالم خاں کے بھائی محمد ایاز خاں نے سکھوں کو قلعہ کے باہر سے بدیں غرض تنگ کرنا شروع کیا تھا کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر فتح خاں پر حملہ نہ کرنے پائیں، مگر اُسے اس تجویز میں کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ بعد ازاں محمد ایاز خاں مع اپنے چھوٹے بھائی سرفراز خاں کے رنیل ٹیلر صاحب بہادر سے جا ملا اور قلعہ لکھی پر حملہ کرنے کے وقت بہت اچھی خدمات انجام دیں۔ ان کے باپ محمد خاں نے بھی دوران محاصرہ میں محصورین کو رسد اور دیگر سامان پہنچانے میں نہایت معقول امداد کی۔ معمر رئیس محمد خاں کا دوسرا جاں نثار بیٹا شاہ نواز خاں ایڈورڈز صاحب بہادر کی تحریر کے مطابق ۱۸ جون ۱۸۴۸ء کو بمقام کنیری دشمن کی توپوں پر دھاوا کرتا ہوا عین توپ کے مُنہ پر مارا گیا۔ اسکے بیٹے عبدالرحیم خاں کو اپنے باپ کی جاں نثاری کے معاوضہ میں ۵۰۰ روپیہ سالانہ نقد پنشن اور اتنی ہی مالیت کی جاگیر ملی اور خان بہادر کا خطاب عطا ہوا۔

محمد خاں کا انتقال ۱۸۵۵ء میں ہوا۔ اُس نے اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے ہی اپنی جائداد اپنے سات لڑکوں اور ایک پوتے عبدالرحیم جس کا باپ شاہ نواز خاں مر چکا تھا کے مابین بحصص مساوی تقسیم کر دی تھی۔ گورنمنٹ عالیہ نے بھی یہ جاگیر کے حصص محمد خاں کی تقسیم کے مطابق علے الدوام کر دئے۔ مگر پھٹکڑی کے کارخانہ کی آمدنی کا جو حصّہ محمد خاں کو ملا کرتا تھا اُسکے ورثا کے وقت میں گھٹا کر ¼ کر دیا۔ محمد خاں کے وارثوں کو جاگیر اور دیگر

Marfat.com

مدات سے اُس زمانہ میں حسب تفصیل ذیل ۶۸۷۸ روپیہ کی آمدنی ہوتی تھی۔

مالیہ زمین کے ۱/۸ حصہ سے . . . . . ۵۳۹۵ روپیہ

کارخانہ پھٹکڑی کی آمدنی کے ۱/۶ حصہ سے . . ۴۱۹ روپیہ

نقد آبیانہ سے . . . . . ۱۰۶۴ روپیہ

اِن موروثی مواجبات کے علاوہ اِس خاندان کے کئی اراکین کو خاص خدمات کی بجاآوری کے صِلے میں بھی حین حیات جاگیریں یا پنشنیں ملی تھیں۔

آیامِ غدر میں ان سب بھائیوں کا برتاؤ برٹش حکومت کے ساتھ اچھا رہا۔ محمد ایاز خاں خود ایک سواروں کا دستہ بھرتی کر کے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر بنّوں کی خدمت میں برابر حاضر اور اُن کے احکام بجا لاتا رہا۔ اسے بغاوت فرو ہونے کے بعد ۲۵۰ روپیہ سالانہ پنشن ملی۔ سرفراز خاں اور عبداللہ خاں ایکسو سواروں کے ترب کے ساتھ دہلی گئے اور ہریانہ فیلڈ فورس میں جس کے جرنیل وان کورٹ لینڈٹ صاحب بہادر تھے شامل ہو کر حصار۔ پٹھوئی۔ منگولی اور جمالپور کی لڑائیوں میں شریک رہے۔ اِن لڑائیوں کے دوران میں عبداللہ خاں نے خوب دادِ مردانگی دی اور گورنمنٹ نے اسکی بہادری کا شکریہ ادا کیا۔ یہ لکھنؤ کے محاصرے میں بھی شریک ہوا جہاں یہ سکھوں کی تیسری بے قاعدہ فوج کا رسالدار تھا اور لکھنؤ پر تسلط ہو جانے کے بعد یہ اودھ کے دیگر معرکوں میں حصّہ لیتا رہا۔ اس نے جن افسروں کے ماتحت کام کیا ان میں سے اکثر اس کی کارگزاری کے معترف رہے۔ ایک موقع پر محمد عبداللہ خاں تمام دن اپنے دستۂ فوج کے ساتھ باہر رہ کر کیمپ کو واپس آ رہا تھا کہ راہ میں اِسے پلٹن نمبر ۶ کے کچھ گورے سپاہی تھکے ماندے گرتے پڑتے کیمپ کی طرف واپس آتے ہوئے ملے۔ محمد عبداللہ خاں کی اخلاقی قوت اُن گورہ

Marfat.com

سپاہیوں کی پریشاں حالی کو نہ دیکھ سکی۔ اُس نے فوراً اپنے آدمیوں کو گھوڑوں سے اُتار دیا اور گوزہ سپاہیوں کو سوار کر کے کیمپ میں پہنچایا ٭

محمد عبداللہ خاں ۱۸۶۰ء میں اپنے عہدہ سے مُستعفی ہو گیا۔ اُسے آرڈر آف برٹش انڈیا کا تمغہ مع اُس کی ۳۶۰ روپیہ سالانہ کی ملحقہ پنشن کے ملا تھا اور ۶۰۰ روپیہ سالانہ مالیت کی جاگیر عطا ہوئی تھی۔ ۱۸۶۱ء میں اسے تحصیلدار مقرر کیا گیا اور چھ سال بعد ترقی پا کر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہو گیا۔ ۱۸۸۷ء میں ۵۲۰ روپیہ سالانہ پنشن پا کر اپنے عہدے سے سبکدوش ہوا۔ اور بعد ازاں آنریری مجسٹریٹ اور سول جج رہا۔ اِس نے ہمیشہ بڑی اچھی خدمات کیں۔ افغانستان کی گذشتہ لڑائی کے وقت اس نے محکمہ ٹرنسپورٹ میں بہت سے اُونٹ مہیا کرنے کے علاوہ ایک سَو سوار بھی سرحد پر خدمات انجام دینے کے لئے دئے۔ اسے خان بہادر کا خطاب ملا اور یہ ضلع کے اعلےٰ درباریوں میں شمار ہوتا تھا ٭

خان بہادر محمد عبداللہ خاں ۱۹۰۳ء میں تین لڑکے چھوڑ کر فوت ہوا۔ اُس کے سب سے بڑے لڑکے فیض اللہ خاں نے اس کی ۸۷۲ روپیہ کی علی الدوام جاگیر حاصل کی اور موضع کلّر علاقہ عیسےٰ خیل کی نصف جاگیر مالیتی ۸۰۰ روپیہ بھی اسکی حین حیات کے لئے جاری ہوئی ہے۔ فیض اللہ خاں ڈویژنل درباری ہے۔ محمد عبداللہ خاں کا دوسرا بیٹا عطاء اللہ خاں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے اور سب سے چھوٹا بیٹا حمید اللہ خاں اپنے بڑے بھائی فیض اللہ خاں سے گزارہ لیتا ہے ٭

محمد سرفراز خاں نے ۱۸۵۸ء میں ہریانہ کے قیام امن کے بعد فوجی خدمت سے استعفےٰ پیش کیا اور اُس کو حُسن خدمات کے صلہ میں سالانہ ۱۰۰۰ روپیہ مالیت

Marfat.com

کی جاگیر اور خان بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ یہ جاگیر ۱۸۸۳ء میں اُس کی وفات پر ضبط ہو گئی۔ یہ خاندان میں سب سے زیادہ متموّل اور سب سے زیادہ قابل آدمی تھا۔ اس کو عیسےٰ خیل اور نار کی اراضیات کے علاوہ ضلع شاہ پور میں بھی معقول آمدنی کی اراضی ملی تھی ۔

محمد ایاز خاں کا انتقال ۱۸۸۷ء میں ہوا۔ اِس کا دوسرا بیٹا حق داد خاں بنگال کے پندرھویں رسالے میں جمعدار ہے۔ محمد خاں کا پوتا محمد خداداد خاں کوہاٹ میں ڈپٹی انسپکٹر پولیس ہے ۔

خان بہادر عبدالرحیم خاں اپنی وفات یعنی ۱۹۰۸ء تک خاندان عیسیٰ خیل کا بزرگ مانا جاتا تھا اور وہ پراونشل درباری بھی تھا۔ اس کا چچا عبدالستار اور چچیرے بھائی عبدالصمد اور عبدالرحمٰن ڈوثیل درباری ہیں۔ ۱۸۸۴ء میں عبدالرحیم نے مرحوم شیر خاں ساکن عیسےٰ خیل کی اکلوتی لڑکی سے شادی کی اور اُسکی جائداد کا جو ۵۰۰۰ روپیہ کی مالیت کی بیان کی جاتی ہے مالک ہوا۔ مسٹر تھاربرن اپنی رپورٹ بندوبست میں شیر خاں کی نسبت مفصلہ ذیل بیان تحریر فرماتے ہیں: "خان زمان کے دادا جنگی خاں کی اولاد نرینہ میں اب صرف شیر خاں ہی باقی ہے۔ اِس کا باپ حسن خاں عمر خاں کا مشیر خاص تھا۔ باپ کی وفات کے وقت شیر خاں کمسن بچّہ تھا۔ بڑا ہو کر یہ سکھوں کا طرفدار ہو گیا اور اپنے خاندان کی دوسری شاخ کے آدمیوں کی طرح دیرپا جلاوطنی سے بچا رہا۔ جب محمد خاں کے بیٹے پھر بحال ہوئے تو وہ اپنے ان رشتہ داروں کے ساتھ کم التفاتی سے پیش آئے اور اُن کی بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیر خاں مرتے دم تک ان لوگوں کا جانی دشمن رہا۔ سکھوں کی دوسری لڑائی کے دوران میں شیر خاں فتح خاں توانہ

Marfat.com

کے ساتھ قلعہ بنُّوں میں محصور اور [illegible] کے فتح ہو جانے پر قید کر لیا گیا تھا۔ مگر گجرات کی لڑائی کے بعد اسے رہائی مِل گئی۔ غدر میں اس نے سوار پولیس کے کمیدان کی حیثیت سے بڑی اچھی خدمات انجام دیں جن کے صلے میں اسکو ۶۰۰ روپیہ سالانہ پنشن ملی۔ اس وقت اُسے کل ۱۳۶۰ روپیہ پنشن ملتی ہے۔ باوجود معمر ہونے کے یہ ابھی تک مستعد ہے۔ یہ عمر بھر جھگڑوں ہی میں پھنسا رہا۔ اس کی تمام زندگی جد و جہد اور مایُوسی میں گُزری ہے اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگی۔ یہ ابھی تک اسی کوشش میں لگا ہوا ہے کہ اِس کی پنشن کا جاگیر سے تبادلہ ہو جائے مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اور ان اراضیات میں سے جو اس نے ناجائز طریق سے حاصل کی تھیں کچھ اس بندوبست میں اُس کے ہاتھ سے نکل گئی ہیں"۔

خان بہادر عبدالرحیم خاں کی جگہ اس کا چچیرا بھائی عبدالکریم خاں جا نشین ہوا ہے جسے اب خاندان کا بزرگ سمجھنا چاہیئے۔ یہ پراونشل درباری اور خان بہادر عبدالرحیم خاں کا بیٹا کرم داد خاں ڈویژنل درباری ہے۔

Marfat.com

مَلک عطا محمد خاں رئیس کالا باغ

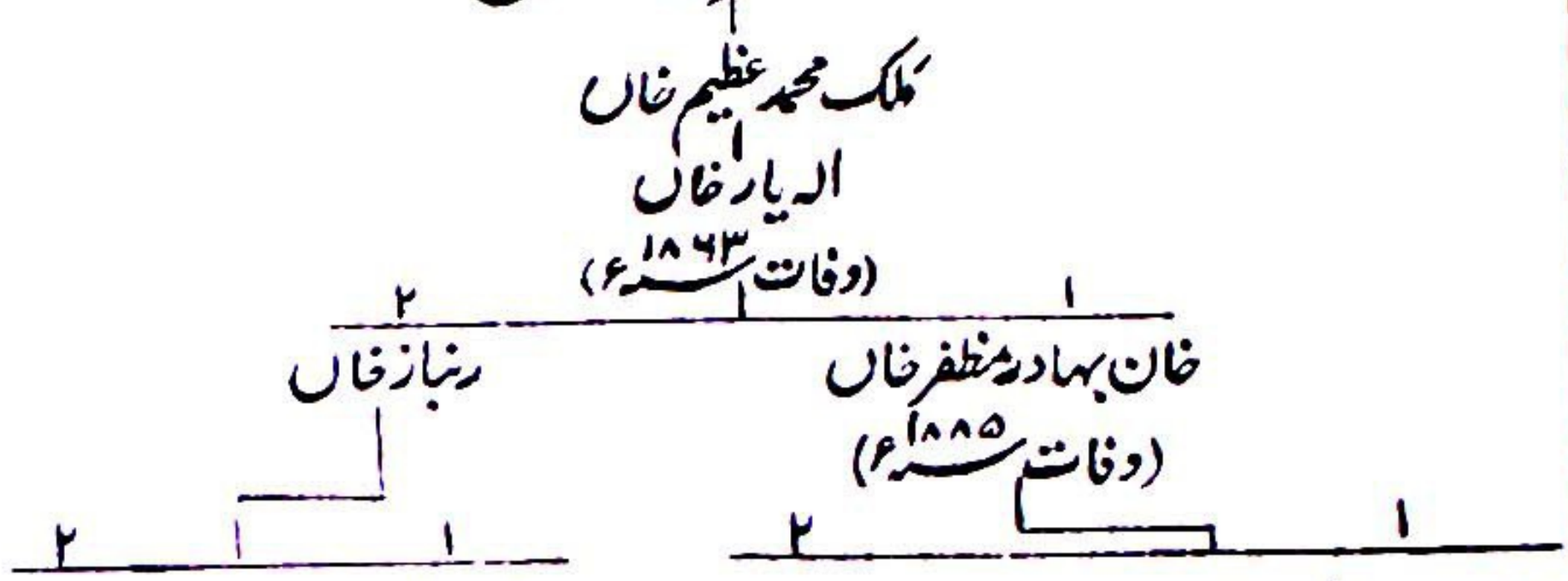

کالا باغ یہاں کے آوان مَلکوں کا پُشتنوں سے، وطن چلا آتا ہے اور پنجاب کے اُس حصہ میں جہاں یہ واقع ہے اِس کو ایک نہائت قدیم قصبہ کہنا غلط نہ ہوگا۔ اس قصبہ کی ہستی اس کے قرب وجوار کی مشہور کانہائے نمک اور خاص قصبہ کے اندر پھٹکڑی کے بڑے بڑے کارخانوں کے سبب سے قائم ہے اور اس کی شہرت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ دریائے سندھ کا وہ پتن (گذر یا گھاٹ) عین اسی قصبہ کے نیچے واقع ہے جو پچاس میل تک دریا کے آر پار والوں کے لئے بیحد آسان گزرگاہ ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ بہت آمد و رفت کی جگہ ہے۔ پرانے زمانے میں جو قافلے اور فوجیں ہندوستان آتی تھیں۔ کالا باغ اُن کا ایک پڑاؤ بن گیا تھا۔ اس قصبہ کا خوبصورت موقع ایسی جگہ پر ہے جہاں دریائے سندھ پہاڑوں سے نکل کر میدان میں داخل

Marfat.com

ہوتا ہے۔ مشہور ہے کہ اس جگہ موسم گرما میں گرمی بہت زیادہ اور آب و ہوا خراب ہو جاتی ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ اوان ملکوں کو یہاں آئے ہوئے تقریباً تین صدیاں ہو گئی ہیں۔ یہ پہلے پہل کوہ دانگ کی اُس بنجر چٹان پر آباد ہوئے جو قدرتاً ایک مستحکم قلعہ کی شکل میں دریا سے اوپر کی طرف کالا باغ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر تھی اور گردونواح کے باشندے کسی قوی دشمن کے آنے کا خوف ہونے کے وقت اس قدرتی حصار میں پناہ لیا کرتے تھے۔ شیخ عادو کا پوتا بند علی سب سے پہلا آوان تھا جو یہاں آکر آباد ہوا۔ یہ نمک کی کانوں پر قبضہ کر کے اس علاقے کا رئیس بن گیا اور پتن پر اپنا تسلط کر کے نمک اور پھٹکڑی پر محصول لگا دیا اور بھنگی خیل خٹکوں سے جو کالا باغ کے شمالی پہاڑوں پر آباد تھے خراج لیا۔ بند علی کی وفات کے بعد گو اوانوں کو دشمنوں کے ہاتھ سے چند عارضی شکستیں بھی ملیں مگر یہ اپنے علاقے میں جمے رہے۔ یہ آوان بھی اپنے دیگر ہمسایوں کی طرح مدامی اضطراب کی حالت میں رہے۔ ان کو اپنی ہستی قائم رکھنے کے لئے چاروں طرف کے دشمنوں سے لڑتے رہنا ضروری تھا اور ان لڑائیوں میں کبھی ان کو فتحیابی نصیب ہوئی اور کبھی ان کی حالت تباہی کے قریب پہنچ گئی۔ مگر یہ سینہ سپر ہو کر کوشش کرتے گئے اور آہستہ آہستہ میدانوں میں اراضیات حاصل کر کے اپنے مواضعات آباد کئے۔ سترھویں صدی عیسوی کے اخیر میں تیمور شاہ نے محمد اعظم خاں آوان کو علاقہ کالا باغ کا رئیس تسلیم کیا اور اس غرض سے کہ یہ کابل اور دہلی کی درمیانی سڑک کے اُس حصے کو جو اس کے علاقے میں واقع ہے کھلا رکھے۔ اسے ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ حق الخدمت دینا منظور کیا۔ جانشینانِ

Marfat.com

تیمور نے بھی اس کا یہ وظیفہ جاری رکھا۔ جب ۱۸۲۲ء میں سکھوں نے یہ علاقہ اپنے ملک کے ساتھ شامل کر لیا تو ملک الہ یار خاں یہاں کا رئیس تھا۔ سکھوں نے اِسے وصولی مالیہ کا ذمہ وار ٹھیرایا اور قرار دیا کہ یہ مہاراجہ کو دو گھوڑے۔ گیارہ اُونٹ۔ پانچ کُتّے محصول نمک کی دو تہائی۔ اور اراضیات واقع مسان کی (جن پر وہ قابض تھا) مالگزاری کا ۲/۵ حصہ بطور سالانہ خراج کے دیا کرے۔ سکھوں کی مہربانی سے الہ یار خاں* کو کچھ عرصہ پہلے ایزوے ستلج میں چند نئے مقبوضات ہاتھ لگ گئے جن پر یہ اپنے قبضے کو مضبوط کرتا اور علاقے کو خوب ترقی دیتا رہا۔ اس کے خاندان نے دربار لاہور کے عہد حکومت میں بہت فائدہ اُٹھایا کیونکہ پہلے عہدہ سے حکومت کی نسبت یہ کسی قدر امن کا زمانہ تھا۔ سکھوں کی دوسری لڑائی شروع ہونے سے تھوڑا عرصہ قبل الہ یار خاں ایڈورڈز صاحب بہادر کو بنوں میں کئی طرح ایک مفید آدمی ثابت ہوا۔ اِس نے قلعہ دلیپ گڑھ کی تعمیر میں صاحب ممدوح کو آدمیوں اور مصالحہ سے مدد دی اور اپنے بیٹے مظفر خاں کو خود اُسی کے بھرتی کئے ہوئے ایک دستہ سواروں کا کمیدان بنا کے ایڈورڈز صاحب بہادر کے زیر حکم رکھا۔ جب ایڈورڈز صاحب بہادر کو مجبوراً بعجلت تمام ملتان جانا پڑا تو وہ بنوں کا انتظام ملک فتح خاں ٹوانہ کے سپرد کر گئے اور مظفر خاں نے ملک مذکور کے ساتھ مل کر بنوں کے اندرونی قلعہ کو سنبھالے رکھا۔ فتح خاں ٹوانہ اُن سکھ سپاہیوں کے بیچ میں سے نکل جانے کی کوشش کرتا ہوا مارا گیا جنہوں نے اُسے گھیر لیا تھا مگر مظفر خاں نے اپنے آپ کو سکھ سپاہیوں کے حوالہ کر دیا اور وہ اُسے قید کر کے اپنی فوج

* انگریزی کتاب میں علی یار خاں غلط چھپا ہے ۔

Marfat.com

کے صدر میں جو گجرات کے مقام پر تھی لے گئے اور وہاں اُس نے ۵۰۰۰ روپیہ فدیہ دیکر مخلصی حاصل کی ٭

ایّام غدر میں تمام فلک عملی طور پر وفادار ثابت ہوئے مظفر خاں اور اس کے بیٹے یار محمد نے تقریباً ۱۰۰۰ آدمی بھرتی کئے اور ایڈورڈز صاحب بہادر کی خدمت میں بحوں رہا جو اُس وقت آنروئے سندھ کے علاقے کا دوسرا بندوبست ایسے اطمینان کے ساتھ کر رہے تھے کہ گویا دور کے مشرقی علاقہ یعنی پنجاب ممالک مغربی وشمالی اور بنگال میں کسی قسم کا فساد ہی نہیں ہے ٭

مظفر خاں ۱۸۶۳ء میں اپنے باپ کی وفات کے بعد رئیس بنا۔ اس نے سرحدی معاملات میں مقامی حکام کو ہمیشہ امدادی اور افغانستان کی گزشتہ لڑائی میں جبکہ اس نے بہت سے مویشی باربرداری کے لئے دئے اور کُرّم کے رستے میں رسدرسانی سے امدادی اسکی خدمات خاص طور پر مفید ثابت ہوئیں۔ اس کا انتقال ۱۸۸۵ء میں ہوا مظفر خاں کا بیٹا ملک یار محمد خاں ایّام غدر میں پشاور میں دفعدار تھا اور لڑائی کے موقع پر ہمیشہ اپنے باپ کے پہلو بہ پہلو موجود رہتا تھا مظفر خاں کی جائداد کی آمدنی تقریباً ۱۱۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی۔ اور اُس کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

عیسےٰ خیل اور میانوالی کی اراضیات جاگیر کی آمدنی . . .	۶۱۹۰ روپیہ

Marfat.com

کارخانہ پھٹکڑی واقع کالا باغ کی آمدنی ۔ ۔ ۔ ۴۵۰۰ روپیہ
متفرق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۱۰ ″

مظفر خاں میانوالی کے سربرآوردہ پراونشل درباریوں میں سے تھا اور اسے ۱۹۰۶ء میں خان بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ مظفر خاں کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ملک عطا محمد خاں خاندان کا بزرگ مقرر ہوا ہے +

اس خاندان میں گزشتہ تین یا چار پشتوں سے باپ کی کل جائداد کا وارث صرف بڑا بیٹا ہوتا رہا ہے اور چھوٹے لڑکے گزارہ ہی لیتے رہتے ہیں۔ اس انتظام کو انگریزی عدالتوں میں اسی وقت سے قانوناً تسلیم کر لیا گیا ہے جبکہ کہ الحاق پنجاب کے تھوڑے ہی عرصہ بعد چند خاندان کے خوردوں نے تقسیم جائداد کا مقدمہ دائر کیا تھا +

Marfat.com

میاں فضل علی رئیس میانوالی

سلطان ذکریا

میاں محمد علی

چراغ علی — مراد علی — غوث علی

حسین علی — مہر علی — بہادر علی — علی نود — محمد علی

میاں سلطان علی (وفات ۱۸۸۹ء) — بشیر علی — علی شیر — علی احمد (وفات ۱۸۸۶ء) — علی حیدر — ملوک علی — محمد اکبر

نصیر علی (ولادت ۱۸۸۶ء)

سردار علی (وفات ۱۸۹۲ء) — حیدر چراغ (وفات ۱۸۹۲ء) — شیر زمان (وفات ۱۸۹۲ء) — محمد حیات علی (وفات ۱۸۸۲ء) — امیر علی (وفات ۱۸۹۲ء)

مبارک علی — عباس علی — حیات علی — ملوک علی — سلطان علی

ستار علی (متوفی) (ولادت ۱۸۷۴ء) — (ولادت ۱۸۷۸ء) — (ولادت ۱۸۸۰ء)

فتح شیر (ولادت ۱۸۸۲ء) — حیات علی (ولادت ۱۸۸۹ء) — مردان علی (متوفی) — فلک شیر (ولادت ۱۸۹۱ء)

امیر علی (ولادت ۱۸۶۲ء) — سعید علی (متوفی) — زمان علی (ولادت ۱۸۷۹ء)

فضل علی (ولادت ۱۸۸۶ء)

اکبر علی — امیر علی — حیات علی — فضل علی — فلک شیر

اکبر (ولادت ۱۸۹۷ء) — فتح شیر (ولادت ۱۸۹۴ء) — شیر محمد (ولادت ۱۸۹۷ء) — دوست محمد (ولادت ۱۸۹۶ء) — شیر زمان (ولادت ۱۸۹۷ء)

شرف علی — مقصود علی — حسن علی — کرم علی — غلام علی — دوست علی — صاحب علی

میاں فضل علی (ولادت ۱۸۶۷ء) — عباس علی — سیف العلی (ولادت ۱۸۶۶ء) — محبوب علی — سعید علی

مردان علی (ولادت ۱۸۸۲ء) — دوست محمد (ولادت ۱۸۹۱ء) — شیر محمد (ولادت ۱۸۹۴ء) — عطا محمد (ولادت ۱۸۹۳ء)

امیر علی (ولادت ۱۸۷۰ء) — سردار علی (ولادت ۱۸۷۳ء) — سلطان اکبر (ولادت ۱۸۸۰ء) — ملوک علی (ولادت ۱۸۷۸ء)

Marfat.com

میانوالی کو میاں علی نامی ایک شخص نے گکھڑوں کے زمانہ میں آباد کیا۔ اس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ بغداد کا باشندہ اور پارسا آدمی تھا۔ اُس نے اس سرزمین کے پٹھان آباد کاروں کو گکھڑوں کی حکومت سے آزاد ہو جانے کا حوصلہ دلایا اور اس طریقہ سے اُن کے دل میں عظمت حاصل کی۔ آزادی کے متعلق اس نے جو وعدے کئے تھے وہ سب بعینہٖ پورے ہوئے۔ اور گکھڑ علاقہ سے نکال دئے گئے۔ میاں علی کا بیٹا سلطان ذکریا عرصہ تک یہاں کے فاتح کسانوں کا پیر رہا اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے بہت سی کرامتیں دکھلائیں۔ ۱۸۴۷ء میں محمد علی کے تین بیٹے چراغ علی۔ مراد علی اور عوث علی ذی اقتدار تھے اور انہوں نے ہر سال کئی جانیں تلف کرا دینے والے معاملات کے تصفیہ میں ایڈورڈز صاحب بہادر کو بہت معقول امداد دی۔ الحاق پنجاب کے بعد اس خاندان کے مقبوضات کی بابت تحقیقات ہوئی اور ۱۸۶۴ء میں اس گھرانے کے تینوں سربرآوردگان کے نام بحصص مساوی ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ کی جاگیر اس شرط پر واگزار ہوئی کہ ان میں سے کسی ایک کی وفات پر اُس کے حصہ کی نسبت پھر مکرر غور کی جائیگی غلطی سے اس حکم کا ترجمہ یہ ہو گیا تھا کہ عطیہ دوامی جاگیر کے برابر ہے اور سال ہائے دراز تک ایسا ہی سمجھا جاتا رہا مگر حال کے بندوبست میں اس معاملہ پر گورنمنٹ کے احکام لے لئے گئے ہیں۔ ۱۸۷۹ء میں اس بات کی منظوری ہوئی کہ اس خاندان میں ۱۲۰۰ روپیہ کی ایک جاگیر رکھی جائے۔ اور یہ قرار پایا کہ اس میں سے ۶۶۰ روپیہ تو خاندان کے کل رُکن جدی حصص کے مطابق باہم بانٹ لیا کریں۔ اور باقی روپیہ اس خاندان کی تینوں شاخوں

Marfat.com

کے سربرآوردگانِ وقت بطور سرکاری مواجب کے آپس میں تقسیم کرایا کریں +

چراغ علی کے بیٹے میاں حسین علی نے ایڈورڈز صاحب بہادر کو مختلف طریق سے اور خاصکر پیچیدہ مقدمات اراضی کے انفصال میں اچھی امداد دی۔ چونکہ یہ دیانت دار۔ بے لاگ اور کسی کی رودرعائت نہ کرنے والا شخص مشہور تھا اس لئے ہر قوم کے آدمی اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اس کا اکلوتا بیٹا سلطان علی پراونشل درباری اپنے باپ کی وفات پر خاندان کا مسلّمہ بزرگ مقرر ہوا۔ یہ خاص میانوالی اور اُس کے گردونواح کے سات مواضعات کا مجسٹریٹ بھی تھا۔ مسٹر تھاربرن اس کی نسبت تحریر کرتے ہیں "کہ یہ حد درجہ کا نیک چلن شکار کا شوقین اور پنجاب کے اس حصّہ میں بھالے کے ساتھ سُوَر کا شکار کھیلنے میں نہایت بے باک اور مشّاق ہے"۔ مذہبی پیشوا ہونے کی وجہ سے میاں لوگوں کا اس علاقہ میں بہت کچھ رسُوخ ہے۔ مگر ان کے مقبوضات بہت تھوڑے ہیں اور کوئی اِن کا پیرَو بھی نہیں پایا جاتا۔ یہ اپنی لڑکیوں کی شادیاں آپس ہی میں کرتے ہیں۔ اور گردونواح کی قوموں کے بہت سے بڑے معزّز آدمی اپنی لڑکیاں میاں خاندان میں بیاہ دینا اپنے لئے باعثِ عزّت سمجھتے ہیں۔ بدیں وجہ سلطان علی کے باپ حسین علی کی شادی ملک فتح خاں ٹوانہ کی ہمشیرہ کے ساتھ ہوئی تھی +

میاں شرف علی کے بیٹے میاں فضل علی کو اب خاندان کا بزرگ سمجھنا چاہیئے۔ یہ اور اس کا بھائی عباس علی ڈویژنل درباری ہیں +

Marfat.com

چودھری محمد مولا داد خان سیال رئیس مہتاب

Marfat.com

Marfat.com

ضلع جھنگ

مولاداد خاں سیال

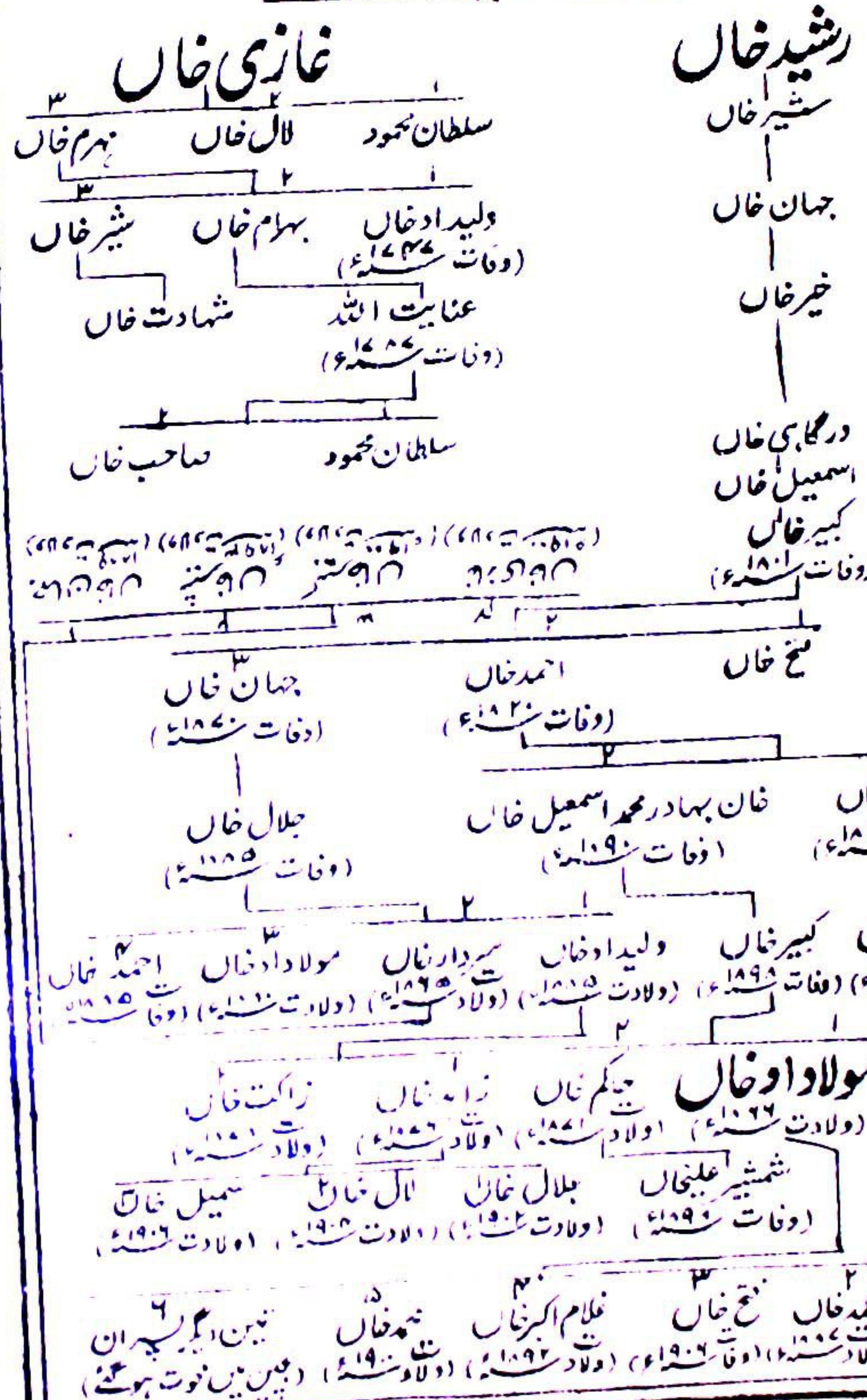

Marfat.com

جھنگ کے سیال اقوام ہندوستان میں قبول اسلام کے لحاظ سے نہایت قدیم مسلمان ہیں۔ جس علاقہ کی سرحد دریائے چناب تک ممتد ہے اس میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ تک ان کا بڑا اقتدار تھا۔ یہ اصل میں راجپوت تھے اور ان کا بزرگ راے شنکر دھارانگر کا باشندہ تھا جو الہ آباد اور فتح پور کے مابین واقع ہے۔ تقریباً ۱۲۳۰ء میں راے شنکر دھارانگر سے نقل مکان کر کے جونپور چلا گیا۔ اور اس کی وفات پر خاندان کی مختلف شاخوں میں بہت سے جھگڑے کھیڑے پھیل گئے۔ ان نزاعات کی وجہ سے بعہد سلطان علاؤالدین ۱۲۴۳ء میں راے شنکر کا ایک بیٹا سیال نامی جونپور سے پنجاب چلا آیا جس ملک کو سیال کے پنجاب میں وارد ہونے سے دو سال پہلے مغل حملہ آوروں نے تاخت و تاراج کیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے نشیبی صوبجات میں ہل چل برپا ہونے کی وجہ سے بہت سے راجپوت خاندان زمانۂ مذکورۂ بالا کے قریب وہاں سے نقل مکان کر کے پنجاب میں آ گئے تھے اور یہاں آتے ہی یا آنے کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے مذہب اسلام قبول کر لیا۔ انہی نومسلموں میں اقوام کھرل۔ ٹوانہ۔ گھیبہ چڈھڑ اور نیوار* شیالوں کے بزرگ بھی شامل تھے۔ سیال اپنے مسکن کے لئے کوئی اچھا جگہ تلاش کرتا ہوا پاک پٹن پہنچا جسے اُس وقت اجودھن کہتے تھے اور جہاں مشہور و معروف مسلمان ولی بابا فرید الدین شکر گنج قدس اللہ سرہٗ سکونت پذیر تھے۔ ولی موصوف کے رُوحانی اثر اور اُن کی پُرتاثیر تقریر نے سیال کو اُس کے تمام کُنبہ سمیت دائرۂ اسلام میں داخل کر لیا اور یہ مشرف

*۔ اقوام ٹوانہ۔ گھیبہ اور سیال کی اصلیت ایک ہی ہے۔ راے شنکر کے تین بیٹے سینو۔ ٹینو اور گیہو تھے اول الذکر کی اولاد سیال ہیں دوسرے کی ٹوانے اور تیسرے کی گھیبے +

Marfat.com

باسلام ہوکر کسی ایسی جگہ کی تلاش میں سرگرم ہوا جس کو اپنا وطن بنائے۔ چنانچہ پھرتا پھراتا سیالکوٹ میں پہنچا جو راجپوتوں کا ایک پرانا مسکن ہے سیال نے اس کو اپنی سکونت کے واسطے پسند کرکے یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ مگر بعد میں اُس نے جلد ہی اِس جگہ کو بھی ترک کردیا اور یہاں سے ساہیوال ضلع شاہ پور میں آکر بھاؤ خاں میکاں کی دُختر مسماۃ سُہاگ سے شادی کی اس کے بطن سے تین لڑکے* پیدا ہوئے جن کے نام بھرمی۔ کوہلی اور مہانی ہیں اور ان تینوں کی نسل سے سیالوں کے تین فرقے بنے ہیں۔ کوہلی اپنے فرقے کو کوہستان اور کچھی کی ویران اراضیات پر لے گیا جہاں کئی پشتوں تک یہ لوگ محض گلہ بانی کرتے رہے +

ماہپال نے جو سیال سے چھٹی پُشت میں تھا تقریباً ۱۳۸۰ء میں قصبہ مانکیرہ آباد کیا بعد میں یہ ایک بڑا مشہور مقام ہوگیا اور ماہپال کے پڑپوتے مال خاں نے ۱۴۶۲ء میں دریائے چناب کے کنارے پر قصبۂ جھنگ سیال آباد کیا۔ اس قصبہ کی آبادی سے چار سال بعد مال خاں کو لاہور میں بُلایا گیا اور مغل شاہنشاہوں کو خراج دینے کی شرط پر علاقۂ جھنگ نسلاً بعد نسلٍ جاگیر میں ملا۔ مال خاں اور اُس کا بیٹا دولت خاں دونو فیّاض اور مدبّر شخص

*بیان کیا جاتا ہے کہ اوائل عمر میں بھرمی۔ کوہلی اور مہانی ایک مٹی کی گائے بنا کر اُس سے باہم کھیل رہے تھے۔ بھرمی گڈریا یعنی گائے کا مالک بنا تھا۔ مہانی چور بنا تھا گویا اُس نے گائے چُرائی تھی اور کوہلی حاکم بن کر جعلی طور پر انصاف کر رہا تھا۔ اگرچہ یہ ایک طفلانہ کھیل تھا لیکن یہی بازی اُن کے مُستقبل کے لئے ایک فال بن گئی اور آگے چلکر سیالوں کے جس گھرانہ میں حکومت و ریاست قائم ہوئی وہ کوہلی ہی کی اولاد سے تھا۔ بھرمی کے بیٹے معمولی دہقان نکلے اور مہانی کی نسل موشی کی چور نکلی کیونکہ اگر کوئی بھینس یا مویشی آوارہ ہو جاتا تو اُس کا کھوج قوم مہانی میں ہی نکلتا تھا +

Marfat.com

تھے انہوں نے علاقہ کو بڑی ترقی دی - دولت خاں کے بیٹے غازی خاں نے قلعۂ چوتڑہ بنوایا اور اُس کے چچیرے بھائی کھیوا خاں نے قلعہ کھیوا تعمیر کیا جو جھنگ سے دس میل شمال کی طرف ہے +

جھنگ کا چوتھا رئیس جلال خاں اپنے بھتیجے پہاڑ خاں کے ہاتھ سے جس نے اُچ میں پہاڑپور نامی ایک قصبہ آباد کیا تھا مارا گیا - جلال خاں کے خون کا بدلہ اُس کے پوتے فیروز خاں نے لے لیا - اُس نے پہاڑپور پر قبضہ کر لیا - پہاڑ خاں کی تمام اولاد کو قتل کر ڈالا اور خود پہاڑ خاں کو قید کر کے لے گیا - جلال خاں کے بعد کبیر خاں - جہان خاں - غازی خاں - سلطان محمود خاں اور محزم خاں یکے بعد دیگرے بترتیب اس قوم کے رئیس ہوئے - اس خاندان کا تیرھواں رئیس ولی داد خاں سب سے زیادہ مشہور اور طاقتور حکمران ہوا ہے - اس نے میرک - شور کوٹ - کوٹ کمالیہ اور کھیوا کے رئیسوں پر فتح پائی اور اُنہیں جنگی خدمات ادا کرنے کی شرط پر جاگیریں دیں - اُس نے افتادہ زمین کے بڑے بڑے ٹوٹوں کو قطعات زیر کاشت کیئے اور اپنے زبردست اور مدبّرانہ طریق حکومت سے بار کے علاقہ سے چوروں اور مجرموں کو بالکل نکال باہر کیا - اگرچہ ولی داد خاں اس قدر طاقتور رئیس تھا کہ وہ سرکار لاہور کی حکومت سے آسانی کے ساتھ آزاد رہ سکتا تھا لیکن اس نے سرکار مذکور کا مطیع رہ کر چنیوٹ کا علاقہ اور قلعہ انعام اور عطیہ میں لیا اور اس طرح یہ راوی اور چناب کے درمیانی علاقہ کے بہت سے حصے کا مالک بن گیا جس کی حد شمال کی جانب پنڈی بھٹیاں تک تھی اور نیز اس نے مانکیرہ تک چناب اور جہلم کے مغربی علاقہ پر تسلط کر لیا - ولی داد خاں ۱۷۴۷ء میں عالمِ بقا کو راہی ہو گیا اور اس کا بھتیجا عنایت اللہ اس کی جگہ مسندِ امارت پر متمکّن ہوا - عنایت اللہ خاں کا وزیر اُس کا چچیرا بھائی شہادت خاں تھا - دو سال

Marfat.com

تکسیہ دونو چچیرے بھائی باہم نہایت گہرے دوست اور متفق رہے اور پھر اُن میں ناچاقی ہوکر خانہ جنگی کا جھگڑا بپا ہوگیا۔ شہادت خاں نے عنایت اللہ کے خلاف ہتھیار اُٹھائے اور بغاوت کی۔ لیکن لڑائی ہونے پر اُسے شکست فاش ملی اور وہ مجبور ہوکر دریا کے اُس پار قصبہ قادرپور کی طرف بھاگ گیا۔ گو یہ ہزیمت بہت سخت تھی مگر اس شکست سے شہادت خاں کا دل نہیں ٹوٹا۔ اس نے دوبارہ نئی فوج بھرتی کی اور عنایت اللہ خاں پر حملہ آور ہوا۔ شہادت خاں کو پھر ناکامی سے سابقہ پڑا اور اُسے بارِ دیگر نہ صرف شکست ہوگئی بلکہ وہ اسی معرکہ میں کھیت رہا۔ لیکن شہادت خاں کے مارے جانے سے یہ لڑائی ختم نہ ہوئی بلکہ فوراً اس کے بعد ہی سعید پور کے چالیس چیدہ سوار جو اسی قوم کے اور شہادت خاں کے طرفدار تھے عنایت اللہ خاں کو گرفتار کرکے اپنے قصبہ میں لے گئے اور چھ مہینے قید رکھ کر رہائی دے دی۔ عنایت اللہ خاں دلیر اور خوش نصیب فوجی سپہ سالار تھا اور بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے بائیس لڑائیوں میں فتح حاصل کی۔ ان لڑائیوں میں دو معرکے سب سے بڑے تھے ایک بڑی لڑائی اُن رؤسا ملتان کے ساتھ ہوئی جو علاقۂ جھنگ پر دست اندازی کر رہے تھے اور دوسرا معرکہ بھنگی سرداروں سے چنیوٹ کو واپس لینے کے وقت پیش آیا +

عنایت اللہ خاں ۱۷۶۷ء میں فوت ہوگیا۔ اُس کے بیٹے سلطان محمود کا عہد حکومت دیرپا نہ ہوا۔ کیونکہ وہ کمزور آدمی تھا۔ آخرکار اُسکے سوتیلے کمبخت زاد بھائی صاحب خاں نے بغاوت برپا کی اور باوجود اس کے کہ وہ سلطان محمود سے صلح و آشتی رکھنے کی بحلفِ قرآن مجید قسم کھا چکا تھا پھر بھی اُس نے سلطان محمود کے خلاف ہتھیار اُٹھائے اور اُسے قلعہ چوتڑہ میں قید کرکے

Marfat.com

جان سے مار ڈالا۔ صاحب خاں (اس عہد شکنی اور غدّاری کی) بہت جلد قدرتی سزا پا گیا یعنی اس واقعہ کے بعد ہی وہ خود بھی امیر خاں کے گھر میں قتل کر دیا گیا جہاں اپنی شادی رچانے گیا تھا۔ صاحب خاں کے بعد اسمٰعیل خاں کا بیٹا کبیر خاں جھنگ کا رئیس ہوا اور اس طرح سے ریاست پھر خاندان کی اصلی شاخ میں منتقل ہو آئی۔ کیونکہ جہان خاں کی موت کے بعد سے اس شاخ کا کوئی رُکن رئیس نہ ہوا تھا اور کبیر خاں کے مسند آرائے ریاست ہونے سے پھر اس شاخ کے کئی آدمی رئیس بننے لگے۔ کبیر خاں نیک مزاج۔ خوش تدبیر اور امن پسند تھا اور اس کی قوم اسے بہت چاہتی تھی۔ گیارہ سال کی حکومت کے بعد اس نے عنانِ حکومت اپنے بیٹے احمد خاں کے ہاتھ میں دے دی جو سیال رئیسوں میں اخیر رئیس تھا۔ اس زمانے میں سکھ بڑے زبردست ہو گئے تھے اور ایک بھنگی رئیس کرم سنگھ دُلو نے چنیوٹ کو پھر فتح کر لیا تھا۔ رنجیت سنگھ نے قلعہ چنیوٹ پر جو کرم سنگھ کے بیٹے جسّا سنگھ کے قبضہ میں تھا چڑھائی کی اور اُسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد اُس نے جھنگ کا رُخ کیا مگر احمد خاں نے ۶۰۰۰ روپیہ سالانہ (بطور خراج) دینا منظور کر کے صلح کر لی اور سکھ حکمران لاہور واپس آ گیا۔ یہ واقعہ ۱۸۰۳ء کا ہے۔ اس کے تین سال بعد مہاراجہ نے ایک بڑی فوج لیکر جھنگ پر چڑھائی کی اور سخت لڑائی کے بعد وہاں کا قلعہ فتح کر لیا احمد خاں ملتان بھاگ گیا اور اسکے بعد جھنگ کا ضلع مہاراجہ کی طرف سے سردار فتح سنگھ کالیانوالہ کو ۶۰۰۰ روپیہ سالانہ میں ٹھیکہ پر مل گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد احمد خاں مظفر خاں نواب ملتان سے پٹھانوں کی ایک فوج لیکر جھنگ کی طرف واپس آ پہنچا اور اپنے پرانے علاقہ کا بہت سا حصّہ دوبارہ لے لیا۔ چونکہ رنجیت سنگھ اُس وقت دوسری لڑائیوں میں بہت مشغول

Marfat.com

تھا۔ لہذا اسے یہی مناسب معلوم ہوا کہ احمد خاں سے وہی پہلا خراج ۶۰۰۰۰ روپیہ لینا منظور کر کے اس کو جھنگ سیال رئیس بنا دے۔ اس کے بعد جب ۱۸۱۸ء میں مہاراجہ کو ملتان کے حملہ میں ناکامیابی ہوئی تو اُس نے اپنی ناکامی کا غصّہ احمد خاں پر اُتارا۔ مہاراجہ کو احمد خاں کی نسبت شبہ تھا کہ یہ مظفر خاں کا طرفدار ہے چنانچہ اُسے سراے سِدھو کے مقام پر قید کر کے لاہور لے آیا اور احمد خاں کا بیٹا عنایت خاں حیدر آباد سندھ کی طرف بھاگ گیا۔ رنجیت سنگھ کو یہ خوف پیدا ہوا کہ عنایت خاں سندھ کے امیروں کو اس کے برخلاف بھڑکائیگا اس لئے اُس نے احمد خاں کو اس شرط پر قید سے رہائی کا وعدہ دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو واپس بلا لے اور اپنی نیک چلنی اور اطاعت شعاری کی ضمانت کے طور پر اُسے لاہور میں چھوڑ جائے احمد خاں نے مہاراجہ کے اس حکم کی تعمیل کر دی اور اُس کو میرووال ضلع امرتسر میں ۱۲۰۰۰ روپیہ کی جاگیر مل گئی۔ ۱۸۱۸ء میں رنجیت سنگھ نے ملتان کو فتح کر کے عنایت* خاں کو ۳۰۰۰ روپیہ کی ایک جاگیر دی جو ۱۸۲۰ء میں اُس کی وفات پر اُس کے بیٹے کو مل گئی۔ ۱۸۲۳ء میں اس جاگیر کا تبادلہ اسی مالیت کی ایک اور جاگیر واقع سراے سِدھو ضلع ملتان کے ساتھ کر دیا گیا اور ۱۸۳۰ء میں بجائے سراے سِدھو کی جاگیر کے مستان والی واقع لیہ اس کو دیدی گئی۔ ۱۸۳۷ء میں عنائت خاں رسول پور کے قریب دیوان ساون مل کی طرف سے راجہ گلاب سنگھ کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کا بھائی محمد اسمٰعیل خاں یہ کوشش کرنے کے لئے لاہور آیا کہ مرحوم کی جاگیر اس کے نام ہو جائے مگر چونکہ اس وقت مہاراجہ مرض

*عنایت خاں یہاں غلط ہے احمد خاں ہونا چاہیئے (مترجم) +

Marfat.com

فالج میں مبتلا اور محمد اسمٰعیل خاں کے دشمن گلاب سنگھ کو کارہائے حکومت پر اختیار حاصل تھا اس لئے اِسے صرف ۰۰ اروپیہ مہینے کی پنشن ہی مل کر رہ گئی۔ محمد اسمٰعیل خاں ۴ سال تک لاہور میں رہا۔ اس کے بعد اُسے پنشن ملنی بند ہو گئی اور وہ جھنگ واپس چلا گیا۔ جہاں صرف اُس ۱۴ روپیہ ماہوار کے وظیفہ پر گزارہ کرتا رہا جو ساون مل اس خاندان کو دیا کرتا تھا ۱۸۴۸ء میں یہ وظیفہ اضافہ کر کے ۱۰۰ روپیہ کر دیا گیا +

اکتوبر ۱۸۴۸ء میں میجر ایچ ایڈورڈز صاحب بہادر نے محمد اسمٰعیل خاں کو گورنمنٹ کی خدمات کے لئے فوج بھرتی کرنے اور ضلع سے مالیہ وصول کرنے کی بابت لکھا۔ بدنصیب رئیس نے اس امید پر فوج بھرتی کی کہ خیر خواہی ظاہر کر کے پھر اپنی گئی ہوئی عظمت کو بحال کرنے کے دن آگئے ہیں اور دریا عبور کر کے باغی رئیس عطا محمد پر بمقام نکو کارہ حملہ کیا اور نہایت جوانمردی سے لڑ کر اس کو شکست دی۔ بعد ازاں محمد اسمٰعیل خاں نے ولیس راج کی زیر کمان ایک ہزار جوانوں پر جن کو سردار شیر سنگھ اٹاری والا جھنگ سے گزرتا ہوا یہاں چھوڑ گیا تھا کئی بار حملہ کیا اور کبھی فتح پائی کبھی شکست اُٹھائی۔ محمد اسمٰعیل خاں کے جمعدار پیر کمال ساکن عیسےٰ شاہ نے ایک اور باغی رئیس کاہن داس نامی کو قلعہ تارو کا میں گرفتار بھی کیا۔ الغرض محمد اسمٰعیل خاں نے جو رؤساء کے پرانے اور معزز خاندان کا رُکن اور سرغنہ تھا گورنمنٹ کی طرفداری میں کمال بہادری عیاں کی۔ ضلع جھنگ میں اس کا بڑا رسوخ تھا اور یہ اُس کو باغیوں کے خلاف کام میں لاتا رہا اس کی خدمات خاصکر اُسوقت بہت ہی قابل قدر تھیں جس وقت کہ گورنمنٹ کے لئے چھوٹے چھوٹے باغی رئیسوں کے خلاف ایک فوجی جمعیت جھنگ میں چھوڑنی ضروری تھی۔

Marfat.com

الحاق کے بعد محمد اسمٰعیل خاں کو جھنگ کی سوار پولیس کا ایک سوار بنا لیا گیا مگر غلطی سے اس کی خدمات کا صلہ دینے پر کسی کا خیال رجوع نہیں ہوا۔ ۱۸۵۶ء میں اس کو ۶۰۰ روپیہ کی حین حیات پنشن ملی اور اس کے اور اس کے نرینہ ورثا کے لئے تین چاہات بھی بطور علی الدوام جاگیر کے واگزار ہوئے +

۱۸۵۷ء میں محمد اسمٰعیل خاں نے پھر نمایاں خدمات کیں۔ اس نے ایک رسالہ بھرتی کرنے میں امدادی اور بذات خود بھی باغیوں سے لڑا۔ اس خیر خواہی کے صلہ میں اسے ۵۰۰ روپیہ کا ایک خلعت اور خان بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ ۶۰۰ روپیہ سالانہ کی پنشن بڑھا کر ۹۰۰ روپیہ کر دی گئی اور اس پر ۹۵۰ روپیہ کی حین حیات جاگیر کا بھی اضافہ کیا گیا۔ ۱۸۶۰ء میں خود محمد اسمٰعیل خاں کی خواہش پر اس کی پنشن کا بھی حین حیات جاگیر سے تبادلہ کر دیا گیا۔

محمد اسمٰعیل خاں کے حقوقِ خدمات کے معاملہ پر گورنمنٹ عالیہ نے ۱۸۷۶ء میں مکرر غور فرمایا اور خاندان کی حیثیت اور اُس کے رسوخ کا لحاظ کرنے کے علاوہ رئیس کی سچی وفاداری اور اچھے برتاؤ کو مدِ نظر رکھ کر سر رابرٹ ایجرٹن بالقابہ نے سفارش کی کہ اسکی حین حیات جاگیر بڑھا کر ۲۰۰۰ روپیہ کی کر دی جائے اور اگر گورنمنٹ کی مرضی ہو تو رئیس مذکور کے بعد بھی وہ جاگیر کسی منتخب وارث کے نام جاری رکھی جائے۔ اس سفارش پر جاگیر میں تو اضافہ ہو گیا مگر اُس کے کسی منتخب وارث کے نام جاری ہونے کی نسبت گورنمنٹ ہند نے یہ قرار دیا کہ اس معاملے پر اُس وقت غور کیا جاوے گا جبکہ پنشن خوار وفات پا جائے گا +

محمد اسمٰعیل خاں جھنگ کے ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹی دونوں کا ممبر۔

Marfat.com

ذیلدار نمبردار اور پراونشل درباری تھا۔ اس کے رشتہ دار کبیر خاں اور امیر علی بھی درباری تھے۔ جھنگ اور شورکوٹ کی تحصیلوں کے ۷ امواضعات میں ۴۰۰۰ ایکڑ زمین اسکی ملکیّت تھی اور اس کو تقریباً ۱۰۰۰ روپیہ سالانہ آمدنی ہوتی تھی۔ بہت سے حکام ضلع جو اس کو جانتے تھے اس کی بڑی عزّت کرتے تھے اس کا لڑکا کبیر خاں بھی پراونشل درباری اور ذیلدار تھا۔ کبیر خاں کی اپنے باپ کے ساتھ آن بن تھی اور اُس نے بڑے رئیس پر اس وجہ سے ایک مقدمہ بھی دائر کیا تھا کہ اس نے کچھ زمین اپنی دوسری بیوی اور اُس کی لڑکیوں کے نام پر کر دی تھی +

محمد اسمٰعیل خاں ۱۸۹۰ء میں اور کبیر خاں ۱۸۹۸ء میں فوت ہوئے کبیر خاں کی جگہ اس کا بیٹا مولاداد خاں جانشین ہوا جسے سیال خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا۔ مولاداد خاں پراونشل درباری آنریری مجسٹریٹ ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ اور ذیلدار رہے۔ مولاداد خاں کے دادا محمد اسمٰعیل خاں کے زمانے میں جائداد پر بہت سا قرضہ ہو گیا تھا اس لئے ۱۹۰۴ء میں گورنمنٹ عالیہ نے اس جائداد کا انتظام کورٹ آف وارڈز کے سپرد کر دیا گو اب بھی اس خاندان کی ملکیت اراضی بیس مواضعات میں ہے اور ۲۰۰۰ روپیہ کی جاگیر جو خاص محمد اسمٰعیل خاں کو عطا ہوئی تھی وہ بھی انہیں ملتی ہے مگر ان کی وقعت اب ویسی عالیشان نہیں رہی ہے جیسی کہ کسی زمانے میں تھی +

عنایت خاں کا بیٹا امیر علی خاں خاندان کی سب سے بڑی شاخ کا بزرگ ہے۔ جب امیر علی خاں کا باپ مارا گیا اُس وقت یہ کمسن بچّہ تھا۔ یہ پراونشل درباری ہے اور آنریری مجسٹریٹ بھی تھا۔ مگر اس عہدے سے استیفےٰ دیکر اپنے بیٹے احمد خاں کو اپنی جگہ پر مقرر کرا دیا اور اب وہ آنریری

Marfat.com

خان بہادر مہر اللہ یار خاں ہیراج

Marfat.com

Marfat.com

مجسٹریٹ ہے ۔

جلال خاں کا انتقال ۱۸۸۵ء میں ہوا۔ اس کا بیٹا ولی داد خاں اسکی جگہ ذیلدار ہوا ہے۔ یہ ڈویژنل درباری اور میونسپل کمیٹی کا ممبر بھی ہے۔ اس کے نام دو مواضعات یعنی چنڈ اور بڈھی بھٹی کی جاگیر ہے جس کی آمدنی غیر متعیّن ہے ۔

سیالوں کا ایک مشہور خاندان جسے ہیراج کہتے ہیں تحصیل کبیر والہ ضلع ملتان میں ہے۔ اس خاندان کی سکونت چوکی موہاں میں ہے۔ مہر سلطان ہیراج کے زمانہ میں یہ خاندان اچھا مقتدر ہو گیا۔ مہر سلطان ہیراج موجودہ نسل سے ایک پشت پہلے ذیلدار اور بہت سے مویشیوں کا مالک تھا۔ اس کے بیٹے مہر الہ یار ڈویژنل درباری کو ۱۹۰۵ء میں آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا۔ اور اس نے ۱۹۰۶ء میں خان بہادر کا خطاب حاصل کیا ہے ۔

Marfat.com

ضلع ملتان

خان بہادر مخدوم شیخ حسن بخش قریشی

شیخ محمد شاہ

بڈھن شاہ

حسن شاہ

۱ ۲

مخدوم شاہ محمود — شیخ پیر شاہ

۲ ۱

خان بہادر مخدوم شیخ حسن بخش (ولادت ۱۸۵۶ء) — خان بہادر شیخ ریاض حسین (ولادت ۱۸۶۵ء)

مخدوم بہاول بخش (وفات ۱۸۹۶ء)

۵

بہاول شاہ (ولادت ۱۸۸۲ء) — ولایت حسین (ولادت ۱۸۹۷ء) — مرتضےٰ حسین — پیر شاہ المعروف عاشق حسین (ولادت ۱۹۰۰ء) — مقبول حسین (ولادت ۱۹۰۳ء)

۲ ۱ ۲ ۱

شیخ محمد شاہ (وفات ۱۸۹۴ء) — مرید حسین — شیخ کبیر — منظور حسین فضل حسین (ولادت ۱۸۹۹ء) (ولادت ۱۹۰۳ء)

خورشید احمد
(ولادت ۱۹۰۳ء)

تذکرۃ الواصلین حضرت مخدوم شاہ محمود مشہور و معروف ولی اللہ زبدۃ المشائخ العظام حضرت شیخ بہاؤ الدین ملتانی قدس اللہ سرہ العزیز کی اولاد میں بلحاظ رتبہ اور رسوخ کے ضلع ملتان کے تمام بڑے بڑے آدمیوں میں ممتاز اور اعلےٰ رتبہ رکھتے تھے۔ یہ حضرت شیخ سلطان بہاؤ الدین قدس اللہ سرہٗ اور اُن کے پوتے حضرت شیخ رکن عالم قدس سرہٗ کی درگاہوں کے

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

موروثی سجادہ نشین تھے اور ان کے مُرید اور پیرو پنجاب کے جنوبی حصّہ اور سندھ ہر دو مقامات میں بیشمار تھے۔ مخدوم شاہ محمود ہمیشہ اپنے زیر اثر آدمیوں کو قانون کی پابندی کرنے اور امن و امان کو قائم رکھنے کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین ۱۱۷۰ء میں تحصیل لیہ کے مقام کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے۔ آپ اسد بن ہاشم کی اولاد سے تھے اور ہاشم پیغمبر خدا صلعم کے دادا ہیں۔ ان کا مورث اعلیٰ سلطان حسین سلطان محمود غزنوی کے کسی حملہ کے ہمراہ ہندوستان میں آیا۔ اور کوٹ کروڑ میں توطّن اختیار کیا۔ حضرت بہاؤ الدین زمانۂ طفلی ہی میں تحصیل علم و کمال کے شوق سے اپنا گھر چھوڑ کر خراسان چلے گئے اور وہاں شیخ الاشراقین مولانا شہاب الدین سُہروردی رح کے شاگرد بنے۔ مخدوم بہاؤ الدین نے علم و فضل کی وجہ سے جلد ہی حقیقت آگاہی اور خدا شناسی میں اعلےٰ رُتبہ حاصل کر لیا۔ اور اس کے بعد اُنھوں نے سفر و سیاحت اختیار کر کے کئی سال تک ممالک ترکستان۔ شام اور عرب میں گشت کیا۔ ۱۲۲۲ء میں آپ ملتان میں قیام فرما ہونے کی نیّت سے ہندوستان واپس آئے۔ پہلے پہل تو ان کے یہاں سکونت پذیر ہونے کی مخالفت کی گئی مگر آخر کار سب مُزاحمتیں دور ہو گئیں اور اُن کی کرامات اور زُہد و تقوےٰ کا شہرہ تمام ملک میں پھیل گیا جس کی وجہ سے بیشمار آدمی اُن کے مُرید ہو گئے۔ جس وقت حضرت بہاؤ الدین رح کا شہرہ اور اُن کا اثر و اقتدار عین عروج پر تھا اُسی وقت حضرت شمس تبریز رح ایک تیرہ سال عمر کے مُرید لڑکے کو ساتھ لئے ہوئے ملتان پہنچے۔ خواجہ شمس تبریز کے ملتان آنے کا قصّہ یُوں مروی ہے کہ آپ اپنی کرامت سے ایک چھوٹے مُصلّے پر بیٹھ کر دریائے سندھ عبور کر آئے۔ اور مغرب کی جانب سے ملتان

Marfat.com

میں وارد ہوئے۔ حضرت بہاؤالدینؒ نے ان کے آنے کی خبر سُن کر ایک دودھ کا بھرا ہوا پیالہ اُن کے پاس بھیجا جس سے یہ مراد تھی کہ ملتان میں پہلے ہی سے کافی فقیر موجود ہیں اب یہاں کسی اَور فقیر کی گنجایش نہیں۔ حضرت شمس تبریز رحؒ نے اُس دُودھ سے بھرے ہوئے پیالہ پر اپنی طرف سے ایک گُلاب کا پھُول رکھ کر اُسے پھر واپس کر دیا اور اس کا یہ مطلب تھا کہ ان کے لئے نہ صرف ملتان میں بخوبی گنجایش ہے بلکہ اُن کی شہُرت بھی اُن تمام اولیاء اللہ سے جو ملتان میں رونق افروز ہو چکے ہیں بڑھ جائیگی۔ حضرت بہاؤالدّین رحؒ کو اس بات سے بڑا طیش آیا اور اُنہوں نے حکم دیا کہ اس ضدّی فقیر کو نہ تو کوئی روٹی دے اور نہ کسی اَور قسم کی امداد کرے۔ حضرت شمس تبریز رحؒ کو کھانے کی کوئی پروا نہ تھی مگر اُن کا نَو عُمر بالکا فوراً بھُوک سے بیتاب ہو چلا اور رو کر کھانے کا طالب ہوا۔ اُس وقت حضرت شمس تبریز رحؒ کی باطنی توجہ سے جنگل کی بہت سی ہرنیاں آ موجود ہوئیں اور خوشی سے اپنا دُودھ دُہنے دیا۔ شاہ شمس تبریز رحؒ نے ہرنیوں کی یہ عقیدتمندی دیکھ کر اُن میں سے ایک ہرنی شرع شریف کے قاعدہ سے ذبح کی اور اُس کا گوشت پکانے کے لئے نَو عُمر بالکے کو شہر میں بھیجا کہ آگ لے آئے مگر وہاں حضرت بہاؤالدین رحؒ کی حکم عدولی کون کرتا۔ سب اہل شہر نے اُس کمسن فقیر کو آگ دینے سے انکار کر دیا۔ اور ایک حلوائی نے یہاں تک بیباکی اور گُستاخی سے کام لیا کہ لڑکے کے مُنہ پر دودھ کا برتن کھینچ مارا اور وہ بیچارا روتا ہوا اپنے پیر کے پاس آگیا۔ حضرت شمس تبریز رحؒ نے بالکے کی حالت دیکھی تو نعرہ مار کر (سُورج کی طرف دیکھا اور) کہا "اے شمس! تُو میرا ہمنام ہے۔ نزدیک آجا اور مجھے کھانا پکانے کے

Marfat.com

لئے تمازت دے کیونکہ یہ منکرین آگ دینے سے انکار کرتے ہیں"۔ چنانچہ سُورج نیچے آگیا اور اس کی تمازت سے گوشت پک گیا مگر سُورج پھر اپنی جگہ واپس نہیں گیا۔ اور آج تک کہ وہ بقدر ایک نیزہ کی لمبائی کے بہ نسبت دُنیا کے تمام دیگر حصّوں کے مُلتان سے زیادہ نزدیک ہے۔ حضرت شمس تبریز رح کے ایسے ناخواندہ مہمان کو برہم کرنے کے باوجود حضرت بہاؤالدین رح ایکسّو سال تک زندہ رہے اور ۱۲۷۰ء میں وفات پاکر بڑے تزک اور شان کے ساتھ دفن کئے گئے اور اب تک ہندوستان کے تمام حصص اور افغانستان تک کے مسلمان ان کی درگاہ کی زیارت کرنے آتے ہیں +

قطب الکاملین حضرت رکن عالم قدس سرہٗ العزیز علم و فضل اور اتقا میں اپنے دادا حضرت بہاؤالدین قدس سرہٗ سے کچھ کم تھے۔ اُن کے مریدوں کی تصانیف میں اُن کے جو مسائل پائے جاتے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تناسخ کے مسئلے کو کچھ یُونہی سا بدل کر بیان کرتے تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ قیامت کے روز گنہگار آدمی اُن گناہوں کے موافق جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ حیوانی شکلیں اختیار کر کے اُٹھیں گے۔ مثلاً ظالم آدمی چیتے کی شکل میں اُٹھیں گے۔ اوباش آدمی بھیڑ کی شکل میں نفس پرور سُؤر کی شکل میں وقس علےٰ ہذا باقی گنہگار دوسرے جانوروں کی شکل میں اُٹھیں گے۔ شاہنشاہانِ دہلی کئی دفعہ حضرت رکن عالم قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور ان کا نام تمام ہندوستان میں مشہور و معروف تھا۔ ان کا انتقال ۱۳۷۲ء میں ہوا اور شہنشاہ فیروز تغلق نے ان کا مقبرہ قلعۂ ملتان میں بنوایا +

حضرت رُکن عالم قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ملتان میں کئی انقلابات

Marfat.com

ہوئے مگر ان اولیاء اللہ کے خاندان کی ہمیشہ عزّت ہوتی رہی۔ سید محمدؐ کے عہد حکومت ۱۴۴۳ء میں ملتان دہلی کا باجگزار نہ رہا۔ اُن شہزادگان کے کمزور عہد حکومت میں جو قابل حکمران شاہنشاہِ فیروز تغلق کے جانشین ہوئے ملک میں بڑی بدعملی پھیل گئی اور خاصکر ملتان پر غور اور کابل کی فوجوں کے حملے ہونے شروع ہو گئے۔ ان وجوہات سے یہاں کے باشندوں کا ارادہ ہو گیا کہ اپنے ہی مابین سے کسی شخص کو اپنا حاکم بنالیں۔ اس تجویز سے حکومت کا قرعہ شیخ یوسف کے نام پڑا جو اپنے علم و فضل اور اتّقا کی وجہ سے مشہور تھا۔ اور اس کا عہد حکومت نہایت با اقبال رہا جس میں اس نے ملک میں امن قائم کیا اور اپنی دانشمندانہ حکمت عملی سے ملک کا مالیہ بھی بڑھا لیا۔ شیخ یوسف کو قوم لوگا کے ایک افغان رئیس نے جس کی لڑکی کے ساتھ شیخ نے شادی کی ہوئی تھی حکومت سے بے دخل کیا جس کا قصہ اس طرح پر ہے کہ رئیس مذکور اپنی قوم کو ساتھ لے کر اس بہانہ سے ملتان آیا کہ ناظم (شیخ یوسف) کی آگے سر تسلیم خم کرنا چاہتا ہے۔ اُس نے شہر میں داخل ہونے سے پہلے ایک پیالہ مُرغابی کے تازہ خون کا پی لیا اور ناظم کے مکان پر پہنچ کر شام کا کھانا کھایا۔ پھر بہانہ کیا کہ اس کے معدے میں سخت درد ہے اور قے آور دوا مانگی۔ جس کے اثر سے وہی خون جو شام سے پہلے پیا تھا قے کر دیا۔ شیخ یوسف کو اس امر سے بڑا خطرہ پیدا ہو گیا اور اُس نے رئیس کے کیمپ سے اُس کے دوستوں اور ہمراہیوں کو شہر میں بُلا بھیجا۔ وہ لوگ مُسلّح ہو کر آئے اور آتے ہی شیخ یُوسف کو گرفتار کر لیا۔ اب دغاباز رئیس قطب الدین محمود کے نام سے تخت پر بیٹھا اور اس غاصب نے اپنے قیدی شیخ یوسف کو دہلی بھیج دیا۔ دہلی کا شاہنشاہ

Marfat.com

بہلول لودھی شیخ یوسف کے ساتھ نہایت عزّت و حُرمت سے پیش آیا اور شیخ کے بیٹے کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دی۔ آئین اکبری میں لکھا ہے کہ شیخ یوسف نے سترہ سال سلطنت کی تھی۔ مگر تاریخ فرشتہ میں رقم ہے کہ یہ صرف دو سال حکمران رہا۔ لیکن آئین اکبری کی روایت غالباً درست ہے کیونکہ شیخ یوسف نے ۱۴۴۳ء میں حکومت شروع کی تھی اور بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اپنی معزولی کے بعد دہلی میں آکر بہلول لودھی سے ملا تھا۔ اور بہلول لودھی ۱۴۵۳ء میں تخت سلطنت پر بیٹھا تھا اس وجہ سے آئین اکبری کی روایت صحیح ٹھیرتی ہے +

اگرچہ اس خاندان کے کسی اَور رُکن نے ملتان پر حکومت نہیں کی ہے۔ مگر ان میں کے بہت سے افراد اپنے علم و فضل کی وجہ سے مشہور ہو گزرے ہیں۔ شیخ یوسف کا پوتا بہاؤ الدین مشہور و معروف بزرگ حاجی عبدالوہاب کا پیرو اور بڑا زبردست اور نامور عالم تھا۔ یہ ۱۵۲۳ء میں حسین ارگان ناظم ٹاٹھ کے پاس جو بابر بادشاہ کا نائب السلطنت تھا اور ملتان پر چڑھ کر آیا تھا سفیر بنا کر بھیجا گیا مگر اس سفارت سے کچھ فائدہ نہ ہوا حسین ارگان نے ملتان پر محاصرہ ڈال دیا اور اُسے فتح کر کے لُوٹ لیا۔ اس کے چار سال بعد ملتان پھر سلطنتِ دہلی کا ایک صوبہ بن گیا +

سکھوں کے عہدِ حکومت میں ملتان کی بہت سی درگاہوں کی بیش بہا جاگیریں جو ان درگاہوں کے اخراجات کے لئے ملی تھیں منسبط ہو گئیں ۱۸۱۸ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ملتان کو فتح کر کے وہاں کی تمام زیارتوں کے لئے مجموعی طور پر ۳۵۰۰ کے نقد وظائف مقرر کر دئے اور دیوان ساون مل نے یہ وظائف اَور گھٹا کر صرف ۱۶۰۰ روپیہ رہنے دئے۔ سکھ دربار کے

Marfat.com

دور دورہ میں ان درگاہوں کے متعلق اراضی کا مالیہ نقد وظیفے اور نذرانہ کی منہائی کے بعد ۲۰۳۰ روپیہ ہوتے تھے۔ سنہ ۱۸۴۸-۴۹ء کے بلوہ کے تمام دوران میں مخدوم شاہ محمود نے گورنمنٹ کی خیر خواہی ظاہر کی اور اس میں کلام نہیں کہ مخدوم ممدوح کو سکھوں کے ساتھ محبّت کرنے کی کوئی وجہ بھی نہ تھی۔ مخدوم نے اپنے اثر اور رسوخ سے اور ان خبروں سے جو اس نے دیں گورنمنٹ انگلشیہ کو بہت فائدہ پہنچایا چنانچہ الحاق پنجاب کے موقع پر ملتان کی زیارتوں کے وظائف بحال رکھے گئے۔ یعنی اچھا برتاؤ رکھنے کی شرط پر ۷۰۰ روپیہ مالیت کی اراضی بطور علے الدوام جاگیر کے دی گئی اور ۳۰۰ روپیہ کا نقد وظیفہ مخدوم شاہ محمود کی حین حیات کے لئے عطا کیا گیا۔ نیز ضلع ساہی ناتھ کا جہاں مخدوم نے سنہ ۱۸۳۴ء میں میوہ دار درخت نصب کئے تھے ایک چوتھا حصہ بطور ذاتی عطیہ کے اس کے نام دواماً واگزار کیا گیا *

حضرت شیخ بہاؤ الدین قدس سرہٗ اور حضرت شیخ رُکن عالم قدس سرہٗ کی درگاہوں کو ملتان کے بہت سے محاصروں میں کوئی صدمہ نہیں پہنچا تھا۔ مگر سنہ ۱۸۴۸ء کا محاصرہ ان کے لئے بہت نقصان دہ ثابت ہوا۔ چونکہ یہ دونو قلعے کے اندر واقع تھیں اس لئے محاصرین کی گولیاں اور گولے ان پر گرتے تھے اور یہ تقریباً ویران اور منہدم ہو گئی تھیں سنہ ۱۸۵۰ء میں پنجاب گورنمنٹ نے تجویز کی کہ ان دونو درگاہوں کی از سر نو تعمیر کے لئے .... اروپیہ دیا جائے مگر گورنمنٹ ہند نے یہ تجویز منظور نہ کی۔ لیکن چونکہ مخدوم شاہ محمود خود مستعد اور با اثر بزرگ تھا۔ لہٰذا اُس نے اپنے مریدوں سے مدد اور نقد روپیہ لیکر بہت لاگت اور خرچ سے پھر دونو درگاہوں کو پہلے کی طرح

Marfat.com

شاندار بنا دیا *

۱۸۵۷ء میں مخدوم شاہ محمود نے گورنمنٹ کی بڑی اچھی خدمت انجام دی یعنی یہ صاحب کمشنر بہادر کو اُن تمام ضروری واقعات کی خبر دیتا رہا جو اس کو معلوم ہوتے رہتے تھے۔ اور غلام مصطفےٰ خاں کے رسالے کے لئے بیس آدمی اور گھوڑے اور کئی آدمی نئی پولیس کے واسطے مہیّا کئے۔ اس نے پولیس اور فوج میں اور آدمی بھی دیکر مدد کی اور خود بھی کرنیل ہملٹن صاحب کے ہمراہ پچیس سواروں کے ساتھ باغیوں سے لڑنے گیا۔ کچھ کیمپ کی خدمت بھی اپنے ذمّہ لی اور جو اسباب اگلے پڑاؤ پر بھیجا جا رہا تھا اُس کی حفاظت کی۔ جنگ کے اس موقع پر مخدوم شاہ محمود کی موجودگی سے باغیوں پر بڑا اثر پڑا۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کہ خود ان کے مذہب کا ایک نہایت مقتدر آدمی اور پیشوا اُن کی بغاوت کے خلاف ہے اپنے دل ہار دئے۔ ملتان میں بغاوت کرنے والی رجمنٹوں سے ہتھیار چھیننے کے موقع پر مخدوم ممدوح نے مع اپنے مُریدین کے صاحب کمشنر بہادر کا ساتھ دیا اور اُس پُل کی حفاظت کے لئے کمشنر صاحب سے جا ملا جس پر گزر کر لوگ چھاؤنیوں کو جاتے تھے۔ مخدوم کے مریدوں میں سے کوئی بھی باغیوں کے ساتھ شامل نہیں ہوا اور یوں اس کی کارگزاری اور

* حضرت بہاؤ الدین رح کی درگاہ کے عین مقابل پر بہادر نواب مظفر خاں کا مقبرہ ہے۔ قریباً پچاس قدم کے فاصلے پر ہندوؤں کا ایک قدیم مندر نرسنگھ پورہ یا پیلا دیوریہ نامی ہے۔ اس مندر میں شری وشنو جی کے اُس اوتار کا نظارہ دکھایا گیا ہے جس کے قالب میں وشنو جی آدھے آدمی اور آدھے چیتے کی شکل اختیار کر کے ایک دہکتے ہوئے آگ کے ستون میں سے برآمد ہوئے تھے اور ظالم ہرناکس کے اُس وقت ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے جبکہ وہ اپنے بیٹے پرالادھ کو اس کی الوہیت نہ ماننے کی وجہ سے مار ڈالنے کے قریب تھا۔

Marfat.com

خیرسگالی مخدوم پاک پٹن کی کارروائی اور خیرخواہی سے بڑھ کر رہی کیونکہ پاک پٹن کے مخدوم کے پیرو بلوۂ گوگیرہ کے موقع پر تمام بلوائیوں میں آگے آگے تھے۔ ان خدمات کے صلہ میں مخدوم شاہ محمود کو ۳۰۰۰ روپیہ نقد انعام ملا۔ زیارت کے نقد وظیفہ کا تبادلہ ۸۰۰ روپیہ مالیہ کی ایک ارضی جاگیر کے ساتھ کر دیا گیا اور یہ جاگیر اُن ۵۰۰ روپیہ مالیت کے آٹھ چاہات کے علاوہ تھی جو مخدوم کو بطور علے الدوام عطیہ کے ملے تھے۔ پھر ۱۸۶۱ء میں حضور والیسرائے بالقابہ کی تشریف آوری لاہور کے موقع پر مخدوم کی ذات خاص کے لئے ایک باغ ۵۰ روپیہ سالانہ آمدنی کا عطا ہوا جو "بھنگی والا باغ" مشہور ہے ۔

مخدوم محمود شاہ شیخ حسن شاہ کا فرزند تھا اور نی بی رجی صاحبہ دختر شیخ محمد غوث نے (جو حضرت شیخ بہاؤ الدین قدس سرہٗ العزیز سے اُنیسویں پشت میں تھے) اسے گود میں لیا تھا۔ مخدوم شاہ محمود کا انتقال ۱۸۶۹ء میں ہوا اور اسکی جگہ اس کا خلف الصدق مخدوم شیخ بہاول بخش حضرات بہاؤ الدین اور رکن عالم قدس اللہ سرہما کی درگاہوں کا سجادہ نشین ہوا۔ محمود شاہ مرحوم مخدوم کو بڑے تزک و شان کے ساتھ حضرت شیخ بہاؤ الدین قدس سرہٗ کے روضہ کے اندر دفن کیا گیا۔ ہزارہا مسلمان مخدوم کے جنازے کے ساتھ شامل ہوئے اور مقامی عدالتیں اس حادثہ کی وجہ سے مرحوم کے اعزاز کے لئے بند کی گئیں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مخدوم شیخ بہاول بخش کی رسم دستار بندی ادا کی اور اُس کو ایک شاہانہ خلعت عطا کر کے درگاہوں کا سجادہ نشین مقرر کیا۔ مخدوم بہاول بخش کی شادی احمد پور شرقی واقعہ ریاست بہاولپور کے بزرگ خاندان شیخ بہاول دین کی ایک لڑکی سے ہوئی ۔

مخدوم بہاول بخش کے نام اُس کے والد کی خاص نومواضعات کی جاگیر

Marfat.com

اور باغ بدستور جاری رکھا گیا اور نہر واقع تحصیل میلسی کی چرائی کی آمدنی میں سے بھی کچھ فیصدی اس کا حق مقرر ہوا نیز موضع سیرتھ واقع تحصیل میلسی کے نالیہ کا چوتھا حصّہ بھی اس کے خاندان کے لئے بطور علے الدوام عطیہ کے معیّن ہوگیا۔ دربارِ لاہور منعقدۂ ۱۸۸۰ء کے موقع پر مخدوم بہاول بخش کو خدماتِ جنگِ افغانستان کے صلہ میں ایک خلعت عطا ہوا۔ جنگ مذکور میں اس نے باربرداری کے لئے اُونٹ جمع کرنے میں امداد دی تھی اور بذات خود لڑائی میں شامل ہونے کی بھی درخواست کی تھی مگر اس شمولیت کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ مخدوم بہاول بخش کو ۱۸۷۷ء میں آنریری مجسٹریٹ بنایا گیا۔ اور یہ چند سال تک میونسپل کمیٹی کا ممبر رہا۔ یہ پراونشل دربار ی بھی تھا۔ مخدوم بہاول بخش نے ۱۸۹۶ء میں عالم بقا کا راستہ لیا۔ اس کا بیٹا مخدوم شیخ محمد شاہ اس کی وفات سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا*

بہاول بخش کی جگہ اس کا بھائی موجودہ مخدوم شیخ حسن بخش حضرات شیخ بہاؤالدین و رکن عالم قدس سرہما کی درگاہوں کا سجادہ نشین اور خاندان کا بزرگ مقرر ہوا۔ مخدوم شیخ حسن بخش ۱۸۹۶ء میں آنریری مجسٹریٹ مقرر ہوا اور ۱۹۰۵ء میں اِسے خان بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ یہ پراونشل درباری ہے اور اس کی شادی میاں مبارک علی کی بیٹی سے ہوئی ہے جو ایک زمانہ میں ملتان کا تحصیلدار تھا۔ مخدوم شیخ حسن بخش کا سب سے بڑا لڑکا شیخ مرید حسین ایک زمانہ میں ایک شتری رسالے کا رسالدار رہ چکا ہے۔ چونکہ مخدوم موصوف بہت زیرِ بار ہو گیا تھا اس لئے اس کی جائداد کچھ عرصہ سے کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں ہے۔ مخدوم حسن بخش آنریری مجسٹریٹ ہونے کے علاوہ ملتان میونسپل کمیٹی کا ممبر بھی رہا ہے۔ ان دونو عہدوں پر

* یہ قرضہ دراصل مرحوم مخدوم صاحب کا تھا موجودہ مخدوم صاحب کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا (مترجم)

Marfat.com

اس نے اچھی خدمات کیں جن کے صلہ میں اسے جنوری ۱۹۰۵ء میں خان بہادر کا خطاب عطا ہوا اس کا بیٹا شیخ مرید حسین حال ہی میں اس کی جگہ میونسپل کمیٹی کا ممبر ہوا ہے کیونکہ مخدوم نے اس عہدے کو خود ہی چھوڑ دیا ہے

مخدوم شاہ محمود مرحوم کا چھوٹا بھائی شیخ پیر شاہ پراونشل درباری تھا اور چند سال میونسپل کمیٹی ملتان کا آنریری سکرٹری بھی رہا تحصیل میلسی کے تین مواضعات کی تھوڑی سی جاگیر اس کے نام تھی۔ اس نے کابل کی گزشتہ لڑائی میں محکمہ باربرداری میں امداد دی اور اس کی خدمات کے صلہ میں حضور وائسرائے بالقابہ نے اسے ایک سند عطا کی۔ اس کا انتقال ۱۸۹۶ء میں ہوا اور اس کا بیٹا شیخ ریاض حسین اس کی جگہ پراونشل درباری بنایا گیا۔ شیخ ریاض حسین ۱۸۹۷ء میں ٹوچی فیلڈ فورس میں آنریری اسسٹنٹ پولٹیکل افسر مقرر کیا گیا اور علاوہ تمغے کے اس کی خدمات کے صلہ میں اسے ایک تلوار بھی عنایت کی گئی۔ ۱۸۹۲ء میں اسے آنریری مجسٹریٹ بنایا گیا اور ۱۸۹۶ء میں آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنا کر پولٹیکل کام انجام دینے کے لئے ضلع بنوں میں تعینات کیا گیا اور ۱۹۰۷ء میں اسے خان بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ شیخ ریاض حسین کا سب سے بڑا بیٹا شیخ بہاون شاہ نمبر ۳ بنیک رسالہ میں جمعدار اور دوسرا بیٹا ولائت حسین نائب تحصیلدار ہے۔

اس خاندان کی ایک اور شاخ موضع غوث پور میں رہتی ہے۔ یہ شاخ شیخ یوسف کے پڑپوتے مخدوم شیخ قاسم محمدؐ کے چھوٹے بھائی فتح شیخ محمدؐ سے نکلی ہے اور اس وجہ سے سلسلہ نسب کے شمار میں درحقیقت یہی شاخ اولاد نرینہ میں سب سے بڑی ہے۔ اس شاخ خاندان کا سربرآوردہ رکن شیخ محمد حیات کا سب سے بڑا بیٹا رکن الدین ہے۔ مگر اس کو علاقہ میں

Marfat.com

کوئی خاص شہرت حاصل نہیں بلکہ اس کا چچا مراد شاہ وہاں، اس سے زیادہ مشہور اور با اثر شخص ہے۔ محمد حیات اور مراد شاہ دونوں نے ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ کی اچھی امداد کی تھی جس کے صلہ میں ان کو واجبی معاوضات ملے۔ یہ شاخ درگاہِ غوث پور کی متولی ہے جو ملتان سے تقریباً ۶۰ میل بجانبِ مشرق واقع ہے اور باوجود اس کے کہ وہاں جانا مشکل ہے تاہم بہت سے لوگ اس کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ اس درگاہ کے ساتھ جو جاگیر ہے اُس کی آمدنی صرف ۵ ہزار روپیہ سالانہ ہے۔ مگر زائرین کے چڑھاوے اتنے ہو جاتے ہیں کہ درگاہ کے متولی اچھی طرح سے گذارہ کر سکتے ہیں۔ مراد شاہ اور رُکن الدین پراونشل درباری ہیں۔ مراد شاہ کے بیٹے فیض اللہ نے اب دھونکل ضلع گوجرانوالہ میں رہائش اختیار کر لی ہے+

Marfat.com

محمد یار خاں خاکوانی*

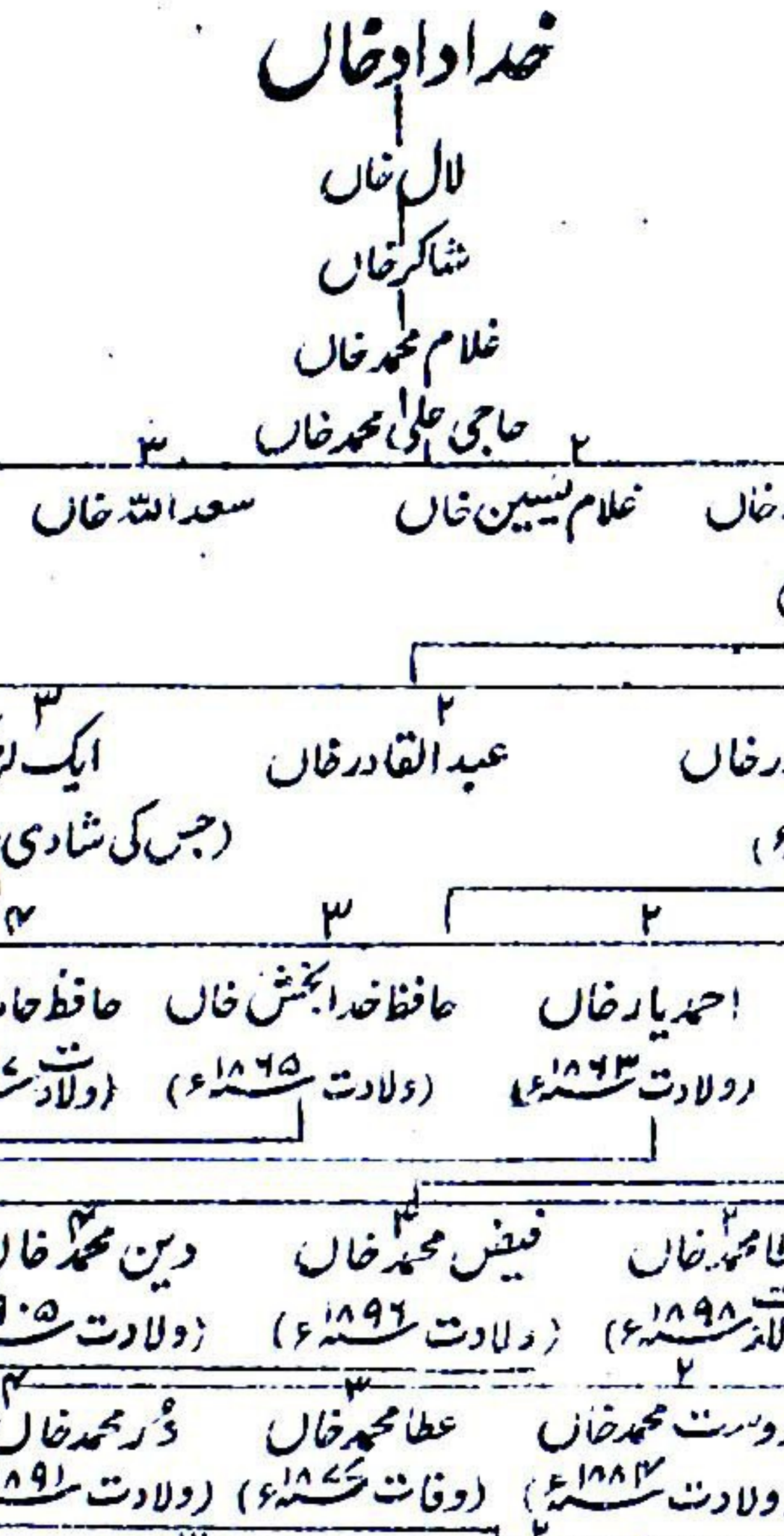

خاندان خاکوانی ملتان کے بہت مشہور پٹھان خاندانوں میں سے ہے۔ ان کا یہ نام اس وجہ سے پڑ گیا ہے کہ یہ دراصل موضع خاقان نواح ہرات کے رہنے والے تھے۔ بعض راوی ان کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ

* اس خاندان کی تاریخ پہلی کتابوں میں درج نہیں۔

Marfat.com

محمد یار خان خاکوانی ہیں ملتان

Marfat.com

Marfat.com

اس خاندان کے کسی بزرگ کو خوک کا شکار کھیلتے ہوئے کوئی ایسا حادثہ پیش آگیا تھا کہ اُس کی وجہ سے وہ خاکوانی کہلانے لگا۔ اور پھر خاندان کا نام بھی خاکوانی پڑ گیا۔ الفنسٹن صاحب اپنی کتاب "تاریخ کابل" میں تحریر کرتے ہیں کہ خاکوانی ایک چھوٹی سی قوم ہے جس کے کچھ آدمی قندھار میں آباد ہیں اور کسی قدر نور زئیوں میں مل جل گئے ہیں۔

اس خاندان کی پہلی شاخ جو ملتان میں نمودار ہوئی ملک شاہپال کی شاخ تھی جو چار سو سال ہوئے اپنے بھائیوں سمیت ہمایوں بادشاہ کے ہمرکاب ہندوستان میں آیا۔ اس کی اولاد میں سے ایک شخص علی محمد خاں نامی احمد شاہ ابدالی کا نوکر تھا اور ملتان کا ناظم بنایا گیا۔ علی محمد خاں اس عہدہ پر ۱۷۶۷ء تک مامور رہا۔ نہ ولی محمد اسی نے کھروائی ہے مگر بعد میں یہ ظلم رانی کی وجہ سے موقوف کر دیا گیا۔ اس نے اپنی معزولی کے حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور نواب شجاع خاں کو جو اسکی جگہ ناظم ملتان نامزد کیا گیا تھا پکڑ کے قید کر لیا۔ احمد شاہ نے اس عدول حکمی اور سرکشی کی پاداش میں اسے مروا دیا۔ اب خاکوانی کی اس شاخ کا کوئی رکن ملتان میں باقی نہیں۔

ملتان کے موجودہ خاکوانیوں کا مورث اعلیٰ فدا داد خاں تھا جو تقریباً تین سو سال ہوئے غزنی سے یہاں آیا۔ اس کی چوتھی پشت میں حاجی علی محمد خاں نامی ایک ذی اقتدار شخص نواب مظفر خاں حکمران ملتان کے ماتحت سکندر آباد کا ناظم تھا۔ حاجی علی محمد خاں کے بیٹے غلام مصطفےٰ خاں نے پہلے پہل ریاست بہاولپور میں ملازمت شروع کی اور وہ کچھ ہی دن بعد دیوان ساون مل ناظم ملتان کا کاردار ہو گیا اور جب دیوان مولراج نے بغاوت کی ہے اُس وقت مصطفےٰ خاں نے انگریزوں کی طرفداری اختیار کر لی اور

Marfat.com

جہاں تک اُس کے امکان میں تھا انگریزوں کی امداد کی۔ اس نے بہت سے اُور ملتانی پٹھانوں کو بھی انگریزوں کا طرفدار بنادیا۔ اور میجر ایڈورڈز صاحب بہادر نے اسے ... اسواروں اور پیادوں کے ساتھ جھنگ کو دُشمنوں کے قبضہ سے نکالنے کے لئے بھیجا۔ مصطفےٰ خاں نے ایام غدر میں بھی اچھی خدمات انجام دیں۔ ملتانی سواروں کی ایک رجمنٹ بھرتی کی۔ جس کے ساتھ جرنیل وان کورٹ لینڈٹ کے ماتحت علاقۂ بھٹی میں خدمات کیں۔ اور بعد ازاں علاقۂ گوگیرہ کے باغیوں کو دبانے میں امدادی۔ ان خدمات کے صلہ میں اس کو اراضی کے بہت سے عطیات ملے۔ ... اروپیہ سالانہ کی ایک جاگیر ملی۔ ... اروپیہ کا خلعت عطا ہوا اور خان بہادر بنایا گیا۔

مصطفےٰ خاں ۱۸۶۹ء میں فوت ہوا اور اُس کا بیٹا غلام قادر خاں اُسکا جانشین ہوا۔ یہ اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلکر گورنمنٹ عالیہ کا سچا نمک حلال ثابت ہوا۔ غلام قادر خاں نے اپنے باپ کے ماتحت محاصرۂ ملتان اور غدر میں خدمات انجام دی تھیں اور اس نے نہر حاجی واہ کی جو اُسکے باپ نے نکلوانی شروع کی تھی تکمیل کی۔ ۱۸۸۰ء میں تحصیل میلسی میں اسکو ۶۰۰۰ ایکڑ اراضی کے حقوق مالکانہ عطا ہوئے۔ اس عطیہ کے ملنے کے شرائط عطیہ کے اُس باقاعدہ فرمان میں جو ۱۸۸۶ء میں لکھا گیا درج ہیں۔ ۱۸۸۷ء میں غلام قادر خاں کو انتظام ضلع کے متعلق خدمات کرنے کے صلہ میں خان بہادر کا خطاب عطا ہوا اور دو پُشت کے لئے اسکی ذاتی جائداد کے سرکاری مالیہ میں سے ۵۰۰ روپیہ سالانہ کا ایک انعام بھی مُقرر ہوگیا۔

غلام قادر خاں ۱۸۸۸ء میں چار لڑکے چھوڑ کر فوت ہوا۔ ان لڑکوں

Marfat.com

میں موروثی جائداد کی تقسیم کے متعلق فوراً ہی جھگڑے شروع ہو گئے اور اس وجہ سے ان کی نہر (حاجی واہ) گورنمنٹ نے لے لی۔ یہ چاروں بھائی ملتان میں رہتے ہیں اور بڑے امیر و کبیر ہیں ٭

غلام قادر خاں کا سب سے بڑا لڑکا محمد یار خاں خاندان کا موجودہ بزرگ ہے۔ یہ ضلع ملتان کا دوسرا اپر اونشل درباری شہر ملتان کا آنریری مجسٹریٹ۔ نالۂ حاجی واہ تحصیل میلسی کا ذیلدار۔ اور تحصیلات میلسی اور شجاع آباد کے کئی مواضعات کا نمبردار ہے۔ یہ گوشہ نشین سا آدمی ہے اور کاروبار سے اس کو کچھ مذاق نہیں حالانکہ اس کے چھوٹے بھائی احمد یار خاں کو کاروبار کا بڑا مادہ ہے اور وہ فائدے کے تمام کام بڑے جوش و خروش سے کرتا ہے۔ اس نے بہت سا روپیہ گورنمنٹ پر مقدمہ دائر کرنے میں خرچ کیا ہے اور نہر حاجی واہ کا قبضہ پھر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ احمد یار خاں اور فدا بخش خاں دونو ذیلدار ہیں اور ان کا چوتھا بھائی حامد یار خاں نمبردار ہے ٭

غلام قادر خاں نے نہر حاجی واہ پر بہت سی زمین اپنے رشتہ داروں کے نام ہبہ کر دی ہے۔ اُس کے ان رشتہ داروں میں حافظ حکومت خاں کا بیٹا محمد افضل خاں ۲۲۹۴ ایکڑ اراضی پر قابض ہے اس کی شادی حاجی علی محمد خاں کی بیٹی سے ہوئی ہے اور یہ ڈویژنل درباری ہے۔ غلام قادر خاں کی ایک لڑکی خواجہ الہ بخش خاں رئیس تونسہ کے ساتھ بیاہی گئی ہے اور اُس کا لڑکا میاں محمود خاں ۳۸۶۰ ایکڑ اراضی کا مالک ہے۔ اب محمد یار خاں اور اُس کے باقی تین بھائیوں کی ملکیت میں ۵۵۰۰ ایکڑ اراضی رہ گئی ہے اور یہ چاروں بھائی بہیئت مجموعی تقریباً ۷۰۰۰۰ روپیہ

Marfat.com

سالانہ سرکاری مالیہ دیتے ہیں ٭

رب نواز خاں غلام مصطفےٰ خاں کا نواسا ہے اور یہ غلام مصطفےٰ خاں کی اُس لڑکی کا بیٹا ہے جس کی شادی عبدالرحمٰن خاں سے ہوئی تھی۔ رب نواز خاں موضع جھوک گاموں متصل قصبہ تحصیلِ ملتان کی بہت سی اراضی پر قابض ہے ٭

عطا محمد خاں محمد یار خاں کا ایک تیسرا چچیرا بھائی ہے۔ اس کے قبضہ میں موضع دُرپور متصل ٹبہ تحصیلِ مبلیسی کی اراضی ہے۔ عطا محمد خاں کا لڑکا دوست محمد خاں اس علاقہ کا ذیلدار بہت مستعد اور ذہین آدمی ہے۔ خاکوانیوں کی اس شاخ کے اراکین مذہباً شیعہ ہیں اور حاجی واہ کی شاخ مذہب اہل سنت والجماعت کے پابند ہیں ٭

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

مخدوم شیخ محمدؐ راجو گرد

ابوالفضل جمال الدین سید محمدؐ یوسفؒ

شش دھم پشت

محمدؐ یوسف رابع

۱	۲	۳
مخدوم شیخ محمدؐ راجو	حامد شاہ	عبداللہ شاہ
مخدوم شیخ محمدؐ یوسف	منگایا شاہ	قربان علی شاہ

۱	۲	۳
مخدوم شیخ محمدؐ راجو	عبدالہادی شاہ	باغ شاہ
بخش علی شاہ	بہادر شاہ	منگایا شاہ
امداد علی شاہ	مسلم شاہ	حامد شاہ
محمد امین شاہ	بہادر شاہ	غلام مصطفےٰ شاہ
حکیم دین شاہ	باز شاہ	

۱	۲	۳
زین العابدین شاہ	حامد شاہ	گلاب شاہ
عبداللہ شاہ	زین العابدین شاہ (متوفی)	صاحب علی شاہ
علی محمد شاہ	صدر الدین شاہ	

Marfat.com

...یزی

...یاہ (وفات ۱۱۳۷ھ)

۲
سید جعفر شاہ
|
مہدی شاہ
|
قلندر شاہ

...شاہ — جعفر شاہ

۲
پھلو شاہ (وفات ...ھ) — سید حیدر شاہ (وفات ۱۹۰۵ء)

...علیشاہ — حسن علیشاہ — مراد شاہ (وفات ۱۸۷۶ء) — محمد حسین شاہ (متوفی)

...ائم حسین شاہ — خان بہادر مخدوم سید حسن بخش (ولادت ۱۸۶۶ء)

Marfat.com

مخدوم شیخ محمد راجو گردیزی*

گردیزی سید ایک زمانہ میں ضلع ملتان کے تمام سادات خاندانوں میں سب سے زیادہ متموّل اور بارسُوخ تھے اور تحصیل کبیر والہ کا تقریباً وہ کل حصہ ان کے قبضہ میں تھا جس میں سے اب لاہور کو آنے والی جرنیلی سڑک گزرتی ہے۔ دریائے راوی کے بہاؤ کا موقع بدل جانے سے ان کا علاقہ دریا بُرد ہو کر ویران ہو گیا۔ اگرچہ اس وجہ سے خاندان کی مالی حیثیت گھٹ گئی ہے تاہم ان کا رسُوخ اور اقتدار بدستور اور خوب قائم ہے۔ سادات گردیزی حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد ہونے اور مذہباً شیعہ ہونے کی وجہ سے حسینی کہلاتے ہیں۔ پہلے ان کی سکونت بغداد میں تھی۔ گردیزی سادات کا مورث اعلےٰ سید محمد دیباج حضرت امام حسینؓ کے پڑپوتے کا بیٹا تھا۔ سید محمد دیباج کا لڑکا سید محمد علی اپنے اصلی وطن مدینہ منوّرہ سے نقلِ مکان کر کے بغداد میں چلا آیا اور سید محمد علی کے پڑپوتے سید عبداللہ نے بغداد سے مقام گردیز متصل شہر غزنی میں نقل مکان کر دیا اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ بعد ازاں سید عبداللہ کے پڑپوتے شیخ المشائخ حضرت ابوالفضل جمال الدین محمد یوسفؒ ۱۰۹۸ء میں گردیز سے ہجرت کر کے ملتان میں آ رہے اور اپنے زہد و اتقا اور کرامات کی وجہ سے بہت جلد مشہور ہو گئے اور بہت سی اراضیات انکو نذرانہ میں پیش کی گئیں۔ ۱۱۳۷ء میں ان کا وصال ہو گیا اور ان کی درگاہ ملتان میں بڑی عزت و حُرمت رکھتی ہے۔ ان کی نسبت مشہور ہے کہ آپ چیتے پر سوار ہو کر سانپ کو بطور کوڑے کے استعمال کرتے تھے اور ان کا

* اس خاندان کی تاریخ پہلی کتابوں میں مفصل نہیں ہے۔

Marfat.com

دست مبارک گاہے گاہے اِن کی مزار کے باہر نکلا ہوا دکھائی دیا کرتا تھا۔

محمد یوسف ثانی رح حضرت ابوالفضل جمال الدین محمد یوسف رح سے آٹھویں پشت میں ہوئے یہ بغیر کسی اولاد نرینہ کو اپنی یادگار چھوڑنے کے فوت ہو گئے اور ان کی لڑکی سید ابوالفتح نامی ایک شخص سے بیاہی گئی جو حضرت امام حسین ع کے ایک اور پوتے حضرت زید شہید رح کی اولاد سے تھے اور اسی وجہ سے اس خاندان کو بعض وقت زیدی بھی کہتے ہیں۔ سید ابوالفتح کا لڑکا محمد یوسف ثالث گردیزی بزرگ کی درگاہ کا وارث اور سجادہ نشین ہوا +

اس خاندان کے پاس مختلف مسلمان سلاطین دہلی کے کئی فرمان موجود ہیں اور اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مغل بادشاہوں کے زمانہ میں اس خاندان کی کس قدر تعظیم و تکریم ہوتی تھی اور ان کا کتنا جاہ و جلال تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب شہنشاہ اورنگزیب سید محمد یوسف رابع کے زمانہ میں ملتان آیا ہے تو اس نے سید موصوف کو ایک بیش بہا خلعت اور ایک ہاتھی نذر دیا تھا +

اس درگاہ کا موجودہ سجادہ نشین مخدوم شیخ محمد راجو خاندان کی سب سے بڑی شاخ کا بزرگ ہے۔ اس کا قیام خاص شہر ملتان میں رہتا ہے اور اس کی راستبازی اور فیاضی کی وجہ سے لوگ اس کی بڑی عزّت و تکریم کرتے ہیں۔ مخدوم شیخ محمد راجو ڈویژنل درباری اور آنریری مجسٹریٹ ہے اور گزشتہ تیس ۳۰ سال سے برابر ملتان میونسپل کمیٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کا ممبر رہتا چلا آیا ہے۔ ۱۰۰ روپیہ سالانہ کی مالیت کی جاگیر اس کے نام ہے اور نہر چناب پر سات مُربّعے بھی ملے ہیں۔ مخدوم ممدوح کے بھائی امیر حیدر شاہ زیادہ تر موضع امیر پور تحصیل کبیر والہ میں رہتا ہے۔ اور وہاں اسے

Marfat.com

بڑی عزّت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ امیر حیدر شاہ بڑا ہوشیار اور محتاط زمیندار ہے ؛

اس خاندان کی ایک اور شاخ موضع کورائی بلوچ تحصیل کبیر والہ میں بھی ہے۔ اس شاخ کا سب سے ممتاز رکن سید مراد شاہ تھا۔ اس نے ریاست بہاولپور میں چیف جج کے عہدے تک عروج پایا۔ ۱۸۴۸ء کے محاصرۂ ملتان میں اس نے انگریزی فوج کی بڑی امداد کی تھی اس لئے یہ الحاق پنجاب کے بعد شورکوٹ اور جھنگ کا پیش کار مقرر کیا گیا۔ ۱۸۵۰ء میں اس کو تحصیلداری ملی اور اس عہدے پر ۱۴ سال کی خدمات کے بعد ترقی پاکر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہوگیا۔ ایام غدر کی اچھی خدمات کے صلہ میں اسے ایک سند اور ۲۰۰ روپیہ کا خلعت عطا ہوا۔ ۱۸۶۵ء میں اسے ریاست بہاولپور کا نیٹو ایجنٹ مقرر کیا گیا اور بعد ازاں پولٹیکل ایجنٹ اور سپرنٹنڈنٹ کا نائب مقرر ہوا۔ اس نے انہار منچن واہ اور فورڈ واہ کی تیاری میں بہت اچھی کارگزاری دکھائی جس کے صلہ میں صاحب پولٹیکل ایجنٹ بہادر کی سفارش پر اس کو ۷۰۰ روپیہ نقد انعام عطا ہوا اور تنخواہ میں بھی ترقی کی گئی۔ پھر جبکہ ۱۸۷۰ء میں ریاست میں چیفکورٹ قائم کیا گیا تو مراد شاہ یہاں کا چیف جج مقرر ہوا اور چیف ججی کے علاوہ ریاست کا اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ بھی رہا۔ ۱۸۷۲ء میں لارڈ نارتھ بروک بالقابہ وائسرائے ہند نے ملتان میں ایک دربار کیا جس میں سید مراد شاہ کو ۸۰۰ روپیہ کا خلعت عطا ہوا۔ ۱۸۷۴ء میں مراد شاہ کے عہدۂ چیف ججی پر نہائت اعلےٰ درجہ کا کام کرنے کے صلہ میں اس کی تنخواہ بڑھا کر ۱۰۰۰ روپیہ ماہوار کردی گئی۔ جنوری ۱۸۷۶ء میں بحالت ملازمت اس کا انتقال

Marfat.com

ہوگیا اور ریاست نے عطیہ حُسنِ خدمات کے طور پر اس کی بیوہ اور لڑکے کو ۶۰۰۰ روپیہ مرحمت کیا ۔

سید مراد شاہ مرحوم کا اکلوتا بیٹا خان بہادر سید حسن بخش اپنے باپ کی وفات کے وقت صرف ۱۵ سال کا تھا۔ اس کی نابالغی کے زمانہ میں اس کی جائداد کا انتظام کورٹ آف وارڈز کے سپرد رہا۔ اب یہ ملتان میں رہتا ہے۔ اور ۱۸۸۲ء سے لیکر آج تک ملتان میونسپل کمیٹی کا ممبر اور گزشتہ دس سال سے اُس کا وائس پریزیڈنٹ بھی ہے۔ یہ آنریری مجسٹریٹ اور پراونشل درباری ہے اور ۱۸۹۹ء میں اسے خان بہادر کا خطاب عطا ہوا۔ خان بہادر حسن بخش نہایت تعلیم یافتہ ہے مطالعہ کا بہت شوقین ہے۔ اس نے ایران اور دیگر ممالک میں بہت سے سفر کر کے خود ہی اپنا سفر نامہ دو جلدوں میں لکھا ہے۔ خان بہادر حسن بخش کا سب سے بڑا لڑکا سید زمرد حسین شاہ اپنے باپ کی جائداد واقعہ کورائی بلوچ اور نہر چناب کے سات مربعوں کا جو سرکار نے عطا کئے ہیں انتظام کرتا ہے۔ دوسرا بیٹا محمد نواز شاہ عہدۂ تحصیلداری کا اُمیدوار منظور ہو گیا ہے اور تیسرا لڑکا الطاف حسین شاہ قائم مقام نایب تحصیلدار ہے ۔

اسی خاندان کی ایک دوسری شاخ کا موجودہ بزرگ فتح شاہ ہے یہ غلام مصطفےٰ شاہ کا دوسرا بیٹا ہے۔ یہ بھی خاص شہر ملتان میں سکونت پذیر ہے۔ فتح شاہ کا بڑا بھائی حامد شاہ ڈویژنل درباری تھا اور ۱۹۰۱ء میں فوت ہو گیا۔ حامد شاہ بڑا فضول خرچ آدمی تھا اُس نے اپنی زندگی ہی میں ایک بڑی اعلےٰ درجہ کی جائداد تباہ کر دی اور اس کی ضائع کردہ جائداد میں سے بہت سا حصہ رائے بہادر میلا رام ٹھیکہ دار لاہور

Marfat.com

کے ہاتھ آیا۔

گردیزیوں کی ایک اور شاخ موضع سالار واہن کہنہ تحصیل کبیر والہ میں رہتی ہے۔ اس کا بزرگ حیدر شاہ ایک بڑا معزز ذیلدار اور پراونشل درباری تھا جس کا انتقال ۱۹۰۵ء میں ہوا۔ اس نے بہت اچھی جائداد اپنے ترکہ میں چھوڑی جو اس کے دو پوتوں جعفر شاہ اور مہدی شاہ کو ملی مگر ان کی بد انتظامی کی وجہ سے اب کورٹ آف وارڈز کے زیر انتظام کر دی گئی ہے۔

گلاب شاہ مراد شاہ کا چچا ڈویژنل درباری تھا۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا زین العابدین شاہ اس کا جانشین ہوا۔ زین العابدین شاہ اور اُس کا دوسرا بھائی صاحب علی شاہ دونو ریاست بہاولپور میں ملازم تھے۔ زین العابدین شاہ لاولد فوت ہو گیا اور صاحب علی شاہ نے دو لڑکے اپنی یادگار چھوڑے۔ ان میں سے بڑا لڑکا صدر الدین شاہ ریاست بہاولپور میں ڈپٹی انسپکٹر پولیس ہے۔ مذکورہ بالا معزز زین کے علاوہ سادات گردیزی کے خاندان میں چند دوسرے قابل ذکر اراکین حسب ذیل ہیں :- (۱) رمضان شاہ کا بیٹا ذوالفقار شاہ۔ یہ ڈویژنل درباری اور بہت سی زمین کا مالک ہے۔ (۲) غلام مصطفےٰ شاہ یہ موضع مراد پور تحصیل میلسی کی ایک چھوٹی سی شاخ کا بزرگ ہے اور ایک زمانہ میں اپنے حلقے کا ذیلدار تھا۔ (۳) امام شاہ کا لڑکا احمد شاہ موضع آدم واہن تحصیل لودھراں کا ذیلدار ہے۔ (۴) تراب علی شاہ کا بیٹا قاسم علی شاہ رشتۂ ازدواج کے ذریعہ سے خان بہادر حسن بخش کا قریبی عزیز اور ملتان ڈویژن میں نائب تحصیلدار ہے۔ اور (۵)

Marfat.com

علی رضا شاہ ملتان ڈویژنل کورٹ میں مسل خواں ہے۔ ان تمام اصحاب کے نام اُس شجرہ نسب میں دکھا دئے گئے ہیں جو اس کتاب کے انیکسڈ میں مکمل چھپا ہے۔

گردیزی خاندان کی بہت سی شاخیں مذہباً شیعہ ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

عبدالقادر خان بادوزئی رئیس ملتان

Marfat.com

Marfat.com

عبدالقادر خاں

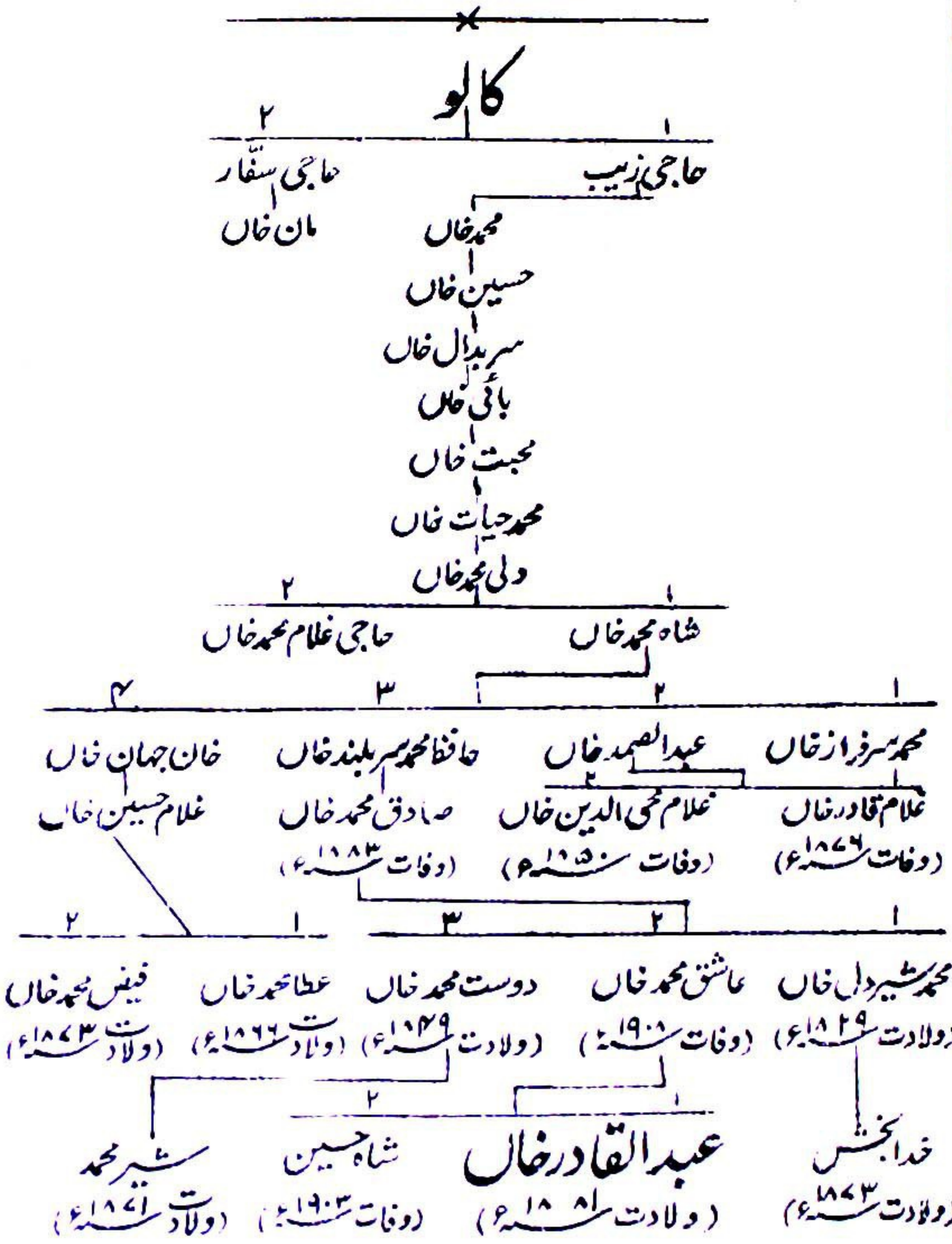

قوم بادوزئی بھی دوسرے افغانوں کی طرح اپنے آپ کو نسلِ بنی اسرائیل سے کہتے ہیں۔ ان کا دعوےٰ ہے کہ یہ بیت المقدس سے نقل مکان کر کے افغانستان میں آئے اور غور اور فیروزہ کے پہاڑوں میں آباد ہو گئے تھے۔ افغانوں کے دراصل یہودی ہونے کے متعلق بہت سے

Marfat.com

بحث مباحثے ہو چکے ہیں۔ اور یہ مسئلہ اتنا طویل ہے کہ یہاں اس کا اشارتاً ذکر کرنے سے زیادہ کچھ اور لکھنے کی گنجایش نہیں۔ قیافہ۔ عادات اور مذہبی رسومات میں افغان یہودیوں سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ یہودیوں کی طرح ان میں بھی یہ رسم ہے کہ آدمیوں کے گناہ کے کفارہ میں ایک بکرے کو جنگل میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان میں کفارۂ گناہ کے لئے اور مصیبت سے نجات پانے کے واسطے قربانی دینے کی رسم یہودیوں کی مشابہت پر دال ہے۔ کتاب مطلع الانوار میں جو ۱۵۱۰ء کے قریب لکھی گئی تھی بیان کیا گیا ہے کہ افغان دراصل ملک مصر کے باشندے تھے۔ فرعون کے بحیرہ قلزم میں غرق ہو جانے کے بعد اُنہوں نے بھی دوسرے مصریوں کی طرح یہودیوں کا مذہب اختیار کرنے سے انکار کر کے اپنے دیس کو چھوڑا اور دوسرے ممالک میں نقل مکان کر آئے۔ تواریخ شیر شاہی میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے کئی سال بعد اور آصف کے عہد حکومت میں بخت نصّر فرمانروائے بابل و نینوا نے ملک شام پر فوجکشی کی اور بیت المقدس کو تباہ کر کے یہودیوں کو وہاں سے نکال دیا جو غور اور غزنی میں آکر آباد ہوئے۔ فی زمانہ تمام افغان اسی بات کو مانتے اور اپنے آپ کو ان دس یہودی قوموں کی اولاد سمجھتے ہیں جو اسیر کر لی گئی تھیں۔ عیص نامی ایک افغان رئیس کا بیٹا قیس رسول خدا صلعم کا صحابی اور آپ کے ہمرکاب مدافعانہ لڑائیوں میں شریک رہا تھا۔ اس کو بارگاہ نبوّت سے ملک عبدالرشید کا خطاب حاصل ہوا۔ افغانوں میں یہ پہلا مسلمان شخص تھا۔ یہ قصّہ سچ ہو یا جھوٹ مگر اس میں کلام نہیں کہ کوہستانِ غور کی باشندہ قومیں بہت ہی اوائل زمانہ میں (غالباً ۶ھ اور ۷ھ ہجری کے درمیان) مسلمان ہوئی تھیں +

Marfat.com

بنی افغانوں نے سیستان۔ کرمان اور خراسان کے حصص ملک پر فوج کشی کی اور یہ سلطان محمود غزنوی۔ شہاب الدین غوری اور امیر تیمور شاہ تینوں فاتحہ حملہ آوروں کے ساتھ ہندوستان کی مہمات میں آتے رہے اور تینوں عہدوں میں بڑا اقتدار حاصل کیا۔ صادق محمد خاں کا خاندان حاجی زلہ یا زالہ کی وجہ سے حاجی زئی بادوزئی کہلاتا ہے۔ حاجی زلہ نے تقریباً ۱۶۰۰ء میں مکہ معظمہ کا حج کیا تھا۔ جب ۱۶۳۷ء میں شاہ جہان نے قندھار پر قبضہ کر لیا اُس وقت حاجی زلہ کا بیٹا محمد خاں ہرات کی طرف چلا گیا اور وہاں سے شاہ عباس دوم فرمانروائے ایران کے ۱۶۴۸ء میں قندھار کو پھر واپس لینے کے وقت تک اپنے وطن میں پلٹ کر نہیں آیا +

شاہ جہان کے قندھار پر حملہ آور ہونے کے وقت دو سدوزئی رئیس حسین خاں اور الہ داد خاں شاہنشاہ کے ساتھ جنگ میں شامل ہوئے تھے یہ دونو اُس کے ساتھ ہی پھر ہندوستان واپس آگئے اور ملتان کے قریب آباد ہونے کی اجازت حاصل کر لی جو اُس زمانہ میں سلطنت دہلی کا ماتحت صوبہ تھا۔ اور جہاں ان کی قوم کے اور بھی بہت سے آدمی آگئے۔ تقریباً ۱۶۷۰ء میں محمد خاں نے پھر ہرات سے ہندوستان کی طرف نقل مکان کرنے کا ارادہ کیا حسین خاں سدوزئی اُس کے اس ارادہ کی خبر پاکر اس بات سے خائف ہو کر کہ نئے رئیس کا ملتان میں وارد ہونا اس کے اقتدار کو کم کر دیگا قوم تزین کے رئیس شیرک نامی کو لکھا کہ وہ محمد خاں کو کوہاٹ کی طرف آتے ہوئے علاقہ تریں میں سے گزرتے وقت راستہ ہی میں قتل کر دے چنانچہ شیرک نے حسین خاں کی تحریک سے محمد خاں کو بظاہر دوستانہ دعوت دی اور رسم مہمان نوازی ادا کی۔ لیکن یہ دھوکا تھا۔ اور اُسکو کھانے

Marfat.com

میں زہر دیکر مار دیا۔ محمد خاں کا بیٹا حسین خاں اس وقت کم سن تھا اور اپنے باپ کا بدلہ لینے کے قابل نہ تھا مگر اُس کے چچیرے بھائی میاں خاں نے بادوزئیوں کو جمع کر کے شیرک اور اس کی قوم پر حملہ کیا شیرک کو شکست دی اور اُس کے کُنبے کو ہلاک کر دیا۔ شیرک بچ کر دہلی بھاگ آیا اور شاہنشاہ کے ہاں ملازمت کرلی۔ میاں خاں بھی اس کے پیچھے پیچھے دہلی آگیا اور دربارِ اورنگزیب میں بموجودگی شاہنشاہ شیرک کو خنجر سے ہلاک کر ڈالا۔ شاہنشاہ اورنگزیب نے شیرک کی دغابازی کا قصہ سُنکر میاں خاں کو قتل سے معاف کر دیا لیکن اس گُستاخی کی پاداش میں کہ اُس نے بھرے دربار میں اپنے دشمن کو مارا اور آدابِ شاہی کا کچھ پاس نہ کیا اُسے بارہ سال تک دہلی میں قید رکھا۔ محمد خاں کا لڑکا اور پوتا دونو قندھار ہی میں رہتے تھے۔ جب ۱۷۳۸ء میں نادرشاہ نے قندھار کو فتح کر لیا۔ اُس وقت محمد خاں کا پوتا بائی خاں وہاں سے ملتان میں نقل مکان کر آیا اور پھر چند سال بعد یہ خود قندھار کو واپس چلا گیا مگر اس کا بیٹا مہابت خاں ملتان ہی میں رہا۔

شاہ محمد کے زمانے تک یہ خاندان بالکل معمولی زراعت پیشہ گروہ رہا۔ شاہ محمد خاں ایک مستعد آدمی نکلا اور اُس نے احمد شاہ درانی کی فوج میں ملازمت کرلی اور شاہ مذکور کے ہندوستان پر کئی حملوں میں برابر اُسکا کارگزار نوکر رہا۔ ۱۷۷۲ء میں اس نے جھنڈ اسنگھ اور گنڈا سنگھ بھنگی رئیسوں کے ہاتھ سے شہر ملتان کے بچانے میں شجاع خاں ناظم ملتان کی اچھی امداد کی مگر رئیسان مذکور نے اہل شہر کی طرف سے سخت مقابلہ اور مدافعت ہونے کے باوجود شہر کو فتح کر لیا۔ اس واقعہ کے بعد فوراً شجاع خاں کا انتقال ہو گیا اور مظفر خاں نے احمد شاہ دُرّانی کے بیٹے تیمور شاہ سے امداد

Marfat.com

کی درخواست کی۔ تیمور شاہ نے ملتان پر ۱۷۷۹ء میں چڑھائی کر کے چالیس دن کے محاصرہ کے بعد اس کو سکھ رئیسوں سے واپس لے لیا اور مظفر خاں کو یہاں کا ناظم مقرر کیا۔ شاہ محمد کو ان خدمات کے صلہ میں جو اس نے اس محاصرے میں کیں ۱۰۰۰ روپیہ سالانہ مالیت کی دو جاگیریں عطا ہوئیں۔ ان میں سے ایک جاگیر ڈیرہ دین پناہ اور دوسری ڈیرہ غازی خاں میں ہے نواب مظفر خاں کو بہت جلد شاہ محمد کے اقتدار اور رسوخ پر حسد آنے لگا اور شاہ محمد نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ ملتان سے کہیں اور چلا جائے چنانچہ وہ یہاں سے جا کر تیمور شاہ کی اس فوج کے ساتھ شامل ہو گیا جو بہاولپور پر چڑھائی کر رہی تھی۔ اور دراوڑ کے محاصرہ میں اس نے ایسی نمایاں خدمات کیں کہ تیمور شاہ نے اسے ڈیرہ غازی خاں اور اس کے ممالک متعلقہ کا ناظم اور دراوڑ کے قلعہ کا تحویلدار بنا دیا۔ تیمور شاہ کے چلے جانے کے بعد خانِ بہاولپور نے دراوڑ کا قلعہ فوراً پھر واپس لے لیا اور اس کے ایک سال بعد شاہ محمد کا بھی انتقال ہو گیا۔ شاہ محمد کی جاگیروں پر اس کا بیٹا سرفراز خاں جانشین ہوا مگر اس نے مانکیرہ اور ڈیرہ غازی خاں کی نظامت اپنے ہاتھ میں رکھنے کی کوئی کوشش نہ کی اس لئے عبدالنبی معزول حاکم سندھ اس پر ناظم مقرر کر دیا گیا۔ لیکن اس کے ظلم و ستم کی وجہ سے لوگ اس سے متنفر ہو گئے اور چونکہ اس سے گورنمنٹ کے مواجب بھی ادا نہ ہو سکے لہذا اسے برطرف کر کے اس کی جگہ محمد خاں سدوزئی کو ناظم مقرر کیا گیا اور ناظمِ ملتان اور سرفراز خاں بادوزئی کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ دونو اس نئے ناظم کی امداد کیا کریں۔ عبدالنبی نے محمد خاں سدّوزئی کو اپنے عہدہ کا چارج دینے کی سخت مخالفت کی اور لیہ کے قریب اس کے ساتھ

Marfat.com

لڑائی کا ڈھنگ ڈالا۔ اور اس جنگ میں عبدالنبی کو شکست اُٹھانی پڑی اور اس کا بیٹا میاں عارف میدان میں کام آیا اور لیّہ کا قلعہ اور قصبہ فاتحین نے لے لیا۔ سرفراز خاں شہر میں سے گزرتا ہوا گولی سے مارا گیا اور محمد خاں نے بلاشرکت غیرے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ محمد خاں دانا اور فیاض حکمران تھا اور آج بھی اس کی اولاد میں سے ایک شخص ڈیرہ اسمٰعیل خاں کا نوّاب ہے +

سرفراز خاں کی وفات پر معاً اُس کے دو بھائیوں عبدالصمد خاں اور حافظ سربلند خاں میں باہمی جھگڑے شروع ہو گئے۔ عبدالصمد خاں نے تمام جائداد پر قبضہ کر لیا اور سربلند خاں تیمور شاہ سے حق رسی کرانے کے لئے کابل گیا۔ شاہ ممدوح نے اُسے ۶۵۰۰ روپیہ کا ذاتی وظیفہ عطا کیا اور قرار پایا کہ اس میں سے ۴۵۰۰ روپیہ ملتان کے مالیہ سے ادا کیا جائے نیز حکم ہوا کہ سرفراز خاں مرحوم کی جائداد ان دونو بھائیوں میں بحصص مساوی تقسیم کر دی جائے۔ مگر عبدالصمد خاں نے اس شاہی فرمان کی متابعت نہ کی اور تقسیم جائداد کی بابت ایک نہ سُنی۔ نواب ملتان جس کے نام شاہی حکم آیا تھا سربلند خاں کو صرف ملتان کی جاگیر ہی دے سکا۔ اور اُس کی آبائی جائداد کا حصہ دلانے سے قاصر رہا +

سرفراز خاں کے بڑے بیٹے عبدالصمد خاں مذکور کا مظفر خاں نواب ملتان کے ساتھ آئے دن کوئی نہ کوئی جھگڑا لگا رہتا تھا۔ ۱۸۰۱ء میں زمان شاہ کی معزولی کے بعد کابل کے نئے وزیر فتح خاں بارکزئی کے رسوخ سے عبدالصمد خاں بادوزئی رئیس ملتان کا ناظم مقرر کیا گیا۔ مگر مظفر خاں نے اس حکم کو نہیں مانا اور اپنے عہدہ پر قابض رہا۔ اس نے

Marfat.com

نواب بہاولپور سے مدد مانگی اور نواب موصوف نے جیون رام اور دین محمد خاں دو سرداروں کے ماتحت ... ۵ جوانوں کی فوج مظفر خاں کی کمک پر بھیج دی۔ یہ فوج ملتان کی اُس سپاہ کے ساتھ آملی جو غلام مرتضےٰ کے ماتحت تھی۔ اور دونو متفقہ فوجوں نے عبدالصمد خاں کو قلعۂ دین پناہ کے اندر آگھیرا۔ اس موقعہ پر میر عالم ڈیرہ غازی خاں کے ناظم نے ایک ہزار سوار عبدالصمد کی کمک کے لئے ارسال کئے۔ مگر اس امداد سے عبدالصمد خاں کو صرف یہ فائدہ ہوا کہ وہ اَور تھوڑی مدت تک غنیم کا مقابلہ کر سکا۔ آخرکار دشمن نے ہلّہ کر کے قلعہ لے لیا اور عبدالصمد لاہور بھاگ آیا۔ یہاں آکر اُس نے رنجیت سنگھ کو جو اُس وقت زور پکڑ رہا تھا اپنی حمایت پر آمادہ کیا۔ رنجیت سنگھ نے کچھ تو عبدالصمد کی منت وسماجت سے اور زیادہ تر خود اپنے ہاتھ رنگنے کے لئے ملتان پر کئی حملے کئے اور بالآخر ۱۸۱۸ء میں اسے فتح کر لیا۔ نواب مظفر خاں اور اُس کے پانچ لڑکے لڑائی میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے۔

ملتان کے نواب حافظ سربلند خاں پر ہمیشہ بڑے مہربان رہے تھے اور جب اُن کا ستارہ گردش میں آیا اور وہ منہدم ہو کر اپنے جاہ و منصب سے بیدخل ہو گئے۔ اُس وقت رنجیت سنگھ نے سربلند خاں کی قدر و منزلت کرنے میں حصہ لیا اور باوجود اس کے کہ سربلند خاں نے جنگ ہائے ملتان میں سکھوں کے خلاف بڑی بہادری دکھائی تھی۔ رنجیت سنگھ نے اس کو اپنی ماتحتی میں لیکر ۲۰۰ سواروں کی کمان دی اور بہاولپور کی سرحد پر حفاظتِ حدود کے لئے متعین کر دیا۔ ۱۸۲۱ء میں فتح مانکیرہ کے بعد حافظ سربلند خاں کو تحصیل لیّہ میں ۲۰۰۰ روپیہ کی جاگیر ملی ۱۸۲۹ء

Marfat.com

تک یہ جاگیر اس کے قبضہ میں رہی اور پھر ملتان میں اسی مالیت کی ایک جاگیر کے ساتھ اُس کا تبادلہ کر دیا گیا۔ سنہ ۱۸۴۸-۴۹ء کے معرکۂ ملتان میں اس نے وفاداری سے خدمات کیں۔ سنہ ۱۸۵۳ء میں اس کا انتقال ہو گیا اور اسکے بیٹے صادق محمد خاں کو اس کی نصف جاگیر ملی ٭

جھگڑالو عبدالصمد خاں کچھ بھی خوش نصیب ثابت نہ ہوا۔ اسد اللہ خاں بلوچ رئیس سکّر جس نے لیّہ کے محصولات کا ٹھیکہ لے رکھا تھا اسکا سخت دشمن تھا اور ان دونوں میں متواتر اتنی لڑائیاں ہوئیں کہ تمام ملک بدامنی کی وجہ سے مفلس ہو گیا اور اسد اللہ خاں کو مجبور ہو کر ٹھیکہ چھوڑ دینا پڑا۔ کیونکہ وہ مالیہ جمع نہیں کر سکتا تھا۔ یہ صورت پیش آنے پر مہاراجہ نے عبدالصمد سے کہا کہ وہ یا تو ملک کے کسی اَور حصہ میں جاگیر لے لے یا ٹھیکہ بھی خود ہی سنبھالے۔ عبدالصمد نے جاگیر کے تبادلہ سے ٹھیکہ لے لینا اچھا سمجھ کر اس بات کو منظور کر لیا مگر یہ امر اُس کے حق میں زیادہ مضرّ ثابت ہوا کیونکہ خود اس کی غفلت اور اس کے اہلکاروں کی بد دیانتی سے دو ہی سال بعد اس کے ذمّہ دو لاکھ روپیہ بقایا میں آ گرا۔ اور چونکہ وہ اس رقم کو ادا نہیں کر سکتا تھا اس لئے اسکی تمام جائداد ضبط اور جاگیر قُرق کر لی گئی۔ صرف ۳۳۰۰ روپیہ سالانہ کا وظیفہ اسکے نام مقرّر رہو گیا جسے یہ اپنی وفات یعنی سنہ ۱۸۵۰ء تک لیتا رہا۔ سرکار انگریزی نے ابتداءً اس کے دو بیٹوں کو ۱۴۰۰ روپیہ سالانہ کی پنشن دی تھی مگر جب اُن میں سے چھوٹا بھائی غلام محی الدین سنہ ۱۸۶۰ء میں گاڑی سے گر کر مر گیا اُس وقت اس کی ۷۰۰ روپیہ کی پنشن ضبط ہو گئی۔ اور نومبر سنہ ۱۸۶۰ء میں باقیماندہ وظیفہ ۷۰۰ روپیہ سے بڑھا کر پورا ۱۰۰۰ روپیہ کر دیا گیا ٭

Marfat.com

صادق محمد خاں ۱۸۱۴ء میں پیدا ہوا۔ اسے دیوان ساون مل ناظم ملتان نے سولہ سال کی عمر میں ۱۲۰۰ روپیہ سالانہ پر ۱۰۰ سواروں کا کمیدان مقرر کیا۔ ۱۸۳۳ء میں یہ دیوان کے ہمراہ گرچانی۔ لیشاری۔ لغاری اور کھوسہ قوموں کی مہم پر گیا۔ ان قوموں نے داجل اور خانپور میں لوٹ مار کی تھی اور کالا پہاڑ کی لڑائی میں لڑی تھیں اس لئے ان پر یہ تادیبی مہم روانہ کی گئی تھی۔ اس مہم کے بعد صادق محمد خاں کو اس قابل سمجھا گیا کہ وہ اب خود مختارانہ کمان کرنے کے لائق ہے۔ اور ۴۰ سواروں کا افسر بنا کر ہڑپے بھیجا گیا اور بعد ازاں علاقجات کمالیہ اور سیدوالہ کا انتظام اس کو سپرد کیا گیا۔ ۱۸۳۸ء میں صادق محمد خاں کو سابق دشمنوں یعنی گرچانیوں اور لیشاریوں پر حملہ کرنے کی خدمت سپرد ہوئی جو اُس وقت میدانی علاقوں میں اُتر آئے اور ملک کو تباہ کر رہے تھے اور اس نے ان غارتگر غنیموں کو نقصان پہنچا کر پہاڑیوں کی طرف واپس ہٹا دیا نومبر ۱۸۴۳ء میں اس نے قوم کھوسہ پر جنہوں نے ملک کی اُس بدامنی کو جو مہاراجہ شیر سنگھ کے قتل ہونے کے بعد پھیل گئی تھی غنیمت جانا تھا سیدوالہ شگھرہ اور حویلی کے علاقوں کو لوٹنا شروع کر دیا تھا حملہ آور ہو کر شکست دی۔ ستمبر ۱۸۴۴ء میں دیوان ساون مل قتل کر دیا گیا اور اُس کے بیٹے اور جانشین مولراج نے صادق محمد کو پورے ملکی اور فوجی اختیارات دیکر کمالیہ واپس بھیج دیا۔ ۱۸۴۵ء میں اسے فتح خاں ٹوانہ کے مقابلہ میں بھیجا گیا جسنے پائندہ خاں خاجکزئی اور اُس کے بیٹے سکندر خاں اور عاشق محمد خاں علی زئی۔ غلام حسین خاں سفیر کابل کے والد کو قتل کر دیا تھا اور صوبہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی نظامت زور بازو سے لے لی تھی۔ مگر صادق محمد

Marfat.com

کو بہت جلد مجبوراً اپنے علاقہ میں پھر واپس آنا پڑا کیونکہ وہاں ستلج کی لڑائی ہو جانے کی وجہ سے مسلمان اقوام کھرل اور فتیانہ باغی ہو گئی تھیں۔ دیوان مولراج کا بھائی کرم نراین صادق محمد کی فوج کے ساتھ تھا اور ان دونو نے ان باغی قوموں کے بہت سے آدمی مار کر اُن کو بھگا دیا۔ باغیوں کے مقتولین میں بہاول فتیانہ کا بڑا بھائی ولی داد بھی شامل تھا جسے ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے جُرم میں عمر قید کر دیا گیا تھا+

جس وقت بماہ اپریل ۱۸۴۸ء ملتان میں بغاوت برپا ہوئی اُس وقت مولراج نے اپنے تمام ماتحت افسروں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ وہ سب اس کے ساتھ وفادار رہنے کا حلف اُٹھائیں اور اپنی اپنی مذہبی کتابیں ہاتھ میں اُٹھا کر اطاعت کی قسم کھائیں۔ صادق محمد خاں اور اُس کے باپ دونو نے ایسی قسم کھانے سے صاف انکار کر دیا اور پہلے ہی موقع پر صادق محمد ایڈورڈز صاحب سے جا ملا جن کے ساتھ لڑائی میں وفادارانہ خدمات ادا کیں۔ صادق محمد خاں کی علاقہ سے عمدہ واقفیت۔ محکمہ جات انجنیری اور کوارٹر ماسٹر جنرل کے لئے نہایت بیش بہا ثابت ہوئی۔ میجر نیپئر میجر بیچر اور میجر جنرل وش صاحبان اس کی گراں قدر اور سرگرمانہ خدمات کے بڑے مدّاح تھے۔ صادق محمد نے یہ نمک حلالی اور وفا داری کچھ اس وجہ سے پیدا نہیں کی تھی کہ وہ سرکار لاہور یا سرکار انگریزی سے محبّت رکھتا تھا۔ بلکہ اس کی بڑی اور اصلی وجہ اُس کا دیوان مولراج سے ناخوش ہونا تھا۔ دیوان مولراج کی عادت و خصلت اُس کے باپ سے بالکل مختلف تھی اور گو یہ قابل آدمی تھا مگر پرلے درجہ کا لالچی اور وہمی تھا اس کے رازدار صرف ہندو تھے۔ اور اس یک طرفہ پاسداری کا نتیجہ یہ ہوا

Marfat.com

کہ اس کے تمام پٹھان ملازم اچھا موقع دیکھتے ہی اس کا ساتھ چھوڑ گئے لڑائی کے خاتمہ پر صادق محمد خاں کو خلعت۔ بیش بہا تحائف اور ملتان میں ایک باغ ملنے کے علاوہ ۲۰۰۰ روپیہ کی پنشن بھی ملی اور وہ بڑی عزت کے ساتھ جس کا یہ مستحق تھا نوکری سے سبکدوش ہوا +

۱۸۵۷ء کا غدر شروع ہونے کے وقت صادق محمد خاں لاہور میں موجود تھا اور اُس نے گورنمنٹ کو اپنی خدمات پیش کیں۔ فوجی نوکری دینے کے لئے سَو سوار بھرتی کرنے کا حکم اس کے نام پہلے ہی ملتان جا چکا تھا مگر اس کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ سوار حاجی غلام مصطفےٰ خاں نے بھرتی کئے۔ پنجاب کے جنوبی حصّہ کی طرف واپس آکر یہ کرنیل ہملٹن صاحب کے ہمراہ گوگیرہ کے باغیوں کی مہم پر گیا۔ اور اس مقام پر جو لڑائی ہوئی اس میں موجود رہا۔ اور جس بیڑے کے ذریعہ سے فوج نے دریائے راوی اور نھالی کو عبور کیا اس کے تیار کرنے میں مفید ثابت ہوا۔ ۱۸۶۰ء میں صادق محمد خاں ملتان میں انکم ٹیکس کا تشخیص کنندہ مقرر ہوا اور اپنے فرض منصبی کو لیاقت اور دیانتداری سے بجا لایا۔ اس نے اپنی پنشن کے تبادلہ میں محمد خاں والا باغ بطور علی الدوام جاگیر کے حاصل کیا اور لطف آباد اور کوٹ ملک میں حین حیات جاگیر اور بہاولپور میں ایک پیاہ بھی لیا۔ یہ سب املاک بہیئت مجموعی ۲۹۳۷ روپیہ مالیت کے تھے۔ ملتان میں انکم ٹیکس کی تشخیص مکمل ہو چکنے کے بعد صادق محمد خاں کو شجاع آباد کا تحصیلدار مقرر کیا گیا۔ اور ۱۸۶۸ء میں اپنی ملازمت سے مستعفی ہونے کے وقت تک اسی عہدے پر مامور رہا

۱۸۶۵ء میں صادق محمد خاں مع اپنے بیٹے عاشق محمد اور چچیرے بھائی غلام قادر کے عرب اور ٹرکی کے سفر پر روانہ ہوا۔ یہ ہر جگہ معزز مہمانوں کی حیثیت

Marfat.com

سے ہاتھوں ہاتھ لئے گئے اور انہوں نے جو کچھ دیکھا اُس سے دلشاد ہوکر ۱۶ مہینہ کے بعد وطن واپس آئے۔ صادق محمد خاں نے بہت قرضدار ہونے کی حالت میں نوکری چھوڑی تھی اور وہ ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا۔ اس نے اپنی جائداد اپنے بیٹوں میں تقسیم کردی تھی اور اپنے چاہیتے بیٹے عاشق محمد کو جو خاندان کا مسلّمہ بزرگ تھا دُگنا حصّہ دیا تھا۔ اپنے باپ کا بھاری قرضہ ادا کرنا بھی عاشق محمد کے ذمّہ تھا۔ خاندانی جاگیر کل ۳۳۲۰ روپیہ کی تھی جس میں سے ۵۵۵ روپیہ کی جاگیر عاشق محمد کے نام واگزار ہوئی اور ۴۴۴ روپیہ کے وظائف خاندان کی عورتوں کے نام ہوئے۔ عاشق محمد تھوڑے عرصہ تک ملتان میں نائب تحصیلدار رہا مگر خاندانی کاروبار سنبھالنے کے لئے اِسے سرکاری ملازمت سے استیفے دینا پڑا۔ ۱۸۷۸ء میں یہ میونسپل کمیٹی کا ممبر اور ۱۸۸۳ء میں ڈسٹرکٹ کمیٹی کا ممبر مقرر کیا گیا اور یہ پراونشل درباری بھی تھا۔ اس کا چچیرا بھائی غلام حسین خاں چند سال ڈیرہ غازی خاں میں تحصیلدار رہا اور نیز سرحد پر بھی نوکری دیتا رہا۔ عاشق محمد خاں کا انتقال ۲۹ ستمبر ۱۹۰۸ء کو ہوا اس کا پسماندہ صرف ایک بیٹا عبدالقادر نامی ہے وہ بی۔ اے تک تعلیم پایا ہے اور باپ کی جگہ پراونشل درباری ہوگیا ہے۔ عبدالقادر خاں حال ہی میں ملتان میونسپل کمیٹی کا ممبر مقرر ہوا ہے +

Marfat.com

مخدوم سید صدرالدین شاہ گیلانی نیس ملتان

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

مخدوم شیخ محمد غوث رابع المعروف بہ مخدوم سید صدرالدین شاہ گیلانی*

مخدوم شیخ جمال الدین المعروف پیر موسےٰ پاک شہید
(وفات ۱۵۹۲ء)

۱ مخدوم شیخ حامد گنج بخش ثانی المعروف بہ سید فیض اللہ (وفات ۱۶۰۸ء)
۲ سید جان محمد
۳ سید عیسےٰ
۴ نواب سید یحییٰ

مخدوم شیخ فتح علی المعروف بہ نواب سید موسےٰ پاک دین (وفات ۱۶۵۶ء)

۱ مخدوم سید عبدالقادر ثالث المعروف بہ سید نجیب الدین (وفات ۱۶۷۲ء)
۲ دو دیگر لڑکے ان

شیخ سید محمد اسمٰعیل (وفات ۱۶۶۴ء)

مخدوم شیخ محمد غوث ثانی المعروف بہ سید جمال الدین (وفات ۱۷۲۵ء)

مخدوم شیخ حامد گنج بخش ثالث المعروف بہ سید دین محمد شاہ (وفات ۱۷۶۹ء)

مخدوم شیخ عبدالقادر رابع المعروف بہ سید جمال الدین (وفات ۱۸۱۳ء)

مخدوم شیخ محمد غوث ثالث المعروف بہ سید صدرالدین شاہ (وفات ۱۸۵۳ء)

مخدوم شیخ حامد گنج بخش رابع المعروف بہ پیر سید نور شاہ (وفات ۱۸۶۶ء)

مخدوم شیخ عبدالقادر خامس المعروف بہ پیر سید ولایت شاہ (وفات ۱۸۸۹ء)

مخدوم شیخ محمد غوث رابع المعروف بہ مخدوم سید صدرالدین شاہ
(ولادت ۱۸۶۸ء)

۱ سید غلام یٰسین شاہ (ولادت ۱۸۸۴ء)
۲ سید غلام مصطفےٰ شاہ (ولادت ۱۸۸۷ء)
۳ سید محمد مختار حسین شاہ (ولادت ۱۸۹۳ء)
۴ سید غلام محمد رضا شاہ (ولادت ۱۸۹۵ء)

۲ سید مبشر شاہ (ولادت ۱۸۸۳ء)
۳ سید اجن شاہ (ولادت ۱۸۸۶ء)

سید ولایت حسین شاہ (ولادت ۱۹۰۹ء)
سید غلام محبوب سبحانی (ولادت ۱۹۰۱ء)
سید غلام محی الدین (ولادت ۱۹۰۴ء)
سید غلام دستگیر (ولادت ۱۹۰۱ء)

* یہ تاریخ پہلی کتابوں میں درج نہیں

Marfat.com

گیلانیوں کا خاندان نہایت قدیم اور ان کا نام گیلانی ایران کے ایک صوبہ گیلان کی طرف منسوب ہے۔ ان کے بزرگ اور مورث اعلےٰ حضرت پیرانِ پیر دستگیر محی الدین شیخ سید عبدالقادر حسنی الحسینی گیلانی قدس اللہ سرہ العزیز جن کا دوسرا اسم مبارک پیرانِ پیر مشہور ہے خاص گیلان ہی میں پیدا ہوئے۔ حضرت سید شیخ محمد غوث حضرت پیران پیر سید شیخ عبدالقادر قدس سرہ العزیز سے نویں پُشت میں ہوئے ہیں۔ وہ پندرھویں صدی عیسوی کے وسط میں مملکتِ ٹرکی سے نقل مکان کر کے مقامِ اُچ علاقہ ریاست بہاولپور میں چلے آئے اور اسی مقام پر ۱۹۳۴ھ میں حضرت سید شیخ محمد غوث رح کے پڑپوتے کے فرزند (یعنی نگڑپوتے) کے گھر میں قدوۃ السالکین شیخ المشائخ حضرت پیر موسےٰ پاک شہید رح پیدا ہوئے جو اس خاندان کے جدِ امجد ہیں۔ حضرت موسےٰ پاک شہید رح نے اُچ کے قریب ہی ۱۵۹۲ء میں چند لٹیروں کے ساتھ لڑ کر جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اُن کے جانشینوں نے ان کی لاش ملتان میں لا کر پاک دروازے کے اندر دفن کی۔ یہ بڑی مشہور درگاہ ہے اور ہر مذہب و ملّت کے بہت سے مسلمان اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔ حضرت پیر موسےٰ پاک شہید رح کی اولاد کے دو فرد نواب سید یحییٰ اور نواب سید موسےٰ پاک دین شاہنشاہان جہانگیر اور شاہ جہاں کے زمانہ میں علے التواتر صوبہ ملتان کے ناظم مامور ہوئے تھے۔

شاہنشاہانِ مغلیہ کی طرف سے درگاہ کے سجادہ نشین کو ۱۲۵۰ روپیہ کی جاگیر ملتی تھی اور جس وقت شاہنشاہ محمد شاہ حضرت مخدوم شیخ محمد غوث ثانی سے ملنے آئے تو انہوں نے اس جاگیر میں اَور اضافہ کر دیا۔ اس بزرگ خاندان کی وفادارانہ اور بیش بہا خدمات کے صلہ میں میجر ایڈورڈز

Marfat.com

صاحب بہادر نے ۱۸۴۸ء میں فتح ملتان کے موقعہ پر صرف اسی ایک درگاہ کے لئے یہ سند دی تھی کہ اسے کوئی ضرر نہیں پہنچیگا۔ ۱۸۵۹ء میں سر جان لارنس صاحب بہادر نے بھی مخدوم سید نور شاہ کو اُس کی غدر ۱۸۵۷ء کی اچھی خدمات کے صلہ میں ۳۰۰ روپیہ کا ایک خلعت اور ایک سند عطا کی۔

موجودہ بزرگ خاندان کے والد پیر سید ولایت شاہ کو گورنمنٹ نے ۱۸۷۶ء میں گیلانیوں کا بزرگ تسلیم کیا تھا اور ۱۸۷۷ء میں اسے ملتان کا آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا۔

درگاہ کا موجودہ سجادہ نشین اور خاندان کا بزرگ مخدوم سید صدرالدین شاہ پراونشل درباری اور شہر ملتان کے سب سے زیادہ بارسوخ آدمیوں میں سے ہے۔ پنجاب سندھ اور افغانستان میں اس کے بہت سے مرید پائے جاتے ہیں۔ اس کا ایک بھائی سید شیر شاہ منصف اور عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کا منظور شدہ اُمیدوار ہے اور دوسرا بھائی سید راجن شاہ میونسپل کمشنر ہے۔

Marfat.com

ضلع مظفرگڑھ

خان بہادر نواب محمد سیف اللہ خان بابر رئیس خانگڑھ

حسین خاں
کادم خاں
عبدالصمد خاں

۱	۲	۳
عبدالاحد خاں	الہ داد خاں (وفات ۱۸۸۵ء)	سکندر خاں

خان بہادر نواب محمد سیف اللہ خاں (ولادت ۱۸۶۲ء)

۱	۲	۳
عبداللہ خاں (ولادت ۱۸۸۶ء)	فیض محمد خاں (ولادت ۱۸۹۷ء)	فضل احمد خاں (ولادت ۱۹۰۱ء)

سیف اللہ خاں کا تعلق ملتانی پٹھانوں کی شاخ بابر سے ہے۔ یہ افغان اٹھارھویں صدی کے اخیر میں مظفرگڑھ میں آباد ہوئے تھے۔ اس جگہ ان کو ان کے افغان رشتہ دار مظفر خاں سدوزئی نے بسایا تھا۔ مظفر خاں ۱۸۱۸ء تک ملتان کا نواب رہا اور سنہ مذکور میں سکھوں نے اسکو بے دخل کیا۔ سیف اللہ خاں کے باپ الہ داد خاں نے ایڈورڈز صاحب بہادر کے ساتھ ہو کر سکھوں کی بغاوت میں اچھی خدمات کی تھیں۔ پھر غدر ۱۸۵۷ء میں بھی یہ خیر خواہ رہا اور نمبر ۶۸ بنگال رجمنٹ کے اُن باغیوں کو تباہ کرنے

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

میں مدد دی جو کہ ہندوستان کی طرف نکل جانے کی کوشش کر رہے تھے
ان دونو موقعوں پر اس کی خدمات کے صلہ میں اس کو عام درباروں
میں خلعت عطا ہوئے۔ الہ داد خاں اپنے علاقہ خانگڑھ تحصیل مظفر گڑھ میں
آنریری مجسٹریٹ تھا اور ۱۸۸۵ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ الہ داد خاں
کا بیٹا محمد سیف اللہ خاں آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہے اور اسے
مجسٹریٹ درجہ اول اور منصف درجہ دوم کے اختیارات بھی حاصل ہیں
یہ پراونشل درباری ہے۔ ۱۸۹۴ء میں اسے آنریری مجسٹریٹ کا کام
اور انتظام ملک کے متعلق عمدہ خدمات کرنے کے صلہ میں خان بہادر کا
خطاب عطا ہوا یہ گندم روئی اور نیل کی تجارت اعلےٰ پیمانے پر کرتا ہے۔
خانگڑھ کے قرب وجوار میں تقریباً ۶۰۰۰ روپیہ آمدنی کی اراضی اس
کی ملکیت میں ہے اور دریاے چناب کے قرب وجوار میں مظفر گڑھ سے
گیارہ میل جنوب کی جانب اس کا ایک چھوٹا سا قصبہ بھی ہے۔ ۱۹۱۰ء
میں سیف اللہ خاں کو نواب کا خطاب ہوا ہے +

Marfat.com

میاں شیخ احمد گورمانی

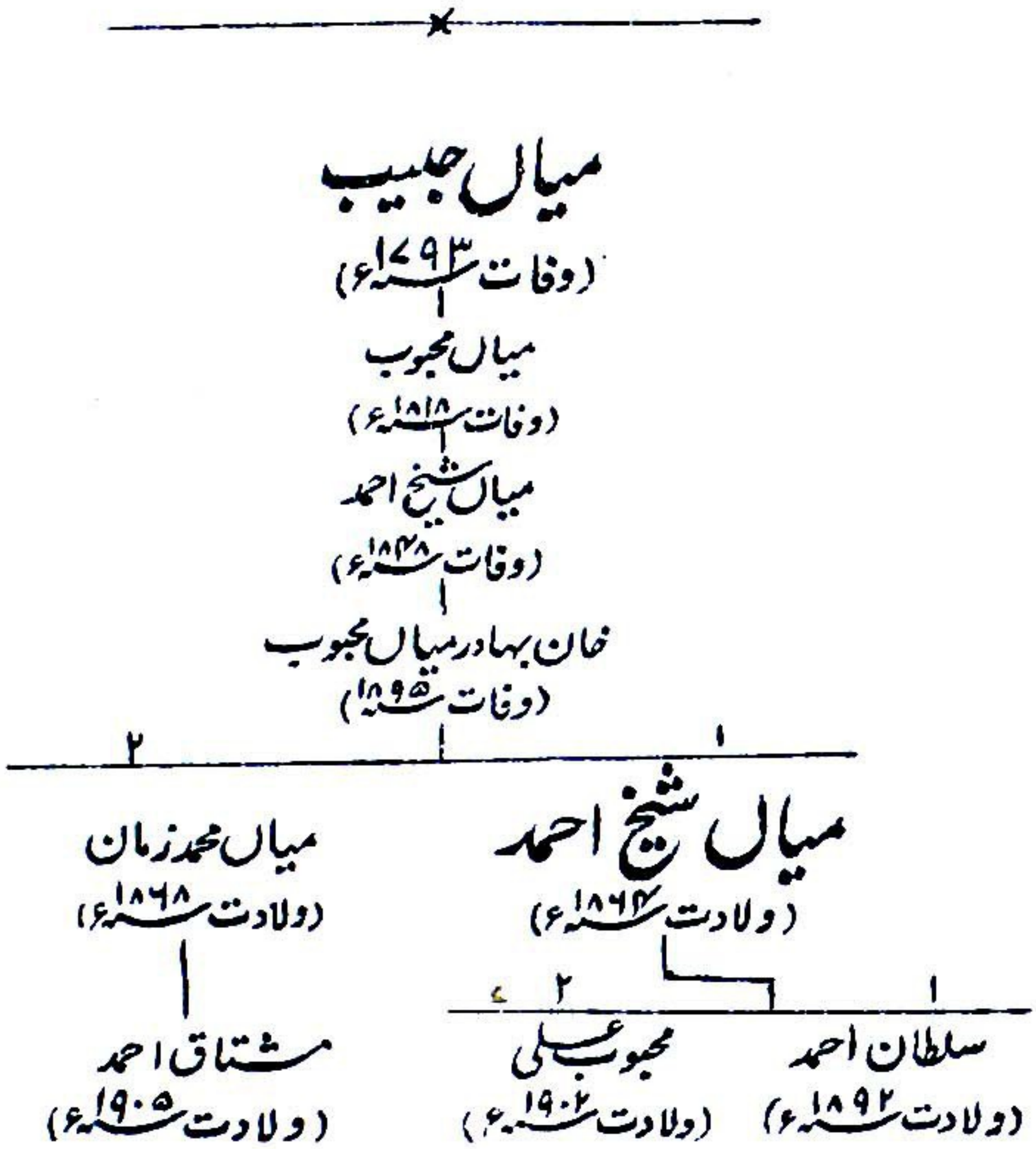

بہلول خاں لودھی ناظم ملتان نے ۱۴۵۰ء میں دہلی کی بادشاہت حاصل کی۔ اُس نے اپنے چچیرے بھائی اسلام خاں کو دریاے سندھ اور کوہ سلیمان کے درمیانی علاقہ کی حکومت بخشی۔ اس علاقہ میں مظفر گڑھ۔ ڈیرہ غازی خاں اور مغربی سندھ کے علاقے شامل تھے۔ اسلام خاں کے پوتے نے یہ ملک اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ اور اس کے بڑے بیٹے طاہر خاں کے حصہ میں سِتپور کا علاقہ آیا جو اب تحصیل علی پور کہلاتا ہے۔ اس تقسیم پر کچھ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ طاہر خاں کے بھائیوں کو ڈیرہ غازی خاں کے بانی بلوچ خاں نے

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ان کو اِملاک سے بے دخل کر دیا مگر طاہر خاں کی اولاد اپنے مقبوضات کو کئی پشتوں تک سنبھالے رہی۔ تاہم وقتاً فوقتاً ان کے املاک کے حصّے خود ان کے نوکروں کی بے ایمانی اور زبردست ہمسایوں کی دست اندازی کی وجہ سے ان کے ہاتھوں سے نکلتے رہے۔ یہ زبردست ہمسائے زیادہ تر بلوچ کی غارتگر قوم سے تھے۔ یہ لوگ آہستہ آہستہ پاؤں پھیلاتے اور حقوق حاصل کرتے گئے اور اُن کے حقوق آج تک برابر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ مگر جو جوانمرد نسل بلوچ خاں کے ساتھ پہاڑوں سے نکل کر یہاں آئی تھی اور اب تک دریائے سندھ کے داہنے کنارے پر اس کی کچھ تعداد پائی بھی جاتی ہے بلوچوں کی موجودہ نسل کو اُس سے کوئی مناسبت تک نہیں رہی۔ مظفرگڑھ کے بلوچ اور جاٹ باہم خلط ملط ہو گئے ہیں اور ان ہر دو اقوام کے مابین بہت کم کوئی تفاوت پایا جاتا ہے۔ عرصہ ہوا کہ یہاں کے بلوچوں نے اپنی وہ تمام قومی خصوصیت اور مشابہت کھو دی ہے جو اُنہیں اپنے آنروے سندھ کے بھائیوں سے متحد بناتی تھی۔ یہ اب نام ہی کے بلوچ رہ گئے ہیں اور ان پر مقامی آب و ہوا کا یہاں تک بُرا اثر ہوا ہے کہ اپنی اصلی زبان بھی بھول گئے۔ مرحوم میاں محبوب گرمانی ٹھٹہ گرمانی تحصیل سناواں کا زمیندار اِن بلوچوں کا سربرآوردہ آدمی تھا یہ اپنے مواضعات کا مجسٹریٹ اور پراونشل درباری تھا اور علاقہ میں بھی اس کا بڑا رسُوخ تھا۔ ۱۸۸۴ء میں اس کو سرکار کی طرف سے خان بہادر کا خطاب ملا اور اس کی خدمات کے صلہ میں دوبار دربار عام میں خلعت بھی عطا ہوئے اس کو ۲۰۰ روپیہ بطور انعام کے ملتے تھے اور ۵۰۰ روپیہ سالانہ اس کی

Marfat.com

اراضیات کی آمدنی تھی) +

میاں محبوب گرمانی میاں حبیب اور میاں محبوب کی درگاہوں کا متولّی تھا یہ اُس کے دادا اور پڑدادا کے مدفن ہیں اور بعض موسموں میں یہاں بہت سے زائرین آتے ہیں۔ پنجاب کے جنوبی اضلاع میں میاں محبوب کے بیشمار مرید تھے۔ خان بہادر میاں محبوب کا انتقال ۱۸۹۵ء میں ہوا اور اسکا بڑا لڑکا میاں شیخ احمد خاندان کا بزرگ تسلیم کیا گیا اور اپنے باپ کی جگہ پر اونشل درباری بھی مقرر ہوا۔ شیخ احمد اور اُس کے بھائی محمد زمان کو علاقہ میں بڑا رسوخ حاصل ہے اور خاندانی جائداد بھی ان کو بحصّہ مساوی ملی ہے۔ اگرچہ اب ٹھٹہ گرمانی کی درگاہیں زیادہ مشہور نہیں رہیں تاہم ابھی تک کچھ لوگ ان دونوں بھائیوں کے مرید ہیں۔ مگر بظاہر یہ اُن مریدوں کی طرف بہت توجہ نہیں کرتے۔ میاں شیخ احمد آنریری مجسٹریٹ اور سب رجسٹرار ہے +

Marfat.com

ضِلع ڈیرہ غازی خاں

مسٹر ایم۔ ایل ڈیمز صاحب بہادر نے جو ایک زمانے میں ڈیرہ غازی خاں کے ڈپٹی کمشنر تھے اس ضِلع کی تاریخ پر حسب ذیل نوٹ حوالۂ قلم کیا ہے

ضلع ڈیرہ غازی خاں کی تاریخ کا آغاز اُس زمانہ سے کہا جا سکتا ہے جبکہ تقریباً پندرھویں صدی عیسوی کے وسط میں رنڈ بلوچوں کا طوفان اُمنڈ کر جنوبی پنجاب میں آیا۔ اس سے پیشتر زمانہ کے حالات کو مبہم روایات کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ ملک برائے نام ہی شاہان دہلی کی مملکت کا حصہ اور صوبہ ملتان کے ساتھ شامل تھا۔ جب لانگہا کے شاہی خاندان نے ملتان میں اپنی خود مختاری قائم کر لی تو اگرچہ یہ علاقہ اُن کے زیر حکومت رہا مگر جو قومیں یہاں پہلے سے آباد تھیں وہ عملی طور پر خود مختار ہی رہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان قوموں میں سب سے زیادہ نامور صرف دو قومیں تھیں۔ ضلع کے جنوبی حصے میں قوم ناہر اور اس کے وسطی اور شمالی حصے میں سانہا سومرا۔ سانہا سومرا ایک راجپوت قوم تھی۔ اس کے اراکین نے مسلمانوں کے اس علاقہ میں آنے سے پہلے ہی مذہب اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور گو اُن میں خود

Marfat.com

اتنی طاقت موجود تھی کہ وہ چاہتے تو بہت کچھ اقتدار قائم کر لیتے۔ مگر انہوں نے بلوچوں سے اتحاد اور اُن سے ازدواج کا تعلق کر کے اپنے اس منشا کو مناسب طریقہ سے پورا کیا۔ اس ساتھاسومرا مسلمان راجپوتوں اور فاتح بلوچ مسلمانوں کے مابین رشتۂ ازدواج قائم ہونے سے جو مخلوط النسل قوم چلی اُس کا نام ڈوڈئی رکھا گیا۔ اس نام نہاد کی وجہ یہ ہے کہ اس نسل کا مورث اعلےٰ مسمے اڈو ڈا ساتھا سومرا قوم کے ایک شخص کا بیٹا تھا اور اس کی ماں رند بلوچ قوم کی لڑکی تھی۔ بلوچوں کے اس خاندان میں سے جس پہلے شخص نے نام و نمود حاصل کیا ملک سُہراب ڈوڈئی تھا۔ مؤرخ فرشتہ کے حسب تحریر ملک سُہراب سُلطان حسین لانگہا والے ملتان کی ملازمت میں داخل ہوا اور سُلطان سے اُس علاقہ کا بہت سا حصّہ جاگیر میں حاصل کیا جو دریائے سندھ کے ساتھ ممتد ہوتا ہے اور سیتپور بھی اس میں شامل تھا۔ قوم ڈوڈئی کی دو مشہور شاخوں کا ذکر ڈیرہ غازی خاں کے میرانی اور گُرچانی خاندانوں کی تاریخوں میں ملیگا جو آگے لکھی گئی ہیں۔

ناہروں کی حکومت ضلع کے جنوبی حصّے پر تھی اور اُن کے علاقے کی وسعت اندازاً اس قدر تھی کہ اُس میں موجودہ تحصیل راجن پور اور تحصیل جامپور کا حصّہ ہرنڈ داجل بھی شامل تھا۔ ناہر سندھ کے شمالی حصّہ میں بھی پھیلے ہوئے تھے اور ان کی اصلیت نامعلوم ہے۔ غالباً یہ راجپوت یا جاٹ تھے۔ پندرھویں صدی میں میرانیوں کی روز افزوں طاقت نے ہرنڈ داجل کے علاقہ میں ان کی حکومت معدوم کر دی۔ بلوچ جو اس وقت ملک میں آ چکے تھے غالباً ناہروں کو حکومت سے ہٹانے میں میرانیوں کے معاون ہوئے۔ لیکن جنوبی حصہ ملک میں ناہروں کی حکومت ہرنڈ

Marfat.com

واجل کی نسبت زیادہ عرصہ تک قائم رہی اور آخر کار اِن کو مزاریوں نے یہاں کی حکومت سے بھی بے دخل کیا جس کا حال مزاریوں کی تاریخ میں بیان کیا گیا ہے۔ اب ہرنڈ اور بھاگسر میں ناہروں کے صرف چند خاندان باقی رہ گئے ہیں جو معمولی زمیندار ہیں اور بھاگسر میں انکو تھوڑا بہت رسوخ بھی حاصل ہے ٭

پندرھویں صدی کے آخر اور سولھویں صدی کے آغاز میں اس ملک میں بلوچ جماعتوں کا داخلہ شروع ہوا۔ ان کی روایات کے مطابق رند بلوچ تیس سال تک لشاریوں سے لڑتے رہے اور مغلوں سے (جن کا زیادہ صحیح نام تُرک ہے) بھی ان کی مُڈبھیڑ ہوئی۔ یہ اُس زمانے کا واقعہ ہے جبکہ شاہ بیگ ارغن نے شمالی سندھ پر یورش کر کے وہاں اپنے خاندان کی حکومت قائم کی تھی۔ رند بلوچوں کے سرگروہ کا نام میر چاکر تھا۔ اس کی نسبت قصوں میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے شاہنشاہ ہمایوں کا طرفدار ہو کر دہلی تک اُس کا ساتھ دیا۔ بے شک اُس وقت یہ بلوچ پنجاب کے تمام جنوبی اور مغربی حصص میں پھیل گئے تھے۔ چنانچہ آج تک نہ صرف ڈیرہ غازیخاں بلکہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں مظفر گڑھ۔ ملتان۔ جھنگ منٹگمری۔ شاہپور اور بہاولپور کے علاقہ جات کی بہت بڑی آبادی کا حصّہ یہی لوگ ہیں اور میر چاکر کی قبر ستگھرہ ضلع منٹگمری میں ہے۔ ڈیرہ غازی خاں کی سرحد پر اس وقت جتنی قومیں آباد ہیں وہ سب اپنے یہاں آباد ہونے کا وُہی زمانہ بتاتی ہیں جو کہ ذکر اوپر کیا گیا۔ بعض اقوام مثلاً مزاری۔ گرچانی اور ٹبی کے انڈ پہلے پہل پہاڑیوں ہی میں سکونت پذیر رہیں اور پھر آہستہ آہستہ کوہستان سے نکل کر انہوں نے میدانوں میں پھیلنا شروع کیا۔ یہ قومیں قریب کی میدانی اراضیات

Marfat.com

پر قبضہ کرتی گئیں اور بعض مقامات میں اُنہوں نے اپنا عمل دخل دریائے سندھ تک بڑھا لیا۔ مُلک کے اصلی باشندے جاٹ یا راجپوت بعض مقامات سے بے دخل کر دئے گئے اور کسی کسی جگہ وہ بدستور مالک و قابض رہے۔ چنانچہ ان جاٹوں یا راجپوتوں کے قبضہ میں اب تک بھی ۵۰ لاکھ ایکڑ زمین ہے اور بلوچوں کے پاس صرف ۲۰ لاکھ ایکڑ اور اُس میں سے بھی بہت سی بنجر پڑی ہے۔ مگر جاٹوں کا حال ٹھیک نہ رہا۔ وہ بالکل فاتح بلوچوں کے رحم پر رہ گئے اور اُن کے ماتحت ہو گئے۔ حتّٰی کہ جہاں اُن کے قبضے میں زمینیں رہ گئی تھیں اُن مقامات میں بھی اُن کا کچھ رسُوخ اور اثر نہ رہا۔ چنانچہ ان کے بلوچوں کے دست نگر ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ ضلع کے بڑے بڑے نامی خاندانوں میں جاٹوں کے ایک خاندان کا بھی ذکر نہیں ملتا۔ بہت سی قومیں ڈیرہ غازی خاں کے میرانیوں کی جو خود دہلی کے شاہانِ مغلیہ کے مطیع و ماتحت تھے بادشاہی کے سامنے سرنگوں تھیں مگر جس وقت اورنگزیب کے اخیر عہد حکومت میں سلطنت مغلیہ کے آثارِ زوال نظر آنے لگے۔ اُس وقت میرانیوں نے خود مختار ہونے کی کوشش کی مگر ناکامیاب رہے۔ شاہزادہ معزالدین نے جسنے بعد میں جہاندار شاہ کا لقب اختیار کیا۔ نہ صرف میرانیوں کی اس کوشش کو بلکہ سندھ کے کلہوڑوں کی اس قسم کی شورش کو بھی دبا دیا۔ اُسی وقت سے متواتر حملوں اور بغاوتوں کا ایک طویل زمانہ شروع ہو گیا جن کا خاتمہ نادر شاہ اور احمد شاہ کی حملہ آوریوں پر ہوا پھر جب یہاں درانیوں کی سلطنت قائم ہو گئی تو معلوم ہوا کہ میرانی کلہوڑوں کے متواتر حملوں سے بہت کمزور ہو گئے ہیں مگر کلہوڑے بھی اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد اپنے تالپور وزیروں کی بغاوت سے بالکل نیست و

Marfat.com

نابود ہو گئے۔ غازی خاں اخیر میرانی حکمران کا وزیر محمود خاں گوجر اس بدامنی کے زمانہ میں بڑا زبردست ہو گیا اور تیمور شاہ اور زمان شاہ کا برائے نام ماتحت رہ کر کئی سال تک حکومت کرتا رہا چنانچہ سرائی اور میرانی خاندانوں کی تاریخ میں ان واقعات کا مفصل ذکر کیا گیا ہے ۔

ڈیرہ غازی خاں کے جنوبی اور وسطی حصص میں یہ ایک اور واقعہ بھی ہوا کہ موجودہ خانِ قلات کے ایک بزرگ نصیر خاں نامی کو جو قلات کا بڑا ہی خان تھا احمد شاہ نے خدمات کے صلہ میں ہرنڈ داجل کا علاقہ دیا جو اُس وقت تک خانوں ہی کے قبضہ میں رہا جبکہ ۱۸۲۷ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اسے فتح کر لیا۔ اس علاقہ میں گرچانی اور بٹی لُنڈ خاندانوں کے تمام مقبوضات شامل تھے۔ شمالی حصۂ ضلع کی قومیں جو پہلے محمود خاں گوجر اور بعد ازاں سلطنت کابل کے مقرر کردہ ناظم کے ماتحت تھیں اپنے ہمسایوں سے متواتر لڑتی رہیں۔ ان کی خانہ جنگی کی وجہ سے زراعتوں اور درشکوں کے علاقے بالکل برباد ہو گئے۔ نہریں بند ہو گئیں اور گاؤں ویران۔ چنانچہ بعض مقامات میں اب تک اُس بربادی کے نشانات موجود ہیں ۔

ڈیرۂ غازی خاں کے سدوزئی اور پوپلزئی خاندان اور ناہروالا کے بوزدار دُرّانی عہد حکومت میں اس ضلع میں آباد ہوئے ہیں ۔

سکھوں نے پہلے پہل ۱۸۱۹ء میں ڈیرہ غازی خاں کو اپنے زیر نگین کیا۔ ۱۸۱۹ء سے ۱۸۳۰ء تک نواب صادق محمد خاں والئے بہاولپور مہاراجہ رنجیت سنگھ سے اس ملک کے مالیہ کا ٹھیکہ لئے رہا۔ ۱۸۳۰ء کے بعد جنرل وینچورا اس علاقہ کا ناظم مقرر ہوا۔ یہ ۱۸۳۲ء تک اس منصب پر قائم رہا اور بعدہٗ اس کی جگہ دیوان ساون مل کا تقرر کیا گیا۔ ساون مل بارہ

Marfat.com

سال تک اس عہدہ پر مامور رہا۔ بلوچ اقوام کی وحشیانہ خود مختاری بڑی مشکل سے دور ہوئی۔ جیساکہ اُن کے خاندان کی تاریخ میں بیان کیا گیا ہے کہ نواب صادق محمد خاں ایک عرصہ تک اُن سے لڑتا جھگڑتا رہا اور کھوسوں کی ہمیشہ سکھوں کے ساتھ بگڑی رہی۔ گرچانی سرکار لاہور کے ساتھ ہمیشہ لڑائیوں ہی میں مصروف رہے۔ اور مزاری بھی اس قدر سرکش تھے کہ خود دیوان ساون مل کو ان پر چڑھائی کرنی پڑی۔ صرف لغاریوں اور تنکانیوں دو خاندانوں کو سکھوں کی اطاعت کرنے میں اپنی بہتری معلوم ہوئی۔ مگر اُنکی فرماں پزیری نے کوئی اچھا پھل نہیں دیا۔ تنکانیوں کے سرداروں کا نذرانہ بقایا میں پڑ جانے سے انہیں ایسی تکلیفیں پیش آئیں کہ گویا وہ اول ہی روز سے سکھوں کے سخت مخالف تھے۔ مولراج کے باغی ہوتے ہی جن قوموں کی ہمیشہ سکھوں سے مخالفت رہی تھی انہوں نے قدرتی طور پر ایڈورڈز صاحب بہادر کا ساتھ دیا۔ اُن میں سے کھوسوں نے سب سے اوّل پیشقدمی کی۔ لغاری اور تنکانی قوموں کی نسبت پہلے یہ توقع تھی کہ وہ چُپ چاپ بیٹھ کر نتیجہ کا انتظار کرینگی مگر انجام کار اِن سب قوموں نے بخوشی تمام اطاعت و انقیاد کو قبول کیا اور ایک امن و امان قائم کرنے والی گورنمنٹ کو دِلی خلوص سے خیرمقدم کہا۔ غالباً بحالت موجودہ پنجاب کی کوئی قوم سرکار انگریزی کی ایسی خیرخواہ اور نمک حلال نہیں ہے جیسی کہ ڈیرۂ غازی خاں کی بلوچ قوم۔

Marfat.com

نواب سر امام بخش خان مزاری [illegible]

[illegible]

Marfat.com

Marfat.com

دی آنریبل نواب محمد بہرام خاں سی آئی ای

چیف آف دی مزاری بلوچ ٹرائب

Marfat.com

Marfat.com

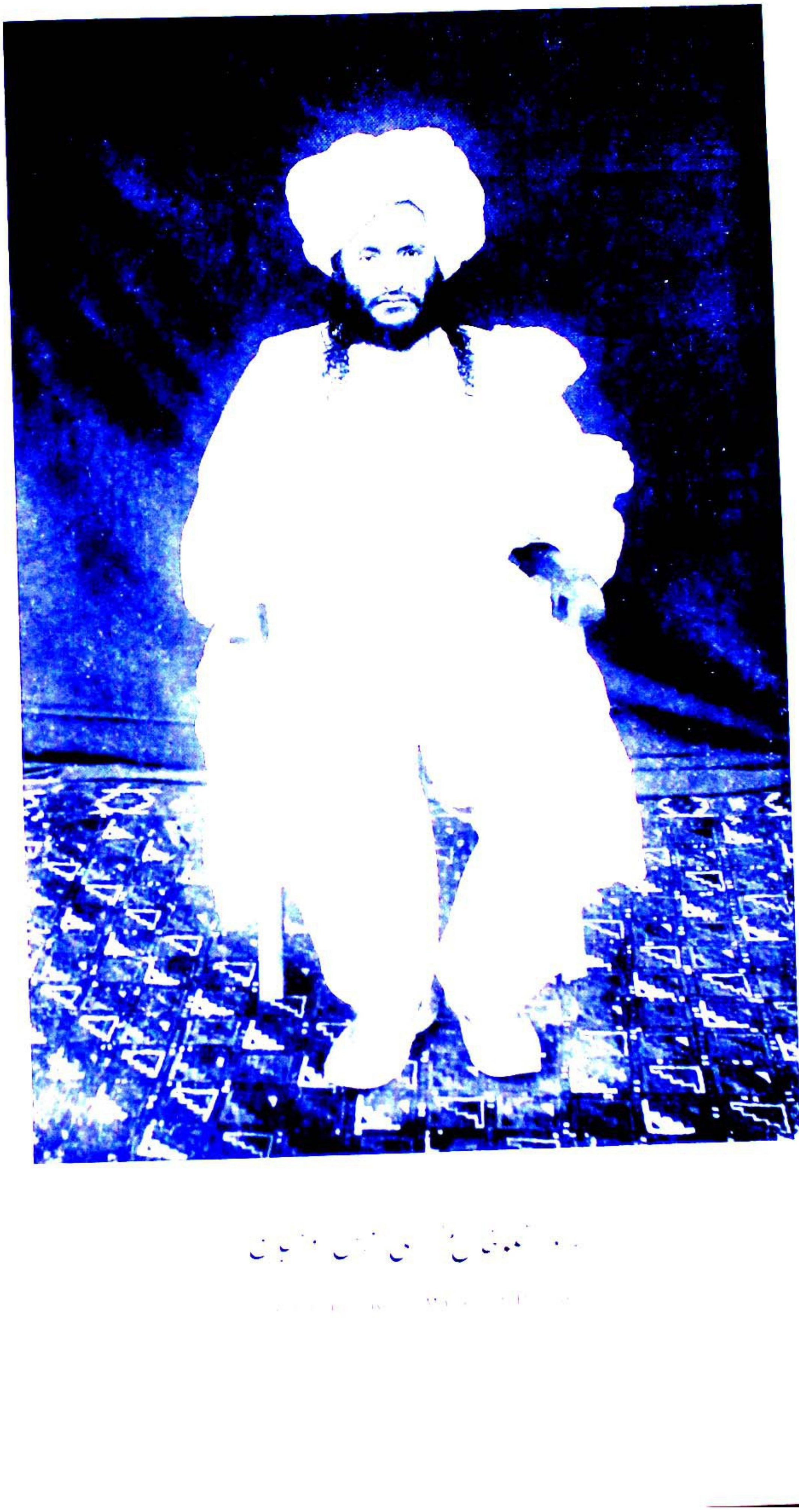

Marfat.com

Marfat.com

نواب بہرام خاں مزاری سی۔آئی۔ای

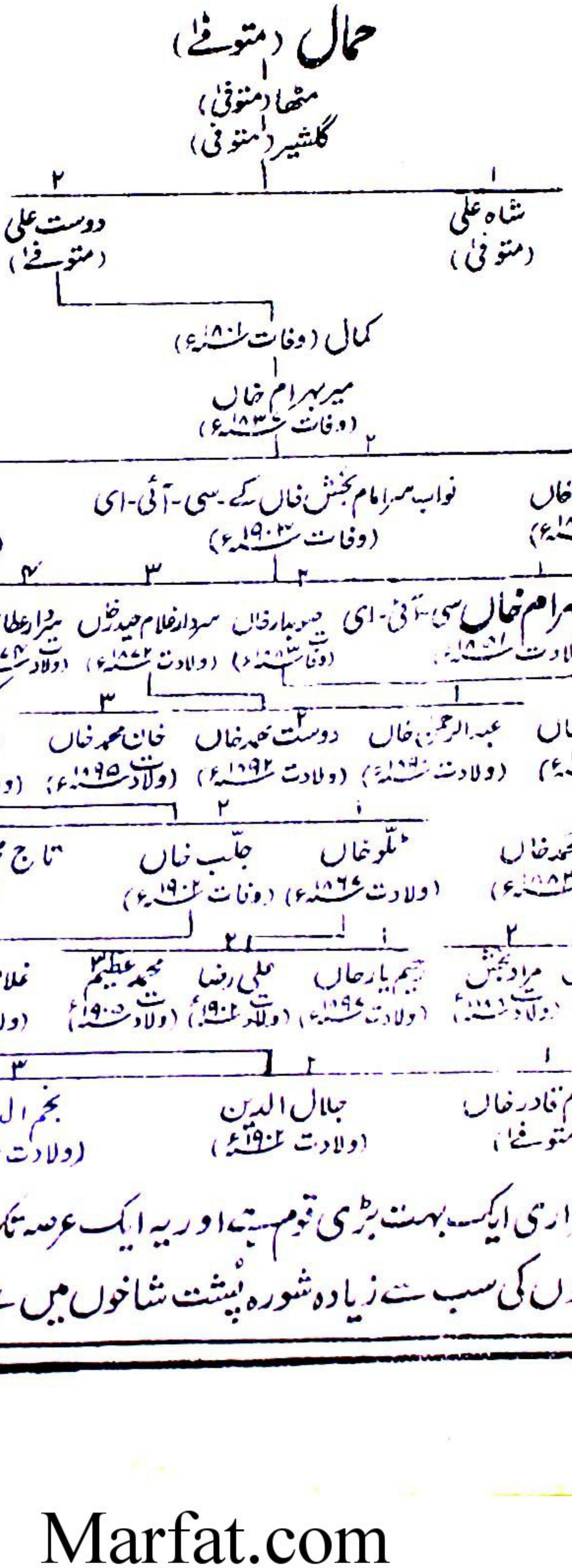

قوم مزاری ایک بہت بڑی قوم ہے اور یہ ایک عرصہ تک اِس ضلع کے رنڈ بلوچوں کی سب سے زیادہ شورہ پُشت شاخوں میں سے ایک شاخ

Marfat.com

رہی ہے خود قومِ مزاری کی چار شاخیں ہیں جن کے نام رستمانی - بلوچانی - مسیدانی اور سرگانی ہیں - ضلع ڈیرہ غازی خاں کا تمام جنوبی حصہ امرکوٹ سے نیچے کی طرف ان کے قبضے میں ہے - بہت سے پہاڑی قطعات اور دریائے سندھ کے دونوکناروں کی وہ اراضیات اس علاقہ کے حدود میں داخل ہیں جو سندھ اور بہاولپور کی سرحدوں تک مُمتد ہوتی ہیں - قوم مزاری کا ایک بڑا فریق سندھ - آنروے سندھ کے سرحدی ضلع اور ضلع شکارپور کے تعلقہ اُبارُو میں آباد ہے - بلوچانی فریق کی کُل شیرانی شاخ میں سے ایک شخص اس مُقتدر قوم کا تُمندار ہے اور خاص بلوچانی فریق کا موجودہ سردار نواب بہرام خاں سی - آئی - ای ہے +

بیان کیا جاتا ہے کہ بلوچانی دراصل مزاریوں سے علیٰحدہ ہیں اور ایک شخص مسمّی ہوت کو اپنا مورث اعلےٰ بتاتے ہیں - ہوت قوم بلوچ کی پانچ شاخوں میں سے شاخ ہوت کا بانی مبانی تھا اور اُسی کے نام پر اُن کا نام پڑا - علی نامی ہوت کے ایک بیٹے کے دو بیٹے اِسحاق اور پُنّو تھے - پندرھویں صدی عیسوی کے آخیر اور سولھویں صدی کے شروع میں جبکہ عام طور پر بلوچ پنجاب کے میدانی علاقوں میں آئے ہیں تو اسحاق کا شمور میں آکر آباد ہوا جو اب سندھ کے سرحدی ضلع میں ہے - اُس وقت مزاری قوم کے آدمی کوہ بھمبر کے قریب پہاڑی علاقے میں آباد تھے اور ان میں سے کوئی بھی میدانوں میں آکر سکونت پذیر نہیں ہوا تھا صرف مقام کا شمور ہی ان کی تجارت کی منڈی تھی جہاں یہ اپنے مال مویشی کا خلے اور کپڑے سے تبادلہ کر لیا کرتے تھے - اسحاق نے جو پہلے ہی سے کا شمور میں سکونت رکھتا تھا مزاریوں کو انکی پیداواروں کے اچھے طریق سے فروخت

Marfat.com

کرنے کی راہ بتائی اور اُن کے تبادلہ میں دیگر اشیاء کی خریداری کا بھی مفید طریقہ سکھایا۔ اس وجہ سے پہاڑی علاقے میں اسحاق کی بڑی شہرت ہوگئی اور وہ تمام مزاری جو کاشمور کی منڈی میں خرید و فروخت کر کے اپنے ملک میں واپس جاتے اپنے اُس وقت کے سردار مسمے بزان کی خدمت میں اسحاق کی تعریف کے گیت گاتے۔ ایک موقعہ پر جبکہ کاشمور کے باشندوں نے چار مزاریوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ بزان نے چار عورتوں کو اس غرض سے اسحاق کے پاس بھیجا کہ وہ اسحاق کو قیدیوں کے چھڑوانے میں انکی امداد کرنے پر آمادہ بنائیں۔ چنانچہ اسحاق نے ناظم کاشمور سے کہہ سُن کر اُن آدمیوں کو چھڑوا دیا اور وہ اپنی قوم میں واپس چلے گئے۔ اسحاق کی اس کارروائی کا شکر گزار ہو کر بزان نے اُس کو مُلاقات کے لئے بُلوا بھیجا اور جب وہ مزاریوں کے علاقہ میں گیا تو مزاریوں نے باتفاق رائے اسکو اپنا سردار مان لیا۔ خود بزان نے اسحاق کے سر پر سرداری کی پگڑی باندھی اور اپنی لڑکی سے اس کی شادی کر دی۔ اسحاق کے ہاں دو لڑکے ہوئے۔ ان میں سے بڑے کا نام بلوچ اور چھوٹے کا شدھین رکھا گیا اور اسی بلوچ کے نام پر قوم کا نام بلوچانی پڑ گیا۔ اسحاق کا جانشین بھی بلوچ ہی ہوا مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وفات پر جانشینی کے متعلق خاندان میں جھگڑا پڑ گیا جس کی وجہ یہ تھی کہ قوم مہذّب نہ تھی۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت قوم کا سردار باہمی انتخاب سے مقرر کیا جاتا تھا۔ قوم نے پہلے تو بلوچ کے بیٹے راد ھو سے سردار بننے کے لئے کہا اور وہ اس درخواست کو منظور کرنے پر راضی بھی تھا۔ مگر قضا را عین اُسی وقت جبکہ راد ھو کو سرداری ملنے والی تھی بڑی سخت اور تُند ہوا چلی اور راد ھو کی کیری یا جھونپڑی اندھڑ

Marfat.com

کے صدمہ سے گر گئی۔ یہ بہت بُرا شگون سمجھا گیا اور لوگوں نے رادھو کو چھوڑ کر شدھین کی اولاد میں سے ایک شخص کو سردار بنانے کا ارادہ کر لیا۔ شدھین کے فرزند مسمّی بھندو کے تین بیٹے تھے۔ اُن میں سب سے بڑے لڑکے کا نام بدھیل تھا۔ مزاری مجتمع ہو کر اُس کے پاس گئے اور سرداری کی پگڑی پیش کی مگر بدھیل اس کے منظور کرنے سے ہچکچایا۔ اور لوگوں سے کہا کہ پہلے مجھے اپنی ماں سے صلاح کر لینے دو۔ پھر تمہاری درخواست کا جواب دونگا ؛

چنانچہ بدھیل کی معزّز ماں نے اُس کو یہ صلاح دی کہ:۔ "اگر مزاری تجھے اپنا سردار بنانا چاہتے ہیں تو اُنہیں تین شرطیں ماننی لازم ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ اگر ایک مزاری دوسرے کو قتل کرے یا کسی خاندان کی عورت کو اغوا کر کے خاندان کی توہین کریگا تو وہ مجرم اور اُس کا سارا کُنبہ ایک سال کے لئے آوارہ گرد اور جلاوطن کر دیا جائیگا اور اُسے صرف اِسی صورت میں واپسی وطن کی اجازت ہوگی کہ وہ خاندان جس کی اُس نے توہین کی ہو اُسے معاف کر دے۔ دوئم یہ کہ اگر کوئی مہمان یا اجنبی آدمی سردار کے ہاں آجائے اور سردار اُس کی مہمان نوازی کے لئے مزاریوں کی کوئی بھیڑ لے کر ذبح کرے تو کوئی اس بھیڑ کا دعوےٰ نہ کر سکیگا اور نہ ہی اُس کی قیمت مانگنے کا حق رکھیگا۔ سوئم یہ کہ اگر سردار کوئی ٹیکس مانگے تو مزاریوں کی قوم کو نہائت خوشی کے ساتھ وہ ٹیکس دینا لازم ہوگا۔ اگر مزاری ان شرائط کو مان لیں تو سردار بننا منظور کر لو ورنہ انکار کر دو" چنانچہ یہی شرائط بدھیل نے قوم کے سامنے پیش کر دیں جو اُنہوں نے فوراً مان لیں اور بدھیل ان کا سردار بن گیا۔ یہ قصّہ دلچسپ ہونے کے علاوہ اس بات کو بھی ثابت کرتا ہے کہ قوم اُس وقت ایک ایسی مستقل گورنمنٹ

Marfat.com

کی حاجتمند تھی جو باقاعدہ مُلکی محصول وصول کرنے اور قوم کے باہمی جھگڑے اور فساد فرو کرنے کی طاقت رکھتی ہو اور نیز اس سے بلوچوں کے اس ایک قومی وصف اور خیال کا پتہ لگتا ہے کہ مہمان نوازی انسان کا فرض ہے اور سردار قوم کا وکیل ہوا کرتا ہے۔ بدھیل کے عہد میں میر چاکر نامی ایک سردار کے ماتحت بلوچوں کی آمد وسط پنجاب میں شروع ہوئی صرف انکے ایک گروہ نے جن کا سردار مسمّی ہیوتان تھا میر چاکر کے ساتھ میدانی سر زمین میں آنے سے انکار کر دیا اور پہاڑیوں ہی میں مقیم رہا۔ میر چاکر شہنشاہ ہمایوں کے ساتھ ہو کر دہلی کی طرف کوچ کرتا جا رہا تھا کہ مقام تلمبہ ضلع ملتان میں پہنچ کر اُس نے اپنے ساتھی اور ماتحت سرداروں سے دریافت کیا کہ کہ آیا تم میں کوئی ایسا ہے جو یہاں سے واپس جا کر ہیوتان پر حملہ کرے بدھیل خاں کے سوا کسی سردار نے یہ بیڑا نہ اُٹھایا۔ چنانچہ یہ اپنے مزاریوں کو لیکر واپس چلا اور میر چاکر کے بیٹے اسحاق اور بجڑ خاں نے بھی اسکا ساتھ دیا۔ بجڑ خاں رند اور شماریوں کی لڑائیوں کے پرانے رند سرغناؤں میں سے تھا اور اپنی لمبی داڑھی کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ مگر ہیوتان نے اس حملہ آور فوج کو ہزیمت دیکر پریشان کر دیا۔ بجڑ خاں اور اسحاق دونو جنگ میں مارے گئے۔ ہیوتان نے اسحاق کے سینے کا گوشت سیخوں پر لگا کر اُس کے کباب بنائے اور بجڑ خاں کی لمبی داڑھی کی چوٹری تیار کی۔ ہیوتان نے فتح تو حاصل کر لی لیکن وہ اس پر مطمئن نہ تھا کیونکہ اُسکو یہ خطرہ لگا رہا کہ کوئی نہ کوئی اُس سے اس ہزیمت کا بدلہ ضرور لیگا اور اپنی داڑھی اس خوف سے منڈوا ڈالی کہ کہیں اُس کا بھی وہی حشر نہ ہو جو اس نے بجڑ خاں کی داڑھی کا کیا ہے۔ چنانچہ اس کو کچھ زیادہ

Marfat.com

انتظار نہ کرنا پڑا۔ اور میر چاکر نے شکست کی خبر سُنتے ہی مقام ستگھرہ سے اُلٹا پھر کر اس کے مقابلہ کے لئے کُوچ کر دیا۔ ہیوتان کو شکست دی اور وہ پہاڑیوں کی طرف بھاگا۔ دوران فرار میں وہ گوگر نامی ایک غار کے اندر گر کر فوراً مر گیا۔ اور ایک سرگانی مزاری نے جو اس کے تعاقب میں تھا اس کے پیچھے ہی غار میں اُتر کے اس کا سر کاٹ لیا اور میر چاکر کے پاس لے آیا میر چاکر نے ہیوتان کی کھوپڑی کی ہڈی کا پیالہ بنا کر اپنے فرزند اور رفیق کے خون اور اُن کی ہتک حُرمت کا بدلہ لے لیا۔

بدھیل کے زمانہ میں مزاریوں اور اُن کے ہمسایہ چانڈیوں میں ایک سخت لڑائی ہوئی۔ اس جنگ کی وجہ یہ ہوئی کہ مزاریوں نے نندیو اور موتن نامی دو مگھاسی سرداروں کو جنہیں چانڈیوں نے اُنکے ملک سے نکال دیا تھا پناہ دی تھی۔ بندھیل خاں نے کچھ پر چھاپہ مار کر بہت سا لُوٹ کا مال حاصل کیا۔ مگر چانڈیوں نے مزاریوں کا تعاقب کر کے مزرداں ندی کے قریب اُن کو آلیا اور اس کے بعد جو لڑائی ہوئی اُس کا نتیجہ مزاریوں کے حق میں نہایت بُرا نکلا۔ بدھیل خاں ایک تیر سے ہلاک ہوا جو حمال خاں قوم چانڈیا کے سردار کی کمان سے نکلا تھا۔ چانڈیوں کا بھی اس لڑائی میں بہت نقصان ہوا۔ اور اُن کا سردار حمال خاں میدان میں کام آیا۔ بدھیل خاں کے بعد اُس کا سب سے بڑا بیٹا مزاریوں کا سردار بنا اور یہ ماڑیوں سے جنگ کرتا ہوا لڑائی کے میدان ہی میں معہ اپنے دوسرے بھائی بلوچ نامی کے مقتول ہو گیا۔ اس کے بعد مزاریوں میں بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہو گیا جن کا یہاں بیان کرنا بے فائدہ ہے۔

مزاری پہلے پہل حمال ثانی کے زمانے میں میدانوں میں آکر آباد

Marfat.com

ہونے شروع ہوئے۔ دریائے سندھ کے کنارے کنارے کا علاقہ قومِ ناہر کے قبضے میں تھا۔ اس قوم کا سردار محمد قاسم خاں اور اس کا صدر مقام قصبۂ کین تھا۔ ناہروں کے ایک دوسرے گروہ نے مقام بھاگسر کو اپنا دارالحکومت بنایا تھا۔ مزاری ہر سال موسم سرما میں اپنے مویشی دریائے سندھ کے قریب چرانے لایا کرتے تھے اور انہوں نے اسی سلسلہ میں کین کے ناہروں سے رابطۂ اتحاد قائم کر لیا۔

جب ناہروں کے دونو متذکرہ صدر فریقوں میں باہم لڑائی چھڑی تو کین کے ناہروں نے مزاریوں سے مدد طلب کی۔ چنانچہ میر جمال خاں اپنی قوم کو ساتھ لے کر کمک کے لئے آیا اور اُس کی امداد سے دوسرے ناہر فریق کا صدر مقام قصبۂ بھاگسر فتح ہو گیا۔ کین کے ناہروں نے اس مدد کے معاوضہ میں مزاریوں کو روہجان اور دریائے سندھ کے مابین کا قطعۂ زمین دیدیا۔ یہ خطّہ اُس نہر کی وجہ سے جو جمال خاں نے اس میں کھدوائی تھی جمال واہ کہلایا اور اب تک اسی نام سے موسوم ہے۔ مزاریوں نے علاقہ پچادھ پر بھی قبضہ کر لیا جو عین پہاڑیوں کی تلیٹھی میں واقع ہے اور پھر اُن اراضیات پر دست درازی شروع کر دی جو دریائے سندھ سے سیراب ہوتی تھی اور جن پر ان سے بہت پہلے کے آئے ہوئے بلوچ قابض تھے۔ اس تعدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مزاریوں اور چانڈیوں میں دوامی لڑائی شروع ہو گئی مگر آخر کار چانڈیوں کو دریائے سندھ کے پار ہٹا کر مزاریوں نے ان کی اراضیات پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں بگھتیوں اور مزاریوں میں لڑائی شروع ہوئی اور طرفین سے کئی میدان داریاں ہوئیں اور جانبین سے مال غنیمت کا تبادلہ ہوتا رہا۔ ایک موقع پر مزاری بہت سے مویشی

Marfat.com

چراکر اپنے علاقہ میں واپس آرہے تھے اور انہوں نے تیغاف ندی کا راستہ اختیار کیا تھا جو کوہ زرین کے نیچے بہتی ہے کہ راہ میں ان کے پانچ آدمی جماعت سے الگ ہو کر جوا کھیلنے بیٹھ گئے اور قمار بازی میں ایسے محو ہوئے کہ اُس گھبتی فوج کو بھی نہیں دیکھا جو ان کے تعاقب میں آرہی تھی۔ یہاں تک کہ دشمن اُن پر آن پڑے اور اُنہیں ہلاک کر دیا۔ جب اس واقعہ کی خبر میر حمال خاں کو پہنچی تو اُس نے قسم کھائی کہ اگر آیندہ کوئی مزاری جُوا کھیلتا ہوا پکڑا جائیگا تو یہ اُسے قتل کی سزا دیگا۔ اس حلف کے کچھ ہی عرصہ بعد اُس نے اپنے بیٹے مٹھے خاں کو قمار بازی کے دل پسند کھیل میں مشغول دیکھ لیا۔ مٹھے خاں باپ کو دیکھتے ہی کُود کر ایک دیوار پر چڑھ گیا۔ اور میر حمال خاں نے ایک تیر اس زور سے مارا کہ وہ مٹھے خاں کی ران سے پار ہو گیا۔ اس واقعہ سے مزاریوں کے کان ہو گئے اور اُن کو یقین آگیا کہ اُن کے سردار نے جو کچھ کہا اُسے کر کے دکھا دیا ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے قمار بازی بالکل چھوڑ دی اور آج تک اپنے اس عہد پر استوار ہیں۔ مزاریوں میں قمار بازی بالکل نہیں پائی جاتی۔ حالانکہ یہ بُرا فعل بہت سی دیگر بلوچ قوموں میں عام طور پر رائج ہے۔

میر حمال خاں کے وقت میں مزاریوں اور درشکوں سے بھی لڑائی کھٹی اور وہی لڑائی ان ہر دو اقوام کے باہمی دیرپا جھگڑے اور فساد کا پیش خیمہ تصور کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اُن کے یہ تنازعات اب تک برابر جاری ہیں۔ اور گو اس وقت جنگ و پیکار موقوف ہے تاہم بجائے میدان جنگ میں دل کی بھڑاس نکالنے کے اب طرفین عدالتی لڑائی میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اس لڑائی کی ابتدا یوں ہوئی کہ مزاریوں کا رابطۂ اتحاد

Marfat.com

قے ذئیوں اور شمبانیوں کے ساتھ نہایت گہرا تھا۔ اور یہ سب گروہ اکجا ہو کر کوہ گنڈاری کے ڈھلوانوں پر موجودہ حالت کی طرح اپنے مویشی چرایا کرتے تھے۔ ایک روز درشکوں نے اُن پر حملہ کیا اور ایک قے ذئی اور ایک مزاری کو مار کر اُن کے مویشیوں کا ایک گلّہ ہانک لے گئے۔ حمال خاں نے اُن کا تعاقب کیا اور مقام حمید پور پر جا پکڑا جہاں لڑائی ہوئی اور ۱۵ درشک مارے گئے۔ حمال خاں نے اس کے بعد ایک فوج ساتھ لے کر مقام آسنی پر حملہ کرنے کے ارادہ سے کُوچ کیا اور دوسری طرف شیحاق خاں درشک سردار نے رُہجان پر چڑھائی کی۔ راستہ میں یہ عجیب اتفاق ہوا کہ دونو فوجیں یُوں ایک دوسرے کی اوجھل میں ہو کر گزر گئیں کہ ایک نے دوسرے کو بالکل نہیں دیکھا۔ دونو حملہ آوروں نے تقریباً ایک ہی وقت میں حملہ کیا اور دونو کامیاب بھی ہوئے۔ مگر درشک زیادہ فائدے میں رہے کیونکہ اُنہوں نے رُہجان کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ لیکن مزاری بیان کرتے ہیں کہ درشک کچھ بھی فائدے میں نہیں رہے بلکہ اُنہوں نے حمال خاں کی بیوی کو قتل اور ماں کو زخمی کر کے اپنی بدنامی کرالی۔ اگرچہ درشک بھی اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان سے عورتوں پر ہاتھ ڈالنے کی خطا سرزد ہوئی مگر ان کا بیان ہے کہ یہ حادثہ لڑائی کے گھمسان میں اتفاقیہ واقع ہو گیا تھا۔ اور اس جنگ کے کچھ ہی دن بعد ایک اور چھوٹی سی لڑائی ہوئی جس میں درشکوں کو شکست فاش ملی اور اُن کا سردار شیحاق خاں جنگ میں مارا گیا +

میر حمال خاں کی وفات پر اس کا بیٹا میر مٹھا خاں اُس کا جانشین ہوا جس کے زمانے میں مزاریوں اور اُن کے ہمسایوں قے ذئیوں۔ درشکوں

Marfat.com

اور کرچانیوں میں تقریباً مسلسل لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اس جنگ و پیکار کی وجہ سے تمام ملک تباہ ہوگیا اور بڑے بڑے قطعاتِ اراضی بنجر ہوگئے آخرکار گرچانی سردار کے کنبے کی ایک لڑکی مصطفےٰ خاں کے پوتے جمال خاں سے منسوب ہونے پر ان میں صلح ہوگئی اور مصالحت و امن کے بعد ہی تقریباً ۱۷۶۴ء میں میر مٹھا خاں دنیا سے چل بسا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا میر گل شیر خاں قوم مزاری کا سردار مقرر ہوا +

میر گل شیر خاں کے عہد تک مزاری بالکل شتر بے مہار کی طرح آزاد اور خود مختار رہے اور انہوں نے کسی بادشاہ کی اطاعت نہیں کی۔ اس وقت سلطنت دہلی کے حصے بخرے ہو چکے تھے اور سلاطین مغلیہ کی بجائے احمد شاہ دُرّانی کا دور دورہ تھا۔ احمد شاہ نے ہرنڈ داجل کا علاقہ ناصر خاں رئیس بروہی کو دیدیا اور ناصر خاں نے تمام بلوچی علاقے تک اپنے اختیارات کی توسیع کے ارادہ سے مزاریوں کو اپنا مطیع بنانا چاہا۔ چنانچہ بروہیوں نے میدانی ملک پر قبضہ کر کے کاشمور کے مقام پر ایک مضبوط اور محفوظ مورچہ بنا لیا۔ مزاری پہاڑوں کی طرف ہٹ گئے مگر ان کا تعاقب کیا گیا اور ایک لڑائی میں ان کو شکست ہوئی۔ میر گل شیر خاں اس جنگ میں مارا گیا اور اس کا بیٹا میر شاہ علی خاں اُس کا جانشین ہوا۔ مزاریوں نے یہ وقت پہاڑیوں میں رہ کر سخت مصیبت کے ساتھ کاٹا۔ اور اخیر میں شاہ علی نے کاشمور پر حملہ کرنے کے لئے فوج جمع کر کے برائے چندے بروہیوں کو وہاں سے نکال بھی دیا +

اُس وقت دریائے سندھ کے کنارہ پر چانڈیوں کی قوم بڑی زبردست تھی۔ مزاریوں نے غالباً اس وجہ سے اُن کے اتحاد قائم کرنے کا ارادہ کیا

Marfat.com

کہ ان کی کمک لیکر بروہیوں کا مقابلہ کرسکیں مگر چونکہ دریائے سندھ کے کناروں کی زرخیز زمینوں کا چھوڑ دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اور مزاریوں کو اس بارہ میں چانڈیوں سے صلح رہنے یا نہ رہنے کی پرواہ نہیں ہوئی۔ اس لئے جلد ہی ان دونوں کے آپس میں جھگڑے بکھیڑے شروع ہو گئے۔ مزاریوں نے ارادہ کیا کہ بے خبری کی حالت میں چانڈیوں پر جا پڑیں۔ شاہ علی کی بیوی اُس چانڈیا رئیس کی رشتہ دار تھی جو دریائے سندھ کے دوسرے کنارے پر قابض تھا چنانچہ اس خاتون نے اپنے رشتہ دار رئیس کو مزاریوں کے ارادے کی اطلاع دیدی اور چانڈیے دریا کے گزر کی تمام کشتیاں جمع کرکے بائیں کنارے پر لے گئے تاکہ مزاری دریا کو عبور کرنے کا کوئی ذریعہ نہ حاصل کرسکیں۔ مگر مزاریوں نے بھگتیوں پر حملہ کرنے کا بھلاوا دیکر چانڈیوں کو دھوکے میں رکھا اور پہلے جتروح کے راستے سے پہاڑیوں میں داخل ہو گئے پھر خفیہ طور پر سوری نالے کی راہ سے عین گزر کے موقع پر آپہنچے اور اس تاک میں رہے کہ دریا کے عبور کرنے کا کوئی موقع پائیں۔ اسی اثناء میں جورک لوئی اور گیندر کبردو مزاری آدمیوں نے دریا کے بائیں کنارے مقام کین کے پتن پر ایک کشتی دیکھی جو چانڈیا مقدم سونا نامی کے زیر اہتمام تھی۔ گیندر نے ایک معمولی مسافر کی طرح دریا کے کنارے پر آکر آواز دی کہ اسے دریا کے پار اُتار دیا جائے چنانچہ ایک ملاح سونا کے حکم سے گیندر کو لینے کے واسطے کشتی لیکر آیا اور جونہی یہ بائیں کنارے کے قریب پہنچا ہے اس نے تیزی کے ساتھ سونا پر بندوق سر کرکے اُسے ہلاک کر دیا اور خود کشتی لیکر دریا کے داہنے کنارہ پر واپس آگیا۔ اب گیندر نے مزاریوں کے پاس ایک قاصد بھیج کر انہیں

Marfat.com

طلب کیا۔ وہ بڑی عجلت کے ساتھ موقع پر پہنچ گئے اور اس کشتی نے رات بھر میں دریا کے آر پار سات پھیرے لگائے۔ ہر پھیرے میں ایک سو آدمی پار لے گئی اور یوں صبح ہونے سے پہلے دریا کے بائیں کنارے پر مزاریوں کی ایک خاصی جمعیت پہنچ گئی۔ اس جمعیت نے چانڈی رئیس مارک خاں کے قصبہ پر حملہ کیا مارک خاں اور ساٹھ چانڈئے مارے گئے۔ اور بہت سا مال غنیمت مزاریوں کے ہاتھ آیا۔ اس مال غنیمت میں تین جوڑیاں بڑے بڑے شتری نقاروں کی بھی تھیں جو اب تک مزاری رئیس کے قبضے میں ہیں اور اس فتح کے بعد مزاریوں نے چانڈیوں کا تمام علاقہ اپنے علاقے کے ساتھ شامل کر لیا۔ یہ علاقہ اب چاندکو کے نام سے مشہور ہے*

میر شاہ علی کا جانشین اُسکا بھائی دوست علیخاں ہوا اور دوست علیخاں کی جگہ اُس کا بیٹا میر حمال خاں ثالث مسندِ سرداری پر متمکن ہوا۔ اس کے زمانہ میں ناصر خاں والئے قلات نے پھر کوشش شروع کی کہ مزاریوں کا علاقہ اپنے علاقہ کے ساتھ شامل کر لے۔ بیوراغ خاں بھگتیوں کا رئیس بھی اپنے ہمقوموں کی ایک جمعیت کے ساتھ اس سے آملا اور انہوں نے رُہجان پر یورش کر کے بیالیس مزاریوں کو جان سے مار ڈالا اور ایک بڑی تعداد اُونٹوں اور مویشیوں کی لُوٹ کر لے گئے۔ اسی اثناء میں خان قلات کے بروہیوں نے اپنے ملک کی حفاظت کے لئے امرکوٹ میں ایک مستحکم جنگی قلعہ بنا لیا تھا مگر مزاریوں نے حوصلہ نہ ہارا اور دشمن کی طاقت اور چیرہ دستی دیکھنے کے باوجود پانسو آدمیوں کی تعداد سے بروہیوں کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور اُس کو شکستِ فاش دی اور برہیوں کے سرگروہ میاں خاں اور سنجر خاں جنگ میں مارے گئے۔ اگرچہ قلات کے خانوں

Marfat.com

نے اس کے بعد پھر مزاریوں سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی مگر میر حمال خاں کسی طاقتور حکمران کی اطاعت قبول رکھنے کو دانائی میں داخل سمجھ کر سندھ کے تالپور امیر رستم خاں نامی کے زیر سایہ ہو گیا۔ میر حمال خاں امیر مذکور کے دربار میں بمقام خیر پور حاضر ہوا اور وعدہ کیا کہ ان تمام اراضیات کا جو مزاریوں کے قبضے میں تھیں مالیہ اور خراج امیرِ ممدوح کو ادا کیا کرے گا۔ امیر موصوف نے وہ اراضیات میر حمال خاں کے نام باقاعدہ طور پر واگذار کر دیں اور اُن کا آدھا مالیہ حقوقِ کسور کے طور پر معاف کر دیا اُسوقت سے یہ ایک نظیر قائم ہو گئی ہے اور اُن تمام زمینوں کی نسبت جو حدود پنجاب میں واقع ہیں ایسا ہی عملدرآمد ہوتا رہتا ہے۔ یہ واقعہ ۱۷۹۱ء کا ہے۔ علاقے سے بروہیوں کے چلے جانے کے بعد مزاریوں نے بھگتیوں کے علاقہ پر فوجکشی کی اور جہل سیاہ آف نامی ندی کے قریب جو سیاہ آف اور لنج سیلا کے درمیان ہے اُن سے لڑ کر فتح حاصل کی۔ مزاریوں کو اس فتح میں بہت سا مال اور مویشی ہاتھ آئے اور یہ اُس مال غنیمت کو لیکر میدانوں کی طرف جا ہی رہے تھے کہ راستہ میں بھگتی بھی پہنچ گئے اور پشت کی طرف سے حملہ کر دیا اور مزاریوں کے بہت سے آدمی اندھیرے میں قتل ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس وقت ایک تکرانی مزاری مسمی چھاچھر نے منت مانی کہ میں زندانی پیر کی درگاہ پر ایک کالا بیل چڑھاؤنگا اگر اس وقت پیر رات کو دن کر دے۔ چنانچہ اُسیوقت دن ہو گیا اور مزاریوں نے پھر جمع ہو کر بھگتیوں کو سخت شکست دی حمال خاں کا انتقال ۱۸۰۱ء میں ہوا اور اس کی جگہ موجودہ رئیس کا دادا میر بہرام خاں جانشین ہوا۔ میر بہرام خاں کے زمانے میں بھی

Marfat.com

بروہیوں اور درشکوں کے ساتھ مزاریوں کی لڑائیاں ہوتی رہیں اور ان جنگوں میں زیادہ تر مزاریوں ہی کو فتوحات حاصل ہوئیں۔

مگر مزاریوں کو اب ایک اور سخت خوفناک دشمن سے سابقہ پڑ گیا یعنی مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ان پر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ چنانچہ ۱۸۱۹ء میں مہاراجہ نے ڈیرہ غازی خاں فتح کر لیا اور اس علاقہ کی حکومت نواب صادق خاں والئے بہاولپور کے حوالے کر دی۔ نواب کو جو علاقہ دیا گیا اُس میں روہجان کی شمولیت صرف برائے نام تھی اور اس پر سکھوں کا اُس وقت پورے طور سے تسلط ہوا جبکہ ۱۸۲۷ء میں ہرنڈ داجل کا علاقہ خان قلات کی ماتحتی سے منقطع کر لیا گیا۔ زاں بعد اس علاقہ کی حکومت دیوان ساون مل گورنر ملتان کے سپرد ہوئی اور چونکہ مزاری اسوقت بھی حسبِ عادت لوٹ مار کیا کرتے تھے اس لئے دیوان ساون مل نے سات ہزار آدمیوں کی فوج کے ساتھ مقام بدلی پر جو روہجان کے قریب ہے۔ چڑھائی کی۔ دیوان کی سپاہ نے مزاریوں کو پہاڑیوں کی طرف بھگا دیا اور ان کو اُس وقت امان دی گئی جبکہ انہوں نے تمام مسروقہ مویشی دیوان کے حوالے کر دئے۔ مزاریوں کو اس ہزیمت کا بڑا افسوس تھا۔ انہوں نے پھر سنبھل کر بمقام مٹھن کوٹ سکھوں پر حملہ کیا اور قصبہ کو لُوٹ لیا۔ دیوان نے مزاریوں کی یہ بے اعتدالی دیکھ کر اُن پر پھر یورش کی اور اُن کا ملک کامل طور سے لے لیا۔ اب مزاریوں کو لاچار ہو کر میر خیر پور (سندھ) کے ہاں پناہ لینی پڑی۔ آخر کار رحیم خاں لغاری کی وساطت سے مزاریوں اور دیوان ساون مل کے مابین صلح ہو گئی اور دیوان نے جو حقوق کسور اور جاگیرات ضبط کر لی تھیں مزاریوں

Marfat.com

کو واپس کر دیں۔ میر بہرام خاں بمقام ملتان دیوان کے دربار میں حاضر ہوا اور اسے خلعت دیا گیا۔ یہ ۱۸۳۳ء کے موسم سرما کا واقعہ ہے۔

۱۸۳۷ء میں میر بہرام خاں فوت ہو گیا۔ اس کی جگہ اس کا سب سے بڑا بیٹا دوست علی خاں جانشین ہوا۔ دوست علی خاں کی جانشینی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مزاریوں نے پھر سکھوں پر یورش کی اور شکست کھا کر انہیں بار دیگر سندھ کی طرف بھاگنا پڑا۔ مگر قسمت ان کی یاور تھی۔ دلیپ ان ساون مل انہی ایام میں مارا گیا اور اُسکے بیٹے مولراج نے جو علاقہ کے رؤسا کو اپنا طرفدار بنانا چاہتا تھا دوست علی خاں کو ملک میں واپس بُلا کر اُس کا قصور معاف کر دیا۔ اس کے بعد پنجاب کا الحاق سرکار انگریزی کے قلمرو سے ہو گیا۔ دوست علی خاں اس زمانہ میں عیّاش اور مُلکرانی سے غافل ہو گیا تھا اور قوم مزاری کے انتظام حکومت کی باگ عملی طور پر اس کے لائق چھوٹے بھائی امام بخش کے ہاتھ میں تھی۔ امام بخش اپنی وحشی اور شورہ پشت قوم کے سدھارنے میں ہمہ تن مصروف تھا۔ اس نے سرکار انگریزی کے نئے قانون اور قواعد کے فوائد کا صحیح اندازہ کر کے انہیں بلا تامل تسلیم کر لیا اور دل و جان سے مزاریوں کو ایک اچھی رعایا بنانے میں کوشش شروع کر دی۔ انصاف کرنے کے وقت اس نے کبھی اپنے ذاتی مفاد یا کسی کی طرفداری کو مدنظر نہ رکھا اور اس کی عام ایمانداری کی وجہ سے صرف بلوچوں ہی میں نہیں بلکہ ضلع کے تمام ہندو مسلمان باشندوں میں اس کا بہت بڑا رسوخ ہو گیا۔ اس نے بہت سے موقعوں پر عملی طور سے خیر خواہی کا اظہار کیا اور بڑی لیاقت سے سرکار انگریزی کی خیر خواہی کرتا رہا۔ ایام غدر میں اسے ایک بے فائدہ رسالے

Marfat.com

کا رسالدار بنایا گیا۔ یہ رسالہ مقام آسنی میں خدمات کرنے کے لئے بھرتی کیا گیا تھا۔ کیونکہ وہاں کوئی باقاعدہ رسالہ نہ تھا۔ ۱۸۵۹ء میں امام بخش آنریری مجسٹریٹ بنایا گیا اس نے علاقۂ مزاریاں کے تمام فوجداری مقدمات کا عمدہ طور سے انفصال کیا۔ مجرموں کو عبرتناک سزائیں دیکر جرائم میں نمایاں کمی کردی۔ لوگوں کو اس کے انصاف پر اس قدر یقین اور اعتماد تھا کہ جو بات اسکی زبان سے نکلتی وہی قانون ہوجاتی۔ اس کے علاقہ کے تمام آدمی دل و جان سے گورنمنٹ انگلشیہ کے خیرخواہ اور مطیع ہوگئے۔ امام بخش نے گورنمنٹ کی اس کارروائی میں بڑی قیمتی خدمات کیں جو گورنمنٹ نے ماڑیوں اور بھگتیوں کے ساتھ کی تھی کیونکہ ان اقوام میں اس کا بہت بڑا اثر اور رسوخ تھا۔ جس وقت سر رابرٹ سنڈیمن صاحب بالقابہ بحیثیت ڈپٹی کمشنر ڈیرہ غازی خاں ان تکلیف دہ قوموں کو زیر کرنے اور ان کے اُن چھاپو کو جو وہ سرکاری علاقہ پر مارتی تھی روکنے میں مصروف تھے تو امام بخش نے صاحب ممدوح کی بہت بڑی امداد کی ۱۸۶۴ء سے ۱۸۷۷ء تک سرکار انگریزی اور خان قلات میں جو عہد و پیمان ہوتے رہے اُن میں بھی اِس نے بیش بہا خدمات انجام دیں اور اسی کی مُخلصانہ کوششوں سے تمام معاملات بکامیابی طے پا گئے۔ ۱۸۷۸ء میں میر امام بخش کو عام طور پر نمایاں خدمات کرنے کے صِلہ میں نواب کا خطاب عطا ہوا۔ ۱۸۸۴ء میں اس کو سی۔ آئی۔ ای اور اس کے چار سال بعد کے۔ سی۔ آئی۔ ای کے خطابات مرحمت ہوئے۔ وہ پراونشل درباری تھا اور ایک معین وقت کے لئے پنجاب لیجسلیٹو کونسل کا ممبر بھی رہا۔ نواب امام بخش خاں بلاشبہ بہت سے نہایت اعلےٰ درجے کے رئیسوں میں ایک ممتاز اور سب سے

Marfat.com

اچھا رئیس تھا اُس نے مغربی حدود ہندوستان کی حفاظت میں حکومت کو بڑی بیش بہا امداد دی اور ان حدود کو انگریزی علاقہ سے باہر رہنے والی نیم مہذّب قوموں کے حملوں سے بچانے میں گورنمنٹ کی قابل قدر اعانت کی۔ وہ اپنے چال چلن میں یکتا اور بے نظیر تھا۔ گو اُس کی عمر کے اخیر ایّام میں قدرت نے اُس سے نُورِ بصارت لے لیا تھا مگر اُس کی ہمت میں آخر دم تک کوئی فرق نہ آیا۔ نواب امام بخش خاں کا انتقال ۱۹۰۳ء میں ہوا اور اس کا سب سے بڑا بیٹا بہرام خاں اس کی جگہ قوم مزاری کا چیف ہوا اور اپنے باپ کی ساری جاگیر ورثہ میں پائی۔ بہرام خاں بھی اپنے تمن پر بڑا رُعب اور دبدبہ رکھتا ہے اور گردونواح کے اضلاع میں بھی اس کا رسُوخ اس کے باپ کے رسُوخ سے کم نہیں۔ خود اس کے تمن کے علاوہ اگر کسی اَور قوم میں خانگی جھگڑا ہو یا کسی ایک قوم کا دوسری قوم کے ساتھ تنازعہ ہو پڑے تو اُن کا باہمی فیصلہ کرنے کے لئے اسی کو بلایا جاتا ہے۔ چنانچہ جیکب آباد کے سردار اسے ہر سال دو دفعہ اپنے جرگوں میں باقاعدہ طور پر مدعو کیا کرتے ہیں۔ یہ دنیا کے ہر معاملہ سے باخبر ہے اور اپنے تمن کے کام میں جو بالکل اسی کے ہاتھ میں ہے کبھی کوتاہی نہیں کرتا اسے ۱۹۰۶ء میں نواب اور ۱۹۰۷ء میں سی۔ آئی۔ ای کے خطابات عطا ہوئے۔ دسمبر ۱۹۰۹ء میں اسے پنجاب چیفس ایسوسی ایشن کا پریزیڈنٹ اور پہلی جنوری ۱۹۱۰ء کو پنجاب لیجسلیٹو کا ممبر مقرر کیا گیا۔ یہ پراونشل درباری ہے اور اسے اسسٹنٹ کلکٹر کے اختیارات حاصل ہیں۔ اس نے اپنے بھائی صوبدار خاں کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ بہرام خاں کے بھائیوں میں سے غلام حیدر خاں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور عطا محمد خاں ڈپٹی

Marfat.com

سپرنٹنڈنٹ پولیس ہیں۔ اس کے رشتہ داروں میں سے ایک چچیرا بھائی ٹلوخاں ڈویژنل درباری اور دوسرا تاج محمد خاں نامی بلوچ لیوی کا صوبیدار میجر اور اس کا بھتیجا غوث بخش خاں بارڈر ملٹری پولیس کا جمعدار اور آنریری مجسٹریٹ اور منصف ہے ٭

مزاری ابھی تک ایک خانہ بدوش وحشی قوم ہے۔ ان کا گزارہ زیادہ تر بھیڑ بکریوں اور مویشیوں کے ریوڑ رکھنے پر ہے اور کاشتکاری کی طرف نہایت کم توجہ ہے۔ نیا بندوبست ہونے پر تمندار کے انعام میں اضافہ کر کے ۱۰۶۰۵ روپیہ سالانہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں سے ۸۱۰۰ روپیہ مواضعات رہجان۔ شاہ ولی۔ کوٹلہ حمال۔ مت دلبر۔ اوئی۔ کچا پارو شاہ۔ کچا بوٹھ۔ ولی مچکا۔ چاکر ولی میرانپور۔ بدلی اور مد محمد شاہ سے جنسی وصول ہوتا ہے اور باقیماندہ ۲۵۰۵ روپے مواضعات کوٹھی والی۔ چک مشتار کار تھل نصیر۔ کچا چوہان۔ ڈیرہ دلبر۔ مڑی۔ دھروالی۔ پروار۔ ڈیرہ جیون اور عمر پور کے مالیہ سے نقد مل جاتا ہے ٭

جنسی معاملہ وصول کرنے کے اختیارات کا انحصار گورنمنٹ کی مرضی پر ہے۔ اور ان اختیارات کی میعاد بندوبست کی میعاد تک ہے۔ وفادارانہ خدمات کرنے کی شرط کے علاوہ مزاری چیف سے جنگی خدمات کے لئے کچھ سوار لینے کی بھی شرط ہے اور ان سواروں کا خرچ فی سوار ۴ ر یومیہ کے حساب سے خود رئیس کو دینا پڑتا ہے۔ اگر یہ خرچ دو ہزار روپیہ سالانہ سے بڑھ جائے تو مزید رقم خود گورنمنٹ اسی شرح سے دیتی ہے ٭

نواب بہرام خاں کی موجودہ آمدنی تمام ذرائع سے تقریباً ۷۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے۔ اس میں جاگیر، اراضیات کی آمدنی اور گذر اور سلحداری

Marfat.com

کے وظایف بھی شامل ہیں ٭

دوست محمد خاں سردار شیر محمد خاں ولد سردار دوست علی خاں کا بڑا بیٹا ہے۔ شیر محمد خاں مزاریوں کا برائے نام تمندار تھا۔ نومبر ۱۸۸۳ء میں اس کی وفات پر نواب امام بخش خاں مرحوم نے محض اپنی مہربانی اور دریا دلی سے دوست محمد خاں کو اسکا جانشین تمندار تسلیم کر لیا اور خاص نواب موصوف کی خواہش پر سر جیمز لائل بالقابہ نے ایک دربار میں جو مارچ ۱۸۸۸ء میں بمقام ڈیرہ غازی خاں منعقد ہوا دوست محمد کو تمندار ی کی پگڑی عنایت کی چنانچہ یہ اب تک برائے نام تمندار ہے ٭

Marfat.com

سردار جمال خاں الیانی لغاری

قوم لغاری کے تمندار اس کی شاخ الیانی کے رُکن ہیں۔ انکی سرداری پندرہ یا سولہ پشتوں سے ایک ہی شاخ میں چلی آتی ہے۔ یہ اپنے موجودہ علاقہ میں سولھویں صدی کے پہلے پچاس سال کے اندر آباد ہوئے تھے۔ ڈیرہ جات کے بہت سے دیگر بلوچوں کی طرح لغاری بھی اُسی وقت میر چاکر کے ہمراہ ہندوستان آئے ہیں جبکہ میر مذکور شاہنشاہ ہمایوں کے ہمرکاب شیر شاہ کے افغان جانشینوں سے ملک وسلطنت واپس لینے کے لئے ہندوستان کو آیا تھا۔ میر چاکر مقام شنگھرہ میں سکونت پذیر ہوگیا جو ضلع منٹگمری کے قریب ہے اور جہاں میر چاکر کی قبر اب تک موجود ہے لغاری قوم کے آدمی اپنے سردار میر رندو خاں کے ماتحت آنروے سندھ کے علاقہ میں واپس چلے آئے جہاں اُن سے قبل غازی خاں اول ڈوڈئی حکمران تھا۔ لغاری بلوچ احمدانی بلوچوں کو یہاں سے نکال کر اس علاقہ پر قابض ہوگئے اور آج تک اس پر قابض ومتصرّف چلے آتے ہیں۔ احمدانی بلوچ اب تک اس ضلع میں منتشر طور پر پائے جاتے ہیں مگر اُن کی کوئی مُجتمع قوم نہیں رہی۔ رندو خاں کا مقبرہ اوائل مغلیہ عہد کی گنبد دار طرز کی عمارت اور اب نہایت خراب وخستہ حالت میں اس وقت تک چوٹی کے قریب دکھائی دیتی ہے ٭

بلوچ خاں کی تمنداری کا زمانہ اٹھارھویں صدی کے وسط سے قبل تھا۔ اس زمانہ میں لغاریوں کی تالپور شاخ اصلی قوم کی جمعیّت سے جُدا ہوکر شمالی سندھ میں چلی گئی اور اُن کے سرگروہ شاہ داد خاں نے

Marfat.com

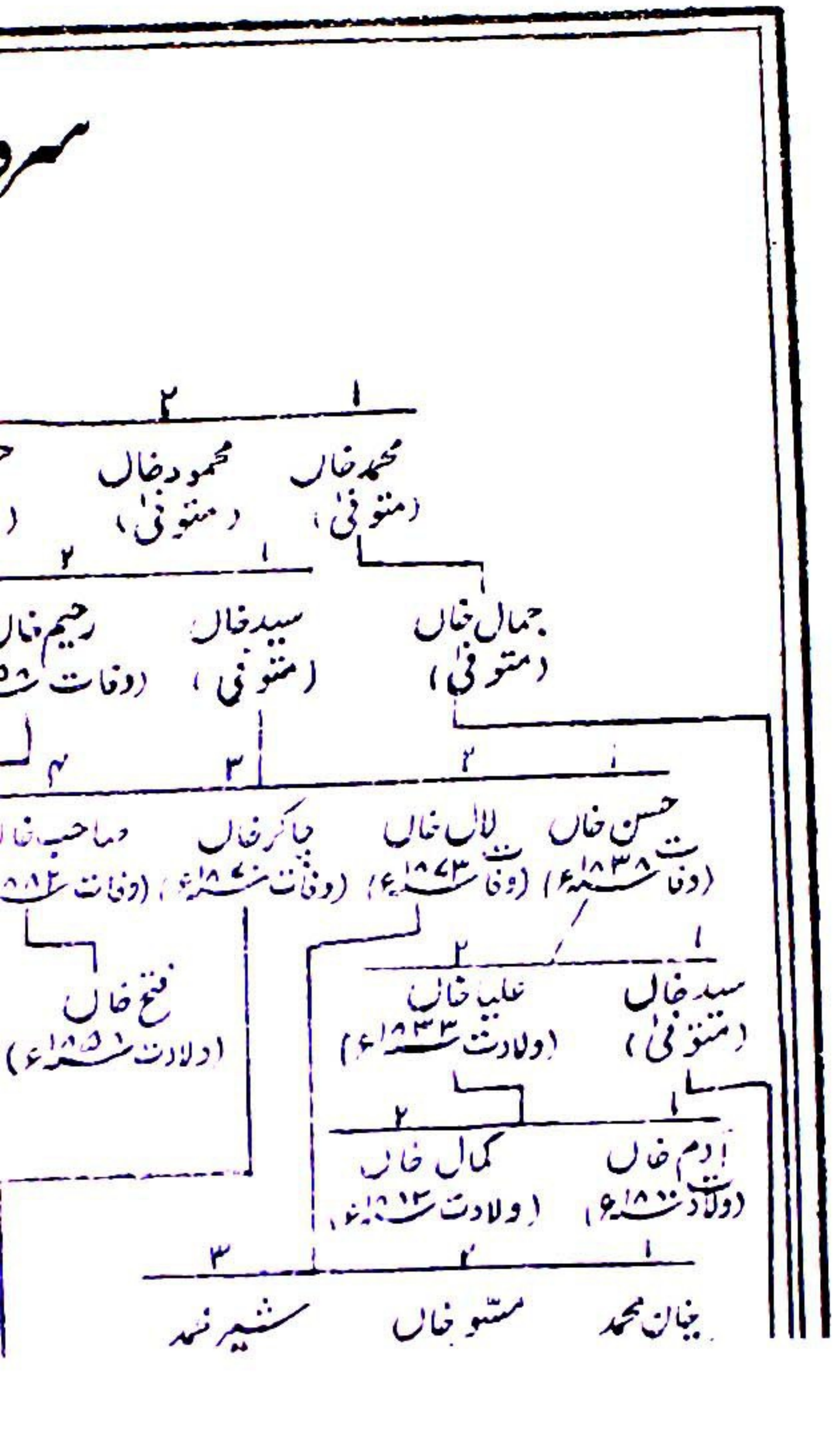
سردار
۱ ۲
محمد خاں (متوفی)
محمود خاں (متوفی)
۱ ۲
جمال خاں (متوفی)
سید خاں (متوفی)
رحیم خاں (وفات
۱ ۲ ۳ ۴
حسن خاں (وفات ۱۸۳۸ء)
لال خاں (وفات ۱۸۷۳ء)
چاکر خاں (وفات ۱۸۷۰ء)
صاحب خاں (وفات ۱۸۸۲ء)
فتح خاں (ولادت ۱۸۵۱ء)
۱ ۲
سید خاں (متوفی)
علیا خاں (ولادت ۱۸۳۳ء)
۱ ۲
آدم خاں (ولادت ۱۸۰۰ء)
کمال خاں (ولادت ۱۸۱۳ء)
۱ ۲ ۳
جہان محمد
مستو خاں
شیر محمد

Marfat.com

رجمال خاں الیانی لغاری

بلوچ خاں

۳ ۴ ۵ ۶ ۷

ن خاں (متوفی) — دادخاں (متوفی) — لال خاں (متوفی) — فتح خاں (متوفی) — احمد خاں (متوفی)

میر رند و خاں (وفات ۱۸۳۰ء) — محمد حسن خاں (وفات ۱۸۲۹ء) — علی محمد خاں (متوفی) — بلوچ خاں (متوفی)

بہرام خاں (وفات ۱۸۹۵ء) — غلام حیدر خاں (وفات ۱۸۹۶ء) — میر عالم خاں (وفات ۱۸۸۶ء) — الہ داد خاں — میر ساتر خاں (وفات ۱۸۹۳ء) — مراد خاں (وفات ۱۸۸۴ء)

الہ بخش (ولادت ۱۸۶۹ء) — رحیم خاں (وفات ۱۸۸۵ء) — نور محمد خاں (ولادت ۱۸۶۸ء) — حیات خاں (متوفی) — نصیر خاں (ولادت ۱۸۷۳ء) — جان محمد خاں (ولادت ۱۸۷۸ء)

محمد خاں (ولادت ۱۸۸۳ء) — دسایا خاں (ولادت ۱۸۸۶ء) — قادر بخش (ولادت ۱۸۹۱ء) — میر عالم خاں — محمد افضل — رحیم خاں

قیصر خاں — گوہر خاں — غلام حسین خاں — احمد خاں — [illegible] — غلام محمد [illegible]

Marfat.com

پہلے شمالی سندھ کے کلہوڑہ رئیس غلام شاہ کے پاس پناہ لی اور پھر ۱۷۷۲ء میں کلہوڑوں کو اُن کے آخری حکمران عبد النبّی کے عہد میں ملک سے نکال کر وہاں اپنے خاندان کی بنیاد حکومت ڈالی اور مخزوج عبد النبی ملک اور حکومت کھو کر ڈیرہ جات کی طرف بھاگ آیا۔

بلوچ خاں کے زمانہ سے الیانی خاندان علاقہ برکھان کے اُس بہت بڑے حصے پر قابض رہا ہے جو کھیتر انوں کے ملک سے ملحق ہے۔ کھیتر انوں کے برکھان علاقہ سے الیانی برکھان علاقہ کو ممتاز بنانے کے لئے لغاری برکھان کہتے ہیں۔ یہ علاقہ بہت عرصہ تک خود مختار ریاست رہا مگر اب برٹش بلوچستان کے جدید صوبہ میں ضلع ٹھل چٹیالی کے ساتھ شامل ہو گیا ہے۔ دُرّانی سلطنت کی بربادی کے بعد جب ملک میں ہر طرف بدامنی پھیل گئی اور سکھوں نے ڈیرہ غازی خاں پر قبضہ کر لیا اس وقت سردار محمد خاں لغاری برکھان کی طرف بھاگ گیا اور اُس کا بیٹا نواب جمال خاں وہیں پیدا ہوا۔ بعد ازاں لغاریوں کی سکھوں سے دوستی ہو گئی۔ اور اس موافقت سے لغاریوں نے یہ فائدہ اٹھایا کہ دیوان ساون مل نے ان کے پرانے دشمنوں گرچانیوں اور کھوسوں کے خلاف ان کی امداد کی۔ چٹا خاں گرچانی اپنے بھتیجے بجڑ خاں سے تمنداری چھین لینے میں کامیاب ہو گیا تھا مگر بجڑ خاں نے اپنے غاصب چچا چٹا خاں پر غفلت میں اچانک حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور اپنے حقوق پھر حاصل کر لئے۔ لغاری جو چٹا خاں کے طرفدار تھے اُس کے قتل پر بگڑ کر بجڑ خاں سے لڑنے اُٹھے۔ دیوان ساون مل کو بجڑ خاں سے پرانی عداوت تھی وہ لغاریوں کا معاون بن گیا اور بجڑ خاں کو گرفتار کر کے ملتان بھیج دیا۔

Marfat.com

جہاں یہ لغاریوں کے حوالہ کر دیا گیا اور لغاریوں نے بجڑ خاں کو قتل کر دیا۔ ان وجوہات سے لغاریوں اور گرچانیوں میں سخت دشمنی پیدا ہو گئی۔ اس عداوت کی آگ کچھ عرصہ تک دبی رہی مگر پھر ایک واقعہ کے ہوتے ہی بھڑک اُٹھی۔ یہ واقعہ رحیم خاں کے فرزند الہ داد خاں کا علاقہ بہاولپور میں قتل کیا جانا تھا اور اس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ گرچانیوں نے پرانی عداوت کو تازہ کرنے کے لئے یہ واردات کرائی +

محمد خاں کے بعد اس کے چچیرے بھائی رحیم خاں نے تمنداری کا منصب غاصبانہ طور سے اپنے قبضہ میں کر لیا مگر مزاریوں کی امداد سے وہ علاقہ سے نکال دیا گیا اور اُس نے بہاولپور جا کر نواب بہاولپور سے موضع رحیم آباد تحصیل صادق آباد میں ایک جاگیر حاصل کر لی۔ رحیم خاں کے دو بیٹے غلام حیدر خاں اور میر عالم خاں نامی تھے جو وہیں بہاولپور میں رہے اور باپ کی جاگیر انہیں ملتی رہی +

جب ۱۸۴۸ء میں ایڈورڈز صاحب بہادر نے سرحد کی طرف سے ڈیرہ غازی خاں پر حملہ کیا تو لغاریوں نے سکھوں کا ساتھ دیا اور کھوسے اور گرچانی ایڈورڈز صاحب کی طرف ہو گئے۔ جلال خاں لغاری دوابہ سندھ ساگر میں مولراج کے ساتھ شامل تھا اور اُس کی قوم کے ۵۰۰ جوان لونگامل کاردارِ ڈیرہ غازی خاں کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے تھے مگر انہوں نے غلام حیدر خاں اور کوڑا خاں کے ماتحت کھوسوں سے لڑ کر شکست کھائی اور بہت نقصان اُٹھایا۔ جس وقت ایڈورڈز صاحب بہادر نے ڈیرہ غازی خاں پر تسلط کر لیا ہے اُس کے بعد جلال خاں ۸۰ آدمی اپنے ساتھ لیکر صاحب موصوف کی خدمت میں آ گیا۔ لیکن چونکہ

Marfat.com

لغاریوں اندھڑوں میں باہمی عداوت کا زور تھا اس وجہ سے جلال خاں کی رفاقت صاحب بہادر کے لئے تکلیف دہ ثابت ہوئی اور اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچا۔ اگرچہ اس زمانہ میں لغاریوں کا تمندار جمال خاں تھا۔ مگر جلال خاں اپنی قوم میں سب سے زیادہ بارسوخ اور با اثر آدمی تھا اور بلوچوں میں اس کی بڑی شہرت و عزت تھی۔ اس نے آبپاشی کے متعلق جو تجاویز پیش کیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ مفید کام کرنے کے لئے مستعد رہتا تھا چنانچہ اس نے انہارِ ڈھنڈی۔ مانکا اور نور کو وسیع کیا اور بمقام چوٹی بالا کا ریز نامی ایک نہر بڑی لاگت اور پٹھان مزدوروں کی امداد سے کھدوائی۔ یہ نہر ضلع کوئٹہ کی موجودہ زمین دوز نہروں کے نمونہ پر تیار کی گئی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ جلال خاں بسا اوقات خصوصی نفع کی طمع میں نازیبا کارروائی بھی کر بیٹھتا تھا۔ مثلاً انتظام نہر کے متعلق جو جعلی کارروائیاں ہوئیں ان میں اس کی سازش پائی گئی اور اسی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے اُس کے اختیارات مجسٹریٹی چھین لئے گئے۔ مگر آخر میں اس نے سرحد پار کی اقوام سے عموماً اور خاص کر کھیڑانوں کی قوم سے اپنے رسوخ اور اثر کے ذریعہ سرکارِ انگریزی کے مفید مطلب کام کیا اور یوں سرکار کی بڑی عمدہ خدمات کیں۔ جلال خاں ۱۸۷۵-۷۶ء میں سر رابرٹ سینڈیمن بالقابہ کے ہمراہ قلات گیا۔ اس موقعہ پر اُس کی وفادارانہ خدمات کے صلہ میں اسے نواب کا خطاب عطا ہوا اور اختیاراتِ مجسٹریٹی بھی پھر مل گئے۔ ۱۸۸۱ء میں یہ مکہ معظمہ حج کرنے گیا اور واپسی پر موت نے اُسے اپنے وطن یعنے چوٹی میں بھی نہ پہنچنے دیا۔ ڈیرہ غازی خاں میں اُس کی زندگی کے دن پُورے ہو گئے اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔

Marfat.com

نواب جلال خاں کا جانشین نواب محمد خاں ایک قابل اور ہر دلعزیز آدمی تھا۔ اُس نے اپنی قوم کا انتظام نہایت خوبی سے کیا۔ محمد خاں کو ۱۸۷۷ء میں ملکہ معظمہ آنجہانی کی جوبلی کے موقع پر نواب کا خطاب عطا ہوا۔ یہ اچھا تعلیم یافتہ آدمی تھا اور اپنے تمن کے حدود کے اندر اسے مجسٹریٹی کے اختیارات ملے تھے۔ اس نے اپنی عمر کا زیادہ حصہ بلوچستان کے ایک قطعۂ اراضی کے مالکانہ حقوق حاصل کرنے کے لئے مقدمہ بازی اور دعاوی پر صرف کیا۔ یہ علاقہ لغاری برکھان کہلاتا ہے اور گو جس اراضی پر قوم کھڑاں آباد ہے اُسکے بیچ میں حائل ہونے کی وجہ سے یہ قطعۂ زمین علاقۂ ہڈیانی سے الگ ہو گیا ہے لیکن اس پر رئیس لغاری کے خاندان کا جدی قبضہ چلا آتا ہے جس زمانہ میں ان پہاڑی قوموں کی آئے دن آپس میں لڑائیاں ٹھنی رہتی تھیں اگرچہ اُس وقت علاقہ لغاری برکھان کا مالیہ کچھ زیادہ تھا مگر ان اقوام کے زیر سایۂ سرکار انگریزی آجانے کے بعد اب اس کی مالی آمدنی بہت معقول ہو گئی ہے۔ گورنمنٹ عالیہ اس علاقہ کی بابت نواب محمد خاں کے دعاوی کو ابتداءً اس بنا پر نامنظور کرتی رہی کہ وہ لُغاری برکھان کا مالک نہیں کہا جا سکتا ہے۔ مگر آخر سرکاری حکومت نے اس قطعہ پر خاندان کی ملکیت منظور کر لی۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ منظوری محمد خاں کی وفات کے بعد ملی۔ محمد خاں ۱۸۹۶ء میں فوت ہو گیا +

نواب محمد خاں کا اکلوتا بیٹا جمال خاں اُس کا جانشین ہوا مگر یہ لڑکا نابالغ تھا۔ اس وجہ سے محمد خاں کا چچیرا بھائی تگیا خاں قائم مقام تمندار مقرر کیا گیا۔ تگیا خاں ۱۹۰۵ء میں جائداد پر تقریباً ۲۰۰۰۰ روپیہ قرضہ چھوڑ کر راہی ملک بقا ہوا۔ جو اس نے اراضیات برکھان کو زیر کاشت کرنے کے

Marfat.com

واسطے لیا تھا۔ تگیا خاں کی وفات کے بعد قائم مقام تمندار کی جگہ کے لئے تگیا خاں۔ کے بھائی دین محمد خاں اور اُس کے بیٹے میر محمد خاں میں کش مکش شروع ہوئی اور متنازعہ فیہ معاملہ کا فیصلہ سرداروں کی ایک پنچائت کے سپرد کیا گیا۔ اس پنچائت میں نواب بہرام خاں سی۔ آئی۔ ای سردار جلب خاں سی۔ آئی۔ ای اور خان بہادر جندوڈا خاں سابق وزیر اعظم ریاست بہاولپور کے سے مقتدر سردار شامل تھے۔ ثالثوں نے یہ تجویز کی کہ دین محمد خاں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے ماتحت رہ کر لغاری ریاست کا بلا شرکت غیرے مینجر بنایا جائے اور وہ تین ماہ کے اندر ہی کسی غیر منقولہ جائداد کو بیچنے کے بغیر صرف خاندانی جائداد کی آمدنی میں سے ۶۰۰۰۰ روپیہ قرض میں ادا کرے اور یہ کہ وہ گورنمنٹ کا مالیہ اور دیگر مواجب ادا کرنے کا بھی ذمّہ وار ہوگا۔ نیز یہ کہ ۲۰۰۰۰ روپیہ سالانہ اس وقت تک قرضہ میں دینا ہوگا جب تک کہ یہ بالکل ادا نہ ہو جائے۔ پھر قرضہ صاف ہو جانے کے بعد ۱۰۰۰۰ روپیہ سالانہ جائداد میں جمع کرتا رہے اور آمدنی کے باقی ماندہ روپیہ سے تمن اور خاندان کا خرچ خانہ داری چلاتا رہے اور یہ بھی قرار پایا کہ اگر کسی سال فصل کم ہوگی تو اُسی اندازہ سے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ۲۰۰۰۰ روپیہ سالانہ قرضہ کی قسط میں کمی کر دینگے اور فصل بہت اچھی ہونے کی صورت میں سردار دین محمد خاں کو اُسی اندازہ سے قرضہ کی قسط میں اضافہ کر دینا ہوگا +

ثالثان کی یہ تجویز پنجاب گورنمنٹ نے منظور فرمالی۔ اور سردار دین محمد خاں قائم مقام تمندار تسلیم کیا گیا۔ اس نے ۹۰۰۰۰ روپیہ قرضہ میں ادا کر دیا ہے اور تمن کے معاملات کا بہت اچھی طرح انتظام کر رہا ہے۔ یہ آنریری مجسٹریٹ اور پراونشل درباری ہے +

Marfat.com

میر محمد خاں بھی پراونشل درباری اور آنریری مجسٹریٹ ہے۔ اور تن کے کام میں دین محمد خاں کی امداد کرتا ہے ۔

لُغاری خاندان کے صرف دو رُکن گورنمنٹ کی ملازمت میں ہیں ایک لال خاں بورڈر ملیٹری پولیس کا جمعدار اور دوسرا فتح محمد خاں سب انسپکٹر پولیس ہے ۔

بندوبست ثانی میں حدود جاگیر کے اندر جنسی مالیہ وصول کرنے کے اختیارات لُغاری رئیس کے نام جاری رہے اور اس کا انعام بڑھا کر ۵۳۷۵ روپیہ کر دیا گیا۔ یہ انعام مواضعاتِ چوٹی ۔ باکھرواہ ۔ درخست ۔ نواں ۔ چاہل چاہاں ۔ چاہاں مشترک ۔ ٹھٹہ گیولاں اور گنجر سے جنسی ادا ہوتا ہے۔ رئیس کو اختیار ہے کہ وہ متذکرہ بالا مواضعات کا کل مالیہ جو ۲۲۳۴۵ روپیہ ہوتا ہے جنسی وصول کر لیا کرے اور اس میں سے اپنے انعام کی رقم وضع کر کے باقی سرکار کو ادا کر دے۔ معاملۂ جنسی وصول کرنے کے اختیارات دینا گورنمنٹ کی مرضی پر منحصر ہے اور یہ اختیارات صرف ایک بندوبست کی میعاد تک ملتے ہیں جس کے ختم ہونے پر ترمیم کی شرط ہے۔ رئیس کا فرض ہے کہ جس قسم کی خدمات سرکار دولتمدار اس سے لینا چاہے یہ نمک حلالی اور وفاشعاری سے بجالائے اور اگر ضرورت پڑ جائے تو بلا معاوضہ سوار بھی مہیا کرے جن کے اخراجات کے لئے فی سوار چار آنہ یومیہ کے حساب سے نقد رقم ادا کرے۔ اور اگر سواروں کا خرچ ۲۰۰۰ روپیہ سالانہ سے بڑھ جائے تو اسی حساب سے سرکار زائد روپیہ ادا کر دیتی ہے ۔

Marfat.com

اصلی تمندار سردار جمال خاں ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پاتا ہے۔ اس کی کُل جائداد کی آمدنی تمام مدّات سے بالاوسط ۶۵۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے۔ اس میں جاگیر۔ اراضیات برکھان کی آمدنی۔ پاس اور سلحداری کے وظائف سب شامل ہیں ۔

Marfat.com

لطف حسین خاں المعروف میاں شاہ نواز خاں سرائی رئیس حاجی پور

یار محمدؐ المعروف خدا یار خاں عباسی

نور محمد (متوفیٰ)

۱ غلام شاہ (متوفیٰ) — ۲ عبدالنبی (متوفیٰ)

۱ محمد سرفراز خاں (متوفیٰ) — ۲ تاج محمد (وفات ۱۸۱۵ء) — ۲ محمد عارف (متوفیٰ) — ۳ فضل علی (متوفیٰ)

۱ یار محمد (وفات ۱۸۷۲ء) — ۲ آیزو یار (متوفیٰ) — ۲ دوست محمد خاں (وفات ۱۸۹۱ء)

۱ لطف علی خاں (متوفی) — ۲ داد محمد (متوفی) — ۳ شیر محمد (متوفی) — ۴ خیر محمد (متوفی)

۱ غلام سرور (ولادت ۱۸۸۰ء) — ۲ امداد علی (ولادت ۱۸۸۲ء) — ۳ غلام حسن (ولادت ۱۸۹۰ء) — ۴ محمد نواز (ولادت ۱۸۹۵ء)

۱ غلام عباس (وفات ۱۸۹۷ء) — ۲ غلام اکبر (ولادت ۱۸۷۲ء) — ۳ غلام اصغر (ولادت ۱۸۸۰ء)

۱ محمد عالم خاں (ولادت ۱۸۵۳ء) — ۲ فضل علی (ولادت ۱۸۸۷ء)

۱ نور محمد (متوفیٰ) (وفات ۱۸۹۷ء) — ۲ جان محمد — ۳ غلام حیدر خاں (متوفیٰ)

۱ علی محمد خاں (ولادت ۱۸۵۳ء) — ۲ نظر محمد خاں (ولادت ۱۸۵۷ء)

۱ رحیم علی خاں (ولادت ۱۸۷۰ء) — ۲ دوست علی خاں (ولادت ۱۸۶۷ء) — ۳ مہر علی خاں (متوفیٰ) — ۲ غلام محمد خاں (متوفیٰ) — ۳ غلام مصطفیٰ (ولادت ۱۸۶۰ء) — ۳ غلام مرتضیٰ (ولادت ۱۸۷۰ء)

۱ فضل حسین (ولادت ۱۸۹۰ء) — ۲ شریف حسین (ولادت ۱۸۹۵ء) — ۱ امراد علی (ولادت ۱۸۹۵ء) — ۲ بخت علی (ولادت ۱۸۹۸ء) — ۲ حیات محمد (ولادت ۱۸۸۸ء)

۱ مولاداد (ولادت ۱۸۹۰ء) — ۲ وزیر محمد (ولادت ۱۸۹۹ء)

میاں صاحب سرائی شاہ نواز خاں (وفات ۱۸۹۶ء) — ۱ لطف محمد خاں (وفات ۱۸۹۶ء) — ۲ غلام علی (ولادت ۱۸۹۰ء)

میاں صاحب **لطف حسین خاں** المعروف میاں شاہ نواز خاں (ولادت ۱۸۷۱ء) — ۱ شفیع محمد خاں (ولادت ۱۸۸۲ء) — ۲ کرم علی خاں (ولادت ۱۸۸۷ء)

یہ خاندان عام طور پر سرائی کے نام سے مشہور ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکے اراکین شمالی سندھ کے

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

باشندے ہیں سندھ کے شمالی حصہ کو سرا اسلئے کہتے ہیں کہ وہ لار یا جنوبی سندھ سے الگ تمیز کیا جاسکے +

سرائیوں کا شجرہ نسب براہ راست کلہوڑہ رؤساء سے ملتا ہے۔ ان کا دعوٰے ہے کہ یہ رسول خدا صلعم کے عم معظم حضرت عباسؓ کی اولاد ہیں اور اسی وجہ سے یہ اپنے آپ کو عباسی کہتے ہیں۔ کپتان گولڈ سمتھ اپنی کتاب تزک شکارپور میں لکھتے ہیں کہ سرائی جام جنجر نامی ایک شخص کی اولاد ہیں جام جنجر کے دو لڑکے داؤد اور محمدؐ تھے۔ داؤد تو بہاولپور کے دادپوتروں کا مورث اعلےٰ ہوا اور محمدؐ کی اولاد سے کلہوڑے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ محمدؐ کا بیٹا ابراہیم کلہوڑہ خاں کے نام سے بھی مشہور تھا مگر اس خاندان کے اراکین جام جنجر کو اپنا بزرگ نہیں سمجھتے بلکہ ان کا یہ دعوٰے ہے کہ ان کے بزرگ بغداد کے عباسی خلفاء تھے جو بہت سی پشتوں تک عرب۔ عراقِ عرب اور عراقِ عجم میں حکمران رہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ خاندان بغداد چھوڑنے کے بعد کچھ عرصہ تک ملک شام کے شہر حلب میں سکونت پذیر رہا لیکن اس کے مابعد زمانہ سے لیکر ۱۰۶۸ء تک جبکہ آدم شاہ ۳۰۰۰ جوانوں کے ساتھ ملک سندھ میں وارد اور داخل ہوا ہے انکے کچھ مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے +

آدم شاہ جام پور کے ایک مشہور و معروف سیّد کا مرید تھا جو تقریباً ۱۶۵۷ء میں ہوا ہے۔ آدم شاہ ایک مذہبی رہنما تھا کسی شخص نے اسے شہر ملتان میں قتل کر دیا اور آغا محمدؐ کو توالِ ملتان اس کی لاش سکھر کو لے گیا مگر خود اِس خاندان کے مرید آدم شاہ کے ملتان میں مارے جانے کی نسبت کچھ بیان نہیں کرتے البتہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ آدم شاہ کی قبر سکھر میں ہے۔ آدم شاہ کا پوتا الیاس محمدؐ اس خاندان کا

Marfat.com

سب سے پہلا شخص تھا جسے دنیاوی اور دینی دونو اقتدار حاصل ہوئے مگر تاریخی لحاظ سے یہ خاندان پہلے پہل نثار محمدؐ کے زمانہ میں مقتدر ہوا۔ اورنگزیبی عہدِ حکومت کے آخیر میں نثار محمدؐ کے بیٹے یار محمدؐ نے خانِ قلاّت کی امداد حاصل کی اور ناظمِ سیوی کو شکست دیکر شمالی سندھ پر قبضہ کر لیا۔ اسی اثنا میں جہاندار شاہ دہلی کے تخت پر متمکّن ہوا اور یار محمدؐ نے باقاعدہ طور پر اس کی اطاعت قبول کر لی جس کے صلہ میں یار محمدؐ کو نواب کا خطاب عطا ہوا اور وہ سیوی کا ناظم بھی مقرر کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۷۱۲ء کا ہے۔ پھر یہ خدایار خاں عباسی کا لقب پاکر پندرہ سال تک نہایت کامیابی سے حکومت کرتا رہا۔ یار محمد کی وفات کے بعد اس کا بیٹا نور محمدؐ اس کا جانشین ہوا جو ایک قابل اور مستعد رئیس تھا۔ نور محمدؐ نے اپنی حکومت کو سندھ کے بہت بڑے حصہ پر وسعت دی۔ جس میں سے کچھ فتح کر کے لیا اور کچھ حصّہ قیمتاً خرید کیا۔ اس نے مسند حکومت پر متمکّن ہوتے ہی شکارپور پر حملہ کیا اور اُس کے ایک حصّہ پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں خان قلاّت پر حملہ آور ہوا مگر خان مذکور نے نور محمدؐ کے بیٹے محمدؐ مرید کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ کر صلح کر لی۔

نادر شاہ نے نور محمدؐ ہی کے زمانے میں ہندوستان پر فوجکشی کی اور محمدؐ شاہ بادشاہ دہلی کی حکومت کا خاتمہ کر گیا۔ نور محمدؐ نے نادر گردی سے یہ فائدہ اُٹھایا کہ علاقہ کے ناظم کو تین لاکھ روپیہ دیکر ٹھٹہ پر قبضہ کر لیا اور یہ خیال کر کے کہ غالباً نادر شاہ گردونواح کی ویرانی کو دیکھ کر یہاں اس کا پیچھا نہ کریگا امرکوٹ کے مقام پر اپنے لئے ایک مستحکم قلعہ بنایا اور اُس میں پناہ گزین ہو بیٹھا۔ مگر نادر شاہ نے دہلی سے واپس ہوتے وقت اس پر حملہ کرنے کی غرض سے ڈیرہ غازی خاں کے جنوب کی طرف کُوچ کیا تو

Marfat.com

نور محمدؒ نے تابِ مقاومت نہ پاکر براہ دور اندیشی فوراً نادر شاہ کی اطاعت قبول کر لی اور ایک کروڑ روپیہ نقد تاوان جنگ ادا کرنے اور بارہ لاکھ روپیہ بطور خراج دینے کے وعدہ پر ٹھٹہ کا علاقہ اِسی کے پاس رہا۔ اور نادر شاہ نور محمدؒ کے بیٹوں محمد مراد اور غلام شاہ کو بطور یرغمال اپنے ساتھ لے گیا۔ نادر شاہ کے قتل ہونے پر اس کی وسیع سلطنت کا مشرقی حصہ احمد شاہ دُرّانی کے قبضہ میں آیا۔ نور محمدؒ نے اس کی بھی اطاعت قبول کر لی اور احمد شاہ نے اِسے شاہ نواز خاں کا لقب دیا جو برابر اُس وقت سے لیکر آج تک خاندان کا ہر بزرگ اپنے نام کے ساتھ شامل کرتا ہے احمد شاہ دُرّانی کی دہلی پر متعدد چڑھائیوں میں سے ایک مہم کے موقع پر نور محمدؒ باغی بھی ہو گیا تھا مگر احمد شاہ نے دہلی کی جنگ سے فارغ ہونیکے بعد ہی اس پر حملہ کر دیا اور نور محمدؒ کو جیسلمیر کی طرف بھاگنا پڑا اور اسی کا انتقال جیسلمیر ہی میں ہوا۔ یہ غالباً ۱۷۴۹ء کے موسم سرما کا واقعہ ہے جبکہ احمد شاہ لاہور میں میر منوں کو مطیع کرنے کے بعد درۂ بولان کے راستے سے قندھار کی طرف واپس گیا اور اثنائے راہ میں ڈیرہ اسمٰعیل خاں۔ ڈیرہ غازی خاں۔ ملتان اور شکارپور کو بھی اپنی سلطنت کے مقبوضات میں شامل کرتا گیا تھا۔

نور محمدؒ کا بیٹا غلام شاہ اُس کا جانشین ہوا۔ غلام شاہ کے زمانے میں شاہ داد خاں تالپور لغاری اپنے ہمراہیوں سمیت جو خاندان کی شاخ چوٹی سے الگ ہو گئے تھے حیدر آباد میں آیا۔ اس زمانہ میں لغاریوں کی تمام قوم کلہوڑہ فرمانروا کی تابع فرمان تھی اور اُسے اپنا پیر بھی سمجھتی تھی۔ کلہوڑوں نے شاہ داد خاں کی اچھی آؤ بھگت کی اور اسے ایک جاگیر عطا

Marfat.com

کردی۔ شاہ داد خاں کی وفات پر اُس کا بیٹا میر بہرام تالپوریوں کا رئیس بنا اور میاں غلام شاہ نے اُسے اپنا وزیر مقرر کر لیا۔ غالباً میاں غلام شاہ اِسی وزیر کے زبردست ہمقوم بلوچوں کی امداد سے اپنے مقبوضات کو بہت کچھ وسعت دے سکا کیونکہ غلام شاہ کی اولاد کے حسب بیان اس کی سلطنت کے حدود جنوب میں مقام کچھ سے شروع ہوکر شمال میں کالا باغ تک ممتد تھے۔ اس میں کلام نہیں کہ میاں غلام شاہ کا سکّہ دُور دُور تک بیٹھا تھا۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے ہوت بلوچوں کے ساتھ میر بہرام کی پہلے ہی مُڈبھیڑ ہو چکی تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ لیّہ کے جتوئی بھی اس کا کسیقدر دبدبہ مانتے تھے۔ میاں غلام شاہ ڈیرہ غازی خاں میں حکومت کرتا تھا اور آخیر غازی خاں میرانی اور اُس کا طاقتور وزیر محمّد خاں گوجر اسے اپنا حکمران مانتے تھے مگر احمد شاہ (ابدالی) نے اسکی حکومت میں دست اندازی کی۔ ۱۷۵۷ء میں کوڑا مل ناظم ملتان کی ماتحت فوجوں نے کلہوڑوں کو شکست دی اور الوالعزم تالپوریئے جن سے ان کو بہت کچھ مدد کی توقّع تھی اِن کے آخری زوال کا باعث ہوئے۔ غلام شاہ کے بھائی عبدالنبی نے میر بہرام خاں تالپور کی لڑکی سے شادی کرنی چاہی مگر بہرام خاں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ نسبت بلوچوں کی رسم کے خلاف ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ تھا کہ کلہوڑے تالپوریوں سے کمتر درجہ کے ہیں۔ میاں عبدالنبی یہ بے عزّتی برداشت نہیں کر سکتا تھا اس نے کسی تدبیر سے میر بہرام خاں کو قتل کرا دیا اور اس کی جگہ اُس کے بیٹے میر بجڑ خاں کو اپنا وزیر بنا لیا۔ لیکن میر بجڑ خاں اقتدار اور رسُوخ حاصل کرتے ہی کلہوڑوں سے باغی ہو گیا۔ کچھ عرصے تک بجڑ خاں نے خوب کامیابی حاصل کی اور میاں عبدالنبی

Marfat.com

کو اس کے ہاتھ سے بھاگ کر مجبوراً ماڑواڑ میں پناہ لینی پڑی۔ عبدالنبی نے ماڑواڑ میں بیٹھ کر میر بجڑ خاں کو سزا دینے کے لئے ایک مکار ایجنٹ کو بجڑ خاں کی ملاقات کے لئے بھیجا اور یہ شخص پیشتر اس کے کہ بجڑ خاں کو اس پر کوئی شبہ ہو صرف چند ہمراہیوں کے ساتھ اُس سے ملنے آیا اور بجڑ خاں کو دغا سے قتل کر ڈالا۔ عبدالنبی کی یہ کامیابی بھی کچھ دیرپا نہ ثابت ہوئی کیونکہ بجڑ خاں کے بیٹے میر صوبھدار خاں نے تالپوریوں اور دوسرے بلوچوں کو اپنے ساتھ جمع کر کے ۱۷۷۲ء میں عبدالنبی کو پھر علاقہ سے بھگا دیا۔ عبدالنبی نے جواب عبدالنبی سرائی کے نام سے مشہور ہے۔ احمد شاہ دُرّانی سے مدد مانگی۔ اور احمد شاہ نے اسے راجپوتانہ کے علاقہ میں ایک جاگیر عطا کی جس کی مالیت ۴۰۰۰۰ روپیہ بیان کی جاتی ہے۔ احمد شاہ نے عبدالنبی سے یہ بھی وعدہ کیا کہ اس کو فوجی مدد بھی دیگا مگر چونکہ احمد شاہ کے عہد حکومت کا یہ آخری سال تھا اور اُس کے جانشین تیمور شاہ کو اپنی طاقت کے مستحکم کرنے میں بہت زیادہ مشغول ہو جانا پڑا اس لئے عبدالنبی کو یہ موعودہ امداد نہ دی جا سکی۔ عبدالنبی اب حاجی پور میں آباد ہو گیا۔ اگرچہ نصیر خاں والئے قلات نے جو دراصل خود ہی خلعت ان اور برائے نام دُرّانی بادشاہ کا تابع فرمان تھا عبدالنبی کو علاقہ کے والیہ کا ۱/۳ حصہ عطا کیا مگر عبدالنبی سرائی اپنے آپ کو بالکل گمنام کرنا نہیں چاہتا تھا۔ لیّہ کا صوبہ اب بھی اس کی زور آزمائی کے لئے موجود اور اسکی الوالعزمیوں کی جولانگاہ بن سکتا تھا چنانچہ عبدالنبی نے احمد شاہ کے جانشین تیمور شاہ کی خدمت میں ایک بھاری نذرانہ بھیج کر درخواست کی کہ اگر اس کر آنباز ہو تو یہ اُس کی طرف سے صوبۂ لیّہ پر قابض اور حکمران ہو جائے۔ تیمور شاہ

Marfat.com

نے اس کا نذرانہ قبول اور اس کی تجویز منظور کر لی اور اسے نظامتِ لیّہ کی سند عطا کی۔ عبدالنبی سندِ حکومت پاتے ہی لیّہ پر چڑھ دوڑا۔ وہاں کے حاکم محمد خاں جبتکانی کو شکست دیکر بھگا دیا اور تین سال تک صوبہ پر خوب قبضہ و تصرّف رکھا۔ لیکن چونکہ تیمور شاہ کے دربار میں عبدالنبی کے ظلموں کی بہت سی شکایتیں پیش ہوتی رہیں اس لئے تیمور شاہ نے اسے برطرف کر کے اس کی جگہ محمد خاں سدوزئی کو لیّہ کا ناظم بنا دیا۔ عبدالنبی نے اپنا عہدہ چھوڑنے سے انکار کیا اور لیّہ کے قریب محمد خاں سے میدان داری کی۔ اس لڑائی میں پہلے پہل تو سرائیوں کا پلّہ بھاری رہا۔ اور قریب تھا کہ محمد خاں میدان سے بھاگ جائے مگر اُس کے جمعدار نے اُسے ہمّت دلا کر عرض کی کہ بھاگنے سے لڑکر مر جانا بہتر ہے۔ اتفاق سے عین اُسی وقت جبکہ محمد خاں اور اُس کے جمعدار میں یہ گفتگو ہوئی ہے۔ چند سپاہیوں نے عبدالنبی کے بیٹے محمد عارف کو ایک سن کے کھیت میں سے جو اُس کے لشکر کے عقب میں تھا اچانک طور سے نکل کر قتل کر دیا۔ اور چونکہ سرائیوں کا اصلی سرگروہ یہی تھا اس لئے اس کے قتل ہوتے ہی اُن کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ ہزیمت اُٹھا کر بھاگ نکلے۔ عبدالنبی اس شکست اور گردشِ زمانہ کی مار کھانے کے کچھ عرصہ بعد تک مہاراجہ بھیم سنگھ والیٔ جودھپور کے ہاں پناہ گزین رہا لیکن اس اثناء میں بھی اُس نے اپنی راجنپور اور حاجی پور کی جاگیروں کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ چنانچہ آخرکار اس نے حاجی پور ہی میں سکونت بھی اختیار کی جہاں کہ یہ خاندان اب رہتا ہے۔ عبدالنبی سرائی کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا تاج محمد خاں اُس کا جانشین ہوا جس کا انتقال ۱۸۱۵ء میں ہو گیا۔ اس خاندان کا پچھلا سرگروہ

Marfat.com

میاں غلام شاہ خاں ہوا۔ یہ زیادہ تر میاں صاحب شاہ نواز خاں کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی شادی فضل محمدؐ کلہوڑہ رئیس بوزائی واقعہ تعلقۂ خیر پور (ضلع شکارپور) کی لڑکی سے ہوئی اور اس کے ۱۸۹۶ء میں لاولد فوت ہونے پر اس کا بھتیجا میاں لطف حسین خاں خاندان کا موجودہ سرکردہ مرحوم کا جانشین ہوا۔ میاں لطف حسین خاں علاقہ راجنپور کا جاگیردار اور پراونشل درباری ہے۔ اس کی شادی خداداد خاں کلہوڑہ جاگیردار ریاستِ جودھپور کی لڑکی سے ہوئی ہے۔

راجنپور کی جاگیر ۱۷۷۱ء سے اسی خاندان کے قبضے میں چلی آتی ہے مگر اس کی نوعیت میں کچھ کچھ تغیرات ہوتے رہے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائی زمانہ میں یہ جاگیر ۴۰۰۰۰ روپیہ سالانہ مالیت کی تھی اور اس کے علاوہ اس خاندان کو حاجی پور کی مالگزاری کا تیسرا حصہ بھی بطور کسور کے ملتا تھا۔ ۱۸۳۰ء میں نواب بہاولپور نے اس جاگیر کا تیسرا حصہ ضبط کر لیا۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس پر ۱۰۰۰۰ روپیہ نذرانہ مقرر کیا۔ پھر دیوان ساون مل نے اس نذرانہ کو بڑھا کر ۹۰۰۰ روپیہ کر دیا اور اخیر میں سرکار انگریزی نے اس پر ۳۰۰۰ روپیہ سالانہ سرکاری نذرانہ مقرر کر کے اسے حین حیات جاگیر کر دیا۔ چنانچہ اُسوقت سے آج تک یہ اُسی صورت سے جاری رکھی گئی ہے۔ اس جاگیر میں ۳۳ مواضعات شامل ہیں جن کی جمع گزشتہ بندوبست میں ۱۳۷۱۵ روپیہ تشخیص ہوئی تھی۔ ۳۰۰۰ روپیہ کا سرکاری نذرانہ اس جاگیر کے اُن چھ مواضعات سے لیا جاتا ہے جو درشک تمندار کو اس لئے دے دیئے گئے ہیں کہ وہ اُن سے اپنا انعام وصول کرتا رہے۔ جاگیر کی خالص آمدنی تمام مواجبات

Marfat.com

کی منہائی بک بعد ۱۰۳۰ روپیہ تخمینہ کی جاتی ہے ۱۸۷۴ء میں جو احکام نافذ ہوئے تھے اُن کی رُو سے مواضعات جاگیر میں یہ اختیار دیا گیا تھا کہ معاملہ نقد یا جنسی جس طرح پسند کریں وصول کر لیا کریں۔ چنانچہ بہت سے مواضعات کل پیداوار کا ۱/۵ حصہ جنسی دیتے ہیں اور بعض پیداوار کا ۱/۶ اور ۱/۷ حصہ ہی ادا کرتے ہیں۔ گزشتہ بندوبست میں مواضعاتِ جاگیر کی نقد جمع ۸۶۰۰ روپیہ تشخیص ہوئی تھی اس میں سے میاں صاحب کو ۱/۲ حصّۂ آمدنی کلھوڑہ کے ان دوسرے اراکین کو گزارہ کے طور پر دینا پڑتا ہے جو حاجی پور میں آباد ہو گئے ہیں۔ جاگیر کے علاوہ میاں صاحب کو حاجی پور اور اُسکے متصل کی محالات کی جمع کا بھی ۱/۲ حصہ جو کل ۱۶۹۵ روپیہ ہوتا ہے بطور کسور کے ملتا ہے۔ میاں صاحب کے نام سرکی والا اور حاجی پور میں ۷۲ روپیہ کی دو چھوٹی چھوٹی معافیات بھی ہیں۔ اور حاجی پور میں انکے بعض خاص ذاتی مقبوضات بھی ہیں جن کی آمدنی ۳۰۰ روپیہ سالانہ ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ جاگیر کا جنسی مالیہ تشخیص سے برائے نام ہی کسی قدر زیادہ ہے تو میاں صاحب کی کل آمدنی تمام مدات سے ۲۵۰۰ روپیہ سمجھی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں خاندان کے مُریدوں کی نذروں سے بھی میاں صاحب کو تھوڑی بہت آمدنی ہو جاتی ہے۔

اگرچہ گورنمنٹ برطانیہ نے اس خاندان میں کوئی خطاب نہیں دیا ہے مگر احمد شاہ درّانی کے زمانے سے اس خاندان کے رئیس اپنے نام کے ساتھ شاہ نواز خاں سرائی کا لقب لگاتے چلے آتے ہیں اور یہ عام طور پر میاں صاحب کہلاتے ہیں۔ یہ دعوے کرتے ہیں کہ ان کا ایک قدیم خطاب معظم الملک نصرت جنگ عضد الدولہ بھی ہے۔

Marfat.com

سرائی شیعہ مذہب مسلمان ہیں۔ مگر ان میں بعض سکھوں کی نرالی رسوم بھی نظر آتی ہیں۔ یہ نہ تو اپنی مونچھیں شرعی طریقہ کی رکھتے ہیں اور نہ اپنے بال کٹاتے ہیں۔ بلکہ بالوں کو اکٹھا کر کے یعنی جوڑا بنا کر سر کی چاند پر باندھ لیتے ہیں۔ یہ پگڑی بھی نرالی طرز کی باندھتے ہیں جس کے اطراف پر تو دو زاویئے بن جاتے ہیں اور اوپر کی طرف سے یہ چپٹی رہتی ہے۔ خاندان کا بزرگ چند شاہی تکلفات پر عمل درآمد کرتا ہے یعنی گدی یا گدیلے پر بیٹھتا ہے، اور چاہے کوئی شخص کسی رتبہ کا اُس سے ملنے آئے لیکن یہ اُس کی تعظیم کے لئے نہیں اُٹھتا۔ اسی وجہ سے سرائی رئیس گدی نشین کہلاتا ہے۔ تاج محمد خاں کی وفات تک یہ رسم تھی کہ جب تک گدی نشین گدی پر بیٹھا رہے اُس وقت تک برابر نوبت بجتی رہتی تھی۔

جان محمد خاں اور لطف حسین خاں دونو پراونشل دربار ی تھے یہ علے الترتیب ۱۸۹۷ء اور ۱۸۹۶ء میں فوت ہوئے اور جان محمد خاں کی اولاد حاجی پور کی سکونت چھوڑ کر راضی ڈیرہ واقع ریاست خیرپور میں آباد ہو گئی ہے۔

موجودہ میاں صاحب ۱۸۹۶ء میں اپنے چچا کی وفات کے بعد اُس کا جانشین ہوا ہے۔ یہ ضلع میں بڑا بارسوخ آدمی اور بہت سے مُرید رکھتا ہے۔

Marfat.com

سردار مبارک خاں کھوسہ

سعید خاں
(متوفی)
یوسف خاں (متوفی)
غلام حیدر خاں (متوفی)
برخوردار خاں (متوفی)

۱	۲	۳
غلام حیدر خاں (متوفی)	کوڑا خاں (وفات ۱۸۷۱ء)	جہان خاں (متوفی)

۱	۲	۳	۴	۵
صاحب خاں (متوفی)	لشکر خاں (متوفی)	یوسف خاں (متوفی)	صوبھدار خاں (متوفی)	محمد خاں (متوفی)
میوا خاں (ولادت ۱۸۸۹ء)	رحیم خاں (متوفی)	یوسف خاں (ولادت ۱۸۷۷ء)	ہوت خاں (متوفی)	حیات خاں (متوفی)
گلزار خاں (وفات ۱۹۰۳ء)	غازی خاں (ولادت ۱۸۸۷ء)	لال خاں	علی محمد (ولادت ۱۸۸۰ء)	محمد خاں (ولادت ۱۸۵۰ء)
				فتح خاں (ولادت ۱۸۸۷ء)

۱	۲	۳	۴	۵
عظیم خاں (ولادت ۱۸۶۵ء)	نور محمد خاں (ولادت ۱۸۷۰ء)	جان محمد خاں (ولادت ۱۸۷۲ء)	کرم خاں (وفات ۱۹۰۳ء)	فضل خاں (ولادت ۱۸۷۵ء)

۱	۲	۳	۴
احمد خاں (متوفی)	برخوردار خاں (متوفی)	غلام حیدر خاں (ولادت ۱۸۷۰ء)	خیر محمد خاں (وفات ۱۸۹۹ء)

۱	۲	۲
سردار سکندر خاں (وفات ۱۸۹۱ء)	دوست محمد خاں (وفات ۱۸۹۷ء)	اللہ داد خاں (متوفی)

۲	۲
گل محمد خاں (وفات ۱۸۹۷ء)	سردار بہادر خاں (وفات ۱۹۰۶ء)

۲	۲	۲
نصیر محمد خاں (وفات ۱۸۹۶ء)	غلام حیدر خاں (ولادت ۱۸۸۷ء)	کوڑا خاں (ولادت ۱۸۸۳ء)
لال خاں (ولادت ۱۸۹۹ء)	بہادر خاں (ولادت ۱۹۰۸ء)	

سردار مبارک خاں (ولادت ۱۸۶۲ء)

Marfat.com

کھوسے بھی بہت سی دوسری بلوچ قوموں کی طرح چودھویں صدی عیسوی کے شروع میں ضلع ڈیرہ غازی خاں میں آکر آباد ہوئے۔ یہ ہوت بلوچوں کی ایک شاخ ہیں اور ہوت قوم بلوچ کی چند بڑی شاخوں میں سے ایک شاخ شمار ہوتی ہے۔ کھوسوں کی ایک شاخ نے ملک سندھ میں بمقام سون میانی اراضیات حاصل کیں اور اب وہ سکھر اور نہر سندھ کے مابین اور علاقۂ جیکب آباد میں جو رہجان کے مغرب کی جانب واقع ہے سکونت رکھتے ہیں۔ کھوسوں کی ایک اور شاخ بلیل خاں نامی سرکردہ کی ماتحت تھی۔ یہ سرحدِ ڈیرہ غازی خاں کے اُس طرف جہاں کوہ بلیل واقع ہے اس پہاڑی علاقہ کے اندر آباد ہوئی جو اُس رکھنی وادی کے بالمقابل ہے جو اَب کھیتران کے قبضے میں ہے۔ پھر وہاں سے یہ جماعت اپنے رئیس باتل خاں کے ماتحت کوچ کر کے میدانوں میں آگئی اور اس وقت ان کے ہمراہ یارو خاں نامی سردار کے ماتحت عیسانی کھیتران کی بھی ایک جمعیت میدانی سرزمین میں آئی۔ باتل خاں اور یارو خاں نے اپنے اپنے نام سے باتل اور یارو نامی دو قصبات آباد کئے۔ یہ قصبات ایک دوسرے سے تین تین میل کے فاصلے پر واقع ہیں اور دونو قوم کھوسا کے صدر مقام شمار ہوتے ہیں کیونکہ عیسانی اُس وقت سے ایک بڑی شاخ ہونے کی حیثیت سے بالکل قوم کھوسا سے شامل اور شریک ہو گئے ہیں ؛

یہ علاقہ غازی خاں میرانی اول نے باتل خاں کھوسہ کو بطور معافی کے عطا کیا تھا۔ باتل خاں کا پوتا یوسف خاں اپنے ہم عہد غازی خاں میرانی کا ماتحت اور جنگی معاون تھا یہ اپنے ولی نعمت آقا کی طرف سے

Marfat.com

کئی معرکوں میں لڑا اور اس کے جنگی کارناموں اور بہادری کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ سودھ والئے کانگڑہ نے یوسف خاں کی جرأت و دلیری کا حال سُنکر اُسے اپنی سرکار میں نوکر رکھ لیا۔ اور اسے اور اس کے بیٹے غلام حیدر خاں کو اُن کی بہادری کے صلے میں بیشمار تحایف دئے اور ان تحایف کے علاوہ غلام حیدر خاں سے اپنی لڑکی بھی بیاہ دی۔ گمان غالب یہ ہے کہ یوسف خاں کی عدم موجودگی میں قومِ کھوسہ اس سے باغی ہوگئی ہوگی کیونکہ جس وقت یہ راجہ کی ملازمت ترک کرکے اپنے علاقہ میں واپس آیا تو عیسانیوں نے اسکے ساتھ بڑی دشمنی اور مخالفت ظاہر کی اور آخرکار اسے زہر دیکر ہلاک کر دیا۔ یُوسف خاں کی جگہ اس کا بیٹا غلام حیدر خاں قومی سرداری کے منصب پر مامور ہوا مگر یہ بھی دغا سے قتل کر دیا گیا اور غلام حیدر خاں کی وفات کے وقت اُس کا بیٹا برخوردار خاں نابالغ بچّہ تھا چنانچہ اُس کی ماں یعنی غلام حیدر کی بی بی نے اپنے نورِ نظر کی حفاظت کے خیال سے اُس کو بٹی لنڈ کے کھوسوں کے پاس بھیج دیا۔ تاکہ وہ اُن میں پرورش پائے اور خونخوار و غدّار دشمنوں کے شر سے محفوظ رہ سکے۔ برخوردار خاں بالغ ہوکر اپنے علاقہ میں واپس آیا اور اپنے باپ اور دادا کے خون کا بدلہ لینے کے لئے عیسانیوں پر حملہ کرنے کا عازم ہوا۔ بہت سے کھوسے اس کے ساتھی ہوگئے۔ عیسائی لڑکر مطیع کئے گئے اور اُن کا سردار قید کر لیا گیا۔ مگر اس کے بعد طرفین میں اس طرح پر صلح ہوگئی کہ عیسانیوں کے تین سردار خان محمّد خاں رئیس یارو۔ جوانک خاں رئیس ولانہ اور ہوت خاں رئیس ہوت نے اپنی لڑکیوں کی شادی کھوسہ تمندار

Marfat.com

برخوردار خاں سے کردی۔ زاں بعد برخوردار خاں مسّوخاں رئیس تنکانی کا طرفدار ہوگیا اور تنکانیوں نے برخوردار خاں کو تنکانی رئیس کی عمدہ خدمات بجالانے کے معاوضہ میں مواضعات ماٹی اور مہوئی مع ان کی گردونواح کی اراضیات کے عطا کیئے جن کی آبپاشی مہوئی نالہ سے ہوتی تھی۔ یہ مواضعات اور اراضیات اس وقت تک کھوسوں کے قبضے میں ہیں مگر سوری لنڈوں کی اراضیات بیچ میں آجانے کی وجہ سے یہ مواضع قوم کھوسا کے باقی علاقہ سے الگ ہوگئے ہیں۔ برخوردار خاں نے میاں عبدالنبی خاں سرائی کو بھی اُس لڑائی میں جنگی امداد دی تھی جو میاں عبدالنبی اور تالپوریوں کے مابین واقع ہوئی اور جس کا ذکر سرائی خاندان کی تاریخ میں کیا جاچکا ہے اور برخوردار خاں ایک لڑائی میں سخت زخمی بھی ہوگیا تھا +

برخوردار خاں مسّوخاں کے ایک رشتہ دار اسد خاں کو تنکانیوں کی سرداری دلانے کے لئے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اُس کا سب سے بڑا بیٹا غلام حیدر خاں اُس کا جانشین ہوا جس نے لال خاں تنکانی سے لڑکر اُس پر فتح حاصل کی۔ لال خاں کو اس کے ہاتھ سے پہاڑ کے مقام پر شکست ہوئی اور لال خاں کی جگہ اسد خاں تنکانی قوم کا تمندار تسلیم کیا گیا۔ لال خاں بھاگ کر افغانستان میں پناہ گزین ہوا اور اُس نے بارک زئی خاندان سے اتحاد پیدا کرلیا۔ بارک زئی خاندان افغانستان کے امیر دوست محمّد خاں کے سوتیلے بھائی جبڑ خاں کے ساتھ اپنے کنبہ کی ایک لڑکی بیاہ کر اُس وقت ملک میں بہت زبردست ہوگیا تھا۔

بعدازاں زمان شاہ کے عہدِ حکومت میں جبڑ خاں ڈیرہ غازی خاں کا

Marfat.com

ناظم مقرر ہوا اور اُس نے لال خاں کو ایک سند عطا کی جس کے رو سے لال خاں پھر نتکانیوں کا سردار مقرر کیا گیا۔ لال خاں یہ سند لیکر سنگڑ کو واپس آیا اور آتے ہی ماٹی اور مہوٹی کھوسوں کے سرداران نور محمدؐ اور یار محمدؐ کو قتل کر دیا۔ اس قتلِ ناحق کی وجہ سے کھوسوں کی قوم لال خاں سے بگڑ بیٹھی اور اس کے خلاف ہتھیار اُٹھا لئے۔ لال خاں کو اب دوسری دفعہ پھر بھاگ جانا پڑا اور اس موقع پر وہ پہلے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس اور بعد ازاں نواب بہاولپور کی خدمت میں امداد طلب کرنے کے لئے حاضر ہوا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۱۹ء میں ڈیرہ غازی خاں کو فتح کر کے صادق محمدؐ خاں عباسی نواب بہاولپور کو اجارہ پر دیدیا۔ اب نتکانیوں کے جلاوطن رئیس لال خاں نے اپنے پرانے دشمن کھوسوں پر حملہ کرنے کے لئے نواب بہاولپور سے پھر امداد مانگی اور نواب نے اسے دو ہزار جوانوں کی فوج سے کمک دی۔ لال خاں درّۂ ویڈر کے پاس دلانہ کے مقام پر اپنے مخالفوں سے معرکہ آرا ہوا مگر اس لڑائی میں کامیابی کھوسوں کے ہاتھ رہی اور لال خاں خود ہی جنگ میں کام آگیا۔ لال خاں کی وفات سے ان تمام نقصانات کی تلافی ہو گئی جو اُس نے قوم کھوسا کو پہنچائے تھے لیکن اُدھر اس شکست سے نواب بہاولپور کو جوش آگیا اور وہ کھوسوں کو ذلیل کرنے پر تُل بیٹھا۔ چنانچہ اُس نے غلام حیدر خاں کو پیام بھیجا کہ وہ اس سے اپنی دُختر کی شادی کر دے نواب کو بخوبی معلوم تھا کہ غلام حیدر خاں اس بات سے ضرور انکار کر دیگا اور ایسا ہی ہوا۔ غلام حیدر خاں نے لغاری۔ گرچانی اور نتکانی

Marfat.com

سرداروں کی حمایت وطرفداری کے غرّے پر نواب کی درخواست نہایت حقارت کے ساتھ رد کردی۔ مگر نواب کب ماننے والا تھا۔ اُس نے غلام حیدر کو بزور مطیع کرنے کے ارادے سے قلعۂ گجری کا محاصرہ کرلیا۔ اور اس کے دوسال بعد ایک موقع سے نواب کی فوج نے غلام حیدر خاں اور اس کے چند ہمراہیوں پر اچانک حملہ کرکے اُسے مار ڈالا۔ غلام حیدر کا بھائی کوڑا خاں اُس کا جانشین ہوا۔ اور اس نے مجبوراً نواب کی اطاعت مان کر اپنی دختر کی شادی نواب کے بیٹے بہاول خاں سے کردی۔ کوڑا خاں نے نواب کو یہ پٹّی بھی پڑھائی کہ وہ اسکے ہمچشم اور مددگار تمنداروں کی لڑکیاں بھی طلب کرے چنانچہ لغاری گرچانی اور تنکانی سرداروں کو بھی مجبور ہوکر اپنی ایک ایک لڑکی نواب کو دینی پڑی ٭

جب سنہ ۱۸۳۰ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ڈیرہ غازی خاں کا انتظام براہِ راست اپنے ہاتھ میں لے لیا تو کوڑا خاں نے لاہور میں آکر مہاراجہ کی اطاعت قبول کی اور اس کے صلے میں اسے ایکہزار روپیہ کی پنشن عطا ہوئی۔ سنہ ۱۸۳۲ء میں دیوان ساون مل ڈیرہ غازی خاں کا ناظم مقرر ہوا۔ یہ بوزداروں اور کھیترانوں کو مطیع کرنا چاہتا تھا۔ اور کوڑا خاں نے ان قوموں کے مقابلہ میں دیوان کو اچھی مدد دی۔ مگر کھیترانوں کے ساتھ لڑنا کھوسوں کے حق میں زبون ثابت ہوا کیونکہ حاجی خاں کھیترانی نے جو اپنے زمانے کا سب سے بڑا اور زبردست پہاڑی سردار تھا کھوسوں کے علاقہ پر فوجکشی کی اور انہیں بہت سا نقصان پہنچایا اور یورش کرکے قصبۂ یارو کو ان سے چھین لیا۔ اخیر وقت

Marfat.com

میں کوڑا خاں اور دیوان ساون مل کی دوستی میں بھی فرق آگیا کیونکہ دیوان ساون مل کوڑا خاں کے پرانے دشمن لغاریوں کا طرفدار ہوگیا تھا ۱۸۴۸ء میں مسٹر اینڈرسن اور وانز ایگنیو صاحبان ملتان میں مارے گئے اور ان کے مقتول ہو جانے کے بعد جب ایڈورڈ صاحب بہادر اپنی پٹھان فوج کو لئے ہوئے پائیں کی طرف سے سرحد کی جانب کوچ کر رہے تھے اُس وقت سردار کوڑا خاں صاحب ممدوح کے ساتھ شامل ہوگیا اور اپنے بیٹے غلام حیدر خاں کو بھیجا کہ وہ ان سے ڈیرہ فتح خاں کے مقام پر ملے۔ ایڈورڈ صاحب بہادر نے غلام حیدر کو جرنیل وان کورٹ لینڈٹ کے نام ایک چٹھی دی اور جرنیل موصوف نے غلام حیدر کو ناصی خاں پوپال زئی کے ساتھ ڈیرہ غازی خاں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس وقت لونگا رام کاردار شہر ڈیرہ غازی خاں پر قابض تھا یہ دیوان ساون مل کا ماتحت تھا اور لغاری اُس کی امداد پر تھے۔ کھوسوں نے غلام حیدر کی زیر ماتحتی اسب والہ چاہ پر جو شہر کے مشرق میں ہے لغاریوں پر حملہ کر دیا اور دشمن کے ۸۰ آدمی مار کر اُن پر کامل فتح حاصل کی۔ لونگا رام اسیر کر لیا گیا۔ اور ایڈورڈز صاحب بہادر کے پہنچتے ہی شہر ان کے حوالے کر دیا گیا۔ کوڑا خاں تین سَو کھوسوں کے ساتھ ایڈورڈز صاحب بہادر کے ہمرہ ملتان آکر شہر کے محاصرے میں بھی شامل ہوا۔ لڑائی کے بعد انکی پنشن اضافہ کر کے ۲۲۰۰ روپیہ کر دی گئی اور رکھ والا باغ واقعہ ڈیرہ غازیخاں اِسے بطور معافی کے عطا کیا گیا۔ غلام حیدر خاں پولیس میں رسالدار بنایا گیا۔ گو یہ ایک حد تک بہادر فیاض اور اپنی قوم کا شیر دل شخص تھا مگر اپنی متلون مزاجی کی وجہ سے پولیس افسری کا کام اچھی طرح سے نہ کر سکا

Marfat.com

وہ اپنے افسروں کی ایسی متابعت نہیں کرتا تھا جیسی کہ اُسے کرنی لازم تھی اس لئے اخیر میں ضروری معلوم ہوا کہ اُسے موقوف کیا جائے۔ غلام حیدر خاں عمر بھر سیر و سیاحت کرتے رہنے اور ناموری کے کام کرنے کا بہت مشتاق رہا۔ اُسنے شمالی ہندوستان کے کئی سفر کئے۔ ۱۸۴۳ء میں جبکہ مہاراجہ شیر سنگھ کو سندھانوالیوں نے قتل کیا ہے تو غلام حیدر خاں لاہور میں موجود تھا اور اُس لڑائی میں جو مہاراجہ کے قتل کے بعد ہوئی اس نے بھی حصہ لیا۔ ایک موقع پر کسی نے اس کے سامنے یہ مثل بیان کی کہ "جو جائیگا نادؤں پھر آئے گا کون"۔ اس نے دعوے کے ساتھ کہا کہ "میں نادؤں جاؤنگا اور فوراً واپس بھی آؤں گا"۔ چنانچہ یہ بغیر زادراہ کا انتظام کئے روانہ ہو گیا اور راستے میں آب و آذوقہ مہیا کرنے کے لئے اسے مجبوراً اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے گھوڑے بیچ دینے پڑے۔ غلام حیدر خاں تلوّن طبع اور آتش مزاجی کی وجہ سے اپنی قوم کا انتظام بھی نہ کر سکا اور چونکہ اس کا باپ بُڈھا اور کمزور ہو گیا تھا اس لئے قوم میں بد امنی پھیل گئی جو عرصے تک قائم رہی +

سردار کوڑا خاں ۱۸۷۱ء تک زندہ رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے سَو سال کی عمر پائی۔ مگر اخیر وقت میں یہ ایک مدت سے اپنی قوم کا انتظام کرنے کے ناقابل ہو گیا تھا۔ اس کے سب سے بڑے بیٹے احمد خاں نے منشّی چیزوں کا عادی بنکر اپنا دماغ بیکار کر لیا تھا۔ اور برخوردار خاں بھی تمنداری کے قابل نہ تھا اس لئے یہ زیادہ تر بہاولپور میں رہا کرتا تھا۔ ان وجوہات سے احمد خاں کے بیٹے سکندر خاں نے جو قوم کی سب سے بڑی شاخ کا رکن تھا تمنداری کا دعوے کیا اور بنائے

Marfat.com

دعوے یہ قرار دی کہ غلام حیدر خاں اپنے باپ کی زندگی ہی میں فوت ہو چکا ہے۔ اور اَب تمنداری اس کا حق ہے مگر سکندر خاں کا یہ دعوے نہ چلا اور بالآخر غلام حیدر کے بیٹے سردار بہادر خاں کو تمنداری مل گئی جو اُس وقت صرف دس سالہ بچّہ تھا۔ سردار بہادر خاں کے دادا اَوڑا خاں نے خود اپنے ہاتھ سے پوتے کے سر پر دستار بندی کی رسم ادا کی اور اس کے دوسرے سال فوت ہو گیا۔ اگرچہ سلسلہ جانشینی میں سکندر خاں کا پہلا نمبر تھا لیکن اُس کا یہ حق اس لئے نظر انداز کیا گیا کہ اس میں اس عہدے کا کام چلانے کی قابلیت نہ تھی اور مزید برآں قوم کھوسہ کو بھی اُس پر اعتبار نہ تھا۔ اس بے اعتباری کی وجہ یہ تھی کہ سکندر خاں نے غدر ۱۸۵۷ء کے ایک موقع پر جبکہ وہ اپنی قوم کی ایک جمعیت کا کمیدان تھا کوئی بہادری ظاہر نہیں کی تھی۔ سکندر خاں وہمی اور خصّی آدمی تھا۔ اس کی بے سلیقگی اور عام لیاقت میں کمی کی وجہ سے خاندان کا کوئی آدمی بھی اس کا دوست نہیں رہا تھا۔ تاہم وہ سردار بہادر خاں کی نابالغی کے زمانے میں تمن کا مینجر اور تمندار کا سرپرست مقرر کیا گیا۔ سردار بہادر خاں ۱۸۷۹ء میں بالغ ہو گیا۔ اور سکندر خاں کو اس کی سرپرستی اور تمن کی مینجری کے عہدے سے علیحدہ ہونا پڑا۔ مگر اس سے اعلےٰ مرتبہ رکھنے کے بعد ادنےٰ درجہ میں اُتر آنے پر قناعت نہ ہو سکی۔ اپنے آپ کو جانشینی کا جائز مستحق سمجھتے اور ۸ سال تک عملی طور سے سردار رہ چکنے کی وجہ سے اس نے نئے نوجوان سردار کی مخالفت شروع کر دی اور اس اختلاف سے قوم کو بہت نقصان پہنچا سردار بہادر خاں کو کورٹ آف وارڈز کے انتظام میں رکھ کر انبالہ وارڈز

Marfat.com

سکول میں تعلیم دی گئی تھی۔ سردار بہادر خاں کو کچھ تو جوانی اور ناتجربہ کاری اور بہت کچھ اُس جماعت کی مخالفت کی وجہ سے جس کے سرغنہ سکندر خاں اور اُس کا بھائی دوست محمد خاں تھے اپنے تمن کے انتظام میں ابتداءً کسی قدر دقّت پیش آئی۔ مگر کھوسوں نے تھوڑے عرصہ کے بعد عام طور پر بخوشی اس کی اطاعت قبول کر لی اور یہ اُن میں خوب ہر دلعزیز ہو گیا۔ سردار بہادر خاں نے باتل سے دو میل کے فاصلہ پر ایک نیا قلعہ اور مکان بنایا جو بہادر گڑھ کہلاتا ہے +

۱۸۶۲-۶۳ء میں سکندر خاں نے اپنے خرچ سے دھوری نامی نہر کھدوائی۔ یہ نہر فضل واہ کی نہر سے مشابہ ہے۔ نہر فضل واہ لنڈر ئیس فضل علی خاں نے کھدوائی تھی اور نہر دھوری میں فضل واہ ہی سے پانی بھی آتا تھا۔ ۱۸۸۱ء میں یہ دونو نہریں گورنمنٹ نے حسب ذیل قیمت پر خرید لیں:۔ سکندر خاں کو ۵۰۰۰ روپیہ نقد اور رکھ چیڑی کی اراضیات میں سے ۵۰۰ ایکڑ زمین دی گئی اور سردار بہادر خاں کو اِسی رکھ چیڑی میں سے ۳۰۰ ایکڑ اراضی ملی۔ ان اراضیات کا معاملہ اور خوش حیثیتی بندوبست کی میعاد تک معاف تھی +

سردار بہادر خاں آنریری مجسٹریٹ اور پراونشل درباری تھا۔ یہ ۱۹۰۶ء میں لاولد فوت ہو گیا اور خاندان کی تمنداری پھر اُسکی بڑی شاخ میں واپس آکر بہادر خاں کے چچیرے بھائی مبارک خاں ولد سکندر خاں کو ملی +

سردار بہادر خاں نے اپنے بعد مفصلہ ذیل جائداد چھوڑی:۔ عطیات گورنمنٹ اور حقوق تمنداری یعنی جاگیر وغیرہ مبارک خاں کے نام ہوئے

Marfat.com

باقیماندہ غیر منقولہ جائداد کے ½ ۷ حصے ہوئے۔ ان میں سے تین حصص مبارک خاں نے لئے۔ بہادر خاں کی لڑکی اُس کے داماد غلام حیدر خاں اور اُس کے چچیرے بھائی لال خاں میں سے ہر ایک کو ایک ایک حصّہ ملا اور باقی ½ ۱ حصّہ بہادر خاں کی ماں اور اُس کی بیوہ کے حصّے میں آیا گھوڑوں اور ہتھیاروں کے علاوہ کل جائدادِ منقولہ خاندان کی مستورات کو ملی۔ اور گھوڑوں اور ہتھیاروں میں سے نصف تمندار کو ملے اور باقی نصف غلام حیدر خاں اور لال خاں میں بحصّہ مساوی تقسیم ہو گئے۔ سردار مبارک خاں نے اپنے انعام میں سے ۲۰۰ روپیہ سالانہ غلام حیدر کو اس شرط پر دینے منظور کئے کہ وہ تمن کے کام میں اس کی امداد کریگا ٭

بندوبستِ ثانی میں تمندار کا انعام ۵۰۰ سے بڑھا کر ۶۰۰ کر دیا گیا اس اضافہ کی وجہ یہ تھی کہ اُس سے جنسی معاملہ وصول کرنے کا حق لے لیا گیا تھا۔ اس انعام میں وہ ۵۰۰ روپیہ بھی شامل ہے جو قوم کے تین سرداروں کو مواضعات چورٹہ۔ بانل۔ دلانہ۔ یارو۔ ماٹی اور ریتانی کے مالیہ میں سے ملتا ہے ٭

خاندان کے چند دوسرے اراکین کو بھی حسب ذیل انعامات ملتے ہیں

صادق محمّد خاں رئیس ماٹی کو ..... ۲۰۰ روپیہ

رحیم خاں رئیس دلانہ کو ..... ۲۰۰ ″

کورا خاں رئیس یارو کو ..... ۱۰۰ ″

متذکرہ بالا انعامات کا تقرر صرف بندوبست کی میعاد تک ہے اور میعاد بندوبست ختم ہونے کے بعد اس پر نظرِ ثانی ہو سکنے کی شرط ہے۔ وفادارانہ خدمات کے علاوہ جن کی نوعیت اور لینے کا اختیار محض گورنمنٹ

Marfat.com

کو ہے۔ تمندار کو بوقت ضرورت بغیر کسی معاوضہ کے سوار بھی دینے پڑتے ہیں اور اُن کے اخراجات کے لئے فی سوار ۴ ریومیہ دینا پڑتا ہے۔ لیکن اگر یہ خرچ ایکہزار روپیہ سالانہ سے بڑھ جائے تو گورنمنٹ اسی شرح سے مزید رقم رئیس کو ادا کر دیتی ہے ٭

سردار مبارک خاں آنریری مجسٹریٹ اور پراونشل درباری ہے۔ تمام مدّات سے جس میں جاگیر اور اراضیات کی آمدنی اور پاس اور سلحداری کے وظائف سب شامل ہیں اسے بالاوسط تقریباً ۲۴۰۰۰ روپیہ سالانہ کی آمدنی ہو جاتی ہے ٭

Marfat.com

سردار دریھن خاں درشک

زندو

۱ سردار فیروز خاں — ۲ میراں — ۳ مراد — ۴ تین دیگر پسران

۱ سردار نجرا خاں (وفات ۱۸۵۷ء) — ۲ زندو خاں (متوفی) — پارمی — امام بخش (متوفی)

۱ داؤد خاں (ولادت ۱۸۴۹ء) — ۲ فیروز خاں (ولادت ۱۸۶۰ء) — ۳ کرم خاں (وفات ۱۹۰۰ء)

۱ ولایا خاں (متوفی) — ۲ نواب خاں (متوفی) — ۳ پیرا خاں (متوفی)

۱ فتح خاں (متوفی) — ۲ سلیم خاں (ولادت ۱۸۵۰ء) — ۳ سردار میراں خاں (وفات ۱۸۹۴ء) — ۱ دریھن خاں (وفات ۱۸۵۷ء)

۱ سردار دریھن خاں (ولادت ۱۸۶۲ء) — ۲ آلن خاں (ولادت ۱۸۶۶ء) — ۳ بچہ خاں (ولادت ۱۸۷۹ء) — ۴ بہادر خاں (ولادت ۱۸۷۲ء) — ۵ مرید حسین خاں (ولادت ۱۸۷۲ء) — ۶ محمد افضل خاں المعروف بہ افضل خاں

۱ پیر بخش خاں (ولادت ۱۸۹۹ء) — ۲ عبدالرحمن خاں (ولادت ۱۹۱۰ء) — ۱ دوستان خاں (ولادت ۱۸۸۱ء) — ۲ گوہر خاں (ولادت ۱۸۸۳ء)

۱ دُر محمد (ولادت ۱۹۹۰ء) — ۲ نبی بخش خاں (ولادت ۱۹۰۰ء)

درشکوں کا دعوےٰ ہے کہ یہ ہوت خاں کی اولاد سے ہیں جو قوم بلوچ کی چند بڑی شاخوں میں سے ایک شاخ کا بانی ہوا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ میر چاکر کی سالتِ خانہ بدوشی میں درشک برابر اُس کے ساتھ رہے اور یہ اُس کے بڑے معتبر اور جاں نثار سپاہی تھے۔ ایک موقعہ پر میر چاکر نے لشاری قوم کی کچھ عورتوں کو مغلوں کے ہاتھ سے رہائی دلا کر رات کو انہیں ایک علیحدہ خیمہ میں رکھا اور اُس پر حفاظت کی غرض سے

Marfat.com

درشکوں کا پہرہ مقرر کیا۔ رات کو ہوا کا ایک سخت طوفان آیا اور جھکڑ کے صدمات کی وجہ سے خیمے کی چوبیں ٹوٹ گئیں۔ مگر ایک درشک نے صبح تک خیمے کو اپنے کندھے کے سہارے سے اُٹھائے رکھا۔ میر چاکر نے جب اس شجاعت کا حال سُنا تو درشکوں کو "سُنہری درشکوں" کا خطاب دیا اور یہ خطاب اب تک کبھی کبھی ان کے نام کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اس قوم کا تمندار ہمیشہ کرمانی فرقہ کا رُکن ہوتا رہا ہے۔

درشک میدانی علاقہ میں مزاریوں کے بعد آباد ہوئے ہیں مزاریوں ہی کی طرح یہ بھی قوم نہر کے ایک حکمران اسلام خاں نامی کے جو سلاطین مغل کی طرف سے اس علاقہ کا ناظم تھا بُلانے پر اس جگہ آئے تھے۔ ناظم مذکور نے رودھن خاں درشک کو آسنی کے گرد و نواح کی اراضیات اور اُن کے شمالی جانب پہاڑیوں کے نزدیک کا وہ علاقہ بھی عطا کیا جس پر مزاری قابض تھے۔ رودھن خاں درشک سے چار پشت بعد داؤد خاں کے زمانے میں درشکوں اور جتکانیوں کے درمیان لڑائی شروع ہوئی یہ جتکانی اُس وقت پہاڑیوں کی تلیٹھی کے ایک نشیبی علاقہ میں آباد تھے۔ درہ سوری کے اندر طرفین میں ایک سخت لڑائی واقع ہوئی۔ اس معرکہ میں خود جتکانی رئیس اور اُسکے ایک سَو سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ اس کے بعد پھر اس علاقہ میں جتکانیوں کا کوئی تمن نہیں رہا اور اس قوم کے آدمی متفرق گروہوں میں منتشر ہو کر گرچانیوں۔ درشکوں اور دوسری ہمسایہ قوموں کے اندر جذب اور شامل ہو گئے اور باقیماندہ صرف ضلع لیہ میں اپنا جُدا فرقہ بنا کر رہنے لگے۔ ڈیرہ غازی خاں کے طاقتور حکمران نواب محمود خاں گوجر نے سردار عظمت خاں کے زمانے میں درشکوں پر فوجکشی کی۔ اس کی

Marfat.com

فوج نے قلعہ آسنی کا محاصرہ کرلیا مگر قلعہ کی فوج میدان میں نکل کر اس پر حملہ آور ہوئی۔ نواب کی فوج ہزیمت اُٹھا کر بھاگ نکلی اور اُسکے ۱۴۰ آدمی جنگ میں کام آئے۔ درشکوں نے چند زنبورے اور توڑے دار بندوقیں اس لڑائی میں دشمن سے چھینیں جو ابھی تک درشک تمندار کے قبضہ میں ہیں۔ پھر فریقین میں اس قرارداد پر صُلح ہوگئی کہ سردار عظمت خاں کو مواضعاتِ راجپور۔ محمد پور۔ جلالپور۔ رسول پور۔ غوث پور۔ شاہ پور اور دینا پور کے محاصل میں سے حق کسور ملتا رہیگا *

عظمت خاں کے بعد اس کا بیٹا حیات خاں تمنداری کے منصب پر جانشین ہوا۔ اس نے بروہیوں کے ساتھ رابطۂ اتحاد قائم کیا اور نصیر خاں خانِ قلّات کی طرف سے علاقۂ ہرنڈ داجل کے کچھ ردّی حصّہ پر حاکم وقابض بنایا گیا۔ نصیر خاں مذکور ۱۸۱۱ء میں فوت ہوگیا اور اُسکی وفات کے بعد اُسکے بیٹوں میں جانشینی کے لئے جھگڑا شروع ہوگیا۔ دارالحکومت کے باشندوں نے نصیر خاں کے بیٹے محمود خاں کو جو قلّات میں موجود تھا عام طور پر اپنا خان تسلیم کرلیا۔ مگر اس کا دوسرا بھائی رحیم خاں علاقہ ہرنڈ داجل میں اپنی خودمختاری کا اعلان کر بیٹھا تھا اور اُس نے اپنے ایک بھائی مصطفےٰ خاں کو قتل کرڈالا۔ رحیم خاں نے درشکوں کی امداد سے مقامِ داجل پر حملہ کرکے قصبہ کو فتح کرلیا اور وہاں کا کاردار حیدر خاں اپنے ایکسو جوانوں کے ساتھ جنگ میں مارا گیا۔ مگر رحیم خاں کی یہ کامیابی عارضی تھی۔ محمود خاں اپنے متمرّد بھائی کو سزا دینے کے درپے ہوا اور اُس کی فوجوں نے ہرنڈ داجل پر پھر قبضہ کرلیا اور رحیم خاں لڑائی میں مارا گیا۔ یہ جس وقت کے حالات ہیں وہ درحقیقت ایک سخت بدنظمی کا

Marfat.com

زمانہ تھا۔ درانی بادشاہت کے حصے بخرے ہوتے جاتے تھے اور قلّات کے خانوں میں اتنی طاقت نہ تھی کہ مختلف اقوام کی رعایا سے اپنے حقوقِ حکومت تسلیم کرائیں۔ ہر ایک قوم اپنی اپنی اراضی کی حفاظت یا اُس کی توسیع کے لئے دوسروں سے لڑ رہی تھی۔ اس جنگ و پیکار نے قصبات اور مواضعات تباہ کر دئے اور نہریں بند ہو گئی تھیں۔ اُس وقت درشک بھی اپنی ہمسایہ اقوام گرچانیوں۔ بھگتیوں اور جکرانیوں سے مصروفِ پیکار رہتے تھے +

جب ایڈورڈز صاحب بہادر نے ۱۸۴۸ء میں ڈیرۂ غازی خاں کی طرف کُوچ کیا تو موجودہ سردار قوم کے دادا بجڑ خاں نے اپنے چچیرے بھائی بخشن خاں کو مع ایکسو جوانوں کے صاحب موصوف کے ساتھ رہنے اور ادائے خدمات کے لئے روانہ کیا۔ بخش خاں اور اُسکے ہمراہی جوان محاصرۂ ملتان کے دوران میں موجود رہے اور لڑائی کے ختم ہونے پر بخشن خاں کو حُسن خدمات کے صلہ میں ایک کڑوں کی جوڑی اور ۱۰۰۰ روپیہ کا خلعت عطا ہوا۔ الحاق پنجاب کے بعد درشکوں کا صدر مقام قصبۂ آسنی سرکاری رسالہ کی ایک چھاؤنی بنانے کے لئے منتخب کیا گیا۔ پھر غدر برپا ہونے پر جبکہ وہ رسالہ ہندوستان کو بھیج دیا گیا تو آسنی کی چھاونی خاص بجڑ خاں کے اہتمام میں رکھی گئی اور یہ درشکوں کی اُس فوج کا رسالدار بنایا گیا جو اس چھاؤنی کی حفاظت کے لئے بھرتی کی گئی تھی۔

اگست ۱۸۵۷ء میں ماڑیوں نے سرحد کو غیر محفوظ پا کر میدانی علاقہ پر ایک سخت حملہ کیا اور بہت سے گلّہ بانوں کو مار کر ایک بڑی تعداد مال مویشیوں کی جمع کر لی اور اُنہیں پہاڑیوں کی طرف لے چلے۔ سردار بجڑ خاں

Marfat.com

اُس وقت چند درشک سواروں کے ساتھ علاقہ میں گشت کر رہا تھا اُس نے اس واقعہ کی خبر سُنکر فوراً ماڑیوں کا تعاقب کیا اور درہ بھگیاری کے پاس انہیں جا پکڑا۔ ماڑی تعداد میں دوسَو آدمیوں سے بھی زیادہ تھے اور بجڑ خاں کے ساتھ اس وقت بہت تھوڑے آدمی تھے۔ اگرچہ کھانو خاں بھگتی ۵۰ سواروں کے ساتھ اور موسےٰ خاں لغاری بھی درگڑھی کی چوکی سے کچھ فوجی دستے لیکر بجڑ خاں کی کمک کو آپہنچے لیکن یہ دونو ماڑیوں کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار نہ تھے۔ ماڑی اپنے گھوڑوں سے اُتر کر پیادہ پا لڑائی کے لئے کمربستہ ہو گئے تھے۔ درشکوں نے اُن کی کچھ پروا نہ کی اور یہ بھی گھوڑوں سے اُتر کر لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ لڑائی کا سارا زور انہی پر آپڑا۔ سردار بجڑ خاں اُس کا سب سے بڑا لڑکا دریھن خاں اور اُس کے ۱۰۸ آدمی لڑائی میں کام آئے اور ماڑی جن کے آدمی مقابلۃً کم ضائع ہوئے تھے اپنا مال غنیمت لے کر پہاڑیوں کی طرف چل دئے۔ بجڑ خاں کا دوسرا بیٹا سردار میراں خاں اُس زمانہ میں نابالغ تھا۔ گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے اُس کو اُس کے باپ کی جاں نثارانہ خدمات کے صلہ میں ۔۔۔ روپیہ سالانہ کی پنشن ملی اور اُن درشکوں کے خاندانوں کو بھی پنشنیں ملیں جو مذکورہ بالا لڑائی میں مارے گئے تھے اور اس جنگ کے بقیۃ السیف درشکوں کو مناسب معاوضے دئے گئے۔

میراں خاں کا اپنی عمر کے اخیر وقت میں تمام دیگر رشتہ داروں سے جھگڑا ہو گیا اور اس نے علاقہ درشک کے جنوب میں محض ایک بنجر اور نکمی زمین کے لئے مزاریوں کے ساتھ طویل مقدمہ بازی پر بہت سا

Marfat.com

روپیہ خرچ کیا بلکہ اپنا تمام زور وزر اسی پر لگا دیا۔ لیکن جب یہ مقدمہ چیفکورٹ کی عدالتِ اپیل میں پہنچا اُسوقت فریقین میں باہم راضی نامہ ہوگیا۔ میراں خاں ۱۸۹۴ء میں راہگرائے عالمِ بقا ہوگیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا درھین خاں جانشین ہوا۔ درھین خاں تمنداری پر جانشین ہونے سے دوسال قبل پندرھویں بنگال رسالہ میں نوکر رہا تھا۔ اس نے مزاری رئیس کے ساتھ صلح و آشتی کرکے اپنے باپ کے فضول تنازعہ کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اور ہمہ تن اپنی قوم کی بہتری میں مشغول رہتا ہے۔ اس نے اپنی قوم اور جائداد کا عمدہ انتظام کرنے میں بڑی ہنرمندی اور لیاقت دکھائی ہے۔ سرسری بندوبست ہونے تک درشکوں کے اس علاقہ کا مالیہ معاملۂ جنسی کی شکل میں ادا ہوتا تھا اور بندوبست ثانی ہونے کے وقت جاگیر پر نقد جمع تشخیص کردی گئی۔ مگر نہروں کی خرابی کی وجہ سے نقد جمع کا بہت بوجھ پڑ گیا۔ اس لئے ۱۸۸۴ء سے درشک پھر اپنا مالیہ جنسی ادا کرنے لگے ہیں۔ ان وجوہات سے درشک بہت قرضدار اور زیر بار ہیں اور ان کو اپنی بہت سی اراضیات بیچ دینی پڑیں ہیں۔ قوم کی اس عام مصیبت سے سردار کو بھی کسی قدر نقصان پہنچ گیا ہے۔ قانونی بندوبست کے موقع پر تمندار کا انعام ۲۹۳۲ روپیہ مقرر کیا گیا تھا۔ اس میں ۱۹۶۳ روپیہ مواضعات آسنی۔ بھاگ۔ تھل کرم۔ چک مشترک۔ درشک اور مزاری۔ دھاگو۔ شہر نندو خاں اور کوٹلا گاماں سے جنسی ادا ہوتا ہے اور باقیماندہ ۹۶۹ روپیہ خود تمندار موضع درخواست میراں خاں کے مالیہ سے نقد وصول کرلیتا ہے۔ اور اگر کبھی اس موضع کا مالیہ ۹۶۹ روپیہ سے کم ہو جائے تو یہ کمی موضع کوٹلہ سیّد خاں

Marfat.com

کے مالیہ سے پوری کر دی جاتی ہے ٭

معاملۂ جنسی وصول کرنے کے اختیارات کا اجرا گورنمنٹ کی مرضی پر منحصر ہے اور یہ اجرا صرف بندوبست کی میعاد تک ملتا ہے۔ تمندار کے انعام پر اچھی اور وفادارانہ خدمات کی شرط ہے۔ نیز تمندار کو طلبی پر بغیر کسی معاوضہ کے سوار مہیا کرنے پڑتے ہیں اور ان کے اخراجات کے لئے اسے ۸۰۰ روپیہ سالانہ تک بحساب ۴ ریومیہ فی سوار خرچ دینا پڑتا ہے۔ اگر یہ خرچ ۸۰۰ روپیہ سے بڑھ جائے تو گورنمنٹ اسی شرح سے تمندار کو زائد رقم ادا کر دیتی ہے۔ سردار دھین خاں پراونشل درباری۔ آنریری مجسٹریٹ اور منصف ہے۔ اسے مجسٹریٹ اور منصف کے پورے اختیارات حاصل ہیں اور یہ بڑا محنتی اور منصف مزاج حاکم مشہور رہے۔ اسے اگرچہ اپنے باپ کی جاگیر اور تمام تمنداری مواجبات مل گئے ہیں مگر اس کے باپ کی پنشن اُس کی وفات سے بند ہو گئی ہے۔ سردار میران خاں کی جائداد سردار دھین خاں اور اُس کے پانچ دیگر بھائیوں کے بالاشتراک قبضے میں ہے ٭

سردار دھین خاں کی آمدنی تمام مدات سے جن میں جاگیر اور اراضیات کا مالیہ پاس اور سلحداری کے وظائف سب شامل ہیں۔ بالاوسط تقریباً ۲۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے اور یہ امید کی جاتی ہے کہ جب طلائی بند کی تجویز پر پورا پورا عملدرآمد ہو جائے گا تو یہ قوم بھی بہت خوشحال ہو سکے گی۔ سردار گھوڑوں کی نسل بڑھانے کا بڑا شائق اور اس کام کا پورا ماہر ہے۔ ڈیرہ غازی خاں کے گھوڑوں کی شہرت زیادہ تر اسی رئیس کے شوقِ افزایشِ نسلِ اسپان کی وجہ سے ہے۔ سردار کے چار بھائی گورنمنٹ

Marfat.com

کی ملازمت میں ہیں۔ آلن خاں بورڈر ملیٹری پولیس میں جمعدار تھا مگر اب اس کی جگہ بچّہ خاں اُس کا بھائی مقرر ہو گیا ہے۔ بہادر خاں لیّہ کا تحصیلدار اور عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کا اُمیدوار ہے اور محمد افضل خاں المعروف بہ جاڑا خاں ڈیرہ غازی خاں میں سارجنٹ پولیس ہے ٭

Marfat.com

سردار جلّب خاں گرچانی سی۔آئی۔ای

شادی خاں

جلّب خاں

غلام محمّد خاں — فتح محمّد

لال خاں — جلّب خاں ثانی — چھوٹا خاں — فاضل خاں — خان محمّد (متوفی)

غلام محمّد خاں — بجرہ خاں (وفات ۱۸۸۷ء) — مستو خاں (وفات ۱۸۳۴ء) — غلام حیدر خاں (وفات ۱۸۸۴ء) — جمال خاں (وفات ۱۸۷۶ء) — محمّد خاں (وفات ۱۸۹۰ء)

نصیر خاں (ولادت ۱۸۷۳ء)

سردار جلّب خاں سی۔آئی۔ای (ولادت ۱۸۴۵ء) — میوا خاں (ولادت ۱۸۶۲ء) — صوبہ خاں (ولادت ۱۸۵۹ء) — پالو خاں (ولادت ۱۸۶۴ء)

لشکر خاں (ولادت ۱۸۷۹ء) — میر محمد خاں (وفات ۱۸۹۷ء) — حسن خاں (ولادت ۱۸۸۴ء) — بجرہ خاں (ولادت ۱۸۸۲ء) — لال بخش (وفات ۱۸۹۸ء)

غلام حیدر خاں (ولادت ۱۸۹۴ء) — بختیار خاں (ولادت ۱۸۹۶ء) — غلام سرور خاں — بلوچ خاں — مظفر خاں

نہال خاں (ولادت ۱۸۶۳ء) — گلدن خاں (وفات ۱۸۹۶ء) — بڈھن خاں (ولادت ۱۸۷۴ء)

کمال خاں (ولادت ۱۸۸۲ء) — پائند خاں (ولادت ۱۸۸۶ء)

گرچانی اپنے آپ کو ساتھا سومرا قوم کی ایک شاخ بتاتے ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوم ساتھا سومرا اُن راجپوت اقوام کی معجون مرکّب تھی جو بلوچوں کے اس علاقہ میں آنے سے قبل ڈیرہ جات پر قابض تھیں اور یہ کہ قوم مذکور غالباً ملتان اور لیّہ کے ساتھا سومروں سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

اس قوم کا ایک بڑا فرقہ ڈوڈئی نامی تھا جس سے گرچانی قوم کا ایک حصہ اور ڈیرہ غازی خاں کے میرانیوں کے دوشاخیں برآمد ہوئیں اور گو انہیں خالص رند نہیں تسلیم کیا جاتا تاہم یہ دونو قومیں اب بلوچ ہی کہلاتی ہیں۔ فرقہ ڈوڈئی کا بانی مسمے ڈوڈہ بلوچوں کی برادری میں کیونکر شامل ہوا؟ اسکی داستان کئی طرح سے بیان کی جاتی ہے۔ گرچانی یہ بیان کرتے ہیں کہ ڈوڈہ حیدرآباد سندھ کا حکمران تھا۔ جب ۸۹۲ء میں خراسان کی طرف سے اس کے ملک پر حملہ ہوا تو اس کی قوم نے اسے حکومت سے برطرف کر کے ملک سے نکال دیا۔ ڈوڈہ مکران میں آکر رند قبیلہ کے سردار میر سحاق کے ہاں پناہ گزین ہوا اور میر موصوف نے اپنی لڑکی اُس کے ساتھ بیاہ دی ڈوڈہ کے ہاں میر سحاق کی دختر کے بطن سے ایک لڑکا گریش نامی پیدا ہوا جو گرچانیوں یا گوریشانیوں (گرچانیوں کو اکثر گوریشانی بھی کہتے ہیں) کا مورثِ اعلےٰ ہے +

جب سحاق کے بیٹے میر چاکر نے ہمایوں کے عہد میں اُس کا ہمرکاب ہو کر ہندوستان پر چڑھائی کی تو یہ گریش بھی میر چاکر کے ساتھ ہولیا اور بیس پہاڑوں سے نیچے اُتر کر گرچانیوں نے شم اور بھیلا داغ کے میدانوں اور کوہِ ماڑی پر قبضہ کر لیا۔ شم اور بھیلا داغ کے میدان درۂ چھاچھر کے بالائی حصہ پر واقع ہیں۔ اور کوہ ماڑی چھاچھڑ اور دریائے کاہا کے مابین ہے۔ ان سرسبز میدانوں اور مستحکم پہاڑی مقام پر قبضہ کر کے گرچانیوں نے یہاں سے اُن افغانوں کو نکال دیا جو پہلے ان مقامات پر قابض اور دخیل تھے۔ گرچانیوں کے یہاں آکر آباد ہو جانے کے بعد خالص رند بلوچوں کے چند دیگر خاندان بھی اس علاقہ میں آئے اور گرچانیوں کے

Marfat.com

ساتھ شامل ہوگئے۔ ان نووارد رنڈ بلوچوں نے گریش کو اپنا سردار تسلیم کرلیا۔ اصل گرچانی یعنی جو خاص گریش کے بیٹوں کی اولاد سمجھے جاتے ہیں صرف تین خانوادے خلیلانی۔ ہوتوانی اور الکانی ہیں۔ اور ان کے علاوہ لشاری۔ درکانی۔ پٹانی۔ چانڑ۔ جستکانی۔ سوہرانی۔ بازگیر۔ اور ہلوانی خاندان خالص رنڈ بلوچ ہیں۔ گرچانی تمندار کا خاندان شاخ شکانی سے تعلق رکھتا ہے۔ گرچانی زیادہ عرصہ تک محض شم اور پھیلاواغ کے میدانوں اور کوہِ ماڑی ہی پر قابض رہنے میں قانع نہ رہے اور بالآخر انہوں نے رنڈ کے زرخیز میدانوں کو بھی اپنے زیر تسلط لانے پر دندانِ آز تیز کئے یہ میدان پہاڑوں کے سلسلہ سے بالکل باہر اور ہمیشہ رواں رہنے والی کہانامی ندی کے آب رواں سے سیراب ہوا کرتے تھے۔ گرچانیوں نے ان کو اپنے ملک میں شامل کرنا چاہا چنانچہ گریش سے چار پشت بعد تمندار لال خاں کے زمانہ میں یہ مقصد باحسن وجوہ حاصل ہوگیا۔ احمد شاہ دُرّانی پنجاب کو فتح کرکے اس پر مُسلّط ہوگیا اور لال خاں گرچانی اسکے حلقۂ اطاعت میں داخل ہوا۔ اس انقیاد اور اظہارِ ارادت کے صلہ میں احمد شاہی سرکار سے اس کو ہرنڈ داجل کا علاقہ عطا ہوا۔ اور اسکے علاوہ لال خاں درۂ چھاچھڑ سے قندھار جانے والی کارروانی سڑک کا ذمّہ وار محافظ بھی قرار دیا گیا۔ لال خاں کو ان خدمات کے معاوضہ میں مواضعاتِ میران پور۔ بنبلی۔ گولوٹ پور۔ علی پور۔ بکھر پور۔ لال گڑھ اور گرگاد وزیری کے مالیہ سے نصف حصّہ بطور حقِ کسور کے دیا گیا اور کئی ایک دیگر رسوم مثلاً چنگی وغیرہ اور نیز فی شتر ۸ر بطور بدرقہ ہر ایک قافلہ سے لینے کی پروانگی دی گئی۔ اس کے بعد لال خاں کو ہستانی ملک سے نکل کر

Marfat.com

نیچے کی طرف میدانوں میں بڑھا اور اپنے لئے لال گڑھ میں ایک قلعہ بنوایا۔ اب گرچانی سردار اسی قلعہ میں رہتے ہیں ٭

احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۶۳ء کی مرہٹوں کی لڑائی کے بعد ہرنڈ داجل کا علاقہ ناصر خاں بروہی خان قلاّت کو عطا کر دیا۔ ناصر خاں نے اس جنگ میں شاہ موصوف کی امداد کی تھی اور یہ عطیہ اُس خدمت کا صلہ تھا۔ گرچانی کے مقبوضات بھی اسی علاقہ میں شامل تھے اور یہ اس وقت تک خان قلاّت ہی کے پاس رہا جبکہ رنجیت سنگھ نے اسے اپنے ممالک محروسہ میں داخل نہ کر لیا۔ گرچانی سردار ناصر خاں خان قلاّت کے ہمراہ پانی پت کی لڑائی میں آیا تھا اور خان مذکور نے اس جنگ کی خدمات کے صلہ میں اسکے مقبوضات پر مستقل قبضہ دے دیا ٭

لال خاں کی وفات کے بعد اس کا بھائی جلّب خاں قوم کا سردار بنا۔ جلّب خاں نے اپنی شادی لغاریوں کے تمندار کی بیٹی سے کر کے لغاریوں کے ساتھ رابطۂ اتحاد پیدا کیا۔ جلّب خاں کے بعد اُس کا بیٹا غلام محمّد خاں گرچانیوں کا سردار ہوا اور یہ ماڑیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ماڑی بلائے ناگہانی کی طرح گرچانیوں کے علاقہ پر چڑھ آئے تھے اور اُنہوں نے قلعہ لال گڑھ پر اچانک ایسے وقت میں یورش کی تھی جبکہ قلعہ میں غلام محمّد خاں کے ساتھ صرف ۴۰ جوان تھے۔ وہ غنیم کی یورش سے بے خبر تھا۔ اور غفلت میں مارا پڑا۔ اس حملہ میں کچھ اکیلا غلام محمّد خاں ہی نہیں مارا گیا بلکہ اس کے دو بیٹے لال اور خاصل مع تمام دیگر ہمراہیوں کے تہ تیغ ہو گئے۔ کامیاب دشمنوں نے قلعہ کو لُوٹ لیا مگر اُنہوں نے عورتوں اور بچوں سے کچھ تعرض نہیں کیا +

Marfat.com

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سنہ ۱۸۳۰ء میں ہزنڈ واجل کا علاقہ اپنے ملک کے ساتھ شامل کر لیا۔ اور جرنیل ونچورا کو ڈیرہ غازی خاں کا ناظم مقرر کیا۔ غلام محمدؐ خاں کا لڑکا چھوٹا خاں جرنیل موصوف کی خدمت میں اظہار اطاعت کرنیکے لئے حاضر ہوا۔ اُس کی جاگیر اور تمام حقوق جو اُسے قلّات کے خانوں کے تحت حاصل تھے اُس کے نام جاری رکھے گئے۔ مگر اسکے کچھ ہی عرصہ بعد دیوان ساون مل کا زمانہ آگیا اور اس زمانہ میں گرچانی سکھوں سے باغی ہو گئے۔ اس بغاوت کی وجہ یہ ہوئی کہ ہرسا سنگھ قلعہ دار نے ایک گرچانی کو قتل کر دیا تھا جس نے چوری کی تھی اور جب اُس کو جُرم کی سزا دینے کے لئے گرفتار کیا جانے لگا تو وہ اہلکاران وملازمانِ حکومت کا مزاحم ہوا اور گرفتار کرنیوالے سپاہیوں سے لڑ پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مارا گیا اور اسی فساد کے نامین اُس گرچانی مجرم کی بے قصور ماں بھی اتفاق سے ماری گئی۔ گرچانیوں نے ایک عورت کی موت کا واقعہ سُنتے ہی سکھوں کے خلاف ہتھیار اُٹھا لئے اور ٹبی لنڈ فرقہ کے آدمی بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اُس وقت ہزنڈ کے مقام پر سکھوں کا قلعہ حال ہی میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا اور ابھی اُس کے دروازے نہیں چڑھے تھے۔ اس لئے گرچانی قلعہ پر یورش کر کے اُس میں داخل ہو گئے اور اُنہوں نے ہرسا سنگھ اور تقریباً ۴۰ سکھوں کو جو اُس وقت قلعہ میں تھے قتل کر دیا۔ دیوان ساون مل یہ خبر سُنتے ہی گرچانیوں اور لنڈوں پر چڑھ آیا اور اُن لوگوں کو میدانی علاقہ چھوڑ کر پہاڑیونکی طرف بھاگنا پڑا۔ مگر پھر تھوڑی ہی مدت کے بعد اُن کا قصور معاف کر دیا گیا اور چھوٹا خاں نے ملتان میں حاضر ہو کر ۵۰۰۰ روپیہ جُرمانہ ادا کیا تب اُسکی جاگیریں دوبارہ اُس کے نام بحال ہو گئیں۔ اسی اثنا میں جلّب خاں

Marfat.com

ثانی کا جوان بیٹا بجڑ خاں بالغ ہو کر حق تمنداری کا دعویدار ہوا مگر چھوٹا خاں نے اُسے سرداری دینے سے انکار کر دیا اس پر بجڑ خاں اپنا حق بزور حاصل کرنے کے قصد سے اپنے ساتھیوں کی جمعیت کثیر لئے ہوئے پہاڑیوں سے نیچے اُتر آیا اور لال گڑھ کے قریب بمقام موضع لنڈی سیداں چھوٹا خاں پر اچانک حملہ آور ہوا۔ چھوٹا خاں لڑائی میں کام آیا اور بجڑ خاں کامیاب ہو کر تمندار بن گیا۔ چونکہ لغاری سردار کی لڑکی چھوٹا خاں سے بیاہی ہوئی تھی اس لئے چھوٹا خاں کے قتل پر لغاری بجڑ خاں کے مخالف ہو گئے اور سکھوں نے اس لئے کہ وہ ہمیشہ چھوٹا خاں خاں کے معاون تھے اس کو تمندار تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اب گرچانی دوزبردست دشمن سکھوں اور لغاریوں کے پھندے میں ایسے پھنسے کہ اُن کا میدانی علاقہ میں رہنا محال ہو گیا: بجڑ خاں اور اُس کے بھائی کو پھر حسب سابق پہاڑیوں میں جا کر پناہ لینی پڑی اور یہاں آ کر گرچانیوں نے وحشیانہ اور غارتگری کی زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔ گرچانی رئیس بجڑ خاں اور اُس کا بھائی دونو پہاڑی لشاریوں اور درکانیوں کے سرگروہ بن گئے اور اُنہوں نے بالعموم میدانی علاقے میں لُوٹ مار کرنا اپنا کام قرار دے لیا۔ بجڑ خاں کی یہ غارتگرانہ یورشیں دریائے سندھ کے اس پار تک ہونے لگیں اور ملتان کے مُلک پر تو اُسکے نام کی دھاک بیٹھ گئی۔ دیوان ساون مل نے بھی اسے گرفتار کرنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور ایک موقع پر اسے باہم تصفیۂ شرائط کرنے کے بہانہ سے قلعۂ ہرنڈ میں گھیر کر گرفتار بھی کر لیا لیکن جب اس کو ایک بدرقۂ فوج کے ہمراہ یہاں سے ملتان کو روانہ کیا تو گرچانیوں نے راہ میں اس فوجی بدرقہ پر حملہ کر کے اپنے پیارے

Marfat.com

سردار کو پھر رہائی دلادی اور دیوان ساون مل کی تمام محنت رائگاں گئی بجڑ خاں نے اس گرفتاری سے رہا ہو کر اپنی غارتگری کا حلقہ اور وسیع کر دیا۔ وہ موضع جام دیوان تک چھاپے مارنے اور ڈاکے ڈالنے لگا۔ چونکہ یہ موضع ڈیرۂ غازی خاں کے قریب ہے اس لئے ڈیرۂ غازی خاں کے کمیدان پیر علیخاں نے اُس کا تعاقب کیا اور گو اُسے بہت کچھ نقصان اُٹھانا پڑا مگر وہ بجڑ خاں کو ہزیمت دیکر بھگا دینے میں کامیاب ہوا۔ تاہم چونکہ بجڑ خاں کی دست درازیاں ملک کے لئے وبال جان ہو رہی تھیں اس لئے آخر کار بجز اس کے کہ دغا و فریب کر کے اُسے متاصل کیا جائے کوئی اور تجویز نہ بن پڑی چنانچہ ہرنڈ کے قلعہ دار نے بجڑ خاں کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے وطن میں واپس آجائے اور اُسے بہت کچھ اطمینان دلایا۔ قلعہ دار کا افسوں کارگر ہو گیا اور بجڑ خاں مطمئن ہو کر لال گڑھ میں واپس آیا۔ تین ماہ تک کسی نے اُس سے کوئی تعرض نہیں کیا اور جب وہ بالکل بے خطر ہو گیا تو اُس مدت کے بعد اُسے ہرنڈ کی طرف آتے ہوئے یکایک پکڑ لیا اور پابہ زنجیر کر کے ملتان بھیج دیا۔ دیوان نے اُسے دو ماہ تک ملتان میں رکھ کر زاں بعد اُس کے دشمن لغاریوں کے حوالہ کر دیا۔ لغاریوں نے بجڑ خاں کو اپنے ہاتھ میں لانے کے لئے دیوان کو بہت سا روپیہ دیا تھا اور اسے پاتے ہی ملتان کی شہر پناہ کے پاس قتل کر دیا۔ اس قتل سے لغاریوں اور گورچانیوں میں پھر عداوت کی آگ شعلہ زن ہو گئی اور اب تک شر افشانی کر رہی ہے کیونکہ دونو فرقوں میں پورے طور سے باہم صفائی نہیں ہوئی ہے *

بجڑ خاں کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ اس لئے اس کا بھائی غلام حیدر خاں اُس کا جانشین ہوا۔ مگر غلام حیدر خاں کنیززادہ تھا اور چونکہ بلوچ قوم کے

Marfat.com

قبائل ہمیشہ اپنے سردار کے نجیب الطرفین ہونے کی بڑی احتیاط رکھتے ہیں لہذا غلام حیدر خاں کو اپنی قوم پر حکومت کا سکّہ بٹھانے میں ہمیشہ دقّت پیش آتی رہی۔ کچھ عرصہ تک اس کا اثر اور اقتدار صرف پہاڑی علاقہ ہی تک محدود تھا اور یہ نہایت خستہ حالی میں آوارہ گرد اور خانہ بدوش پھرتا رہا۔ بعض اوقات یہاں تک نوبت پہنچی کہ اسے رات کو آسمان کے زیر سایہ پہاڑ کی کسی چٹان ہی پر سونا پڑا اور اس کے پاس اوڑھنے کو ایک کمبل بھی نہ ہوتا تھا۔ مگر جب گُرچانیوں نے دیوان مُولراج کی اطاعت قبول کر لی اُس وقت غلام حیدر خاں کی جاگیر بدیں شرط پھر اس کے نام بحال ہو گئی کہ یہ ۴۰۰ روپیہ سالانہ بطور نذرانہ کے ادا کیا کرے۔ اس کے بعد فوراً ہی ملتان میں بغاوت برپا ہو گئی جس کی وجہ سے ایڈورڈز صاحب بہادر نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے جنوبی جانب پیش قدمی کی اور بلوچ اقوام کو اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی۔ گُرچانیوں کو اپنے دشمن سکھوں اور لغاریوں سے بدلہ لینے کا یہ اچھا موقع ہاتھ آیا اور غلام حیدر خاں دو آدمیوں کو ہمراہ لیکر صاحب بہادر کے ہمرکاب ڈیرہ غازی خاں میں آگیا۔ اس زمانہ میں محکم چند ہرنڈ کے قلعہ پر مُولراج کی طرف سے متصرف تھا۔ ایڈورڈز صاحب بہادر نے اس سے کہلا بھیجا کہ وہ قلعہ اُنکو حوالہ کر دے۔ محکم چند نے اس کے جواب میں سخت گستاخانہ پیغام بھیجا۔ اس نامعقول جواب کو سُنکر اُس کی گوشمالی واجب ہو گئی۔ اُس وقت گُرچانیوں کی کیا حالت تھی۔ اس کا ثبوت خود ایڈورڈز صاحب کی حسب ذیل تحریر سے ملتا ہے :- وہ لکھتے ہیں :- "خوش قسمتی سے اُس وقت گُرچانی ہمارے ساتھ تھے اور سکھوں کے طرفدار نہ تھے ورنہ بڑی مصیبت کا سامنا

Marfat.com

ہوتا کیونکہ سرحد پر اُن کے برابر کوئی تند خو اور شورہ پُشت قوم نہیں ہے"۔
صاحب موصوف یہ بھی لکھتے ہیں کہ "گُرچانی کوڑا خاں اور کھوسوں کی طرح کارہائے نمایاں کر دکھانے کے لئے اپنے آپے سے باہر ہوئے جاتے تھے چنانچہ جب بعد میں ہرنڈ کا قلعہ فتح ہوا ہے اس وقت اسے فتح کرنے کے لئے ایک فوج لفٹننٹ راف ینگ صاحب بہادر کے ماتحت بھیجی گئی تھی غلام حیدر خاں بھی اس فوج میں شامل ہو گیا۔ چنانچہ قلعہ بزور شمشیر لے لیا گیا اور اس کے سر ہوتے ہی اس ضلع میں سکھوں کی حکومت کے باقیماندہ نشانات بھی مٹ گئے۔ غلام حیدر خاں کچھ عرصہ ملتان کے محاصرہ میں بھی موجود رہا تھا۔ لڑائی کے اختتام پر اسے رسالہ کا جمعدار مقرر کیا گیا اور ۱۰۰ روپیہ کا خلعت مرحمت ہوا ؛

گُرچانی اس زمانہ میں شورہ پشتی کے لئے بہت بدنام تھے۔ الحاق پنجاب کے بعد بھی کئی سال تک اُنہیں سرحد کی بہت بڑی فسادی قوموں میں شمار کیا جاتا تھا۔ کوہ ماڑی اور درہ چھاچھڑ کی وحشی قومیں خاصکر لشاری اور پٹانی سخت دھاڑوی اور مویشی چور تھیں۔ یہ آئے دن یہاں غارتگری کرتی تھیں اور جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے غلام حیدر خاں اپنے نسبی نقص کی وجہ سے ان بدنظمیوں کا اچھی طرح سے تدارک نہ کر سکتا تھا۔ لشاری ماڑیونکو لُوٹ مار کرنے کی ترغیب دیتے اور اس کام میں اُن کی امداد بھی کرتے تھے چنانچہ غدر ۱۸۵۷ء میں انہی لشاریوں نے ماڑیوں سے آسنی کی ویران چھاؤنی پر حملہ کرایا تھا۔ مگر ماڑی اخیر میں تابع فرمان ہو گئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پہاڑی بھائی بندوں کو میدانی علاقہ میں اراضیات دیدی گئیں اور کسی قدر یہ اس وجہ سے بھی مطیع بن گئے کہ اب گُرچانی سردار کے مواجب میں

Marfat.com

ترقی کردی گئی تھی اور اس ترقی سے کہ وہ اپنے بزرگوں کی طرح تھوڑے بہت مراسمِ مہماں نوازی ادا کرنے کے قابل ہوگیا تھا۔ ورنہ بغیر مہماں نوازی میں مشہور اور فیاض ہونے کے ایک تمندار کا رسوخ تقریباً برائے نام ہی ہوتا ہے۔ الحاق پنجاب کے بعد ہی گُرچانی تمندار کو ۵۳۲ روپیہ سالانہ اُس حقِ کسور کے عوض میں ملنا منظور ہوا جو احمد شاہ درانی نے تمندار کو عطا کیا تھا اور اس کے لئے شرط یہ ٹھیری کہ تمندار ۱۰۰ روپیہ سالانہ کا وہ نذرانہ جو دیوان ساون مل نے اُس کے ذمہ واجب کیا تھا سرکار عالیہ کو ادا کر دیا کرے لیکن ادھر یہ فائدہ حاصل ہوا۔ اور دوسری طرف فوراً ایک سخت نقصان بھی پہنچا یعنی جرنیل وان کورٹ لینڈٹ نے گُرچانی تمندار کی تمام جاگیر ہی ضبط کرلی +

سنہ ۱۸۶۷ء میں غلام حسین خاں بُھگتی لُٹیرے نے ۱۲۰۰ جوانوں کے ساتھ انگریزی علاقہ پر حملہ کیا۔ یہ حملہ یورشِ ہرنڈ کے نام سے مشہور ہے۔ غلام حیدر خاں نے اس موقع پر اپنی قوم کے تقریباً ۳۰۰ آدمی جمع کئے اور اس کے ساتھ ٹبی لُنڈ بھی شامل ہوگئے۔ اور اس مشترکہ جماعت نے ۲۷ شمشیر زن انگریزی سپاہیوں کی مدد سے جو اُس وقت علاقہ ہرنڈ میں موجود تھے غلام حسین خاں پر حملہ کرکے اُسکو شکست دی۔ خود غلام حسین خاں اور اُسکے ۲۵ آدمی لڑائی میں کام آئے۔ گُرچانی تمندار اور اُس کی قوم کی اس نہایت اعلےٰ درجہ کی کارگزاری نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ اُنھوں نے سرکار عالیہ سے گُرچانی تمندار اور تمن کے اُن حقوق کی بحالی کیلئے درخواست پیش کردی جو پہلے گورنمنٹ عالیہ کی خدمتگزاری کے جلد ۲ میں مقرر تھے اور پھر ضبط ہوگئے تھے چنانچہ ان مواضعاتِ مذکورہ بالا کی جاگیر غلام حیدر خاں کے نام واگزار

Marfat.com

ہوگئی۔ یہ جاگیر "نورِ والی جائداد" کے نام سے مشہور ہے۔ بندوبست کے موقع پر بھی یہ جاگیر برابر جاری رہی۔ اور نیز اسی موقع پر تمندار کا انعام بڑھا کر ۳۰۰ روپیہ کر دیا گیا۔ اُس وقت سے گرچانی قوم کا رویّہ بہیئت مجموعی بہت اچھا رہا ہے۔ اور تمندار کو آنریری مجسٹریٹ بھی بنا دیا گیا ہے جس سے وہ بخوبی اپنا اقتدار اور رُعب جمانے کے قابل ہو گیا ہے ٭

گرچانی بھی اب تمام دوسری سرحدی قوموں کی طرح گورنمنٹ کے تابع فرمان ہیں۔ البتہ اُن کا ایک فرقہ لشاری نامی اب تک چور اور جرائم پیشہ ہے اور ایک دوسرے فرقہ دُرکانی نامی کا انتظام کرنا اسوجہ سے مشکل ہے کہ اُنکا ملک نہایت قلب جگہ میں واقع ہے اور وہاں مشکل سے دخل ہو سکتا ہے۔ سردار غلام حیدر خاں سنہ ۱۸۸۱ء میں فوت ہو گیا اور اُسکی جگہ اُسکا بیٹا جلّب خاں جانشین ہوا جو پہلے ہزنڈ میں پولیس کا ڈپٹی انسپکٹر تھا۔ جلّب خاں آنریری مجسٹریٹ اور پراونشل درباری ہے اور فروری سنہ ۱۹۰۵ء میں اسے سی آئی ای کا خطاب عطا ہوا۔ اُسکا سب سے بڑا لڑکا لشکر خاں بورڈ ملیٹری پولیس میں جمعدار۔ آنریری مجسٹریٹ اور منصف بھی ہے۔ جلّب خاں کا سب سے چھوٹا لڑکا حسن خاں سب انسپکٹر پولیس ہے۔ جلّب خاں کا بھائی میوہ خاں اُسکی جگہ ہزنڈ کا تمندار ہوا اور پولیس انسپکٹر اور ڈویژنل درباری بنایا گیا۔ میوہ خاں سنہ ۱۹۱۰ء میں اچانک فوت ہو گیا اور اُسکا بیٹا بجڑ خاں بورڈ ملیٹری پولیس میں جمعدار ہے۔ سردار جلّب خاں خوب پڑھا لکھا اور قابل آدمی ہے اور اُسکا رعب و داب اور حکومت ساری قوم مانتی ہے۔ بدقسمتی سے کہیں قوم لغاری کو اسپر یہ شبہ ہو گیا کہ الہ داد خاں ولد رحیم خاں لغاری کے واقعۂ قتل میں جو سنہ ۱۸۸۶ء میں ہوا جلّب خاں کی بھی سازش تھی اور اس شبہ سے لغاری اور گرچانی اقوام کے مابین دبے ہوئے جھگڑوں کی آگ پھر سُلگ اُٹھی۔ چنانچہ سنہ ۱۸۸۹ء کے موسم بہار میں دُرکانیوں اور ہڈانیوں میں فساد برپا

Marfat.com

ہوگیا اور گورنمنٹ کو اپنا تحکّم بٹھانے کیلئے دُرکانیوں کا دبایا جانا ضروری متصوّر ہوا +

مگر آخرکار ضلع کے دوسرے سرداروں نے باہم ملکر اُن فسادات کو خود ہی دبا دیا گرچانی فرقہ کچھ وحشی اور سرکش سی قوم ہے اور اسکو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے موجودہ سردار ہی کا سا زبردست سردار درکار ہے۔ گزشتہ سالوں میں اگرچہ لشاریوں نے بہت کم تکالیف دی ہیں مگر باوجود اسکے جب یہ لوگ موسم گرما میں پہاڑیوں سے اُتر کر راجنپور سندھ کے علاقہ جات میں آجاتے ہیں اُسوقت انکی پوری نگہداشت لازم تصور کی جاتی ہے +

قانونی بندوبست میں تمندار کا انعام ۳۷۸۲ روپیہ سالانہ مقرر کردیا گیا اسمیں سے ۳۱۲۰ روپیہ مواضعات علیپور۔ بمبلی۔ بخیرپور۔ خلات پور۔ میرانپور۔ گرگانا وزیری۔ بوٹی اور درخواست غلام حیدر خاں کی پیداوار کے دسویں حصہ سے جنسی وصول ہوتا ہے۔ اور باقی ۶۶۲ روپیہ مواضعات تھل وزیر۔ برٹیٹو۔ ہرنڈ۔ بلّر۔ سوری اور خلّات پور کے نقد مالیہ سے پورا کیا جاتا ہے +

معاملہ جنسی وصول کرنیکے اختیارات کا اجرا گورنمنٹ عالیہ کی خوشی پر منحصر ہے اور یہ اجرا صرف بندوبست کی میعاد تک عطا کیا جاتا ہے۔ انعام پر یہ شرط ہے کہ حاکم ضلع جسوقت اور جسطرح کی کوئی خدمت لینا چاہے تمندار بلا عذر نہایت اچھی طرح سے اور پوری وفاداری کے ساتھ وہ خدمات انجام دے۔ علاوہ ازیں تمندار کو خدمات کیلئے بلا کسی معاوضہ کے سوار مہیّا کرنے پڑتے ہیں اور اُنکے اخراجات کیلئے فی سوار ۴ یومیہ کے حساب سے نقد ادا کرنا پڑتا ہے اگر ان سواروں کا خرچ ۱۰۰۰ روپیہ سالانہ سے بڑھ جائے تو گورنمنٹ اسی شرح سے زائد رقم سردار کو ادا کردیتی ہے +

فی الحال تمام مدات سے جن میں قوم کا اچھا انتظام کرنے کا وظیفہ اور پاس اور سلحداری کے وظایف سب شامل ہیں تمندار کو تقریباً ۳۰۰۰ روپیہ سالانہ کل آمدنی ہوتی ہے +

اس قوم کی چھوٹی شاخ نے ایک زمانہ میں تمندار کو سخت دق کیا تھا مگر اب ان لوگونکی شورش فرو ہوگئی ہے۔ یہ لوگ بھی متمول اور مقتدر آدمی ہیں اور گرچانی تمن کی بہت سی اراضیات

Marfat.com

سردار غلام حسین خاں سوری لُنڈ

دلاور
(متوفیٰ)
|
مانک (متوفیٰ)
|
محمد (متوفیٰ)

سردار فضل علی خاں (متوفیٰ) — کرم خاں (متوفیٰ)

سردار غلام حیدر خاں (وفات ۱۸۷۷ء) — امام بخش خاں (متوفیٰ) — غلام حسین خاں (متوفیٰ) — برخوردار خاں (متوفیٰ) — صادق خاں (متوفیٰ) — عمر خاں (متوفیٰ)

سردار محمد خاں (وفات ۱۸۸۶ء) — سردار احمد خاں (وفات ۱۸۹۸ء) — حسن خاں (وفات ۱۸۹۰ء) — سردار نورنگ (وفات ۱۹۰۸ء) — عثمان خاں (متوفیٰ)

فضل علی خاں (متوفیٰ) — نور محمد خاں — صادق خاں — حامد خاں — عظیم خاں — گل محمد خاں — کریم خاں

سردار غلام حسین خاں (ولادت ۱۸۸۵ء) — غلام حیدر خاں — امام بخش خاں — حسن خاں

محمد خاں (ولادت ۱۹۰۷ء)

بلوچوں کی قوم لنڈ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے پندرھویں صدی کے اخیر میں پٹھان باشندوں کو بے دخل کر کے میدانی علاقہ کے اندر آبادی اور اقامت کی طرح ڈالی۔ اُس وقت یہ قوم اپنے سردار سوری نامی کے ماتحت تھی۔ اس قوم کا مقبوضہ علاقہ سوری کہلاتا ہے اور اسی کی وجہ سے ان کا نام بھی سُوری لُنڈ مشہور ہے اور یہ نام ہی ان کو اپنی قوم کی اُس شاخ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ممتاز بناتا ہے جو ان کے علاقہ کے جنوب میں دوسرے قطعہ ملک کے اندر آباد ہے۔ بٹی لُنڈ کہلاتی ہے اور اس کا تمن بھی علیحدہ ہے۔ قوم سوری لُنڈ کے افراد اپنے وطن کی وجہ تسمیّہ کی نسبت یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اُنکے سردار سوری کے نام سے منسوب ہو کر سوری مشہور ہے مگر یہ گمان غلط ہے۔ بلکہ غالباً اس علاقہ کا یہ نام اُس سوری نامی نالہ کی وجہ سے پڑ گیا ہے جسکے ذریعہ اُسکی آبپاشی ہوتی ہے۔ اس قوم کے تمندار حیدرانی بلوچ ہیں۔ اور خاندان کا موجودہ بزرگ سوری کی نرینہ اولاد سے ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سوری کا بیٹا حیدر شہنشاہِ بابر کا ہمعصر تھا۔ سوری لُنڈ قوم کی سرگزشت کچھ اہم واقعات سے پُر نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنی جنوبی اور شمالی علاقہ میں سکونت رکھنے والی ہمسایہ قوموں کی طرح کوئی لڑائیاں نہیں پیش آئیں اور یہ کہ سوری لُنڈ اپنے داہنے بائیں گردوپیش کے ہمسایہ کھوسوں اور تنکانیوں کی مانند زبردست نہ تھے۔ اس علاقہ پر شاہانِ دُرّانی کی حکومت قائم ہونے کے بعد لُنڈوں نے افغان ناظموں کے جبراً معاملہ وصول کرنے میں مزاحمت کی اور اُنکو تکلیف دینی شروع کر دی۔ لُنڈ سردار محمد خاں نے اپنے آپ کو اس مذکورہ بالا تمرّد اور سرکشی کے پاداش سے محفوظ رکھنے کے لئے تین مستحکم قلعے تعمیر کئے۔ ان میں سے ایک قلعہ درۂ سوری میں اور دو مقام خاندی والا میں بنائے جو شاہون لُنڈ کے قریب ہے اور خاندی والا دو قلعوں میں سے ایک میں اب تک اُنکے تمندار مقیم رہتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سردار محمد خاں نے ابتدا میں تین مختلف افغان فوجوں کو شکست دی جو اس کے خلاف بھیجی گئی تھیں تاآخر کار لُنڈوں کو افغانوں کے ہاتھ سے تنگ آکر مجبوراً پہاڑیوں میں پناہ لینی پڑی اور ان کا تمندار درہ سوری کے قلعہ میں رہنے لگا۔ میر عالم خاں دُرّانی

Marfat.com

کے زمانہ میں حکمران افغان سردار اور لُنڈوں کے مابین پھر باہمی مصالحت کے عہد و پیمان ہو گئے اور لُنڈ دُرّانی سلطنت کو معمولی مالیہ کا نصف حصہ ادا کرنے کا وعدہ کر کے پھر اپنی میدانی علاقہ کی اراضیات پر قابض ہوئے۔ محمد خاں نے بڑھاپے کے وقت میں اپنے بیٹے فضل علی خاں کو اپنی جگہ تمندار بنا دیا اور فضل علی خاں رفتہ رفتہ علاقہ کے بڑے بڑے مقتدر رئیسوں کی صف میں داخل ہو گیا۔ اس کے زمانۂ تمنداری کے شروع ہوتے ہی بوزداروں کے جرگہ نے اس پر دو متواتر حملے کئے اور اس نے دونو لڑائیوں میں حملہ آوروں کو بہت سخت نقصان پہنچا کر پسپا کیا۔ ابھی یہ بوزداروں کو نیچا دکھانے اور اُنکے ہزیمت دینے سے فارغ ہی ہوا تھا کہ یکایک مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ڈیرہ غازی خاں پر حملہ کیا اور اُسکو فتح کر کے اس ضلع کا اجارہ نواب بہاولپور کو دیدیا۔

لُنڈ تمندار نے اس موقع پر فاتح مہاراجہ کی اطاعت قبول کر لی اور اسکی یہ اطاعت شعاری اس پر مہاراجہ کی بڑی مہربانی مبذول کرانے کا باعث ہو گئی۔ پھر فضل علی نے دیوان ساون مل کو بوزداروں پر فوجکشی کرنے کے موقع پر قابلِ قدر مدد دی۔ بوزدار مغلوب ہو کر مطیع ہو گئے اور دیوان نے ان خدمات کے صلہ میں لُنڈوں کو ترنی معاف کر دینے کے علاوہ اُن سے معاملہ کی وصولی کا بھی وہی دستور قائم کر دیا جو درانیوں کے وقت میں تھا اور یہ اپنے مواضعات کا صرف نصف مالیہ دیوان کو دینے لگے۔

فضل علی خاں نے اپنے دو سو سواروں کے ساتھ ایڈورڈز صاحب بہادر کا بھی ساتھ دیا اور ملتان کے محاصرہ میں وہ صاحب موصوف کی خدمت میں موجود رہا۔ ان خدمات کے صلہ میں اُسے سرکار انگریزی کی طرف سے ایک بیش بہا خلعت عطا ہوا اور اس کے سوا مواضعِ جیوانی اور پکّی کے بیس چاہات اسکو

Marfat.com

بطور معافی کے ملے۔ غدر ۱۸۵۷ء میں جب جرنیل چیمبرلین صاحب بہادر کی فوج نے بوزداروں پر حملہ کیا ہے اُس وقت بھی فضل علی خاں نے سرکار انگریزی کی افواج کو معقول امداد پہنچائی اور اپنے بیٹے غلام حیدر خاں کو چار سو لنڈ جوانوں کے ساتھ جرنیل موصوف کی کمک پر بھیجا۔ پھر جب ۱۸۵۸ء میں کوڑا خاں قصرانی رئیس نے لفٹنٹ گرے صاحب بہادر کو ہزیمت دیکر پہاڑی علاقہ کی طرف پسپا کیا ہے تب بھی چار سو لنڈ جانبازوں ہی نے باغی قصرانی رئیس کو گھیر لینے میں صاحب ممدوح کی امداد کی۔ فضل علی خاں نے جنگی خدمات کے علاوہ اپنے ملک کی زراعت کو بھی ترقی دیکر بہت نام پیدا کیا۔ اُس نے فضل واہ نامی ایک نہر کھدوائی اور یہ نہر بہت فائدہ مند ثابت ہوئی چنانچہ بعد میں گورنمنٹ نے ۵۰۰ روپیہ نقد اور ۵۰ ایکڑ قابل آبپاشی اراضی معاوضہ میں دیکر اس نہر کو خود لے لیا۔ سردار فضل علی خاں آنریری مجسٹریٹ تھا اور پنجاب کے اس حصہ میں جہاں اس کا وطن تھا اپنے زمانہ کے چند نامور ترین آدمیوں میں شمار ہوتا تھا۔

فضل علی کا جانشین بیٹا غلام حیدر خاں بھی نہایت اعلےٰ درجہ کا سردار تھا۔ بلوچوں میں اسکی بہت بڑی شہرت تھی۔ اسکے مدبرانہ انتظام سے خاندان کی ثروت اور اقتدار میں بہت ترقی ہوئی اور اُسکی نسبت یہ یقین کیا جاتا تھا کہ وہ تمام ضلع میں سب سے زیادہ امیر آدمی ہے۔ غلام حیدر خاں لنڈ سواروں کی ایک جماعت ساتھ لیکر ۱۸۵۸-۵۹ء میں میجر سینڈیمن صاحب بہادر کے ہمراہ قلات گیا اور وہاں اپنے رسوخ سے اس نے بڑا کام نکالا۔ بندوبست کے موقع پر اسے ۴۰۰۰ روپیہ انعام اور موضع شادن لنڈ کا مالیہ جنسی وصول کرنے کا حق عطا ہوا۔ ۱۸۷۱ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اسکی موت اس زینہ پر سے

Marfat.com

گہرکر ہوئی جو اُسی کے قلعہ واقعہ کانڈیوال کی چھت پر چڑھنے کا زینہ تھا۔ غلام حیدر خاں کی جگہ اُس کا سب سے بڑا بیٹا محمد خاں جانشین ہوا۔ اگرچہ محمد خاں اپنے باپ کی طرح ہر دلعزیز شخص نہ تھا مگر اُس نے اپنی قوم کا انتظام بڑی کامیابی کے ساتھ کیا۔ یہ آنریری مجسٹریٹ بھی تھا اور ۱۸۸۶ء میں یہ اپنے چھوٹے بھائی حسن خاں کے ہاتھ سے مقتول ہوا حسن خاں کے ساتھ اس کی ان بن تھی اور اس نے حسن خاں کی سخت و سست الفاظ کہہ کر بے عزتی کی تھی جس کی وجہ سے اس نے اسے قتل کر دیا۔ محمد خاں چھت کے اُوپر بستر پر لیٹا ہوا تھا حسن خاں نے وہاں پہنچ کر اچانک اُس پر حملہ کیا اور تلوار کے ایک ہی وار میں اُسکا سر تن سے تقریباً جدا کر ڈالا۔ قاتل حسن خاں کو اس جُرم کے پاداش میں پھانسی دی گئی اور اب سب سے چھوٹا بھائی سردار احمد خاں اپنے بڑے بھائی محمد خاں کی جگہ پر انعام اور جائداد کا مالک بنا۔ احمد خاں آنریری مجسٹریٹ اور پراونشل درباری بھی مقرر کیا گیا۔ خاندان کے دو سربراوردہ رکن سردار نورنگ خاں اور عثمان خاں ایک عرصہ تک رئیس احمد خاں کی مخالف پارٹی کے سرغنہ رہے مگر بعد ازاں ان کا آپس میں بناؤ ہو گیا +

سردار احمد خاں کی شادی اسکے چچا امام بخش خاں کی ایک لڑکی سے ہوئی۔

سردار احمد خاں ۱۸۹۸ء میں بغیر کوئی اولادِ نرینہ چھوڑنے کے فوت ہو گیا اور اُس کا چچیرا بھائی سردار نورنگ خاں اُس کا جانشین ہوا۔ سردار نورنگ خاں کو ۱۹۰۳ء میں فالج کی بیماری ہو گئی اور اس مرض کے اثر سے اس کی قوت ناطقہ جاتی رہی اور یہ کسی سے بات چیت کرنے کے قابل نہ رہا۔ اب وہ صرف ہاں اور نہ کر سکتا تھا اور کوئی بات اس سے نہیں کی جاتی تھی اس وجہ سے ضروری ہو گیا کہ تمن کا کام اس کا سب سے بڑا بیٹا سردار غلام حسین خاں

Marfat.com

کیا کرے ۱۹۰۷ء میں سردار نورنگ خاں کو کسی قدر دقّت سے منصب ریاست چھوڑنے اور استیفےٰ دینے پر راضی کیا جا سکا اور اس کے بعد سردار غلام حسین خاں باقاعدہ طور پر تمندار بنایا گیا۔ اس کو تمن کی جاگیر مع حقوقِ بٹائی کے دیدی گئی اور اُن اُفتادہ اراضیات کی آمدنی بھی اس کے نام ہوگئی جو تمندار نے گورنمنٹ سے ٹھیکے پر لے رکھی تھیں۔ سردار نورنگ خاں نے اپنے بیٹے کو اس شرط پر تمندار بنانے کی اجازت دی تھی کہ اگر اُسکی صحت پھر بحال ہوگئی تو وہ دوبارہ اپنے منصب کے فرائض خود بجا لائیگا اس تقرر کا فیصلہ ہو جانے کے بعد پہلے پہل باپ بیٹے میں خانگی جائداد کے متعلق بڑی سخت کشمکش رہی۔ غلام حسین خاں کو اپنے باپ کی تنگ دلی کے سبب سے ایک بڑی تکلیف یہ اُٹھانی پڑی کہ وہ باقاعدہ مہمان نوازی نہیں کر سکتا تھا اور تمن کا انتظام کرنے کے لئے یہ ایک نہایت ضروری بات ہے۔ مگر بعد ازاں طرفین میں باہمی راضی نامہ ہوگیا جس کے رُو سے سردار لی جائے رہائش کانڈی والا کا خرچ نکالنے کے بعد غلام حسین خاں کو اراضیات کی تمام پیداوار کا ½ حصہ ملنے لگا اور نیز اس شرط پر کہ غلام حسین خاں اپنے باپ ہی کے ساتھ رہے گا اُس کو زمین کا مالیہ اور اُن ملازمان کی تنخواہ بھی ملنے لگی جو کاشت کے کام پر مامور تھے۔ جب تک سردار غلام حسین خاں تمندار رہیگا وہ اپنے حدودِ تمن کے اندر آنریری مجسٹریٹ اور منصف کے اختیارات پر حائز اور پراونشل درباری بھی رہے گا ٭

تمندار کا چھوٹا بھائی میاں بخش خاں ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پا رہا ہے ٭

برخوردار خاں کا بیٹا گل محمد بورڈر ملٹری پولیس میں دفعہ دار ہے ٭

Marfat.com

بندوبست ثانی کے بموجب سُوری لُنڈ تمندار کا کل انعام۔ یا اُسکی تمام جاگیر ۹۵ن۴ روپیہ سالانہ ہے۔ اس میں سے ۳۰۰ روپیہ موضع شادن لُنڈ کے مطالبۂ سرکاری سے ادا کیا جاتا ہے۔ اور یہ موضع کی کل پیداوار کا $\frac{1}{5}$ حصہ ہے جو معاملۂ جنسی کی شکل میں ملتا ہے۔ باقی ۵۹۵ روپیہ حسب ذیل مواضعات کی آمدنی سے ادا ہوتا ہے +

بستی رانجھا سے	۸۰۲ روپیہ
پسو پرھار سے	۴۲۲ ״
جونی سے	۳۷۱ ״

معاملہ جنسی وصول کرنے کے اختیارات کا اجرا گورنمنٹ کی خوشی پر منحصر ہے اور رئیس کے انعام پر یہ شرط ہے کہ صاحب حاکم ضلع جس طریق پر اور جیسی خدمت اس سے لینا چاہیں اسے وہ خدمت وفادارانہ طور سے انجام دینی پڑتی ہے۔ تمندار کو بلا کسی معاوضہ کے سوار بھی مہیا کرنے پڑتے ہیں اور اس کو ۵۰۰ روپیہ سالانہ تک ۴ ریومیہ فی سوار کے حساب سے اُن سواروں کا خرچ دینا پڑتا ہے ÷

Marfat.com

سردار فضل علی خاں قصرانی

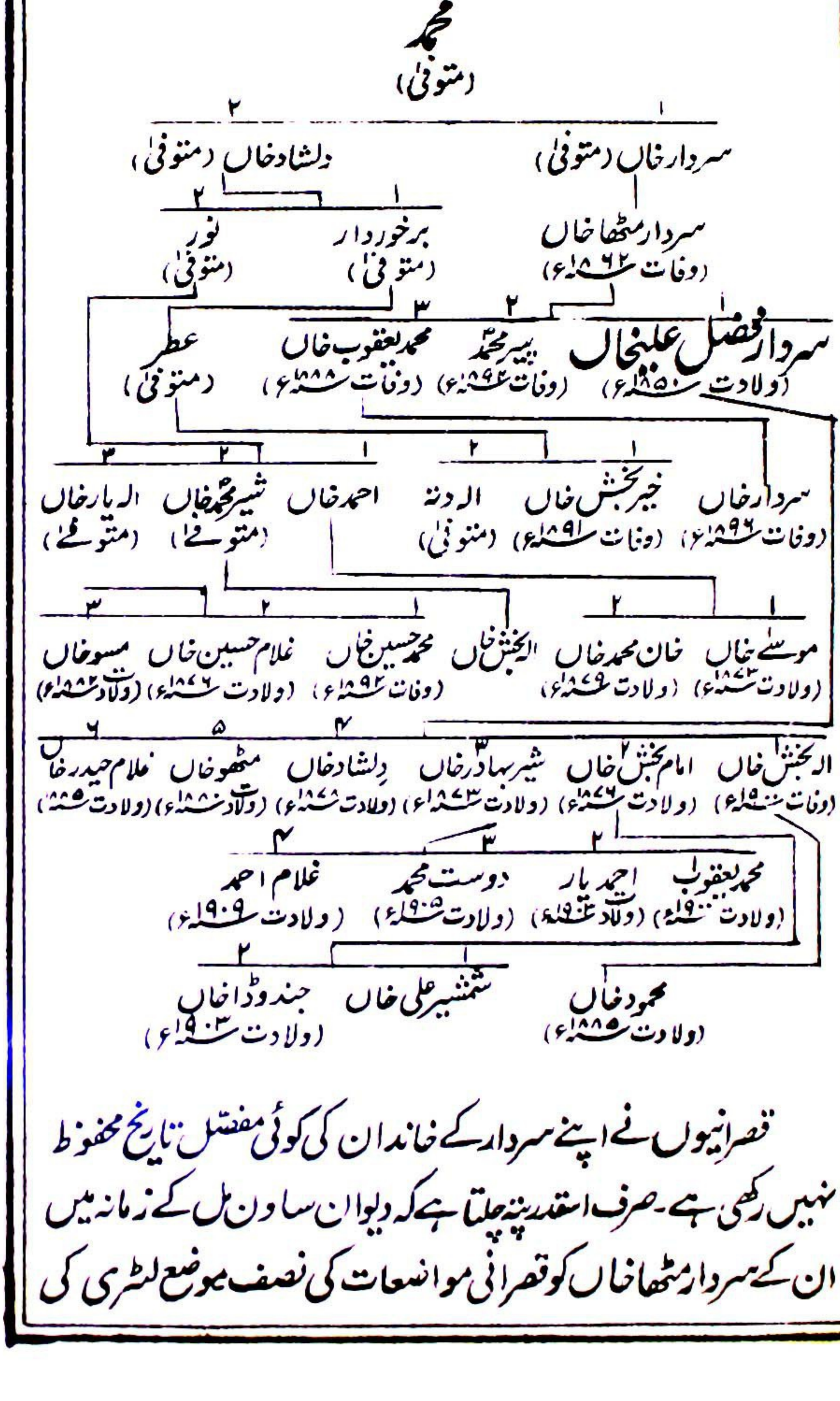

قصرانیوں نے اپنے سردار کے خاندان کی کوئی مفصل تاریخ محفوظ نہیں رکھی ہے۔ صرف اسقدر پتہ چلتا ہے کہ دیوان ساون مل کے زمانہ میں ان کے سردار مٹھا خاں کو قصرانی موانسعات کی نصف موضع لٹھری کی

Marfat.com

پوری اور بیٹ لدّھا کے چھ چاہات کی پیداوار ملتے رہنے کے علاوہ ۶۲ ۴/۴ روپیہ کا نقد انعام بھی ملا کرتا تھا۔ نیز اسے درہ ہائے پہاڑ اور کوان سے گزرنیوالے ہر اُونٹ پر آٹھ آنہ اور ہر گدھے پر ایک آنہ فی راس محصول لینے کا حق حاصل تھا۔

جب مئی ۱۸۴۸ء میں بغاوت برپا ہونے پر ایڈورڈز صاحب بہادر نے سرحد سے جنوب کی طرف کُوچ کیا ہے تو قلعہ منگروتھا پر جو تمام قصرانی علاقہ کا صدر مقام تھا سنگڑھ کا ناظم جبتن مل دیوان مولراج کی طرف سے قابض تھا۔ ایڈورڈز صاحب نے ناظم مذکور کو اپنا طرفدار بنانے کی بہت کوشش کی مگر یہ بات نہ بنی۔ تب صاحب بہادر نے مٹھا خاں کے پاس چند سوار بھیج کر کہلا بھیجا کہ وہ جبتن مل کو قلعہ سے نکال دینے کی تدبیر میں ان کی امداد کرے۔ ایڈورڈز صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: "مٹھا خاں جیسا کہ اپنے زمانے کا دانا آدمی مشہور تھا ویسا ہی ثابت ہوا۔ اسے ایک ایسا کام کرنے کے لئے کہا گیا تھا جس کو کوئی ایشیائی سردار کرنا پسند نہیں کرسکتا۔ یعنے اس کے پیشتر کہ لڑائی نے کوئی خطرناک صورت اختیار کی ہو یا وہ شروع بھی ہوئی ہو اُس سے یہ کہا گیا کہ وہ سرکار انگریزی یا دیوان میں سے کسی ایک کی طرف ہو جائے اور اُس نے اپنی دُوربین آنکھ سے بالکل درست نتیجہ کو تاڑ کر مُولراج کا ساتھ چھوڑ دیا اور باوجود اسکے کہ اسوقت مُولراج کا بہت کچھ رعب و داب قائم تھا مٹھا خاں نے علانیہ اُسکے خلاف انگریزوں کی کمک کی۔ اُس نے اپنے ماتحت دیہات میں منادی پھیر کر آدمیوں کو جنگ کے لئے برانگیختہ کیا اور جبتن مل کے پاس فقط یہ دو حرفہ پیغام بھیجا کہ اگر وہ محصور نہیں ہونا چاہتا تو قلعۂ منگروتھا

Marfat.com

کو جس قدر جلد خالی کر دے اتنا ہی اس کے لئے بہتر ہوگا۔ ناظم بھی اس اشارہ کو سمجھ گیا اور وہ اپنا لئے قلعہ کو ساتھ لیکر بڑی عجلت سے بھاگ نکلا۔ اب قلعہ ایڈورڈز صاحب بہادر کے آدمیوں کے ہاتھ آگیا اور وہ اپنے قصرانی دوستوں کے ساتھ فتح اور نصرت کی خوشی مناتے اُس میں داخل ہوئے۔ کچھ عرصہ تک صرف یہی قلعہ مٹھا خاں کے قبضہ میں رہا۔ اور اسد خاں تنکانی بھی اس کے توسّل سے ایڈورڈز صاحب بہادر کے ساتھ خط و کتابت کر کے اُن کی رکاب میں آملا۔ امن ہو جانے پر مٹھا خاں کو اس کے تمام سابقہ مقبوضات مستقل طور پر دیدئے گئے۔ اس کے بعد جس علاقہ میں قصرانی آباد تھے وہ ڈیرہ غازی خاں اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے اضلاع میں تقسیم ہو گیا اور چونکہ اسی زمانہ میں قوم قصرانی کا ایک بڑا فرقہ پہاڑیوں میں بھی آباد تھا۔ لہٰذا اس تقسیم اور تفریق وغیرہ کی وجہ سے علاقہ کا انتظام مشکل ہو گیا اور سرکار انگریزی کے آغاز عہدِ حکومت میں یہ قوم کچھ بڑی بے ترتیب سی ہو گئی یہ لُوٹ مار اور سنگین جرائم کے مرتکب ہوتے اور سرکاری حکّام ضلع کو دِق کرتے تھے۔ ان مفسدین کے ایک جتھے کا سرغنہ یوسف خاں نامی تھا اس نے قصرانیوں کو برانگیختہ کر کے ۱۸۵۲ء میں ڈیرہ فتح خاں پر ڈاکہ مارا اور بہت سے مویشی لُوٹ لے گیا۔ تھوڑی سی پولیس نے ان ڈاکوؤں کی مزاحمت بھی کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مزاحم پولیس کے پانچ آدمی مارے گئے اور تین زخمی ہوئے لیکن تھانہ دار نے غارتگروں کا تعاقب کیا اور کمک کے لئے ڈیھوداکی چوکی پر اطلاع بھیج دی چنانچہ فوراً رسالہ اور سرحدی فوج اس کے ساتھ آملی اور سب نے متفق ہو کر ڈاکوؤں پر حملہ کیا۔ مگر اس حملہ میں بھی ناکامی حاصل ہوئی۔ حملہ آوروں کا ایک افسر اور تین سوار مارے

Marfat.com

گئے اور چھ آدمی زخمی ہوئے۔ اگرچہ اس کے بعد بھی قصرانی کئی مرتبہ چھاپے مارتے رہے مگر اُن سے علاقہ میں کوئی نقصان نہیں پہنچا ٭

مٹھا خاں خود تو ڈیرہ فتح خاں کے ڈاکہ میں شامل نہ تھا۔ مگر اسوجہ سے کہ نہ تو اس نے پیشتر سے ڈاکہ کی کوئی اطلاع دی اور نہ ڈاکوؤں کو گرفتار کرنے ہی کی کچھ کوشش کی۔ میجر نکلسن صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ڈیرہ اسمٰعیل خاں کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ مٹھا خاں نے اچھا نہیں کیا ہے۔ آخر کار گورنمنٹ نے قصرانیوں کو اُن کے جرائم کی سزا دینے کا ارادہ کیا اور بریگیڈیر جنرل جے۔ ایس ہاگسن صاحب بہادر کے ماتحت نوسو آدمیوں کی ایک فوج بماہِ اپریل ۱۸۵۸ء درۂ بٹی میں بھیجی۔ اس فوج نے قصبہ بٹی پر تسلّط کر کے اُسے بالکل تباہ کر دیا۔ یہاں لُوٹ کے مال میں دو زنبورے بھی ملے جو قصرانیوں نے دیوان ساون مل سے چھینے ہوئے تھے۔ اس مہم کے بعد مٹھا خاں کو درّوں کا ذمہ وار قرار دے کر اس کا وظیفہ بڑھا کر ۵۰۰ روپیہ سالانہ کر دیا گیا۔ ۱۸۵۷ء میں بلوزداروں کی لڑائی کے موقع پر قصرانیوں نے انگریزوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اور اس لڑائی میں مٹھا خاں نے قصرانیوں کی ایک جماعت ساتھ لیکر سرکاری افواج کو مدد دی۔ مٹھا خاں ۱۸۶۲ء میں فوت ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا فضل علی خاں موجودہ تمندار جانشین ہوا ٭

مٹھا خاں کی وفات کے بعد کوڑا خاں بٹی قصرانی والا بہت زبردست ہو گیا اور اس نے قصرانی تمندار کے بہت سے اختیارات چھین لئے۔ نوجوان فضل علی کا خسر احمد یار خاں لشکرانی مقدم کوڑا خاں کا مددگار تھا۔ کیونکہ فضل علی نے اس کی مرضی کے خلاف دوسری شادی کر کے اس کو

Marfat.com

ناراض کردیا تھا۔ اس زمانہ میں ٹبی قصرانی اور اس کے ملحقہ مواضعات ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں شامل تھے ۱۸۶۸ء میں کوڑا خاں کا بیٹا جہانگیر خاں بالزام قتل ماخوذ ہوا اور لفٹنٹ گرے صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر اسکی تحقیقات کے لئے بستی عظیم میں آئے۔ کوڑا خاں نے اس کارروائی سے ناراض ہوکر لفٹنٹ گرے صاحب بہادر کو پکڑ لیا اور اُن کو پہاڑی علاقہ میں لے گیا مگر ایک ہی دن رکھنے کے بعد پھر صاحب موصوف کو چھوڑ دیا اور اپنی اس احمقانہ حرکت کی پاداش سے خطرمند ہوکر خود پہاڑی قصرانیوں اور موسےٰ خیلوں کے پاس جاکے پناہ گزین ہوا۔ ادھر سرکار کی طرف سے ڈیرہ اسمٰعیل خاں اور ڈیرہ غازی خاں دونو اضلاع کی اُن افواج کو جو یہاں کی اقوام سے مرتب ہوئی تھیں پہاڑی قصرانیوں اور موسےٰ خیلوں کو گھیر لینے کا حکم ملا اور اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ان اقوام نے کوڑا خاں کو سرکار کے حوالہ کردیا۔ اب کوڑا خاں پر مقدمہ قائم کرکے اُسے سات سال قید کی سزا دی گئی مگر بعد میں اُسکو معاف کردیا گیا۔ جس وقت کوڑا خاں پر یہ مقدمہ قائم ہوا ہے اگرچہ فضل علی خاں اُس وقت صرف ۱۶ سال کی عمر کا تھا لیکن اس نے اپنے دشمن کوڑا خاں کے پھنسانے کی پوری کوشش کی تھی۔ کوڑا خاں کا زور ٹوٹ جانے کے بعد قومِ قصرانی امن سے رہنے لگی اور تمندار کے اختیارات بھی عام طور پر مانے جانے لگے۔ اس زمانہ سے قصرانیوں کی قوم کا ایک بہت بڑا حصّہ صاحبڈپٹی کمشنر بہادر ڈیرہ غازی خاں کے ماتحت کردیا گیا ہے اور یہ بڑے بھلے مانس اور امن پسند لوگ ہیں +

ضلع کے بندوبست ثانی کے موقع پر تمندار کا انعام بڑھا کر ۲۱۷ روپیہ کردیا گیا۔ اور مواضعات برٹ۔ منڈوانی۔ برنڈ۔ جوک بوڈ۔ چٹا اور گٹا۔ حمال والی

Marfat.com

روڑ ہالی۔ کوٹ قصرانی اور کھیڑانوالہ کے مالیہ سے نقد ملنا قرار پایا۔ اس انعام کا اجرا صرف بندوبست کی میعاد تک ہوتا ہے اور اس میعاد کے گزرنے پر اس پر نظر ثانی ہونے کی شرط ہے۔ علاوہ کسی خدمت کے انجام دینے کے جو تمندار سے لی جائے اِسے جب مانگے جائیں تو بلا معاوضہ سوار بھی مہیّا کرنے پڑتے ہیں اور ان کے اخراجات کے لئے ۴ ریومیّہ فی سوار دینا پڑتا ہے اور اگر یہ خرچ ۵۰۰ روپیہ سالانہ سے بڑھ جائے تو گورنمنٹ اسی شرح سے تمندار کو زائد رقم ادا کر دیتی ہے ٭

سردار فضل علی خاں اپنی قوم میں ہر دلعزیز ہے۔ یہ آنریری مجسٹریٹ سول جج اور پراونشل درباری ہے۔ اس کی آمدنی تقریباً ۴۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے۔ اس کا سب سے بڑا لڑکا الہ بخش خاں ۱۹۰۰ء میں فوت ہو گیا اور اُسوقت تمندار کی جانشینی کی بابت غور اور خوض ہو کر یہ فیصلہ ہوا کہ فضل علی خاں کے بعد اس کا بیٹا محمود خاں تمندآری کے منصب پر جانشین ہو گا۔ محمود خاں اس وقت بورڈر ملٹری پولیس میں جمعدار ہے اور اس کو آنریری مجسٹریٹ درجہ سوئم کے اختیارات بھی دے دئے گئے ہیں ٭

جب ۱۹۰۱ء میں شمال مغربی سرحدی صوبہ بنایا گیا تو ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے ایک بہت بڑا علاقہ جس میں زیادہ تر قصرانی اور خیتانی آباد تھے علیٰحدہ ہو کر ضلع ڈیرہ غازی خاں میں شامل ہو گیا۔ اس علاقہ میں ۳۱ مواضعات میدانی علاقہ کے اور پہاڑی علاقہ کی لکھرانی قصرانیوں کی بستیاں اور اسکے مقابل کا کچھ اور پہاڑی علاقہ شامل ہے ٭

سردار کے چھوٹے بیٹوں میں سے ایک بیٹا شیر بہادر خاں لیوی بلوچ فوج میں صوبیدار ہے۔ دوسرا لڑکا دلشاد خاں فوج زہوب میں جمعدار ہے اور مٹھو خاں اور غلام حیدر خاں اسکے دو اور لڑکے بورڈر ملیٹری پولیس میں سوار ہیں ٭

Marfat.com

سردار مسّوخاں ٹبی لنڈ

محمد خاں

لشکر خاں اول (متوفی) — فتح خاں (متوفی)

کرم خاں — مبارک خاں (متوفی)

لشکر خاں ثانی — عالم خاں (متوفی) — مزارو خاں (متوفی)

کرم خاں ثانی — محمد خاں (متوفی) — بخشن خاں (وفات ۱۸۶۰ء) — مسو خاں (متوفی)

مٹھا خاں — عالم خاں (متوفی) — سردار معزز خاں (وفات ۱۹۰۰ء) — سردار خاں (متوفی)

نصیر خاں (متوفی) — محمد خاں (متوفی) — **سردار مسوخاں** — گلزار خاں بہادر — پیر بخش — میر حاضر خاں (متوفی)

لشکر خاں ثالث — حاجی خاں (ولادت ۱۸۹۲ء) — میوہ خاں (ولادت ۱۸۸۴ء) — غلام محمد خاں (ولادت ۱۸۸۸ء) — سردار خاں

ٹبی لُنڈ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس نام سے انہیں شمالی علاقہ کے سُوری لُنڈ گروہ سے ممتاز کیا جاتا ہے۔ یہ رِنڈ بلوچ ہیں اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے یہ میر چاکر اعظم کے زمانہ میں اپنے سردار جاڑو خاں کے ساتھ اپنے موجودہ علاقہ کی ملحقہ پہاڑیوں کے اندر آباد ہوئے تھے۔ اس قوم کے تین فرقے لُنڈ۔ رِنڈ اور کھوسے ہیں۔ یہ تینوں ایک علیحدہ تمن بن گئے ہیں اور اس تمن کا اپنے شمالی ہمسایہ لغاریوں اور جنوبی پڑوسی گُرچانیوں سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ تمندار کا خاندان اصلی لُنڈوں کے میوانی فرقہ میں سے ہے۔ شروع میں یہ لوگ سِگری۔ گانٹی۔ چنی تین ندیوں کی متصل زمینوں پر آباد ہوئے تھے اور پھر یہاں سے نکل کر آہستہ آہستہ قصبہ ٹبی تک کے اُن میدانوں میں پھیلتے گئے جن میں یہ فی الحال بُود و باش رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے میدان میں

Marfat.com

اکثر قبیلۂ ہرنڈ کے آدمیوں کو لوٹنا شروع کیا۔ اس لوٹ مار کی وجہ سے اکثر ناظمانِ ہرنڈ اُن پر حملہ کرتے رہتے تھے۔ اور یہ اُن حملوں سے پناہ لینے کے لئے پہاڑیوں میں گھس جاتے تھے مگر جب پھر موقع ملتا باہر نکل کر دوبارہ اپنی اراضیات پر قابض ہو جاتے تھے۔ ایک عرصہ تک یہی حال رہا اور آخر کار سردار میوہ خاں کے زمانہ میں پناہ علی کے حاکم سلطان طیّب نے بیچ میں پڑ کر ناظمانِ ہرنڈ سے ان کی مصالحت کرا دی۔ معاہدۂ صُلح میں لُنڈوں کو ان کی اراضیات کا معاملہ اور وہ آبیانہ معاف کر دیا گیا جو یہ دریائے کہا کی ہمیشہ بہتے رہنے والی شاخ سے اپنی اراضیات کی آبپاشی کرنے کے عوض میں دیتے تھے۔ ان معافیات کے معاوضہ میں میوہ خاں نے لُوٹ مار اور ڈاکوؤں کے انسداد میں کوشش کی اور جس مجرم کو پکڑ تا تھا اُسے سزا دہی کے لئے سرکار ہرنڈ کے حوالہ کر دیتا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس قوم کے ایک فرقہ نے جب یہ دیکھا کہ پہلے جن ذرائع سے اُس کی بسر اوقات ہوتی تھی وہ اب بند ہو گئے ہیں تو اُس نے حیدر آباد سندھ میں نقل مکان کر لیا اور اس فرقہ کی اولاد اب تک وہاں رہتی ہے۔

میوہ خاں ہی کے زمانہ میں قوم پٹھان کی ایک بڑی جمعیت نے میدانی علاقہ پر ڈاکہ مارا اور بہت سا مال غنیمت لُوٹ کر پہاڑیوں کی طرف چل دی۔ میوہ خاں نے تین سو جوانوں کے ساتھ ان پٹھانوں کا تعاقب کر کے اُن کو شکست دی اور دُشمن کے (۱۶۰) آدمی ہلاک کرنے کے علاوہ بہت سا مال غنیمت اور ہتھیار اس سے واپس لے لئے۔ اس خدمت کے صلہ میں ناظمِ ہرنڈ نے اسے محمد پور کی جاگیر اور ہرنڈ کے ہمیشہ جاری رہنے والے چشموں میں سے نصف چشمے عطا کئے۔ چنانچہ اُسی وقت میوہ خاں نے ہرنڈ کے قریب ٹبی لُنڈ کا قصبہ آباد کیا جو اب تک موجود ہے۔ لشکر خاں کے زمانہ میں قوم ٹبی لُنڈ کی خوشحالی اور اقتدار منتہی

Marfat.com

دیکھ کر ان کے زبردست ہمسایوں کے دل میں آتش حسد بھڑکی اور ماڑی بھگتی اور گُرچانی فرقوں نے مجتمع ہو کر چار ہزار آدمیوں کی جمعیت سے بٹی لُنڈ پر چڑھائی کی۔ لُنڈ اُن کے مقابلہ کے لئے صرف ۵۰۰ جوان جمع کر سکے مگر باوجود فوج کی کمی کے لشکر خاں کی جمعیت نے یہ گوارا نہ کیا کہ شہر کی دیواروں میں چھپ کر بیٹھا رہے وہ مردِ میدان کی طرح عرصۂ کارزار میں نکل کر غنیم کی ۴۰۰۰ کی جمعیت پر حملہ آور ہوا اور ان کے تین سَو جوان تہ تیغ کر کے اُنہیں شکست فاش دی۔ اُس کے مخالف بھگتی سردار اسلام خاں کا تو یہ حال ہوا کہ اُس نے عین میدانِ جنگ ہی میں صلح کی درخواست پیش کر دی اور لُنڈوں نے مع اُس کے تین سَو ہمراہی جوانوں کے اسکی جان بخشی کر دی۔ بھگتیوں پر لُنڈوں کی مہربانی یہیں تک منحصر نہیں رہی بلکہ یہ ان کو قصبۂ بٹی لُنڈ میں بھی لے گئے اور اُن کی بڑی خاطر تواضع کر کے اُن کے زخموں کی مرہم پٹی بھی کی اور اُن کے ساتھ جا کر اُنہیں پہاڑیوں میں پہنچا آئے۔ بھگتیوں کو آج تک لُنڈوں کی یہ مہربانی یاد ہے ٭

لشکر خاں اس فتحیابی سے بڑا مشہور آدمی ہو گیا۔ اُس کی دلاوری کے گیت بن گئے جن کو بلوچ آج تک گاتے رہتے ہیں۔ لشکر خاں کی وفات پر اس کا بیٹا کرم خاں تمندار ہوا۔ اُس کی شادی محمد خاں نوحکانی گرچانی کی دختر سے ہوئی جس کا گُرچانی تمندار سے کچھ جھگڑا ابھی ہو گیا تھا۔ کرم خاں کا جانشین اُس کا بیٹا لشکر خانِ ثانی ہوا۔ اس کے زمانہ میں گُرچانی سردار نے لغاریوں کے ساتھ مِل کر بٹی لُنڈ پر حملہ کیا۔ لشکر خاں کو اپنے ہمنام اور فاتح دادا کے ناموس کا پاس اس بات سے مانع آیا کہ وہ مدافعانہ جنگ کرے۔ اسلئے وہ بھی غنیم کے زبردست جتھے کا بہادری سے مقابلہ کر کے اُس پر فتح حاصل کرنے

Marfat.com

کے ارادہ سے کھلے میدان میں نکلا اور دشمنوں پر حملہ آور ہوا۔ مگر اُسے اپنے دادا کی طرح کامیابی تو کیا ہوتی ہاں خود مع اپنے تین سو جوانوں کے میدان جنگ میں کام آکر بیجا تہوّر کی قربانی چڑھ گیا۔ اور اس کا بھائی مزار وخاں موجودہ تمندار کا پڑدادا اس لڑائی میں سخت زخمی ہوا۔ اب چونکہ لشکر خاں کا بیٹا کرم خاں ثانی اس زمانہ میں نابالغ تھا اس لئے مزار وخاں زبردست گُرچانیوں سے صلح کر کے قوم کا حاکم بن گیا۔

مگر یہ صُلح دیر پا نہ رہی کیونکہ اس کے تھوڑے ہی وقفہ کے بعد گُرچانیوں کی آتشِ عناد جو اندر ہی اندر سُلگ رہی تھی پھر بھڑک اُٹھی۔ اور گُرچانی رئیس غلام محمّد خاں نے صادق محمّد خاں نوابِ بہاولپور کو جو حال ہی میں اُس کا داماد بنا تھا لُنڈوں پر حملہ کرنے کے لئے برانگیختہ کیا۔ چنانچہ نواب نے شیخ محمد نامی اپنے ایک سردار کو سات ہزار آدمی اور چھ توپیں دے کر لُنڈوں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن کرم خاں نے اس موقع پر دانشمندی سے کام لیا اور نواب کی اطاعت قبول کر کے ایک لاکھ روپیہ جو اُس نے بڑی مشکل سے جمع کیا تھا اُس کی نذر کر دیا۔ اور یوں لُنڈ سردار کی نواب سے صلح ہو گئی۔ مگر اس کے فوراً ہی بعد لُنڈوں اور گُرچانیوں میں پھر فساد ہو پڑا اور کرم خاں نے میر بہرام خاں مزاری رئیس سے امداد کی درخواست کی۔ میر بہرام خاں دو ہزار آدمیوں کی جمعیت لیکر اس کی کمک کے لئے آگیا اور گُرچانی تاب مقاومت نہ لاکر پہاڑیوں کی طرف ہٹ گئے مزاریوں اور لُنڈوں نے اُن کا تعاقب کیا۔ بہرام خاں گُرچانیوں سے بوجہ اُن میں شادی کرنے کے رشتہ داری رکھتا تھا۔ اُس کی خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طریق سے لُنڈوں اور گُرچانیوں کی باہمی مصالحت کرا دے۔ مگر اسکی

Marfat.com

فوج کی تُندی اور جوش نے اُسے اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہونے دیا اور مزاری فوج گُرچانیوں پر حملہ کر ہی بیٹھی۔ اس جنگ میں گرچانی رئیس کا چچیرا بھائی مُوسےٰ خاں اور دیگر ستّر آدمی مارے گئے۔ مزاریوں اور لُنڈوں نے گُرچانیوں کا ملک لُوٹ لیا اور پھر وہ علٰیحدہ علٰیحدہ ہو گئے۔ گُرچانیوں نے بھی اس واقعہ کے بعد ہی مزاریوں اور لُنڈوں پر حملہ کر کے اپنا بدلہ لے لیا اور سردار معزز خاں کے چچا مسّو خاں کو ہلاک کر ڈالا۔

کرم خاں کی وفات پر اس کا چچیرا بھائی محمّد خاں تمندار بنا اور اُسکے زمانہ میں خان قلّات سے ہرنڈ داجل کا علاقہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چھین لیا۔ اس موقع پر لُنڈوں اور گُرچانیوں نے متفق ہو کر قلعۂ ہرنڈ پر حملہ کیا اور اُس کے ناظم ہرسا سنگھ کو جس طرح قتل کیا اُس کا حال پہلے بیان کیا جا چُکا ہے۔ سکھوں نے لُنڈوں کو اس حملہ کے بعد پہاڑیوں کی طرف بھگا دیا اور اُن کے تمندار محمّد خاں کو مجبور ہو کر بہاولپور میں پناہ لینی پڑی جہاں نواب نے اسے ایک جاگیر عطا کر دی۔ محمّد خاں کے بہاولپور چلے جانے کے بعد کرم خاں کا بیٹا مٹھا خاں تمندار ہوا اور اب باہم چند عہد و پیمان کر کے قوم لُنڈ نے سکھوں سے صلح کر لی چنانچہ دیوان ساون مل نے اُنکی جاگیر انہیں پھر واپس دیدی۔ مٹھا خاں اور اس کا چچیرا بھائی عالم خاں دونو ماڑی اور لشاری اقوام کی ایک چوروں کی جماعت کا تعاقب کرتے ہوئے کوہ ماڑی کی نشیب پر مارے گئے۔ اور اُن کی وفات پر مزارو خاں کا بیٹا بخش خاں تمندار مقرر ہوا۔ بخش خاں ملتان کے محاصرہ میں موجود تھا۔ اس کا انتقال ۱۸۶۰ء میں ہو گیا اور اُس کی جگہ اُسکا بیٹا سردار معزز خاں جانشین ہوا۔

۱۸۶۷ء میں ہرنڈ پر ایک بیرونی حملہ ہوا جس کا ذکر کسی اور باب میں کیا گیا ہے۔

Marfat.com

سردار معزز خاں اور اُسکی قوم کے تین سَو آدمیوں نے ان حملہ آوروں کے پس پا کرنے میں امداد دی اور اس جنگ میں تمندار کا بھائی سردار خاں سخت زخمی ہو کر تھوڑی ہی دیر بعد اُنہیں زخموں کے اثر سے فوت ہوگیا۔ ان خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ نے سردار معزز خاں مرحوم کے بیٹے کو موضع محمد پور کی ۸۰۰ روپیہ سالانہ مالیت کی جاگیر عطا کی اور اس سے جنسی معاملہ وصول کرنے کے حقوق بھی دئے گئے۔ یہ جاگیر بندوبست میں مستقل کر دی گئی مگر جنسی معاملہ وصول کرنیکا حق بند کر دیا گیا۔

سردار معزز خاں سرحدی رئیسوں میں ایک عمدہ نمونہ تھا۔ یہ تیز فہم۔ ارادے کا پکا شکل و شباہت میں نہایت وجیہ و خوبرو اور بہت اچھا پڑھا لکھا شخص تھا۔ وہ آنریری مجسٹریٹ اور پراونشل درباری بھی تھا۔ ۱۹۰۰ء میں معزز خاں کا انتقال ہوگیا۔ اور اُس کی جگہ اُس کا سب سے بڑا بیٹا سردار مسوخاں موجودہ تمندار جانشین ہوا۔ اس کو باپ کی کل جاگیر اور جائداد مل گئی اور پراونشل درباری بنا دیا گیا۔ یہ آنریری مجسٹریٹ اور منصف بھی ہے۔

سردار معزز خاں مرحوم کا دوسرا لڑکا گلزار خاں بلوچستان میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور تیسرا فرزند بہادر خاں سب انسپکٹر پولیس ہے۔

گذشتہ بندوبست میں تمندار کا انعام ۴۰۰ روپیہ مقرر کیا گیا ہے جس میں سے ۶۸۷ روپیہ موضع محمد پور ہنی کی پٹیات یعنی پٹی چرار۔ پٹی ہنی اور پٹی سید سے جنسی معاملہ کی شکل میں وصول ہوتا ہے اور باقیماندہ ۴۵۳ روپیہ مواضعات رقبہ لُنڈان اور محمد پور ہنی کے مالیہ سے نقد مل جاتا ہے۔ سردار مسوخاں کی سالانہ آمدنی جاگیر۔ پیداوار اراضیات اور پاس اور سلحداری وظائف سے تقریباً ۷۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے۔ انعام پر یہ شرط ہے کہ صاحب افسر ضلع جس وقت اور جس طرح سے کوئی خدمت لینا چاہے تمندار اُسکے حسب منشا و حکم اچھے اور وفادارانہ طریق سے وہ خدمات انجام دیا کرے۔

Marfat.com

خان صاحب الہ بخش خاں سدوزئی

حاجی شریف (متوفی)

عبدالرحیم (متوفی) — قاضی حاجی محمد (متوفی) — احمد خاں (متوفی)

عبدالغفور (متوفی) — سعداللہ — عبدالشکور خاں (متوفی) — عبدالکریم خاں (متوفی) — عبداللہ خاں (متوفی)

فتح اللہ خاں (متوفی) — عبدالحکیم — شریف خاں (متوفی) — عبدالمجید خاں — گوڑا خاں (متوفی) — کمال خاں (متوفی) — لال خاں (متوفی)

حیات اللہ خاں (متوفی) — رحمت اللہ خاں (متوفی) — عبدالرحمن خاں — محمد خاں (متوفی) — الہ بخش (متوفی) — سردار خاں — غلام حیدر (متوفی)

امان اللہ خاں — عبدالعزیز — دوست محمد خاں — قادر داد خاں — نمالق داد خاں (متوفی) — حق نواز خاں

عبدالرحمن خاں

حبیب خاں (ولادت ۱۹۰۰ء) — عبدالعزیز خاں (ولادت ۱۹۰۲ء) — عبدالحامد (ولادت ۱۹۰۴ء) — غلام محی الدین (ولادت ۱۹۰۶ء)

غلام قادر (متوفی) — خان بہادر (متوفی) — غلام مصطفےٰ خاں (متوفی) — غلام مرتضےٰ خاں (وفات ۱۸۶۳ء)

غلام محی الدین — غلام رسول خاں (متوفی) — فوجدار خاں — مراد علی خاں (متوفی)

غلام محمد خاں — غلام سرور خاں — **خان صاحب الہ بخش خاں** (ولادت ۱۸۴۲ء)

عبداللہ خاں (ولادت ۱۸۹۳ء) — لطف اللہ خاں (ولادت ۱۹۰۰ء) — عطاء اللہ خاں (ولادت ۱۹۰۳ء) — فیض اللہ خاں (ولادت ۱۹۰۹ء)

عبدالخالق خاں — رب نواز خاں (وفات ۱۹۰۵ء) — کریم داد خاں — میر باز خاں (متوفی) — غلام قاسم (متوفی)

شیر محمد خاں (متوفی) — مولا داد (ولادت ۱۸۸۴ء) — رحیم داد (ولادت ۱۸۸۶ء) — الہ داد (ولادت ۱۸۹۰ء) — خدا داد خاں (ولادت ۱۹۰۱ء) — محمد اسلم (ولادت ۱۹۰۸ء)

ڈیرہ غازی خاں کی سدوزئی شاخ حاجی شریف خاں کی اولاد سے ہے
حاجی شریف خاں پہلے ملتان کا نواب مقرر کیا گیا تھا اور بعد میں احمد شاہ درانی
کی طرف سے ڈیرہ غازی خاں کا نواب مامور ہوا اور اسکے نام ایک جاگیر ۲۵۰۰۰

Marfat.com

روپیہ سالانہ کی تھی۔ اس نے اپنے بعد دو لڑکے عبدالرحیم خاں اور قاضی حاجی محمدؐ نامی چھوڑے۔ عبدالرحیم خاں تو اپنے باپ کی جگہ ڈیرہ غازی خاں کا نواب ہوا اور حاجی محمد خاں کو اسی شہر کا قاضی مقرر کیا گیا اور یہ دونو بھائی پدری جاگیر کی آمدنی بحصۂ مساوی لے لیا کرتے تھے۔ عبدالرحیم خاں کی وفات کے بعد اُسکی جگہ اُس کا بیٹا احمد خاں ڈیرہ غازی خاں کا نواب بنا۔ مگر یہ حج بیت اللہ کے لئے مکّہ معظمہ گیا ہوا تھا کہ وہیں لاولد فوت ہو گیا۔ قاضی حاجی محمدؐ کا بیٹا عبدالغفور خاں اپنے باپ کی جگہ شہر کے منصبِ قضا پر قابض اور دُرّانی سلطنت کے قیام تک برابر اپنی جاگیر لیتا رہا لیکن سکھوں کے آتے ہی اس کی جاگیر کا بہت سا مالیہ ضبط ہو گیا۔ سکھوں کے زمانے میں اس کے نام صرف ۴۰۳۰ روپیہ سالانہ کی جاگیر جاری رہی اور اس کے بیٹے غلام مصطفےٰ خاں اور غلام مرتضےٰ خاں بھی یہی جاگیر پاتے رہے۔ سرکار انگریزی کے عہد میں ان کو ۵۰۷ روپیہ کے اُس وظیفہ کے عوض میں جو مانکیرہ کے دھرم ارتھ سے ملتا تھا ۵۰۰ روپیہ نقد ملنا منظور ہوا اور ایک جاگیر ۱۰۰۰ روپیہ ملتان میں عطا ہوئی۔ ملتان کے دو چاہات اور دو چاہات ڈیرہ غازی خاں کے بھی ان دونو بھائیوں کے نام واگزار ہوئے۔ ان دونو کی وفات پر نقد وظیفہ تو بند ہو گیا مگر ملتان کی جاگیر بدیں تجویز انکے ورثا کے نام جاری رکھی گئی ہے کہ الہ بخش خاں کی وفات کے بعد اُس پر ہلکی سی جمع تشخیص کر دی جائیگی۔ چنانچہ ڈیرہ غازی خاں کی چاہی اراضی پر ایسی جمع تشخیص بھی ہو چکی ہے۔ ۱۸۷۴ء میں منڈوس والا۔ جھوک یار شاہ اور چیڑی کی رکھوں سے ایک ہزار ایکڑ زمین غلام مصطفےٰ خاں کو اُسکی اُن خدمات کے صلہ میں اجارے پر عطا کی گئی جو اس نے بحیثیتِ ایک رسالدار کے سر ہربرٹ ایڈورڈز صاحب بہادر کے ماتحت کی تھیں لیکن غلام مصطفےٰ خاں کو اس زمین

Marfat.com

کو قبضہ میں لینے سے پیشتر ہی فوت ہوگیا۔ اور پھر ۱۸۷۸ء میں یہ اجارہ اس کے بیٹے غلام محمدؐ کے نام کر دیا گیا اور دس سال کے لئے اس کا معاوضہ بھی معاف ہوگیا۔ اب یہ زمین غلام محمدؐ کے لڑکوں کے قبضہ میں ہے۔ غلام محمدؐ خاں پولیس میں ملازم تھا اور چند سال تک انسپکٹر رہا۔ اُس کے بیٹوں میں سے ایک اس وقت ڈیرہ غازی خاں میں داروغہ چنگی ہے۔

فی الحال اللہ بخش خاں خاندان کا بزرگ ہے۔ گو یہ کچھ متمول آدمی نہیں مگر ڈیرہ غازی خاں میں اچھا مقتدر شخص ہے۔ یہ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹی کا ممبر۔ شہر ڈیرہ غازی خاں کا آنریری مجسٹریٹ اور ڈویژنل درباری ہے۔ ۱۸۸۳ء میں اسے خان صاحب کا خطاب عطا ہوا اور یہ تحصیل ڈیرہ غازی خاں میں ڈیپارٹمنٹل سب رجسٹرار بھی ہے۔ اس کی موجودہ کُل آمدنی ملتان کی جاگیر۔ ڈیرہ غازی خاں کی اراضیات اور سب رجسٹراری کی تنخواہ سے تقریباً ۱۵۰۰ روپیہ سالانہ ہے۔

اس خاندان کے دوسرے حسب ذیل اراکین بھی گورنمنٹ کی ملازمت میں ہیں:۔ عبدالرحیم خاں اور سرور خاں دونو پولیس میں ہیں۔ عبدالرحمٰن خاں بلوچ فوج میں حوالدار اور غلام سرور خاں نائب ناظر ہے۔ قادر داد خاں اور عبدالخالق خاں بھی پولیس میں ملازم تھے مگر قادر داد خاں نے پنشن لے لی ہے اور عبدالخالق خاں ۱۹۰۹ء میں فوت ہوگیا۔

Marfat.com

محمد خاں نُتکانی

محمد مسّو خاں اول

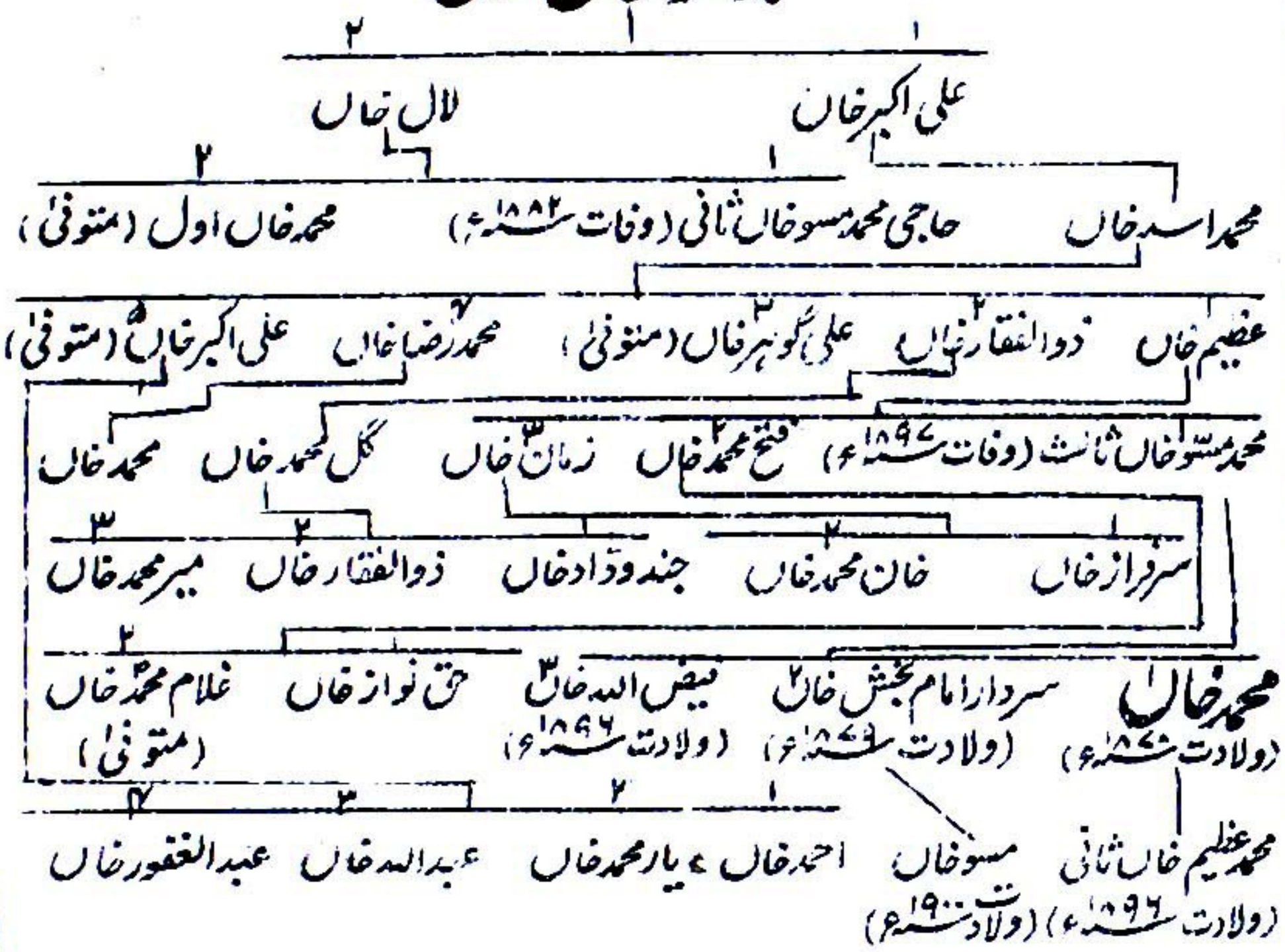

نتکانی رنڈ بلوچ ہیں۔ یہ اپنے آپ کو بلوچوں کے ایک مشترک مورث اور جد اعلیٰ نوتک نامی کی اولاد بتاتے اور کہتے ہیں کہ اُسی کے نام پر ان کی قوم نتکانی کہلائی ہے۔ اس قوم کی تمنداری ہمیشہ اس کی کراتنی شاخ میں رہی ہے نتکانی بھی ابتداءً اس ضلع کے دوسرے بلوچ قبائل کی طرح شہنشاہ ہمایوں کے ہمرکاب دہلی آئے تھے۔ پھر بعد میں انہوں نے علاقہ سنگڑھ اور اُسکی ملحقہ پہاڑیوں میں سکونت اختیار کرلی۔ اگرچہ اس وقت علاقہ سنگڑھ بوزداروں کے قبضہ میں ہے۔ لیکن نتکانی بلوچ پہاڑی علاقہ اور دریاے سندھ کی اُن درمیانی اراضیات پر بدستور قابض ہیں جن کی آبپاشی سُنگڑھ نامی ندی سے ہوتی ہے۔ مسّو خانِ اول کے زمانہ سے قبل تک اس قبیلہ کی کوئی تاریخ قلمبند نہیں ہوئی۔

Marfat.com

مسّوخاں مذکور نے طاقت اور اقتدار پیدا کر کے منگروٹہ اور مہوئی کے دو قلعے بنائے اور سنگڑھ کا وہ تمام قلعہ جو وہووا اور احمدانی کے درمیان واقع ہے اپنے زیر تسلّط کر لیا۔ بعد ازاں اُس نے لونی اور اُستّرانہ کے سرداروں کی لڑکیوں سے شادی کر کے اپنی دو زبردست ہمسایہ پٹھان قوموں سے رابطۂ اتحاد قائم کیا۔

مسّوخاں کے زمانے میں مکال وڈھ کے کلاچیوں اور لیّہ کے جنتکانیوں سے تنکانیوں کی بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ پھر اس کا جانشین بیٹا علی اکبر خاں کھوسوں۔ لغاریوں اور بزداروں سے ہمیشہ لڑتا رہا۔ علی اکبر خاں کی وفات پر اُس کے بیٹے اسد خاں اور بھائی لال خاں کے درمیان سخت مخالفت ہوگئی اور اُن کی خانہ جنگی میں بہت سی گردونواح کی قومیں بھی طرفین میں سے کسی ایک کی شریک حال بن کر شامل ہوگئی تھیں۔ خود قوم تنکانی کے بیشتر افراد اور اُستّرانہ پٹھان لال خاں کی طرف تھے اور کھوسے۔ قصرانی اور لونی پٹھان اسد خاں کا ساتھ دے رہے تھے۔ ابتداءً لال خاں کو جنگ میں کامیابی حاصل ہوئی اور اُس نے کھوسوں کو درۂ سنگڑھ میں شکست دیکر اُن کے سردار برخوردار خاں کو قتل کر دیا۔ لیکن آخر کار کھوسوں نے سنبھل کر سخت مقابلہ کیا اور لال خاں کو علاقہ سے بھگا کر اُس کی جگہ اپنے دوست اسد خاں کو تمندار بنا دیا۔

لال خاں منہزم ہو کر قندھار کی طرف بھاگ گیا اور وہاں امیر دوست محمد خاں کے چھوٹے بھائی سردار تبر خاں کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ کر ایک سند حاصل کی جس میں اس کو تمندار تسلیم کیا گیا تھا۔ لال خاں یہ سند لیکر پھر سنگڑھ واپس آگیا اور ایک عرصہ تک وہاں اپنے قدم جمائے رہا مگر بالآخر اسے بار دیگر علاقہ سے بھاگنا پڑا اور اسد خاں تمنداری پر قطعی طور سے مسلّط ہوگیا۔ اسد خاں

Marfat.com

نے کھوسا اور لغاری سرداروں کے ساتھ شادی کے تعلقات قائم کر لئے تھے جس کی وجہ سے وہ اس کے حامی تھے اور اسے بہت تقویت حاصل ہو گئی تھی۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ڈیرہ غازی پر قبضہ کیا اور ضلع کا ٹھیکہ نواب صادق محمدؐ والئے بہاولپور کو دیا گیا تو لال خاں نے نواب سے دوستی کی طرح ڈالی اور اُسے اپنے پُرانے دشمن کھوسوں پر حملہ کرنے کے لئے اُکسایا مگر نواب نے لال خاں کی ترغیب پر کھوسوں کے ساتھ جنگ کی۔ اور لال خاں خود اس لڑائی میں کام آگیا اسد خاں کے لئے ریاست کا میدان صاف کر گیا۔ ایک زمانہ تک اسد خاں کا کوئی حریف نہ رہا اور اُس نے نواب بہاولپور کو بھی دو لڑکیاں اُس کے عقد میں دیکر اپنا طرفدار کر لیا۔ خود اسد خاں نے اقوام لغاری۔ قصرانی۔ کلاچی اور لونی کے بڑے بڑے گھرانوں میں اپنی شادی کی تھی۔ اور اس کی بہن کوڑا خاں سے بیاہی گئی۔ اور ان بیشمار تعلقات کی وجہ سے یہ شخص اپنے گرد و نواح میں بڑا زبردست سردار ہو گیا۔

جب نواب بہاولپور سے ضلع ڈیرۂ غازی خاں کا اجارہ واپس لے کر یہ ضلع جرنیل ونچورا کے اہتمام میں دیا گیا تو اسد خاں نے جرنیل موصوف کی فرمانبرداری کرنے سے انکار کیا یا خود ٹکانیوں کے حسب بیان اپنے ذمہ کا نذرانہ ادا کرنے میں دیر لگائی۔ بہرحال کچھ ہی وجہ رہی ہو اسپر کھڑک سنگھ کے ماتحت سکھوں کی ایک فوج چڑھ آئی اور اب لال خاں کے بیٹے حاجی محمدؐ خاں کو تمنداری کا دعوے پیش کرنے کا حوصلہ ہو گیا۔ اسد خاں بوزداروں کی طرف بھاگ گیا اور کچھ عرصہ تک وہیں رہا کیا اور حاجی محمدؐ خاں کھڑک سنگھ کی فوج میں شامل ہو گیا۔ مگر اتفاق سے معاملہ کی یہ صورت فوراً بدل گئی۔ اس لئے کہ حاجی محمدؐ اتنا گراں نذرانہ نہیں ادا کر سکتا تھا جتنا کہ

Marfat.com

اس سے مانگا گیا۔ اور یوں وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ الغرض یہ کچھ اس قسم کا پیچ پڑا تھا کہ کوئی بھی قوم نتکانی کا تمندار تسلیم نہیں کیا جاسکا اور نہ اُس وقت سے آج تک اس قوم کا کوئی مسلّمہ سردار رہا ہے ٭

اسد خاں خوف کی وجہ سے میدانی علاقہ میں نہیں آتا تھا کچھ عرصہ کے بعد اس نے اپنے بیٹے ذوالفقار خاں کو ۲۵۰۰۰ روپیہ نذرانہ پیش کرنے کے لئے دیا۔ اور اس کو مقامی سکھ حکّام کے پاس بھیجا توقع بھیجا کہ شاید باہم کوئی مناسب عہد و پیمان ہو جائے مگر اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ سکھ حاکم نے ذوالفقار خاں کو نیدکر کے سیدھا لاہور بھیجدیا اور مہاراجہ نے اخیر میں اسے قید سے چھوڑ دیا۔ پھر اسکے تھوڑے عرصہ کے بعد خود اسد خاں سدوزئی بھی نواب شیر محمد خاں سے ملنے کو ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں آیا اور ابھی یہ وہیں تھا کہ سکھوں نے اسے بھی قید کر کے لاہور بھیج دیا۔ مگر جب دیوان ساون مل ناظم مقرر ہوا تو اُس نے اسد خاں کو لاہور سے ملتان میں بلا لیا اور اُسے ۷۰۰۰ روپیہ سالانہ کا وظیفہ عطا کیا۔

ملتان کی لڑائی شروع ہونے پر اسد خاں نے ایڈورڈز صاحب بہادر سے خفیہ خط و کتابت کر کے اپنی اطاعت پیش کی۔ مگر یہ تحریر کیا کہ وہ علانیہ اُن کی طرفداری اس لئے نہیں کر سکتا کہ اس سے اس کے خاندان کو صدمہ پہنچے اور اس کے امن میں خلل آجانے کا خطرہ ہے کیونکہ اس وقت اسد خاں کا خاندان خاص شہر ملتان کے اندر تھا۔ اور یہ دیکھا جا چکا تھا کہ اس موقع پر حاجی محمد مستو خاں نے ایڈورڈز صاحب بہادر کا علانیہ ساتھ دیا اور اسی وجہ سے سکھوں نے اُس کے بھائی محمد خاں کو ہنڈ کے مقام پر فریب سے قتل کر دیا۔ پھر انجام کار اسد خاں نواب بہاولپور کی فوج کے ساتھ شامل ہو گیا۔ یہ سپاہ اُس وقت مولراج کے خلاف پیش قدمی کر رہی تھی اور اس

Marfat.com

لڑائی کے بعد یہ ڈیرہ غازی میں واپس نہیں آیا بلکہ اپنے داماد نواب بہاولپور ہی کے پاس رہا اور اس کو بہاولپور کے مالیہ میں سے ۳۶۰۰ روپیہ کی پنشن ملتی رہی۔ اسد خاں کا سب سے بڑا بیٹا عظیم خاں خیرپور چلا گیا اور وہاں کے رئیس میر علی مُراد سے ایک جاگیر حاصل کر لی مگر ملتان کی لڑائی کے بعد یہ پھر سنگڑھ میں واپس آگیا۔ حاجی محمد مسّو خاں ۱۸۸۲ء میں لاولد فوت ہوا اور اس طرح سے عظیم خاں کا بیٹا محمد مسّو خان ثالث ہی بلا شرکتِ غیرے خاندان کا مسلّم الثبوت سردار رہ گیا۔ اسد خاں کے دوسرے بیٹے ریاست بہاولپور ہی میں رہے۔ وہاں یہ مختلف اعلےٰ عہدوں پر ممتاز ہوئے۔ علی گوہر خاں وزیر مال تھا۔ علی اکبر خاں اپنی وفات تک معافی دار رہا اور اس کے بعد اسکا بیٹا احمد خاں ڈیرہ غازی خاں کو واپس آگیا۔ محمد مسّو خاں ۱۸۷۰ء میں ضلع ڈیرہ غازی خاں میں ڈپٹی انسپکٹر پولیس مقرر ہوا اور ترقی پاکر انسپکٹر ہوگیا۔ یہ بڑے اچھے چال چلن کا آدمی تھا اور ضلع کے تمام باشندے اسکی عزّت کیا کرتے تھے۔ یہ درباری تھا اور ۳۶۰ روپیہ پنشن بھی پاتا تھا +

محمد مسّو خاں ۱۸۹۷ء میں دو لڑکے محمد خاں اور امام بخش نامی چھوڑ کر راہیٔ ملکِ بقا ہوا۔ محمد خاں اپنے باپ کا جانشین مانا جاکر ڈویژنل درباری بنا دیا گیا۔ مگر بدقسمتی سے بعد میں یہ پاگل ہوگیا اور اب اس کا چھوٹا بھائی امام بخش بلوچ فوج میں صوبیدار ہے۔ اور خاندان کا بزرگ بھی سمجھا جاتا ہے۔ امام بخش درباری ہے اور اس کی آمدنی تمام مدّات سے تقریباً ۴۰۰۰ روپیہ سالانہ ہوتی ہے +

حاجی محمد مسّو خاں دوم جس کا انتقال ۱۸۸۲ء میں ہوا بڑا چلتا ہوا آدمی تھا۔ اور اس کا ضلع میں بڑا رسوخ تھا۔ اُس نے ایک نہر کھود کر

Marfat.com

اپنی بلند ہمتی کا اظہار کیا تھا۔ یہ نہر اس کے علاقہ کے شمال میں ہے اور مسّو واہ کہلاتی ہے۔ اخیر میں یہ نہر گورنمنٹ نے خرید لی اور اس کے معاوضہ میں مالک نہر کو ۲۵۰۰ روپیہ نقد اور ماڑی اور مورچھنگی کی سرکاری رکھوں میں حقوق مالکانہ دیدئے۔ پھر بندوبست کے دوران میں یہ رکھیں اُسے بطور معافی کے مل گئیں۔ محمد مسّو خاں ۱۸۷۰ء میں حج بیت اللہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ کو گیا۔ اور چونکہ اس زمانہ میں بلوچ شاذ و نادر ہی حج کے لئے جایا کرتے تھے بدیں وجہ اس کے نام کے ساتھ حاجی کا لقب بطور اعزازی لقب کے لگایا جاتا تھا۔ محمد مسّو خاں نے اپنی تمام جائداد بروے وصیّت علی اکبر کو دیدی تھی اور اب وہ کل جائداد علی اکبر کے بیٹوں اور اُن کی اولاد ہی کے قبضے میں ہے ٭

Marfat.com

میاں حامد رئیس تونسہ شریف

محمد عمر

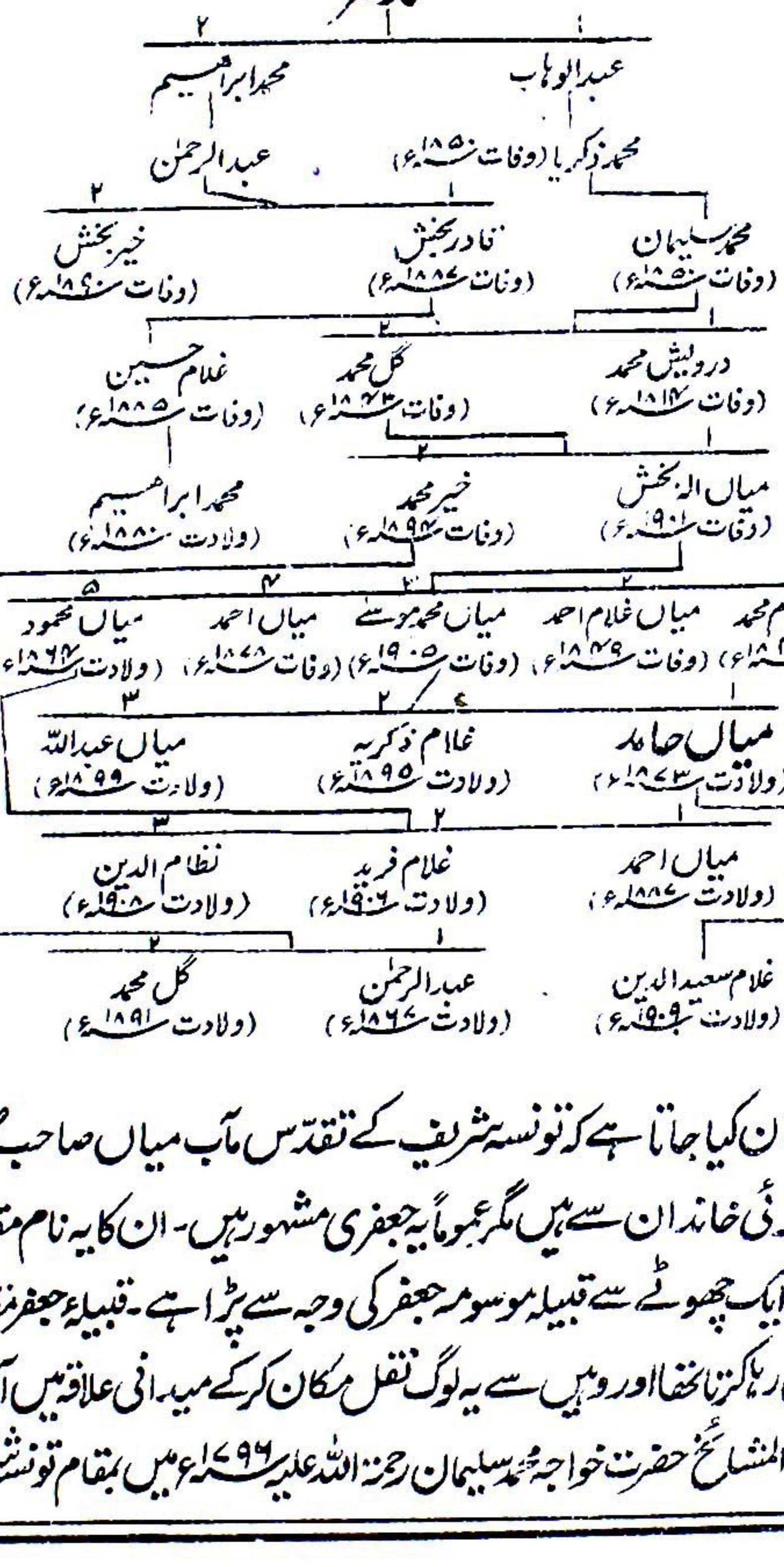

بیان کیا جاتا ہے کہ تونسہ شریف کے تقدس مآب میاں صاحب اصل میں بارکزئی خاندان سے ہیں مگر عموماً یہ جعفری مشہور ہیں۔ ان کا یہ نام مقام درگ کے ایک چھوٹے سے قبیلہ موسومہ جعفر کی وجہ سے پڑا ہے۔ قبیلۂ جعفر مقام درگ میں رہا کرتا تھا اور وہیں سے یہ لوگ نقل مکان کر کے میدانی علاقہ میں آئے ہیں۔ شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۷۹۶ء میں بمقام تونسہ شریف

Marfat.com

آئے اور قدوۃ السالکین حضرت خواجہ نور محمدؒ کے حلقۂ مریدی میں داخل ہوئے۔ انہوں نے اپنے زہد و اتقا کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی اور ان کے بہت سے مُرید ہو گئے۔ ابتداءً قوم تنکانی اور بعد ازاں نواب بہاولپور ان کے معین و محافظ اور ان کے مخالفین کو رَد کرتے رہے۔ ان کا روضۂ مبارک بھی نواب ہی نے تونسہ شریف میں بنایا اور اس پر ۸۵۰۰۰ روپیہ خرچ کیا۔ یہ روضہ مبارک بہت سی عالیشان عمارتوں کے عین وسط میں واقع ہے جو کئی ایکڑ زمین کے رقبہ پر پھیلی ہیں اور سب آپ کے بہت سے متمول مریدوں ہی نے بنوائی ہیں۔ غلام مصطفےٰ خاں سدوزئی رئیس مُلتان نے دور ہاشمی مکان اور ایک سرائے بنوائی ہے جس میں زائرین بغیر کسی قسم کا کرایہ دینے کے ٹھیرتے اور رہتے ہیں۔ موجودہ میاں صاحب کے دادا خواجۂ خواجگان میاں الٰہ بخش رحمۃ اللہ علیہ جن کو عام طور پر تونسہ شریف کے پیر یا میاں صاحب کہا جاتا ہے بڑے باہمّت اور پُر لیاقت آدمی تھے۔ انہیں عمارات اور مشینوں کا بہت شوق تھا اور اُنہوں نے اُس روپیہ میں سے جو آپ کے مرید آپ کی نذر کیا کرتے تھے بہت سا روپیہ روضۂ مبارک اور اُس کے گرد و پیش کی عمارات کے بڑھانے اور اُن کی زیبائش میں صرف کیا۔ روضۂ مبارک کا پہلا گنبد ملتانی زرد ٹائلوں کا بنا ہوا تھا اُسے سفید سنگ مرمر سے بنوا دیا اور روضہ کے پاس ہی ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد بھی بنوائی۔ خواجہ الٰہ بخش رحمۃ اللہ علیہ محض گوشہ نشین بزرگ تھے اور وہ اپنی قیامگاہ سے بہت کم نکلتے تھے۔ مگر جب کبھی کوئی اجنبی چلا جاتا تو اُس سے مل کر بہت خوش ہوتے اور اُسکے ساتھ پھر کر اُسے عمارات دکھلاتے۔ آپ درباری تھے اور آپ کو اجازت حاصل تھی کہ دربار کے موقع پر اپنی جگہ اپنے خاندان کے کسی اَور آدمی کو

Marfat.com

بھیج دیا کریں۔ آپ کی جگہ کئی سال تک میاں قادر بخش دربار میں جاتے رہے اور جب ۱۸۸۷ء میں اُن کا انتقال ہوگیا تو اُن کے بھائی میاں خیر بخش درباری نامزد کئے گئے۔ ۱۸۹۰ء میں یہ بھی عالمِ بقا کی طرف سدھار گئے اور ان کے بعد آج تک پھر کوئی شخص نامزد نہیں ہوا ہے اس لئے درباری کُرسی خالی پڑی ہے۔ خواجہ الہ بخش صاحبؒ کا وصال ۱۹۰۱ء میں ہوگیا اور آپ کی جگہ آپ کے صاحبزادے میاں محمدؐ موسےٰ صاحب گدی نشین ہوئے یہ بھی ۱۹۰۵ء میں سرائے جاودانی کی طرف انتقال کر گئے اور اُن کی جگہ انکے صاحبزادے مشیخت پناہ طریقت دستگاہ میاں خواجہ محمدؐ حامد تونسہ شریف کی درگاہ کے موجودہ سجّادہ نشین گدّی پر جلوس فرما ہوئے ہیں۔ خواجہ الہ بخش رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اُن کے دو بیٹوں میاں محمدؐ موسےٰ اور اُن کے چھوٹے بھائی میاں محمود کے مابین جو نواب عبداللہ خاں علی زئی رئیس ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے داماد ہیں مرحوم خواجہ صاحب کی جائداد اور درگاہ کی آمدنی کے متعلق باہمی جھگڑا ہو پڑا۔ دونو بھائیوں کا متنازعہ فیہ معاملہ رؤسا ضلع کی ثالثی سے عارضی طور پر فیصل ہو گیا تھا مگر میاں محمدؐ موسےٰ کی وفات پر اُن کے بیٹے میاں حامد صاحب سجادہ نشین حال اور میاں محمدؐ موسےٰ کے بھائی میاں محمود صاحب کے درمیان پھر گدّی نشینی کے متعلق جھگڑا شروع ہو گیا اور ابھی تک اس کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہے ٭

میاں حامد صاحب کی کُل آمدنی اراضیات اور درگاہ کے چڑھاوے وغیرہ سے تقریباً ۵۰۰۰ روپیہ سالانہ تخمینہ کی جاتی ہے ٭

Marfat.com

غلام حیدر میرانی

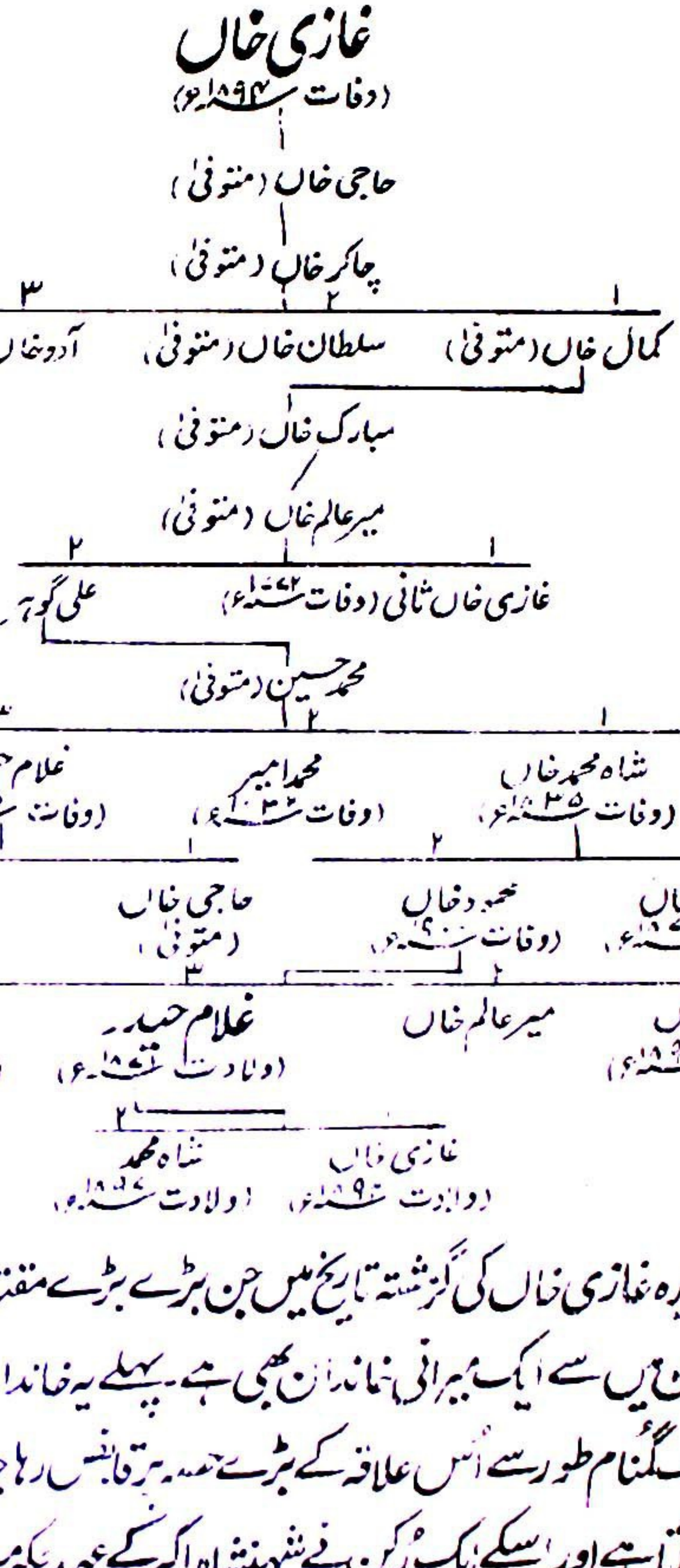

ڈیرہ غازی خاں کی گزشتہ تاریخ میں جن بڑے بڑے مقتدر خاندانوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک میرانی خاندان بھی ہے۔ پہلے یہ خاندان تقریباً ۔۔۔ سال تک گمنام طور سے اُس علاقہ کے بڑے حصہ پر قابض رہا جو اب ڈیرہ غازی خاں کہلاتا ہے اور اسکے ایک رکن نے شہنشاہ اکبر کے عہد حکومت میں ڈیرۂ غازی خاں کا شہر آباد کیا۔ میرانی قوم ڈوڈوٹی کی ایک شاخ ہیں اور ڈوڈوٹی قوم کا

Marfat.com

تھوڑا سا ذکر گرچانی تمنداروں کی تاریخ میں کیا جا چکا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دُوڈئی خاندان کا بانی اور مورث اعلیٰ مسمے اڈودڈہ سیستان کے حکمران میر بھنگہ کا بیٹا تھا۔ غالباً یہ وہی میر بھنگہ ہے جو گرچانیوں کے شجرہ نسب میں بھرنگ سین کے نام سے دکھایا گیا ہے۔ ڈودڈہ کا بیٹا مندو علاقہ ٹھٹہ (سندھ) کے رانی راجہ کے دربار میں میر یا ناظم کے منصب پر مامور تھا اور اسی وجہ سے فرضی طور پر اس بات کو مانتے ہیں کہ لفظ میرانی اصل میں میر رانی کی بگڑی ہوئی صورت ہے +

اس خاندان کی اصلی تاریخ تقریباً ۱۴۸۰ء سے شروع ہوتی ہے جبکہ ڈودڈئی رئیس سہراب خاں سلطان حسین لنگہ حاکم ملتان کے دربار میں آیا۔ کہا جاتا ہے کہ حاکم مذکور نے سہراب خاں کے آدمیوں کو دریائے سندھ کے ساتھ کا علاقہ مقام دین کوٹ سے حدود کرمور تک عطا کیا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ان لوگوں کے مقبوضات جنوب کی طرف مقام کرڈوڑ سے بھی بہت آگے تک ممتد تھے۔ سہراب خاں کے ساتھیوں میں سے حاجی خاں نامی ایک شخص کے حصہ میں ڈیرہ جات کا زیریں حصہ ملک آیا اور اُس نے یہاں شہر ڈیرہ غازی کی بنیاد ڈالی۔ پھر حاجی خاں کے بیٹے غازی خاں نے اس شہر کو بہت کچھ وسیع اور فراخ کر کے اسکو اپنے نام پر موسوم کیا۔ مسٹر فرائر صاحب بیان کرتے ہیں کہ غازی خان اول ۱۵۱۱ء میں فوت ہوا۔ مگر اُسکی قبر واقع چوڑہ پر کچھ روغندار ٹائلوں کے ٹکڑے پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقبرہ شہنشاہ اکبر کے عہد حکومت میں بنایا گیا تھا اور اس عمارت کی طرز سے بھی اسی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ عمارت مثمن شکل کی بنی ہوئی ہے اسکے کونوں پر مینار ہیں اور اسکی دیواروں کے روکار پر اعلیٰ درجہ کے چمکدار بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ غالباً یہ مقبرہ اکبر کے آغاز عہد حکومت میں غازی خاں نے تعمیر کیا تھا۔ اس وقت غازی خاں اس علاقہ کا حاکم تھا اور اُس نے خود مع اسمٰعیل خاں اور فتح خاں ۱۵۴۰ء میں بھیرہ کے مقام پر شیر شاہ سوری

Marfat.com

کی اطاعت قبول کی تھی ؛

بیان کیا جاتا ہے کہ غازی خاں نے شہر کا نام اپنے نام پر رکھنے کے علاوہ خان والی مسجد بھی تعمیر کی اور کستوری نامی نہر کھدوائی جس سے اب تک گردونواح کی زمین کی آبپاشی ہوتی ہے۔ ڈیرہ غازی خاں کا وہ عظیم الشان قلعہ جس کے نشانات تاحال موجود ہیں اسی نے بنوانا شروع کیا تھا اور ایک نولکھا باغ بھی بنوایا تھا جس کی جگہ پر آج کل ضلع کی کچہری بنی ہے۔ مشہور ہے کہ غازی خاں ہی نے کنجھار اور مظفر گڑھ کے قصبات بھی آباد کئے تھے۔ غازی خاں کی جگہ اُس کا بیٹا حاجی خاں جانشین ہوا۔ قصبہ حاجی پور جو اَب خاندان سرائی کا مسکن ہے اسی حاجی خاں نے آباد کیا تھا۔ پھر حاجی خاں کے جانشین بیٹے جہان خاں نے بھی ضلع مظفر گڑھ میں اپنے نام پر ایک گاؤں آباد کیا۔ جہان خاں کے جانشین سنجر خاں نے موضع سنگڑھ بسایا جو علاقہ سنگڑھ میں واقع ہے۔ اسی طرح اس خاندان کے با اقتدار رکن بستیاں بسانے کے شائق رہے۔ چنانچہ عالم خاں نے موضع عالم خاں۔ داؤد خاں نے کوٹ داؤد اور گدائی خاں نے گدائی کا بڑا موضع آباد کیا۔ یہ تمام مواضعات خاص ڈیرہ غازی خاں کی تحصیل میں شامل ہیں۔ پیر عادل خاں کا مقبرہ غازی خاں ثانی کے شوق تعمیر کا اب تک نمایاں نشان موجود ہے اور خود اُسکی قبر بھی اسی درگاہ کے پاس بنی ہے۔ چاکر خاں کے وقت تک اس خاندان کا اقبال عروج پر رہا لیکن اُسکی وفات کے بعد میرانیوں کا اقتدار برابر گھٹتا گیا۔ چاکر خاں کا جانشین کمال خاں ہوا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ اسکے تمام بیٹوں کے مقبوضات صرف دریائے سندھ کے بائیں کنارے ہی پر رہ گئے تھے اور داہنے کنارہ پر اُن کا کوئی علاقہ نہ تھا لیکن نئی بستیاں آباد کرنے میں اُنہوں نے بھی حصہ لیا۔ چنانچہ کمال خاں نے قصبہ لیہ آباد کیا اور سلطان خاں نے کوٹ سلطان۔ اور آدو خاں نے کوٹ آدو نامی دو مواضع ضلع مظفر گڑھ میں آباد کئے۔ فی الحال میرانی زیادہ تر

Marfat.com

ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں ہی میں آباد ہیں اور اسکے علاوہ کچھ گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ کے گرد و نواح میں بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ دوآبہ سندھ ساگر میں غالباً مواضع لیہ۔ کوٹ سلطان اور کوٹ آدو آباد کرنے کے وقت ہی سے سکونت پذیر ہوئے ہیں ٭

بہرحال میرانیوں کا عہد حکومت امن اور خوشحالی کا زمانہ تھا۔ ملک میں بہت کچھ ترقی ہوئی اور اُن لوگوں نے کئی نہریں بھی جاری کیں۔ حملۂ نادرشاہ کے زمانہ تک ان سے کسی نے چھیڑ چھاڑ بھی نہیں کی تھی البتہ ایک دفعہ اورنگزیب کے اخیر عہد حکومت میں یہ باغی ہو گئے تھے اور شہزادہ عزالدین نے جو بعد ازاں شہنشاہ جہاندارشاہ ہوا انہیں سزا دیکر انکی بغاوت فرو کی تھی۔ اُس زمانہ میں کلہوڑے شمالی سندھ میں اپنی حکومت قائم کر رہے تھے اور اُنکی دلی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح میرانیوں کو جڑ سے اکھیڑ دیں ۱۷۳۸ء میں نادرشاہ نے ڈیرہ جات کو اپنی مملکت کے ساتھ شامل کر لیا اور میرانیوں ہی کو یہاں کا ناظم بنا دیا۔ احمدشاہ دُرّانی بھی اسی طریق پر بحال رہا اس لئے میرانیوں کا اقتدار برابر قائم تھا یہاں تک کہ ۱۷۶۹ء میں کلہوڑوں نے ڈیرہ غازی خاں کو لے لیا اور اب محمود خاں گوجر جو آخر غازی خاں کا وزیر تھا اس علاقہ کا ناظم ہو کر ۳۰ سال سے زیادہ عرصہ تک ڈیرہ غازی خاں اور مظفرگڑھ دونو ضلعوں پر حکومت کرتا رہا۔ محمود خاں گوجر نے اپنے لئے خیر خاں کا لقب اختیار کیا تھا۔ غازی خاں ثانی ۱۷۷۲ء میں فوت ہو گیا۔ یہ نالائق اور شراب پینے کا عادی تھا اور اسکے وقت میں علاقہ کی اصلی عنان حکومت وزیر محمود خاں ہی کے ہاتھ میں تھی ٭

اب ایک عرصہ سے یہ خاندان املاک جائداد اور اثر و اقتدار کے لحاظ سے گمنام سا ہو گیا ہے گو یہاں کے لوگ انکے پرانے زمانہ کے اقتدار کا خیال کر کے ابتک انکی عزت کرتے رہتے ہیں حاجی خان میرانی ملتان کے محاصرہ میں ایڈورڈز صاحب بہادر کے ماتحت لڑا تھا۔ خاندان کے موجودہ بزرگ کا باپ محمود خاں شہر ڈیرہ غازی خاں میں طبابت کرتا تھا اور اُسکو تھوڑی سی سرکاری زمین بھی اجارہ پر ملی ہوئی تھی اُسکا جانشین بیٹا غلام حیدر بھی طبابت کرتا ہے لیکن اُسکی حالت بہت ردی ہے اور گو اسکے نام

Marfat.com

ریاستِ پٹیالہ

ہز ہائینس مہاراجہ دھراجگان مہاراجہ بھوپندر سنگھ والیٔ ریاستِ پٹیالہ

پھول
(وفات ۱۶۵۲ء)

۱ تلوکا (وفات ۱۶۸۷ء) — نابھہ اور جیند کے شاہی خاندانوں کا مورثِ اعلیٰ
۲ راماں
۳ راگھو
۴ چنو — لودھ گڑھیا خاندانوں کے مورثِ اعلیٰ
۵ جھنڈو
۶ تخت مل

۱ دونا — (خاندانِ بھدوڑ کا مورثِ اعلیٰ)
۲ صوبا
۳ راجہ آلا سنگھ (وفات ۱۷۶۵ء) — خاندانِ پٹیالہ کا مورثِ اعلیٰ
۴ بختا
۵ بڈھا
۶ لدھا

۱ جودھ
۲ سردول سنگھ (وفات ۱۷۵۳ء)
۳ بھومیان سنگھ (وفات ۱۷۸۲ء)
۴ لال سنگھ (وفات ۱۷۴۸ء)

۱ ہمت سنگھ (وفات ۱۷۷۴ء)
۲ راجہ امر سنگھ (وفات ۱۸۱۰ء)

۱ بُدھ سنگھ
۲ راجہ صاحب سنگھ (وفات ۱۸۱۳ء)

۱ مہاراجہ کرم سنگھ (وفات ۱۸۴۸ء)
۲ جیت سنگھ

۱ مہاراجہ سر نرندر سنگھ کے سی ایس آئی (وفات ۱۸۶۲ء)
۲ دیپ سنگھ (وفات ۱۸۶۴ء)

۱ مہاراجہ سر مہندر سنگھ جی سی ایس آئی (وفات ۱۸۷۶ء)

۱ مہاراجہ سر راجندر سنگھ جی سی آئی ایس آئی (وفات ۱۹۰۰ء)
۲ کنور سر رنبیر سنگھ کے سی ایس آئی (ولادت ۱۸۵۱ء)

ہز ہائینس مہاراجہ بھوپندر سنگھ
(ولادت ۱۹۰۰ء)

Marfat.com

ریاست پٹیالہ کا رقبہ			۵۴۱۲ مربع میل
〃 〃 کی آبادی			۱۵۶۶۶۹۲
〃 〃 کا مالیہ			۸۲۶۵۱۰۱ روپیہ
ریاست پٹیالہ کی افواج	امپیریل سروس	رسالہ	۶۰۲ جوان
		پلٹن	۱۲۰۴ 〃
	مقامی افواج	رسالہ	۴۳۴ 〃
		پلٹن	۱۲۰۴ 〃
		توپخانہ	۱۲۷ 〃
		توپیں	۱۱۰ عدد

یہ خاندان ۱۷۵۲ء سے دریائے ستلج کے جنوبی علاقہ میں حکمران چلا آتا ہے سردار آلا سنگھ صاحب نے جو بعد میں راجہ کے خطاب سے مخاطب ہوئے موجودہ دارالحکومت (پٹیالہ) آباد کیا۔ راجہ آلا سنگھ صاحب سدھو جاٹ سکھ اور راماں کے دوسرے بیٹے پھول کی اولاد سے تھے۔ پٹیالہ۔ جیند۔ اور نابھہ کے والیان ریاست اور سرداران لودھ گڑھیہ۔ ملوٗدھ۔ جیندان اور بھدوڑ ان سب کا مورث اعلےٰ یہی پھول ہے۔ پھول بریام کی اولاد میں تھا جسے شہنشاہ بابر نے ۱۵۲۶ء میں دہلی کے شمال مغربی علاقہ کی چودھرایت یا مالیہ کی تحصیل و پذیرہ کا عہدہ عطا کیا تھا اور پھول بھی شہنشاہ شاہجہاں* کے عہد حکومت میں اسی عہدے پر مامور رہا۔ پھول کا شجرۂ نسب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرید کوٹ۔ اٹاری۔ کیتھل۔ جھونبہ۔ سیدھووال اور

* انگریزی کتاب میں یہ نام یا اس سے پہلا شہنشاہ بابر کا نام غلط معلوم ہوتا ہے (مترجم)

Marfat.com

ارنؤلی کے خانوادے سب اِسی کے ایک بزرگ سدھو نامی کی اولاد سے چلے ہیں اور یہ سِدّھو جیسلمیر کے حکمران راجپوت خاندان کا ایک رکن تھا۔ اس انکشاف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سِدّھو کی اولاد تمام مشرقی پنجاب میں پھیلی ہوئی ہے اور ضلع شملہ کے پہاڑی رؤسا کے سوا دریاے ستلج کے جنوب اور مشرقی خِطّوں میں صوبہ پنجاب کے جتنے رئیس پائے جاتے ہیں سدھو کی اولاد ان سب سے زیادہ عالی نسب اور قدیمی رئیس چلی آتی ہے ٭

پھُول کے پوتے سردار آلا سنگھ صاحب احمد شاہ ابدالی والیٔ افغانستان کے ہمعصر تھے۔ یہ سکھوں کے اس جتھے میں شامل ہوئے جس کا مُدّعا مسلمانوں کی نئی حکومت (یعنی سلطنت احمد شاہی) کو پائمال اور برباد کرنے کا تھا مگر احمد شاہ نے رئیسان نابھہ سنگھ پوریہ اور اہلو والیہ اور دیگر سکھ سرداروں کے ضمن میں پھول کو بھی سخت شکست دی۔ یہ فیصلہ کن لڑائی ۱۷۶۲ء میں برنالہ کے مقام پر ہوئی تھی جو اس زمانے میں ریاست پٹیالہ کا بڑا قصبہ تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس معرکہ میں سکھوں کے ۲۰۰۰۰ جوان کام آئے۔ احمد شاہ نے فتح پاکر قصبہ برنالہ کو لوٹ لیا اور آلا سنگھ مقیّد ہو کر شاہ مذکور کے حضور میں پیش کئے گئے۔ احمد شاہ نے آلا سنگھ سے چار لاکھ روپیہ نقد بطور تاوان جنگ لیکر انہیں آزادی دے دی۔ شانِ الٰہی دیکھئے کہ برنالہ کی مذکورہ بالا تباہی سری آلا سنگھ کی آیندہ بہتری اور روز افزوں ترقی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ احمد شاہ کا یہ ارادہ نہ تھا کہ سکھوں کی بربادی کو درجۂ غایت تک پہنچائے اس لئے شاہ موصوف نے مفتوح و محکوم سکھوں کو خوش کرنے کی غرض سے

Marfat.com

آلا سنگھ جی کو خلعتِ فاخرہ اور راجہ کا خطاب مرحمت فرمایا اور ان کے وطن کے گرد و نواح کے تمام مواضعات پر ان کو رئیس مقرّر کر گیا۔ احمد شاہ کے کابل واپس چلے جانے کے بعد سکھوں نے پھر اُس کے خلاف جتھا کیا اور قصبہ سرہند پر حملہ کر کے وہاں کے احمد شاہی ناظم کو مار ڈالا اور شاہی افواج سے ایک خونریز لڑائی کر کے قصبہ سرہند پر بزورِ شمشیر قبضہ کر لیا۔ اس لڑائی میں سب سے بڑھکر دادِ شجاعت آلا سنگھ جی نے دی جنکی وجہ سے مفتوحہ قصبہ سرہند اور اُس کے گرد و نواح کے مواضعات ان کے حصّے میں آئے۔ سرہند لڑائی میں بالکل تباہ ہو گیا تھا اور چونکہ سکھ اس مقام کو بدیں وجہ منحوس خیال کرتے تھے کہ سری گورو گوبند سنگھ جی کے دو لڑکے وہاں قتل کئے گئے تھے اس لئے سری راجہ آلا سنگھ نے اس کو از سرِ نو تعمیر اور آباد کرانے کی کوئی کوشش نہیں کی بلکہ یہاں کے بہت سے باشندوں کو پٹیالہ کے نئے قصبہ میں لے گئے اور اب انہوں نے پٹیالہ میں ایک مستحکم اور پختہ قلعہ بھی تعمیر کرا لیا۔

سری راجہ آلا سنگھ کے بعد ان کا پوتے سری امر سنگھ اپنے دادا کی جگہ راج کی گدّی پر بیٹھے اور ان کو احمد شاہی دربار سے "راجہ راجگان بہادر" کا خطاب عطا ہوا۔ راجہ امر سنگھ نے اپنے عہد میں ریاست پٹیالہ کو دوآبۂ دریائے جمنا اور ستلج کی تمام دیگر ریاستوں سے زیادہ وسیع اور زبردست بنا لیا تھا ان کی وفات کے بعد ریاست کا انتظام اس قدر درہم برہم ہو گیا کہ ۱۸۱۲ء میں سرکار انگریزی کو ریاست پٹیالہ کے معاملات میں حاکمانہ دخل دینے کی ضرورت آپڑی۔ متوفی راجہ امر سنگھ صاحب کے جانشین سری راجہ صاحب سنگھ ہوئے۔ یہ کچھ کمزور اور ناتوان

Marfat.com

جسم و دماغ کے آدمی تھے مگر ان کے مختصر ایام زندگی اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے کی نابالغی کے زمانے میں ان کی نہایت ذہین اور قابل و عقیل رانی آس کور بڑی قابلیت اور دانشمندی سے ریاست کا انتظام کرتی رہیں۔ سنہ ۱۸۱۰ء میں جرنیل اخترونی صاحب بہادر کی سفارش سے شہنشاہِ اکبر ثانی فرمانروائے دہلی نے رئیس پٹیالہ کو مہاراجہ کا خطاب دیا۔ بعد ازاں سنہ ۱۸۱۴ء میں گورکھوں کی لڑائی کے موقع پر مہاراجہ کرم سنگھ صاحب نے سرکار انگریزی کی عمدہ خدمات انجام دیں جن کے صلہ میں مہاراجہ موصوف کو کیونتھل اور بگھاٹ کی دو پہاڑی ریاستوں میں سے ۳۵۰۰۰ روپیہ مالیہ کے حصص ۲۸۰۰۰۰ روپیہ نقد بطور نذرانہ کی ادائگی پر عطا کئے گئے۔ جب سنہ ۱۸۳۰ء میں کوہ شملہ کی موجودہ بستی ترتیب دی جارہی تھی اُس وقت سرکاری اور مہاراجہ کے علاقہ جات کی ایک چھوٹے سے پیمانے پر دوبارہ حد بندی ہوئی اور مہاراجہ کو کوہِ جاکو کی تلیٹھی کی کچھ افتادہ زمین کے بالعوض سرکاری پرگنہ بڑوٹی کے جو سباتھو کے قریب ہے تین واضلات مل گئے پھر سکھوں کی پہلی لڑائی میں مہاراجہ نرندر سنگھ جی نے سرکار انگریزی کی امداد کی جس کے صلے میں اُن کو ریاست نابھہ کے اُس علاقہ کا ایک حصّہ عطا ہوا جس کو سرکار نے ضبط کر لیا تھا۔ سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد مہاراجہ صاحب کو (ایام غدر کی) بیش بہا خدمات کے صلہ میں نواب جھجھر کی ضبط شدہ ریاست کے حصّہ تارنول میں جس کے مالیہ کی جمع دو لاکھ روپیہ تھی شاہی حقوق اس شرط پر دئے گئے کہ وہ کسی عام خطرہ یا ملکی بدامنی کے موقع پر سرکار کو فوجی امداد دیا کریں۔ نیز یہ اجازت ہوگئی کہ اس قرضہ کی بیباقی میں جو اُنہوں نے ایام غدر میں سرکار انگریزی کو دیا تھا جھجھر کا

Marfat.com

پرگنہ کنوڈ اور تعلقۂ کھمانوں خرید کرلیں جن پر ان کے شاہی حقوق نسلاً بعد نسلٍ جاری رہینگے۔ علاوہ ازیں مہاراجہ کو بھدوڑ کے علاقہ پر اختیارات حکمرانی عطا کئے گئے۔ اس علاقہ کی لاوارث اور ضبط شدہ جائدادوں کا حق بازیافت بھی انہیں دیا گیا اور ۵۲۶۵ روپیہ کی وہ رقم جو اس سے پہلے سرداران بھدوڑ سرکار انگریزی کو ادا کیا کرتے تھے اب مہاراجہ موصوف کو ملنے کی منظوری دی گئی ؛

سری مہاراجہ نرندر سنگھ کو ۱۸۶۱ء میں کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا معزز خطاب عطا ہوا اور یہ ۱۸۶۲ء میں سترہ سال حکومت کرنے کے بعد ۳۹ سال کی جوان عمر میں راہیٔ ملکِ بقا ہوگئے۔ ان کی جگہ سری مہاراجہ مہندر سنگھ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی مسند نشین ریاست ہوئے جنہوں نے چودہ سال تک حکومت کی اور اس مدت کے پہلے آٹھ سال میں جبکہ وہ نابالغ تھے ریاست کا انتظام کونسل آف ریجنسی کے سپرد رہا۔ سری مہاراجہ مہندر سنگھ کے عہد کا سب سے بڑا اور قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ دریائے ستلج سے نہر سرہند کے جاری کرنے کی تجویز منظور ہوئی تاکہ اس سے پنجاب کا بہت سا جنوبی حصہ آبپاش ہو سکے۔ یہ نہر مقام روپڑ سے نکالی گئی ہے جو ضلع انبالہ کے شمال میں واقع ہے اور جس رقبہ اراضی کی اس سے آبپاشی ہوتی ہے اس میں ریاستہائے پٹیالہ۔ جیند اور نابھہ کا بہت سا حصہ اور سرکاری اضلاع لدھیانہ اور فیروزپور شامل ہیں۔ اس نہر کی باضابطہ رسم افتتاح حضور وائسرائے کشور ہند بالقابہ نے ۱۸۸۲ء میں ادا کی اور اب اس سے ۸۰۰۰ مربع میل رقبہ کی آبپاشی ہوتی

Marfat.com

ہے۔ ریاست پٹیالہ نے اس نہر سے اپنے فائدہ اُٹھانے کا اندازہ کرکے ۱۹۰۱ء کے اخیر تک اس کی تیاری کے اخراجات میں ایک کروڑ پندرہ لاکھ روپیہ دیا۔ سرکار انگریزی نے اس کے کل خرچ کا ۲/۳ حصہ ادا کیا اور باقی ۱/۳ حصۂ خرچ ریاستہائے پٹیالہ جیند اور نابھہ نے بحصۂ رسدی ادا کیا۔ سری مہاراجہ مہندر سنگھ نے ملک کی ترقی اور بہبودی کے کاموں میں جو فیاضی ظاہر کی اُس کی وجہ سے ان کا نام عرصۂ دراز تک یادگار رہیگا۔ اُنہوں نے یونیورسٹی کالج لاہور کو ستّر ہزار روپیہ کا بیش بہا چندہ دیا اور ۱۸۷۳ء میں دس لاکھ روپیہ قحط ازدگان بنگال کے لئے گورنمنٹ کو تفویض کیا۔ پھر ۱۸۷۵ء میں ہز ایکسلنسی ارل نارتھ بروک بالقابہ وائسرائے و گورنر جنرل کشور ہندوستان ریاست پٹیالہ میں تشریف لائے اور ان کے دست مبارک سے مہاراجہ صاحب نے اس عظیم الشان مہندر کالج کا بنیادی پتھر رکھوایا جو باشندگان ریاست کے لئے اعلےٰ تعلیم کا صاف و شیریں سرچشمہ ہے اور اُن کی تعلیمی ترقی کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ مہاراجہ مہندر سنگھ نے ۱۸۷۶ء میں اچانک انتقال کیا اور ان کی جگہ مہاراجہ **راجندر سنگھ** (ولادت ۱۸۷۲ء) تخت نشین ہوئے۔ سری مہاراجہ راجندر سنگھ کے ایّام نابالغی میں ریاست کا انتظام تین اہلکاروں کی کونسل انجام دیتی رہی جس کا پریزیڈنٹ مرحوم سردار سردیوا سنگھ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی تھا۔ اس کونسل کے زمانے میں ریاست کی آمدنی بڑی احتیاط سے خرچ کی گئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۹۰ء میں کونسل کے انتظام کا عہد ختم اور مہاراجہ کے با اختیار ہونے پر ریاست کے خزانے میں ایک بہت بڑی رقم جمع تھی۔

Marfat.com

اس رقم سے نہر سرہند کے اخراجات اور راجپورہ اور پٹیالہ کے مابین بڑی پٹڑی کی ریلوے لائن بنانے کے مصارف ادا کئے گئے۔ اس لائن کو بڑھا کر بمقام بھٹنڈہ راجپوتانہ اور فیروزپور کی لائن کے ساتھ ملا دینے کا کام ۱۸۸۹ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ٭

ریاست پٹیالہ نے ۱۱۰۰ مسلح آدمیوں کا ایک کنٹنجنٹ ۱۸۷۹ء کی جنگ کابل کے موقع پر گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس فوجی دستہ کو جنگ مذکور میں سرحد کے اُس پار خدمات ادا کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا چنانچہ اس کا تعیّن وادیٔ کُرم میں ہوا اور یہ تھل اور پیواڑ کے درمیان حفاظت راہ اور آمد و رفت کا سلسلہ جاری رکھنے کے فرائض ادا کرتا رہا۔ ریاست پٹیالہ کے تمام فوجی جوان نہایت اعلےٰ درجہ کے سپاہی ثابت ہوئے۔ انہوں نے اپنے وطن سے دور دراز مقام پر جنگجو دشمنوں کے بالمقابل بڑی بے نظیر کارروائی کی اور ان کی دلیرانہ قیمتی خدمات کے صلے میں ان کے سردار دیوا سنگھ کو کے۔ سی۔ آئیں۔ آئی کا خطاب عطا ہوا۔ بخشی گنڈا سنگھ کو بھی جو اس کنٹنجنٹ کا افسر تھا سی۔ آئیں۔ آئی کا خطاب ملا اور ریاست کی ان خدمات کے لحاظ سے مہاراجہ صاحب کو دربار وں میں نذر پیش کرنے سے مستثنےٰ کر دیا گیا ٭

پھر ۱۸۸۷ء کے اخیر میں نابالغ مہاراجہ کی طرف سے انکی کونسل آف ریجنسی نے کمال نمکحلالی کا اظہار کیا اور گورنمنٹ سے عرض کی کہ اگر شمال مغربی سرحد ہند پر کوئی جنگ چھڑے تو ریاست کا تمام مال و متاع سرکار انگریزی کے لئے حاضر ہے اور اُس کو اس بات کا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اسے خرچ کرے۔ ریاست کے اس فیاضانہ پیش کش نے بعد میں عملی صورت

Marfat.com

اختیار کرلی اور ریاست و گورنمنٹ عالیہ کے مابین یہ قرارداد ہوگئی کہ ریاست ۶۰۰ سواروں اور ۱۰۰۰ پیادوں کی ایک عمدہ قواعد داں فوج سرکاری فوج کے پہلو بہ پہلو لڑنے کے لئے تیار رکھے اور یہ سپاہ ہر وقت جملہ سامان حرب وضرب سے آراستہ رہے تاکہ حکم پاتے ہی فی الفور میدان جنگ میں نکلنے کے لئے مستعد ہو جائے۔ جس وقت ریاست پٹیالہ کے ساتھ سرکار عالیہ کی یہ قرارداد ہوئی ہے انہی ایام میں پنجاب کی دیگر بڑی بڑی ریاستوں نے بھی سرکار انگریزی کی خدمت میں اسی قسم کی درخواستیں بھیجیں اور گورنمنٹ علیہ نے اُن کی معروضات کو شرف منظوری بخشا۔ اور ہز ایکسلنسی نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند بالقابہ نے اپنے نومبر ۱۸۸۸ء کے دربار منعقدۂ دارالریاست پٹیالہ میں ان سب ریاستوں کا شکریہ ادا کیا۔

نومبر ۱۸۸۸ء میں مہاراجہ سر راجندر سنگھ بہادر بالقابہ کی شادی بڑی شان وشوکت سے سردار کشن سنگھ رئیس پٹیالہ کی دختر فرخندہ اختر کے ساتھ ہوئی۔ اس شادی کے جشن میں ہز ایکسلنسی مارکوئس آف ڈفرن گورنر جنرل کشور ہند اور حضور ممدوح کی لیڈی صاحبہ اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب نے شریک ہو کر عزت بخشی۔ اور بہت سے سرکاری افسر اور مہاراجہ صاحب کے دوست اور رشتہ دار بھی شامل ہوئے۔ موجودہ والیٔ ریاست سری مہاراجہ **بھوپندر سنگھ** بہادر ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے اور نومبر ۱۹۰۰ء میں اپنے والد ماجد مہاراجہ سر راجندر سنگھ جی سی ایس آئی کے سرگباش ہونے پر مسند آرائے ریاست وحکومت ہوئے۔ مہاراجہ سر راجندر سنگھ نے صرف اٹھائیس سال کی عمر یعنی عین بھری جوانی میں اس جہان فانی سے عالم جاودانی

Marfat.com

کی طرف کوچ کیا۔ یہ سلطنت انگلشیہ کے ایک نمکحلال رئیس تھے۔ قدرت نے ان کی ذات میں بہت سی صفات حسنہ ودیعت کی تھیں مگر یہ افسوس ہے کہ ان کے عہد حکومت میں ریاست کا خزانہ اور انتظام ملک درہم برہم ہوگیا تھا اور اب اُن خرابیوں کی پھر آہستہ آہستہ اصلاح ہو رہی ہے۔ سری مہاراجہ بھوپندر سنگھ بہادر ایچیسن کالج لاہور کے تعلیم یافتہ ہیں۔ ان کی نابالغی کے زمانے میں ریاست کا انتظام کونسل آف ریجنسی کے ہاتھ میں رہا جس کے تین ممبر تھے اور کونسل کا پریزیڈنٹ مرحوم سردار گوربخش سنگھ سی۔ ایس۔ آئی تھا۔ نوجوان مہاراجہ صاحب کی شادی ۱۹۰۸ء میں سردار بہادر سردار گرنام سنگھ رئیس سنگرور وکمانڈر ان چیف افواج ریاست جیند کی مبارک اختر دختر کے ساتھ ہوئی۔

سری مہاراجہ سر راجندر سنگھ سرگباشی کے بھائی اور موجودہ مہاراجہ صاحب کے چچا کنور رنبیر سنگھ صاحب کی شادی ۱۸۸۹ء میں ہوئی۔ ان کی رانی سردار لہنا سنگھ رئیس کرن گڑھ واقع ریاست پٹیالہ کی دختر ہیں۔ کنور صاحب کو بتاریخ یکم جنوری ۱۹۰۳ء کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب بصلۂ خدمات ریاست پٹیالہ عطا ہوا پھر اسی سال ماہ نومبر میں انہیں پراونشل لیجسلیٹو کونسل کا اور جنوری ۱۹۱۰ء میں امپیریل لیجسلیٹو کونسل کا ممبر مقرر کیا گیا۔

پنجاب کی تمام دیسی ریاستوں کی فہرست مدارج میں مہاراجہ صاحب پٹیالہ کا درجہ سب سے اول ہے آپ کی سلامی سترہ ضرب توپ سے ہوتی ہے اور آپ کو ہز ایکسلنسی وائسرائے بالقابہ سے ملاقات اور ملاقات بازدید کا حق حاصل ہے۔ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب پٹیالہ کو نومبر ۱۹۰۵ء میں ہز رائل ہائینس شہزادہ ویلز سے ملاقات کرنے کے لئے لاہور میں مدعو کیا گیا تھا۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ریاستِ بہاولپور

ہز ہائینس نواب بہادر نواب صادق محمد خاں خامس عباسی والیٔ ریاستِ بہاولپور

نواب صادق محمد خاں اوّل
(وفات ۱۷۴۶ء)

- ۱ نواب بہاول خاں اوّل (وفات ۱۷۴۹ء)
- ۲ مبارک خاں
- ۳ فتح خاں
  - ۱ بہاول خاں ثانی (وفات ۱۸۰۹ء)
  - ۲ سردار خاں
    - ۱ واحد بخش خاں المعروف مبارک خاں (وفات ۱۸۰۹ء)
    - ۲ صادق محمد خاں ثانی (وفات ۱۸۲۵ء)
    - ۳ خدا یار خاں (وفات ۱۸۱۱ء)
    - ۴ نصیر خاں
    - ۵ فیض محمد خاں
    - ۶ قادر بخش خاں
    - ۷ حاجی خاں (وفات ۱۸۱۱ء)
  - ۱ بہاول خاں ثالث (وفات ۱۸۵۲ء)
  - ۲ عظیم یار خاں
  - ۳ جعفر خاں
  - ۱ خاں محمد خاں
  - ۲ الہ داد خاں
  - ۱ نصرت خاں
  - ۲ محمد خاں
    - ۱ ایسب خاں
    - ۲ داؤد خاں
    - ۱ حمید خاں
    - ۲ نہال خاں
    - ۳ امیر خاں
    - ۱ نصیر خاں
    - ۲ قادر بخش خاں
    - ۳ اللہ سایا خاں
    - ۴ غلام محمد خاں
    - ۱ چنی محمد خاں
    - ۲ بھالے خاں
    - ۱ جندو ڈا خاں
    - ۲ محمد خاں
    - ۳ اللہ دتا خاں
    - ۱ سردار خاں
    - ۱ سرفراز خاں
    - ۲ قادر یار خاں
    - ۱ حاجی خاں المعروف فتح خاں
    - ۲ محمد خاں
    - ۳ صادق محمد خاں ثالث (وفات ۱۸۶۱ء)
    - ۴ مبارک خاں (وفات ۱۸۶۳ء)
    - ۵ گل محمد خاں (وفات ۱۸۶۳ء)
    - ۶ عبداللہ خاں (وفات ۱۸۶۳ء)
    - ۱ اللہ بچایا خاں
    - ۲ محمد بخش خاں
    - ۳ کریم بخش خاں
    - ۱ بہاول خاں رابع (وفات ۱۸۶۶ء)
    - ۲ محبت خاں
    - ۱ احمد خاں
      - محمد حیات خاں
    - ۱ محمد معروف خاں
    - ۲ محمد خاں
    - ۱ نواب صادق محمد خاں رابع (وفات ۱۸۹۹ء)
    - ۲ فتح خاں (متوفی)
    - ۱ واحد بخش خاں (متوفی)
    - ۲ سکندر خاں
    - ۳ احمد یار خاں
    - ۴ محمد یار خاں
    - ۱ غلام بہاؤالدین خاں
    - ۲ فیض محمد خاں
    - ۳ اللہ ولایا خاں
    - ۴ حمید یار خاں
    - ۵ دلاور خاں
    - ۶ یار محمد خاں
    - ۱ محمد بہاول خاں خامس (وفات ۱۹۰۷ء)
    - ۲ حاجی خاں (ولادت ۱۸۹۳ء)

ہز ہائینس نواب صادق محمد خاں خامس
(ولادت ۱۹۰۲ء)

Marfat.com

ریاست بہاولپور کا رقبہ	۱۷۲۸۵ مربع میل
〃 〃 آبادی	۷۲۰۸۷۷
〃 〃 مالیہ	۳۴۰۰۰۰۰ روپیہ

ریاست بہاولپور پنجاب کے جنوب مغرب اور سندھ کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ اس کے شمال کی طرف دریائے ستلج۔ مغرب کی طرف دریائے سندھ اور جنوب کی طرف ریاست ہائے بیکانیر۔ جیسلمیر اور صوبۂ سندھ ہیں۔ اس ریاست کا انتہائی طول تقریباً ۲۰۰ میل اور عرض تقریباً پچاس میل ہے۔

اس ریاست میں داؤپوترے قبیلہ کے آدمی بہت مقتدر ہیں اور ریاست کا حکمران خاندان بھی اسی قبیلہ کا ایک بطن ہے۔ داؤپوتروں کا دعوےٰ ہے کہ یہ پیغمبر خدا صلعم کے عم معظم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ موجودہ نوّاب حضرت عباسؓ سے ساٹھویں پشت میں ہے۔ روایت ہے کہ بغداد کے آخری عباسی خلیفہ المسلمین کی وفات کے بعد حضرت عباس کی اولاد نے سرزمین عراق سے ہجرت کی اور خراسان اور مکران کے راستے سے روڑی بھکر واقع سندھ میں آگئی۔ قدیم تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ روڑی بھکر میں آکر آباد ہوئے۔ اور نہایت مرفہ الحال زندگی بسر کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے قطعات اراضی کو آبپاش اور زرخیز بنانے کے لئے دریائے سندھ سے نہریں نکال لی تھیں۔ امیر چنّی خاں حضرت عباسؓ سے چھتیسویں پشت میں ہوا ہے۔ اس کے

Marfat.com

دو لڑکے داؤد خاں اور مہدی خاں نامی تھے۔ داؤد خاں کی اولاد عباسی داد پوترے کہلائی اور انہوں نے ریاست بہاولپور کی بُنیاد ڈالی، اور مہدی خاں کا بیٹا کلہوڑہ سندھ کے حکمراں خاندان کلہوڑہ کا بانی ہوا۔ ۱۷۳۹ء میں شہنشاہ نادرشاہ نے صادق محمد خاں صاحب اوّل کو نواب کا خطاب عطا کیا اور خطاب کے علاوہ بہت سا علاقہ بھی دیا جو اب تک ریاست بہاولپور میں شامل ہے۔ لیکن یہ ریاست ابتدائی کئی سال تک صرف چند چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا ایک مجموعہ رہی جن کے ہر ایک حکمران کو انتظامی اختیارات اور مالکانہ حقوق حاصل تھے۔ اور وہ محض برائے نام نوّاب کو اپنا بالادست حاکم تسلیم کرتے تھے۔ نواب صادق محمد خاں صاحب اوّل کے پوتے نواب بہاول خاں صاحب ثانی پہلے حکمران تھے جنہوں نے سارے چھوٹے چھوٹے داد پوترے رئیسوں کو اپنے حلقۂ اطاعت میں داخل کرکے متحدہ ریاست قائم کی ÷

باوجودیکہ ۱۷۸۸ء میں کابل کا دُرّانی بادشاہ تیمور شاہ بہاول خاں صاحب کی اولوالعزمانہ جدوجہد کے راستہ میں سخت رکاوٹ ثابت ہوا اور کچھ مدت تک تیمور شاہ کی فوج بہاولپور پر قابض بھی رہی پھر بھی بہاول خاں صاحب اپنی طاقت کو بتدریج مستحکم کرنے میں کامیاب ہوتے گئے اور ملتان اور دیگر قرب وجوار کے اضلاع کے حصص پر کئی سال تک ان کے شاہانہ حقوق تسلیم ہوتے رہے۔ ۱۸۰۲ء میں شاہ محمود والیِ کابل کی اجازت سے انہوں نے بہاولپور میں ایک ٹکسال کھولی اور ریاست کے نام کا سکہ مضروب کیا۔ لیکن ان کے جانشین کے زمانے میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بڑھتی ہوئی طاقت کے سامنے ریاست کی

Marfat.com

طاقت میں آہستہ آہستہ زوال آتا گیا اور اس کا بہت سا علاقہ نکل جانے کی وجہ سے ریاست کے مقبوضات کے حدود کم ہو گئے۔ جب ۱۸۲۵ء میں نواب بہاول خاں صاحب ثالث مسند نشین ریاست ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ اگر اپنے علاقے کو سکھوں کے ہاتھ سے بچانے کی کوئی تدبیر ہے تو وہ سرکار انگریزی کے ساتھ رابطۂ اتحاد قائم کرنے کی صورت ہے چنانچہ انہوں نے ۱۸۳۳ء میں سرکار انگریزی سے ایک عہدنامہ کر لیا جس کے رو سے نوّاب صاحب کی خود مختاری تسلیم کی گئی اور اُن کی ریاست محفوظ ہو کر اُس حشر سے بچ گئی جو ملتان اور مغربی پنجاب کی دوسری مسلمان ریاستوں کا ہوا ۱۸۳۹ء میں نواب بہاول خاں صاحب ثالث نے بڑی وفاداری سے اُس انگریزی سپاہ کو مدد دی جو کہ افغانستان پر قابض تھی اور یوں کسی قدر اُس بار احسان سے بھی سبکدوش بنے جو سرکار انگریزی نے ان کی ریاست کو سکھوں سے محفوظ کر کے ان پر کیا تھا +

نوّاب صاحب کو اس وفادارانہ خدمت کے صلے میں سبذلکوٹ اور بھنگ بار اکے اضلاع بھی عطا ہوئے۔ پھر اسی سال نوّاب موصوف ایک اور نیا معاہدہ اطاعت کر کے سرکار انگریزی کے سایۂ حفاظت و حمایت میں آ گئے اور ایک خود مختار والیٔ ملک تسلیم ہوئے۔ ۱۸۴۸ء میں ملتان کی بغاوت ہوئی اور یہی بغاوت بعد میں سکھوں کی دوسری لڑائی کا باعث بنی۔ نوّاب بہاول خاں صاحب ثالث نے اس بغاوت کے موقع پر بھی سرکار انگریزی کی امداد کی انکی فوج ایڈورڈز صاحب بہادر کے ماتحت بے قاعدہ فوج کے پہلو بہ پہلو جنگ میں شریک رہی۔

Marfat.com

اس متحدہ سپاہ نے دیوان مولراج کی فوجوں کو شکست دیکر باغیوں کو شہر ملتان کی دیوار فصیل کے اندر کر دیا اور شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور جب تک معقول انگریزی فوج جنرل وہش صاحب بہادر کے ماتحت نہ آپہنچی سرکشوں کو محصور رہنے پر مجبور رکھا۔ ان نمایاں خدمات کے صلہ میں نواب صاحب موصوف کو ۱۰۰۰۰۰ روپیہ کی حین حیات پنشن عطا ہوئی اور علاوہ ازیں ان کی افواج کو بھی اُن کی خدمات کے صلے میں ۸۰۰۰۰۰ روپیہ نقد مرحمت کیا گیا +

سنہ ۱۸۵۱ء میں نواب بہاول خاں صاحب ثالث نے اپنے بڑے بیٹے فتح یار خاں صاحب کی بجائے دوسرے لڑکے سعادت یار خاں صاحب کو ولیعہد ریاست مقرر کرنا چاہا۔ گورنمنٹ نے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور فیصلہ کر دیا کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کا اختیار خود نواب صاحب کے ہاتھ میں ہے اور اس میں کسی کو دخل دینے کی ضرورت نہیں غرض کہ سعادت یار خاں ولیعہد بنا دئے گئے اور ۱۸۵۲ء میں وہ مسند ریاست پر متمکن اور مرحوم نواب صاحب کے جانشین ہوئے لیکن چھوٹے چھوٹے ماتحت دادپوتے رئیس نواب مغفور کے بڑے بیٹے فتح خاں صاحب کے زبردست مددگار رہتے۔ اُنہوں نے تھوڑے ہی عرصہ بعد سعادت یار خاں کو حکومت سے بے دخل کر دیا۔ سعادت یار خاں صاحب نے حضور گورنر جنرل بہادر کے پاس فریاد کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ گورنر جنرل بہادر نے ان کو اطلاع دی کہ گورنمنٹ انگریزی کا فرض صرف یہ ہے کہ وہ اصلی نواب کو بیرونی دشمنوں کے ضرر سے بچائے۔ اس جواب کے بعد فتح خاں صاحب باقاعدہ طور سے نواب تسلیم کر لئے گئے اور انکے

Marfat.com

معزول بھائی سعادت یار خاں صاحب کو انگریزی علاقے میں پناہ دی گئی۔ سعادت یار خاں صاحب کے گزارے کے لئے ریاست سے ۱۹۲۰۰ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوگیا اور اُنہوں نے یہ اقرار کیا کہ اب انہیں اور ان کی اولاد کو ہمیشہ کے لئے بہاولپور کی مسند امارت پر کوئی حق نہیں رہ گیا ہے۔ لیکن معزول نواب صاحب نے بہت جلد یعنی اُسی سال میں سازشی دادپوتروں کی امداد سے اس اقرار کو بالکل توڑ دیا۔ ان سازشی سرداروں کو خیال تھا کہ انہوں نے جس آسانی سے پچھلا انقلاب پیدا کر لیا تھا ویسے ہی یہ اَور انقلابات بھی کر سکتے ہیں اور اُن کو اُمید تھی کہ وہ اس طرح پر لگاتار معاملات ریاست اور حاکم گردی میں دخل دیکر حکمران خاندان کی طاقت کو گھٹاتے اور اپنی طاقت بڑھاتے چلے جائینگے۔ اس موقع پر اُن سے سرکار انگریزی کی طاقت کا ٹھیک طور پر اندازہ کرنے میں غلطی ہوئی۔ اور وہ اپنے بے جا ارادہ میں مُنہ کی کھا کر ناکام رہے۔ گورنمنٹ عالیہ نے سعادت یار خاں کو اس سازش کی اطلاع پاتے ہی فوراً لاہور کے قلعہ میں قید اور اُن کا نصف وظیفہ بند کر دیا اور شرط لگا دی کہ جب تک وہ اپنے آپ کو پھر نیک روش بنا کر اس وظیفہ کو لینے کے لائق ثابت نہ کریں یہ آدھا وظیفہ برابر بند رہیگا۔ سعادت یار خاں ۱۸۶۱ء میں لاولد فوت ہو گئے۔

۱۸۶۳ء میں دادپوتروں نے نواب بہاول خاں صاحب رابع کے برخلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔ اگرچہ اُس وقت یہ آتش بغاوت فوراً فرو کر دی گئی لیکن ۱۸۶۵ء کے موسم خزاں اور اس کے دوسرے

Marfat.com

سال ماہ مارچ میں پھر کچھ کچھ ناکام سی چمک اور بھڑک دکھا کر دونوں مرتبہ آپ نامرادی سے بجھا دی گئی۔ نواب صاحب آخری مرتبہ کی بغاوت فرو کرنے کے بعد ہی کچھ ایسے اچانک طریقہ سے فوت ہو گئے کہ ان کی موت کے متعلق دغابازی کا شبہ کیا جاتا ہے۔ پھر چونکہ نواب صاحب کی وفات کے بعد اور بھی کئی بلوے اور ہنگامے برپا ہوئے اس لئے آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ نابالغ نواب صادق محمد خاں صاحب اپنی والدہ ماجدہ کی نگرانی میں رہیں اور ان کے زمانۂ نابالغی میں ریاست کا انتظام سرکار انگریزی کو تفویض کر دیا جاوے۔ فی الواقع فتنہ انگیز سرداروں کو فساد سے باز رکھنے کا اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہ تھا کیونکہ انہوں نے اس بات کو دل میں ٹھان لیا تھا کہ ان کے ذاتی اغراض صرف حکمران خاندان کو تباہ کرنے ہی سے پورے ہونگے اور وہ اسی امر کے درپے تھے*

چنانچہ ۱۸۶۶ء میں صاحب کمشنر بہادر ملتان نے ریاست کا انتظام اپنے قبضۂ اقتدار میں لیا اور اس کے تھوڑی ہی مدت بعد ایک باقاعدہ پولیٹکل ایجنٹ مقرر ہو گیا جس کو پنجاب گورنمنٹ کی عام نگرانی میں ریاست کا انتظام اور اس میں اصلاحیں کرنے کے پورے اختیارات سپرد ہوئے۔ افسر مذکور کو ہدایت ہوئی کہ وہ اصولاً جہاں تک ممکن ہو خاص ریاست ہی کے ملازموں اور باشندوں کی وساطت سے حکومت اور نظم و نسق کرے اور معاملات ملکداری کو اس طرح پر ترتیب دے کہ جب نواب صاحب اٹھارہ سال کے سن کو پہنچ کر ریاست کی عنان انتظام سنبھالیں تو اس وقت کاروبار حکومت کی ایسی حالت ہو کہ نواب صاحب خود اپنے ہی کارپرداز آدمیوں کے ہاتھ سے

Marfat.com

تمام امور عمدہ اور مکمّل رکھ سکیں۔ کرنیل سنچن صاحب بہادر نے ۱۸۶۷ء میں پولیٹکل ایجنٹ کے فرائض اپنے ذمّے لئے۔ اُس وقت ریاست کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ کہتے ہیں کہ اُس وقت ملک میں صرف دو آدمی بارسوخ اور صاحب وقعت تھے۔ دوسرے یا تو قتل ہو چکے تھے یا جلاوطنی کی حالت میں فوت ہو گئے تھے اُن کی جاگیریں ضبط ہو گئی تھیں اور انکے خاندان کے افراد سخت افلاس کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ریاست میں کوئی اس قسم کا انتظامی عملہ نہ تھا جس کو ایگزکٹیو سٹاف کہا جا سکتا ہے اور نہ ایسے اہلکار موجود تھے جن کو ذمّہ واری کے عہدے دئے جاتے خزانہ خالی تھا۔ تمام درجوں کے ملازموں کی تنخواہیں چڑھی ہوئی تھیں۔ فوج فاقہ مست اور بغاوت پر آمادہ تھی۔ نہریں بُری حالت میں شکستہ اور فرسودہ پڑی تھیں اور زمینوں کے مالک زمینیں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور قرب وجوار کے اضلاع میں کسان گزار مزارعوں کی حیثیت سے کاشت کیا کرتے تھے ؂

انگریزی انتظام سے معاملات اصلاح پذیر ہوئے ہر ایک محکمہ پورے طور سے از سر نو مرتّب کیا گیا اور چند ہی سال کے عرصہ میں ریاست پھر سرسبز اور خوشحال ہو گئی۔ ماہ نومبر ۱۸۷۹ء میں نواب صاحب بالغ ہوئے اور اُسی سال جناب نوّاب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر نے انہیں باقاعدہ طور سے پورے اختیارات حکومت دیدئے۔ عمدہ انتظام سے ریاست میں جو ترقی ہوئی تھی نواب صاحب کو اختیارات دینے کے وقت ہر آنریبل نے اُس ترقی کے ذکر کا بھی موقع دیا۔ مالگزاری جو ۱۸۶۵ء میں ایک کوڑی بھی وصول نہیں ہوئی تھی باقاعدہ انتظام کے پہلے ہی سال میں

Marfat.com

۱۴ لاکھ روپیہ وصول ہوگئی اور نواب صاحب کی مسند نشینی کے وقت اسکی مقدار ۲۰ لاکھ تک پہنچ گئی۔ سڑکیں۔ پُل اور سرکاری عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ پُرانی نہروں کو درست کرکے وسعت دی گئی۔ اور نئی نہریں کھودنے کی تجویز ہوکر بنائی بھی گئیں جن کی وجہ سے اڑھائی لاکھ ایکڑ سے زیادہ رقبہ آبپاش ہونے لگا۔ وادیٔ سندھ کی ریلوے جو اب نارتھ ویسٹرن ریلوے کی ایک شاخ اور ریاست کی اراضی میں ایک سو پچاس میل تک گزرتی چلی گئی ہے بالکل گورنمنٹ ہند کے خرچ سے بنائی گئی تھی۔

باضابطہ مسند نشینی ہو چکنے کے بعد نواب صادق محمد خاں صاحب رابع اپنی ہی ریاست کے تجربہ کار اہلکاروں کی ایک کونسل کی مدد سے ریاست کا عمدہ انتظام کرتے رہے۔ افغانستان کی دوسری لڑائی کی تیاری میں ریاست بہاولپور نے بڑی سرگرمی سے حصّہ لیا اور خصوصاً اُس فوج کو بڑی مدد دی جو کہ لفٹننٹ جنرل سر ڈانلڈ سٹوارٹ بالقابہ کے ماتحت کوئٹہ میں تھی۔ بے شمار بیل اور یابو دینے کے علاوہ ریاست نے محکمہ باربرداری کو بیس ہزار اونٹ بھی دئے۔ ریاست کی فوج کے پانسو پیدل اور ایک سو سوار ڈیرہ غازی خاں میں تعینات کئے گئے اور جب کہ باقاعدہ سرکاری رجمنٹیں سرحدی چوکیوں کو خالی کر گئی تھیں ان سپاہیوں نے اُن کے استحکام میں بڑی مفید مدد کی۔ مصر اور سوڈان کی مہموں میں بھی نواب صاحب نے بڑی وفاداری سے اپنی خدمات پیش کیں اور پنجاب کے دوسرے حکمران روسا کی طرح انہوں نے بھی ایک خاص فوج اس غرض سے تیار کی کہ جب کبھی امپیریل سروس کے واسطے ضرورت ہو یہ فوج ریاست کی حدود سے باہر جاکر خدمت کرے۔ شروع

Marfat.com

میں یہ فوج صرف ۱۰۰ سوار اور ۴۰۰ پیادوں سے مرتب ہوئی تھی ۔

جب ۱۸۸۰ء میں جناب لارڈ رپن صاحب بہادر بالقابہ ریاست میں تشریف لائے تو اُس موقع پر نواب صاحب کو مذکورۂ بالا حسن خدمات کے صلہ میں جی ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی کا معزز خطاب ملا۔ نواب صادق محمد خاں صاحب رابع بیس سال حکومت کر لینے کے بعد ۱۸۹۹ء میں دُنیا سے عالم آخرت کی طرف رحلت فرما ہوئے ۔ ان کی حکومت کے چند آخری سال قابل اطمینان نہ تھے جن میں ان کی حد سے بڑھی ہوئی فضول خرچی نے ریاست کے انتظام اور اُس کے خزانہ دونوں کو بڑا ضعف پہنچایا اور وہ اپنے بعد بہت سا ذاتی قرضہ چھوڑ گئے ۔ کرنیل ایل جے ۔ ایچ گرے صاحب بہادر سی ۔ ایس ۔ آئی نے جو نواب محمد بہاول خاں صاحب خامس کے زمانۂ نابالغی میں ریاست کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے تھے اپنے زمانۂ انتظام میں یہ سارے قرضے اُتار دئے ۔

بزرگ باپ کی رحلت کے وقت نواب محمد بہاول خاں صاحب خامس کی عمر صرف ۱۶ سال کی تھی ۱۹۰۳ء میں حضور لارڈ کرزن بالقابہ نے انکو پورے اختیارات دئے اور اُسی سال میں ریاست بہاولپور بھی ریاستہائے پھلکیان کی ایجنسی کے ماتحت کی گئی ۔ مرحوم نواب صاحب نے اپنے تھوڑے سے عہد حکومت میں ثابت کر دکھایا کہ وہ ایک ہونہار مستعد اور لائق و منتظم حکمران ہیں لیکن حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر وطن واپس آتے ہوئے فروری ۱۹۰۷ء میں بندرگاہ عدن پر ان کی قبل از وقت موت سے ریاست کو بہت نقصان پہنچا ۔ نواب صاحب مرحوم کے شیر خوار لڑکے صادق محمد خاں صاحب خامس (ولادت ۱۹۰۴ء) انکے جانشین ہوئے

Marfat.com

ہیں۔ ان کے زمانۂ نابالغی میں ریاست کا انتظام کونسل آف ریجنسی کو تفویض ہے جس کے پریزیڈنٹ مولوی رحیم بخش سی۔ آئی۔ ای ہیں اور دیوان آسانند۔ جنرل عبدالرحمٰن خاں اور ملک طالب مہدی خاں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اس کونسل کے ممبر ہیں ٭

پنجاب کی تمام دیسی ریاستوں کی فہرست مدارج میں نواب صاحب بہاولپور کا دوسرا درجہ ہے۔ آپ کو سولہ ضرب توپوں کی سلامی دی جاتی ہے اور حضور وائسرائے کی خدمت میں باریابی اور اُن سے ملاقات بازدید کرنے کا حق حاصل ہے۔ ریاست کی امپیریل سروس اخواج میں اس وقت ۱۶۹ سوار ۳۴۴ آدمیوں کا ایک کیمل ٹرانسپورٹ (شتری رسالہ) اور ۱۱۴۴ اونٹ ہیں۔ ریاست کے پاس ۱۳ کارآمد توپیں بھی ہیں ٭

Marfat.com

ریاست جیند

ہز ہائینس راجۂ راجگان راجہ سر رنبیر سنگھ بہادر کے سی ایس آئی والیٔ ریاست جیند

پھول

۱ تلوکا — ۲ راما — ۳ راگھو — ۴ چنو — ۵ جھنڈو — ۶ تخت مل

{شاہی خاندان پٹیالہ اور خاندان بھدوڑ کا مورث اعلیٰ} {خاندان جیندان کا مورث اعلیٰ} (لودھ گڑھیہ خاندانوں کے مورث اعلیٰ)

۱ گوروتا (وفات ۱۷۵۴ء) (نابھہ کے شاہی خاندان کا مورث اعلیٰ)

۲ سکھ چین (وفات ۱۷۵۱ء)

۱ عالم سنگھ (وفات ۱۷۶۴ء)

۲ راجہ گجپت سنگھ (وفات ۱۷۸۹ء)

۳ بلاقی سنگھ (سرداران دیال پوریہ کا بزرگ)

۱ ماہر سنگھ (وفات ۱۷۷۱ء)

۲ راجہ بھاگ سنگھ (وفات ۱۸۱۹ء)

۳ بھوپ سنگھ (وفات ۱۸۱۵ء)

۱ ہری سنگھ (وفات ۱۷۸۱ء)

۱ راجہ فتح سنگھ (وفات ۱۸۲۲ء)

۲ پرتاب سنگھ (وفات ۱۸۱۶ء)

۳ مہتاب سنگھ (وفات ۱۸۱۶ء)

۱ کرم سنگھ (وفات ۱۸۱۸ء)

۲ بساوا سنگھ (وفات ۱۸۳۰ء) [نابھہ کے موجودہ فرمانروا خاندان کا بزرگ]

۱ راجہ سنگت سنگھ (وفات ۱۸۳۴ء)

راجہ سر سروپ سنگھ جی۔سی۔ایس۔آئی وفات ۱۸۶۴ء

۱ رندھیر سنگھ (وفات ۱۸۴۸ء)

۲ راجہ سر رگھبیر سنگھ جی۔سی۔ایس۔آئی (وفات ۱۸۸۷ء)

بلبیر سنگھ (وفات ۱۸۸۳ء)

راجہ سر رنبیر سنگھ کے۔سی۔ایس۔آئی (ولادت ۱۸۷۹ء)

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ریاست جیند کا رقبہ	۱۲۵۹	مربع میل
؍؍ ؍؍ کی آبادی	۲۸۲۰۰۳	
؍؍ ؍؍ کا مالیہ	۱۳۰۰۰۰۰	

ریاست جیند کی افواج

امپیریل سروس	پیادہ	۶۰۰
مقامی	رسالہ	۲۲۰
	پیادہ	۴۶۰
	توپخانہ	۸۰
	کارآمد توپیں	۱۶

ریاست جیند اور پٹیالہ ہر دو کے شاہی خاندانوں کا مورثِ اعلیٰ ایک ہی شخص ہے یہ مشہور و معروف سدھو جاٹ پھول نامی تھا۔ پنجاب کے بہت سے اعلےٰ خاندان اسی نامور شخص کی نسل سے ہیں۔ جیند کے شاہی خاندان کے بانی سری راجہ گجپت سنگھ پھول کے پڑپوتے تھے۔ سری راجہ گجپت سنگھ کی عصمت مآب دختر بی بی راج کور کی شادی سردار مہاں سنگھ سوکر چکیہ کے ساتھ ہوئی اور یہ خوش قسمت رانی مہاراجہ رنجیت سنگھ شیرِ پنجاب اور والیِ لاہور کے ایسے با اقبال فرمانروا اور فاتح کی ماں بنی۔ ۱۷۶۳ء میں سکھوں نے زین خاں افغان ناظم سرہند کے خلاف متحدہ اور متفقہ قوت سے اسلحہ اٹھائے۔ اور اُس پر چیرہ دستی پاکر اُسے مغلوب اور قتل کر ڈالا۔ گجپت سنگھ سکھوں کے اس جتھے میں شامل تھے اور مفتوحہ ملک میں سے انکے حصے میں بھی ایک بڑا قطعۂ اراضی آیا جس میں جیند اور سفیدون کے علاقہ جات

Marfat.com

شامل تھے۔ دربار دہلی نے گجپت سنگھ کو بغاوت کی سزا دینے کی بجائے ان کی خطا سے چشم پوشی فرمائی اور انہیں اُن مواضعات کا جو انکے قبضے میں آگئے تھے متاجر مقرر کر دیا۔ ۱۷۶۷ء میں گجپت سنگھ کے ذمّے مالگزاری کا ڈیڑھ لاکھ روپیہ بقایا میں پڑ گیا اور مقامی ناظم نے انہیں بیباقیِ حساب کے لئے یہاں تک تنگ کیا کہ قید کر کے دہلی بھیج دیا مگر چونکہ گجپت سنگھ نے اپنے ذمّے کی بقایا کا سارا حساب چکا دیا اس لئے شہنشاہ نے ان پر کمال نظر عنایت فرمائی اور وہ ۱۷۷۲ء میں شہنشاہ شاہ عالم بہادر کے خاص دستخطی اور مہری فرمان کے روسے راجہ کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔ اب گجپت سنگھ خود مختار حکمران ہو گئے اور انہوں نے اپنے نام کا سکہ بھی جاری کیا۔ علاقہ رہتک کے شمال مغربی گوشہ پر قابض ہونے کی وجہ سے ان کو یہ عمدہ موقع حاصل تھا کہ جس وقت مرہٹہ حملہ آوروں کو کسی اور جگہ لڑائی میں مشغول پاتے تو خود بھی گوہانہ اور حصار کی سرزمین پر بآسانی تمام حملہ کر کے اُس کی اراضی دباتے اور اپنے مقبوضات کی سرحد بڑھاتے چلے جاتے تھے سری گجپت سنگھ اور انکے صاحبزادۂ بلند اقبال بھاگ سنگھ آخر کار ایک وقت میں اس علاقہ کے اندر زمینوں کے وسیع رقبہ پر بطور اجارہ دار کے قابض ہو گئے اور ان کا یہ دخل اٹھارھویں صدی کے شروع تک قائم و برقرار رہا۔ راجہ گجپت سنگھ کی وفات کے بعد ۱۷۸۶ء میں ان کے فرزند دلبند راجہ بھاگ سنگھ اپنے باپ کے جانشین ہوئے۔ انہوں نے بڑی دانائی کی کہ سرکار انگریزی کے برخلاف بغاوت، قتل اور غارت کرنے والوں کے جتھے سے اپنے آپ کو بالکل الگ تھلگ رکھا اور جب سندھیا کا زور بالکل ٹوٹ گیا اور معاہدۂ

Marfat.com

سنہ ۱۸۰۳ء کے مطابق اُسے دریائے جمنا کے مغرب کی جانب کا ملک مجبوراً سرکار انگریزی کے حوالے کرنا پڑا تو لارڈ لیک بالقابہ نے سری راجہ بھاگ سنگھ کو ان کی خدمات کے صلہ میں ان کے گوہانہ کے مقبوضات پر مستقل مالکانہ حقوق عطا کر دئے۔ اس کے بعد سری راجہ بھاگ سنگھ نے دریائے بیاس تک جسونت راؤ ہلکر کا تعاقب کرنے میں حضور لارڈ لیک صاحب بہادر بالقابہ کا ساتھ دیا جنہوں نے بعد میں راجہ صاحب کو ان کے بھانجے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس بدیں غرض بھیجا کہ وہ مہاراجہ کو مفرور جسونت راؤ ہلکر کی امداد کرنے سے باز رکھیں۔ راجہ صاحب کو اس سفارت میں پوری کامیابی ہوئی۔ ہلکر کو مجبوراً پنجاب سے بھی بھاگنا پڑا۔ اور سری راجہ بھاگ سنگھ کو اس حسن خدمت گزاری کے صلہ میں پانی پت کے جنوب مغرب کا پرگنہ بُوانا عطا ہوا۔

سنہ ۱۸۰۶ء میں راجہ بھاگ سنگھ نے راجگان پٹیالہ۔ جیند اور نابھہ کے مابین چند واقع شدہ تنازعات کا تصفیہ کرانے کے واسطے اپنے ہمشیرہ زادہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اپنی مدد پر بلایا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنی زبردست فوج لیکر تھانیسر تک آبھی گیا۔ لیکن وہ راجگان ریاستہائے پھلکیان کے مابین کچھ تصفیہ نہ کرا سکا۔ ہاں لُدھیانہ۔ جنڈیالہ اور جگراؤں (ضلع لُدھیانہ) کے نواح کے بہت سے وہ مواضعات جو اُس نے رائیکوٹ کے مسلمان راجپوتوں سے چھینے تھے اپنے ماموں راجہ بھاگ سنگھ کو دے کر لاہور میں واپس آگیا راجہ بھاگ سنگھ صاحب کو جو مواضعات ملے اُن کی مجموعی مالگزاری ۲۳۰۰۰ روپیہ سالانہ کے قریب تھی۔ سنہ ۱۸۰۸ء میں رنجیت سنگھ نے

Marfat.com

بھاگ سنگھ صاحب کو ۱۹۰۰ روپیہ سالانہ آمدنی کا اور مزید علاقہ دیا جو نظامت سرہند میں مقام مڑینڈا کے پاس واقع ہے۔ راجہ بھاگ سنگھ صاحب تیس سال حکومت کرنے کے بعد ۱۸۱۹ء میں اس دنیائے ناپائدار سے رخصت ہو گئے ازان کے فرزند بلند اقبال راجہ فتح سنگھ صاحب مسند نشین ریاست ہوئے۔ سری راجہ فتح سنگھ صاحب نے ۱۸۲۲ء میں دُنیا سے رحلت کی۔ ان کے فرزند ولبند سری سنگت سنگھ صاحب اس وقت صرف گیارہ سال کے بچہ تھے ان کی نابالغی کے ایام میں ریاست کے اندر سخت گڑبڑ مچی۔ ہر طرف شورش اور بدامنی پھیل گئی اور راجہ صاحب کو ریاست کی عنان انتظام غیر ہاتھوں میں دیکر خود دارالریاست سے باہر چلا جانا پڑا۔ مگر اس طریقہ سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ ریاست کے معاملات اُسی وقت درست ہو سکے جبکہ ۱۸۳۴ء میں سنگت سنگھ صاحب نے دُنیا سے رحلت کی اور کوئی نرینہ اولاد جانشینی کے لئے نہیں چھوڑی گو سری سنگت سنگھ کے بہت سے یکجدی اشخاص مسند ریاست کے دعویدار تھے تاہم خود ان کی نرینہ اور صلبی اولاد موجود نہ ہونے کے سبب سے یہ سوال اُٹھ کھڑا ہوا کہ ریاست کو مال لاوارث کے طور پر ضبط کیوں نہ کر لیا جاے؟ اور اس پر دیر تک غور و بحث ہوتے رہنے کے بعد آخر کار ۱۸۳۷ء میں آخری احکام جاری ہوئے جن کے رو سے سروپ سنگھ صاحب رئیس بازید پور کو یہ ریاست مل گئی۔ سروپ سنگھ صاحب سری سنگت سنگھ سُرگباشی کے چچیرے بھائی اور خاندان میں ان کے سب سے نزدیکی نرینہ وارث تھے۔ مگر یہ قرار پایا کہ سروپ سنگھ صاحب کو ان کے پڑدادا سری گجپت سنگھ کے مقبوضات سے زیادہ علاقہ حاصل کرنے کا

Marfat.com

کوئی حق نہیں اور ان کے واسطے یہی بہت ہے کہ راجہ گجپت سنگھ کی اولاد ہونے کی وجہ سے لاوارث ریاست پر ان کا حق تسلیم کر لیا گیا ہے اس واگزار شدہ علاقہ میں خاص جیند اور ۳۲۲ مواضعات کے نو دوسرے پرگنہ جات شامل تھے۔ اور اس کی کل مالگزاری ۲۳۶۰۰۰ روپیہ تھی۔ باقی علاقہ جات جن کی آمدنی ۱۸۲۰۰۰ روپیہ تھی سرکار انگریزی نے جائداد لاوارث کے طور پر ضبط کر لئے۔ یہ راجہ بھاگ سنگھ کے لدھیانہ۔ پانی پت۔ ہانسی اور حصار کے یا ان کے متصل مقامات کے دو مقبوضات تھے جو انہیں رنجیت سنگھ سے ملے تھے۔ پھر ۱۸۴۳ء میں سرکار انگریزی نے کیتھل کا پرگنہ بھی ریاست جیند سے لے لیا اور پرگنہ سفیدون کے ایک حصہ کے عوض میں مہالن گھابدؤ کا مکمل پرگنہ راجہ جیند کو دے دیا۔

سکھوں کی پہلی لڑائی کے دوران میں سری راجہ سروپ سنگھ والیِ ریاست جیند کا برتاؤ سرکار انگریزی کے ساتھ قابل اطمینان رہا۔ اُن کے کنٹنجنٹ نے سرکار انگریزی کی فوجوں کے ساتھ خدمات انجام دیں اور راجہ صاحب نے باربرداری اور رسد رسانی میں بھی ہر طرح سے کافی امداد دی۔ بعد ازاں افواج جیند کا ایک حصہ اُس مہم کشمیر میں شریک ہوا جو امام الدین خاں ناظم کشمیر کے مہاراجہ گلاب سنگھ سے باغی ہو جانے پر اُس کی گوشمالی کے لئے گئی تھی۔ ریاست جیند کو اس خدمت کے صلہ میں ۳۰۰۰ روپیہ سالانہ آمدنی کا ایک قطعہ اراضی عطا ہوا۔ پھر تھوڑے عرصہ بعد ریاست کا محصول راہ داری موقوف ہونے کی وجہ سے اس کو ایک اور عطیہ اراضی دیا گیا جس کی آمدنی ۱۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی۔ ۱۸۴۷ء میں راجہ صاحب کو ایک سند عطا ہوئی۔ اس میں سرکار

Marfat.com

انگریزی نے عہد کیا کہ راجہ صاحب اور ان کے جانشینوں سے کوئی خراج اور مالگزاری نہ لی جائیگی اور نہ ان سے فوج مہیا کرنے کے معاوضہ یعنی نعلبندی کی مد میں کچھ لیا جائیگا۔ اور دوسری طرف راجہ صاحب نے یہ اقرار کیا کہ وہ لڑائی کے وقت اپنی ریاست کے تمام ذرائع سے سرکار انگریزی کی مدد اور فوجی راستوں کی حفاظت کرتے رہینگے۔ اپنے علاقہ* میں ستی۔ انسان کو غلام بنا کر خریدنے اور بیچنے اور دختر کشی کے ناروا طریقوں کو روکینگے۔ جب ۱۸۴۹ء میں سکھوں کی دوسری لڑائی شروع ہوئی تو سری راجہ سروپ سنگھ نے اپنی ذاتی خدمات پیش کیں اور چاہا کہ بذات خود اپنی فوج کو لیکر لاہور کی انگریزی سپاہ کا ساتھ دیں۔ گورنمنٹ عالیہ نے راجہ صاحب کی اس خیر سگالی اور وفاداری کا بڑی گرمجوشی سے شکریہ ادا کیا لیکن ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے انکی ذاتی خدمات کو قبول نہیں فرمایا +

سری راجہ سروپ سنگھ نے غدر کے دوران میں بھی نمایاں وفاداری دکھلائی۔ وہ آٹھ سو آدمیوں کی جمعیت سے کرنال کی چھاونی پر قابض اور دہلی سے بیس میل شمال میں مقام بھاگ پٹ پر دریائے جمنا کے پتن کے محافظ بنے رہے اور اس طرح گویا راجہ سروپ سنگھ ہی کی امداد سے میرٹھ کی فوج سر ایچ برنرڈ بالقابہ کی فوج سے آکر مل سکی ۸ جون کو مقام علی پور کی لڑائی میں راجہ صاحب بذات خاص شریک تھے اور سپاہ انگلشیہ کے کماندران چیف نے ان کی جوانمردی اور سپہگری کی مہارت پر داد اور مبارکباد دینے کے علاوہ غنیم سے چھینی ہوئی

* ملاحظہ ہو راجگان پنجاب مصنفۂ گرفن صاحب +

Marfat.com

توپوں میں سے ایک توپ بھی عطا کی ۔ اخیر میں جس وقت دہلی پر حملہ ہوا ہے اُس وقت راجہ صاحب کی کنٹنجنٹ نے سرفروشی میں نمایاں حصّہ لیا۔ انگریزی فوجوں کے ساتھ فصیل شہر کی دیواروں پر چڑھ گئی اور اس کے بہت سے آدمی زخمی اور مقتول ہوئے ۔ ایّام غدر کے وفادار اور معین و مددگار دیسی والیان ملک میں سری راجہ سروپ سنگھ واحد شخص تھے جو بذات خاص دہلی پر حملہ کرنے والی فوج میں حاضر اور شامل ہوئے ؛ اور اس شرکت جنگ کے علاوہ اُنہوں نے تمام دوران محاصرہ میں دہلی کی محاصر فوج کو دیگر مقامات کی افواج اور حکام سے رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رکھا اور اُس کی آمد و رفت کی سڑکوں کو کھلا رکھنے میں نمایاں مستعدی ظاہر کی ۔ مزید برین راجہ صاحب موصوف خاص اپنی ریاست کے گرد و نواح کے اضلاع میں بھی امن قائم رکھکر اپنی لیاقت و سیاست دانی کا ثبوت دیتے رہے ۔ شہر دہلی کے فتح ہو جانے کے بعد راجہ صاحب نے ۲۰۰ آدمی جرنیل وان کورٹ لینڈٹ صاحب بہادر کے ہمراہ ہانسی اور ۱۱۰ آدمی کرنیل آرلارنس صاحب بہادر کے ہمراہ جھجر کو بھیجے اور ان کے ۲۵۰ آدمی رہتک کے قلعہ میں ادائے خدمات کے لئے حاضر رہے ۔ نواب گورنر جنرل کشور مند بالقابہ نے اپنے اعلان مورخہ ۵ نومبر ۱۸۵۷ء میں ان کی نسبت یوں ارشاد فرمایا کہ : " راجہ صاحب جیند مستقل اور دلیرانہ امداد و اعانت دینے رہنے کی وجہ سے گورنمنٹ کے خاص شکریہ کے مستحق ہیں " ۔ سری راجہ سروپ سنگھ کو ان مذکورۂ بالا بیش بہا خدمات کے صلہ میں وادری کا چھ سو مربع میل کا علاقہ عطا کیا گیا جو نواب بہادر گڑھ کی املاک تھا اور

Marfat.com

اُس کی غدّاری کی وجہ سے ضبط کر لیا گیا تھا۔ قصبہ سنگرور کے پاس ہی جہاں اب راجہ صاحب کا دارالحکومت ہے پرگنۂ کالاران کے تیرہ موضعات بھی راجہ صاحب کو دئے گئے جن کا مالیہ ۱۳۸۰۰۰ روپیہ تھا نیز خاص شہر دہلی میں ایک مکان ۶۰۰۰ روپیہ کی مالیت کا ان کو مرحمت ہوا اور ان مادّی عطیات کے علاوہ بہت سے اعزازی خطاب بھی دئے گئے گیارہ ضرب توپیں ان کی سلامی مقرر کی گئی اور دیگر راجگان پھلکیان کی طرح ان کو بھی ایک سند عطا کی گئی جس کی رو سے راجہ صاحب جیند کو اختیار دیا گیا کہ خاص اپنی صلبی اولاد نہ ہونے کی صورت میں کسی کو اپنا متبنّیٰ کر سکیں اور اگر راجہ بغیر وارث اور جانشین نامزد کرنے کے فوت ہو جاے تو اُس کی جگہ کے لئے ریاستہاے پھلکیان کے باقی دو فرمانروا کا مقرر کردہ شخص جائز جانشین سمجھا جائیگا *

سری راجہ سروپ سنگھ ۱۸۶۴ء میں فوت ہوئے۔ سر لیپل گریفن تحریر فرماتے ہیں کہ "سروپ سنگھ کی شکل وشباہت بالکل شاہانہ تھی۔ سکھوں کی بہادر قوم بمشکل تمام کوئی ان سے زیادہ بلند بالا اور قوی الجثہ آدمی پیش کر سکتی ہے۔ جب یہ اپنی نہایت مرغوب پوشش یعنی زرہ بکتر سے آراستہ ہو کر اپنی فوج کے ساتھ سوار ہوتے تھے تو ایسے بہادر اور اصلی سپاہی دکھائی دیتے تھے کہ ہندوستان کا کوئی اَور شہزادہ شاید ہی ویسا وجیہ و دلیر معلوم ہو سکتا۔ راجہ سروپ سنگھ سے بڑھکر سرکار انگریزی کا کوئی بھی صادق دوست نہیں ثابت ہوا اور انہوں نے سرکار کی خدمت گزاری محبت سے کی نہ کہ خوف سے" *

* کتاب راجگان پنجاب کا صفحہ ۳۷۴ ملاحظہ ہو *

Marfat.com

سری راجہ سروپ سنگھ کو ان کی وفات سے چند ہی ماہ قبل جی۔سی۔ایس۔آئی کا خطاب عطا ہوا تھا اور ان کے بعد انکے فرزند ہمایہ سری رگھبیر سنگھ مسند ریاست پر متمکن ہوکر اپنے والد ماجد کے جانشین ہوئے۔ سری راجہ رگھبیر سنگھ صاحب ہر ایک صفت میں اپنے والد بزرگوار کے سپوت اور نام بردار بیٹے ثابت ہوئے۔ ان کو اپنی مسند نشینی کے بعد ہی معاً دادری کے نئے حاصل کئے ہوئے علاقے کی سخت بغاوت فرو کرنی پڑی۔ اس بغاوت کی وجہ یہ تھی کہ رعایا کو مالیہ کی نئی جمع پر اعتراض تھا جس کی شرح گو سرکاری شرح کے مطابق تھی مگر گرد و نواح کے سرکاری اضلاع کی شرح مالیہ سے زیادہ تھی۔ پچاس مواضعات میں کھلم کھلا بغاوت ہوگئی۔ باغیوں نے بدرہ کے تھانہ پر قبضہ کرلیا تھا اور چند مواضعات کے گرد حفاظت کے لئے بے ڈھنگی خندقیں بھی کھود لیں اور بیکانیر اور شیخاوتی کی نیم مہذب قوموں کو بھی لوٹ مار کی اجازت اور نقد معاوضہ دینے کے وعدے دیکر اپنی امداد کے لئے بلا لیا تھا۔ راجہ رگھبیر سنگھ فی الفور دو ہزار مسلح آدمی لیکر موقع پر پہنچ گئے اور موضع چاکری کو ہلہ کرکے بزور شمشیر لے لیا جہاں بغاوت کے سرغنہ مستحکم مورچہ بندی کرکے متحصن ہو بیٹھے تھے۔ راجہ صاحب نے دو اور مواضعات کا بھی یہی حال کیا اور اپنی دلیرانہ مستعدی اور جنگی مہارت سے بغاوت شروع ہونے سے صرف چھ ہفتے کے اندر ہی اندر تمام ملک میں پھر امن و امان قائم کردیا +

۱۸۵۷ء میں گوکوں کے فساد کے موقع پر راجہ رگھبیر سنگھ صاحب نے فوراً سرکار انگریزی کو امداد پہنچائی ۱۸۷۶ء میں انہیں جی۔سی۔آئی۔

Marfat.com

کا خطاب ملا اور دوسرے سال "مشیر ملکہ معظمہ" کا معزز خطاب پایا نیز ان کی سلامی میں ذاتی اعزاز کے طور پر دو ضرب توپوں کا اضافہ کیا گیا۔ ۱۸۷۸ء میں کابل کی دوسری لڑائی کے شروع ہونے پر انہوں نے ۷۰۰ سواروں کا ایک کنٹنجنٹ جنگی خدمات کے لئے دیکر اپنی نمک حلالی اور وفاداری کا مزید ثبوت دیا۔ اس کنٹنجنٹ سے وادیٔ کرم میں کام لیا گیا اور اس نے سرحد سے اُس پار کی انگریزی چوکیوں پر قبضہ قائم رکھنے میں سرکاری فوج کو مدد دی۔ ان خدمات کے صلہ میں راجہ صاحب جیند کو نسلاً بعد نسلٍ راجۂ راجگان کا اعزازی خطاب عطا ہوا اور انکے کنٹنجنٹ افسروں کو بھی مناسب معاوضات عطا کئے گئے۔

سری راجہ رگھبیر سنگھ نہایت قابل اور روشن خیال فرمانروا تھے وہ اپنی رعایا کی خوشحالی کے واسطے کوشش کرنے میں کبھی تھکتے نہ تھے۔ خاص کر انہیں اپنے ملک میں صنعت اور حرفت پھیلانے کا بیحد شوق تھا اور اس بارے میں انہوں نے بہت کچھ کوشش کی۔ ۱۸۸۸ء میں سری راجہ رگھبیر سنگھ کا انتقال عین شباب کے عالم میں ہوگیا اور چونکہ ان کا اکلوتا بیٹا بل بیر سنگھ ان کی زندگی ہی میں داغ مفارقت دے گیا تھا اس لئے ان کے پوتے سری رنبیر سنگھ صاحب موجودہ فرمانروائے ریاست جن کا سال پیدائش ۱۸۷۹ء ہے متوفی راجہ جی کے جانشین بنے۔ کمسن راجہ جی کے ایام نابالغی میں ریاست کا انتظام ایک کونسل آف ریجنسی کرتی رہی اور نومبر ۱۸۹۹ء میں بلوغ کے بعد راجہ صاحب کو پورے اختیارات مل گئے۔ ریاست جیند کی امپیریل سروس فوج نے ۱۸۹۷-۹۸ء کی جنگ تیراہ میں عمدہ خدمات

Marfat.com

انجام دیں ؛

پنجاب کے دیسی فرمانروائوں کی فہرست مدارج میں راجہ صاحب جیند کا تیسرا درجہ ہے انہیں گیارہ ضرب توپوں کی سلامی دی جاتی ہے۔ اور ہز ایکسلنسی نواب گورنر جنرل کشور ہند سے ملاقات اور ملاقاتِ بازدید کے حقدار ہیں۔ موجودہ راجہ صاحب ۱۹۰۵ء میں ہز رائل ہائینس شہزادہ ویلز بالقابہ سے ملاقات کرنے کو لاہور مدعو کئے گئے تھے اور یکم جنوری ۱۹۰۹ء کو انہیں کے سی۔ ایس آئی کا معزز خطاب عطا ہوا ؛

Marfat.com

ریاستِ نابھہ

ہز ہائینس راجۂ راجگان راجہ سر ہیرا سنگھ جی سی ایس آئی + جی سی آئی ای والیٔ ریاست نابھہ

پھول

- ۱ تلوکا (وفات ۱۶۸۷ء)
- ۲ راما (پٹیالہ کے خاندانِ شاہی اور خاندانِ بھدوڑ کا مورث اعلیٰ)
- ۳ راگھو (خاندان جیندان کا مورث اعلیٰ)
- ۴ چنو
- ۵ جھنڈو
- ۶ تخت مل — خاندانہاے لودھ گڑھیہ کے بزرگ

- ۱ گوردتہ (وفات ۱۷۵۴ء)
- ۲ سکھ چین (وفات ۱۷۵۱ء)

- ۱ صورتیہ (وفات ۱۷۵۲ء)
- ۱ عالم سنگھ (وفات ۱۷۶۴ء)
- ۲ راجہ گجپت سنگھ والیٔ ریاست جیند (وفات ۱۷۸۹ء)
- ۳ بلاقی سنگھ (سردارانِ دیالپوریہ کا بزرگ)

- ۱ کپور سنگھ
- ۲ ہمیر سنگھ (وفات ۱۷۸۳ء)
- ۱ ماہر سنگھ (وفات ۱۷۷۱ء)
- ۲ راجہ بھاگ سنگھ والیٔ ریاست جیند (وفات ۱۸۱۹ء)
- ۳ بھوپ سنگھ (وفات ۱۸۱۵ء)

- ۱ راجہ جسونت سنگھ (وفات ۱۸۴۰ء)
- ۱ ہری سنگھ (وفات ۱۷۸۱ء)
- ۱ راجہ فتح سنگھ (والیٔ ریاست جیند) (وفات ۱۸۲۲ء)
- ۲ پرتاب سنگھ (وفات ۱۸۱۶ء)
- ۳ مہتاب سنگھ (وفات ۱۸۱۶ء)
- ۱ کرم سنگھ (وفات ۱۸۱۸ء) (موجودہ راجہ صاحب جیند کا بزرگ)
- ۲ بساوا سنگھ (وفات ۱۸۳۰ء)

- ۱ رنجیت سنگھ (وفات ۱۸۲۲ء)
- ۲ راجہ دوندر سنگھ (وفات ۱۸۶۵ء)
- ۱ راجہ سنگت سنگھ والیٔ جیند (وفات ۱۸۳۴ء)
- ۱ سکھا سنگھ (وفات ۱۸۵۲ء)
- ۲ بھگوان سنگھ (وفات ۱۸۵۲ء)

- ۱ راجہ بھرپور سنگھ (وفات ۱۸۶۳ء)
- ۲ راجہ بھگوان سنگھ (وفات ۱۸۷۱ء)
- ۱ ہرنام سنگھ (وفات ۱۸۵۶ء)
- ۲ راجہ سر ہیرا سنگھ جی۔سی۔ایس آئی جی۔سی۔آئی۔ای (ولادت ۱۸۴۳ء)
- ۱ دیوان سنگھ (ولادت ۱۸۴۱ء)
- ۲ شیر سنگھ (وفات ۱۸۸۲ء)
- ۳ چتر سنگھ (وفات ۱۸۶۱ء)

- ہرنرائن سنگھ (وفات ۱۹۰۰ء)
- شمشیر سنگھ (وفات ۱۹۰۶ء)

- ۱ ٹکارپدمن سنگھ (ولادت ۱۸۸۳ء)
- ۱ فتح سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)
- ۲ فرزند (ولادت ۱۸۹۲ء) (ابھی نام نہیں رکھا گیا)
- ۳ فرزند (ولادت ۱۹۰۰ء) (ابھی نام نہیں رکھا گیا)

Marfat.com

ریاست نابھہ کا رقبہ		۹۲۸ مربع میل
〃 〃 کی آبادی		۲۹۷۹۴۹
〃 〃 کا مالیہ		۱۵۴۲۹۰۶ روپیہ
فوج ریاست نابھہ کی افواج — امپیریل سروس	پیادہ فوج	۶۰۰ جوان
مقامی افواج	رسالہ	۱۵۰ 〃
	پلٹن	۷۰ 〃
	توپخانہ	۳۸ 〃
	کارآمد توپیں	۱۰ عدد

نابھہ کے فرمانروا خاندان اور پٹیالہ اور جیند کے حکمران خاندانوں کا حسب و نسب بالکل ایک ہے۔ یہ تینوں گھرانے سدھو جاٹ سکھ اور مشہور و معروف مورثِ اعلےٰ پھول کی اولاد سے ہیں نابھہ کے حکمران خاندان کی بنیاد ہمیر سنگھ صاحب نے ڈالی اور اُنہوں نے کپورگڑھ اور سنگرور کے علاقوں کو بہت کچھ ترقی دی۔ انہیں یہ علاقہ جات ان کے جد اعلےٰ مسمیٰ تلوکا سے ورثہ میں ملے تھے۔ ہمیر سنگھ صاحب نے ۱۷۵۵ء میں قصبۂ نابھہ آباد کیا جو اس وقت راج دھانی ہے۔ ہمیر سنگھ سری راجہ آلا سنگھ والیِ پٹیالہ اور دوسرے سکھ رؤسا کے ساتھ ۱۷۶۳ء میں سرہند کی بڑی لڑائی میں بھی شامل ہوئے جس میں سرہند کا افغان ناظم زین خاں مارا گیا۔ اور اُس کا تمام علاقہ مع مال و متاع فاتح سکھوں کو بطور مالِ غنیمت کے ہاتھ آیا۔ جب فاتحین نے مفتوحہ علاقہ کے حصے بخرے کئے تو املوہ کا پرگنہ ہمیر سنگھ صاحب نے اپنے حصے میں لے لیا اور اس کے

Marfat.com

بعد انہوں نے اپنے نام کا سکہ جاری کر کے ایک خود مختار رئیس کی طرح حکومت شروع کر دی۔ ۱۷۷۴ء میں سری راجہ گجپت سنگھ والیٔ جیند نے نابھہ کے علاقہ پر فوج کشی کی اور ایک جنگی فریب اور چال سے ہمیر سنگھ صاحب کو قید اور قصبۂ سنگروڑ کو لے لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اب یہی قصبہ سنگرور ریاست جیند کا حاکم نشین شہر ہے +

۱۷۸۳ء میں ہمیر سنگھ فوت ہوئے اور ان کے کمسن بیٹے سری جسونت سنگھ مسند نشین ریاست ہوئے۔ چونکہ یہ نابالغ تھے لہذا ان کی سوتیلی ماں رانی دیسوان کی سرپرست قرار پائی۔ اس رانی نے اپنے داماد سردار صاحب سنگھ بھنگی والیٔ گجرات کی امداد لیکر نہ صرف بڑی دلیری اور شجاعت کے ساتھ راجۂ جیند کے ہاتھ سے اپنا ملک ہی بچائے رکھا۔ بلکہ اس سے پہلے سری راجہ گجپت سنگھ نے اس کا جو علاقہ چھین لیا تھا اُس میں سے بھی بہت سا حصّہ واپس لے لیا۔ یہ شیر زن رانی ۱۷۹۰ء میں فوت ہو گئی۔ اور اس کی وفات کے بعد ریاستہائے جیند اور نابھہ کے باہمی تعلّقات بھی اچھّے ہو گئے چنانچہ دونوں ریاستوں نے متفق ہو کر اپنے مشترک دشمن جارج ٹامس انگریز قسمت آزما کا مقابلہ کیا جو نواح ہانسی اور حصار کے ملک پر آباد کاری کی حیثیت سے قابض تھا۔ جب مرہٹوں کی فوج نے بماتحتی جنرل پیرن کے جارج ٹامس مذکور کو اس ملک سے نکال دیا تو سکھ ریاستوں نے مرہٹوں کو خراج دینا منظور کر لیا۔ اور اس خراج میں سے ۹۵۱۰ روپیہ سالانہ ریاست نابھہ کے ذمّہ عائد ہوا +

مرہٹوں کی لڑائیوں کے دوران میں سری راجہ جسونت سنگھ انگریزوں

Marfat.com

کے طرفدار ہو گئے اور جب ہلکر نے لاہور کی طرف بڑھتے ہوئے نابھہ میں قیام اور یہاں کے فرمانروا سے کمک کا سوال کیا تو اس نے اُس کی امداد سے صاف انکار کر دیا - چونکہ راجہ صاحب نابھہ کا ہلکر کی اعانت سے انکار کر دینا اُس وقت انگریزوں کے لئے نہایت مفید طرفداری تھی لہذا اس خدمت کے صلہ میں لارڈ لیک بالقابہ نے راجہ صاحب کو یقین دلایا کہ جب تک وہ انگریزوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے رہینگے اُس وقت تک نہ تو ان کے مقبوضات ہی کم کئے جائینگے اور نہ ان سے کوئی خراج مانگا جائیگا پھر آخر کار مئی ۱۸۰۹ء میں اہل روسے ستلج کے دوسرے رؤسا کے ساتھ راجہ صاحب نابھہ کو بھی سرکار انگریزی کی حفاظت و حمایت میں داخل کر لیا گیا - اس زمانہ میں ریاست نابھہ کا مالیہ مشکل سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ تھا - راجہ صاحب نابھہ سرکار انگریزی کے ہمیشہ باوفا رفیق ثابت ہوئے اور جب کبھی ضرورت ہوئی تو انہوں نے سرکار عالیہ کی بیش بہا امداد کی - جس وقت جرنیل اختر لونی صاحب بہادر نے شملہ کے گورکھوں پر حملہ کیا ہے اُس وقت راجہ صاحب نابھہ نے ان کی مہم کے لئے سامان رسد مہیا کیا اور ۱۸۱۵ء کی جنگ بیکانیر میں بھی قابل قدر امداد کی ۱۸۳۸ء کی جنگ کابل کے موقع پر انہوں نے گورنر جنرل کشور ہند بالقابہ کی خدمت میں درخواست کی کہ لڑائی میں خدمات کرنے کے لئے ان کی افواج حاضر ہیں اور ماسوا اس کے مصارف جنگ کے واسطے چھ لاکھ روپیہ نقد پیش کیا ٭

۱۸۴۰ء میں سری راجہ جسونت سنگھ کی جگہ انکے فرزند بلند اقبال سری راجہ دوندر سنگھ صاحب مسند نشین ریاست ہوئے - ریاست کی

Marfat.com

بدقسمتی سے سکھوں کی پہلی لڑائی کے دوران میں نابھہ کے فرمانروا مہی راجہ دوندر سنگھ تھے اور اس لڑائی میں انہوں نے جو کچھ برتاؤ کیا اُس کے پاداش میں ان کی ریاست کا تقریباً ایک چوتھائی حصہ ضبط کر لیا گیا۔ اور لڑائی کے اختتام پر انہیں ریاست سے علیٰحدہ کر کے ان کے سب سے بڑے بیٹے سری راجہ بھرپور سنگھ کو ان کی جگہ مسند ریاست پر بٹھا دیا گیا۔ راجہ بھرپور سنگھ مسند نشینی کے وقت صرف سات سال کے بچے تھے۔ راجہ دوندر سنگھ ۱۸۶۵ء میں بمقام لاہور فوت ہو گئے۔

سری راجہ بھرپور سنگھ غدر کے چند ماہ بعد سن بلوغ کو پہنچے۔ انہوں نے غدر کے دوران میں قابل تقلید وفاداری ظاہر کی اور پنجاب کے دوسرے رؤسا کی طرح نمایاں خدمات انجام دیں۔ غدر کے شروع ہونے پر شہر لدھیانہ اور خود اس کے زیر قبضہ ستلج کے گھاٹوں کا اہتمام ان کے سپرد تھا۔ پھر فوج نابھہ کے ۳۰۰ جوان نصیری بٹالین کے اُس دستۂ فوج کی بجائے مقرر کئے گئے جس کو حکم ملا تھا کہ پھلور سے دہلی جانے والی فوج کے ہمراہ دہلی جائے اور اُس نے کوچ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ نابھہ کی فوج کا ایک اور دستہ جس میں صرف ایکسو پچاس جوان تھے پھلور کے مقام پر جالندھر کے باغیوں کا مقابلہ کر کے اُنہیں دریا عبور کرنے سے روکنے میں کامیاب ہوا اور یوں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی قابل تعریف امداد کی۔ راجہ صاحب نابھہ نے تھوڑی سی فوج دہلی کو بھی ارسال کی تھی اور اس فوج نے محاصرہ دہلی میں اچھی خدمات کیں۔ بعدازاں راجہ جی نے اپنی رعایا میں سے بہت سے سپاہی بھرتی کئے۔ سرکار انگریزی کے لئے سامان رسد

Marfat.com

اور بار برداری مہیّا کیا اور باغیوں کو گرفتار کرتے رہے۔ اسکے علاوہ ان سے جو خدمت طلب کی گئی انہوں نے نہایت وفاداری سے بدل وجان انجام دی۔ ان خدمات کے صِلہ میں سری راجہ بھرپور سنگھ کو باول اور کانٹی کے دو علاقے عطا ہوئے۔ یہ علاقہ جات ضبط شدہ ریاست جھجر کے حصص تھے اور ان کا مالیہ ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ تھا۔ اس عطیہ کے ساتھ یہ شرط بھی لگائی گئی کہ راجہ صاحب نابھہ عام خطرہ اور شورش یا ہل چل کے موقع پر گورنمنٹ کی فوجی اور پولیٹکل خدمات انجام دیتے رہیں۔ انہیں دوسرے راجگان پھلکیان کی طرح اپنی رعایا میں پھانسی کے اختیارات اور رتبے کرنے کا حق عطا ہوا اور سرکار انگریزی نے وعدہ کیا کہ وہ ریاست کے اندرونی معاملات میں کبھی دخل نہ دیگی۔ بعد ازاں راجہ صاحب کو اجازت دی گئی کہ انہوں نے گورنمنٹ کو جو قرضہ دیا تھا اُس کی ادائیگی میں کنوڈ کے سب ڈویژن جھجر کا ایک اور حصہ خرید لیں۔ سری راجہ بھرپور سنگھ ایک روشن خیال فرمانروا تھے۔ وہ اپنی رعایا کی بہتری کے لئے کوشش کرنے میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے مگر افسوس ہے کہ ۱۸۶۳ء میں ان کی بے وقت موت نے ان تمام اُمیدوں پر پانی پھیر دیا جن کی توقع ان کی ذات سے تھی۔ راجہ بھرپور سنگھ کے بعد مسندِ ریاست ان کے بھائی سری بھگوان سنگھ صاحب گولی گڑھ چونکہ یہ گدی کے اصلی وارث نہ تھے اور نہ متوفی راجہ نے انہیں متبنے کیا تھا اس لئے رائج الوقت قواعد کے مطابق ان کو اپنی گدی نشینی کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔ سری راجہ بھگوان سنگھ بھی ۱۸۷۱ء میں فوت ہو گئے انہوں نے کوئی اولاد نرینہ نہیں چھوڑی اور چونکہ کوئی ایسا نزدیکی

Marfat.com

رشتہ دار بھی نہ تھا جو راج گدی کا دعویدار اور مستحق ہوتا اس لئے ضروری ہوا کہ اب اس سرکاری سند کی ایک شرط پر عمل کیا جاے جو ۱۸۶۰ء میں رئیسانِ پھلکیان کو ملی تھی اور جسکا منشا یہ تھا کہ اگر ریاستہاے پھلکیان کے کسی فرمانروا کے ہاں اولاد نرینہ نہ ہو تو اس صورت میں باقی دو ریاستوں کے فرمانروا اور ایک سرکار انگریزی کا وکیل باہم مل کر خاندان پھلکیان ہی میں سے کسی شخص کو خالی گدّی پر بٹھانے کے واسطے انتخاب کرلیں چنانچہ اُس موقع پر خاندان بدرکھاں کے سرکردہ سردار ہیرا سنگھ صاحب اس غرض کے لئے چُنے گئے۔ آپ سری راجہ رگھبیر سنگھ والیٔ ریاست جیند کے چچیرے بھائی ہیں حضور وائسرائے اور سکرٹری آف سٹیٹ نے آپ کا تقرر منظور اور تسلیم کیا۔ سری راجہ ہیرا سنگھ ۱۰ اگست ۱۸۵۱ء کو مسندِ ریاست پر متمکن ہوئے اور صاحب کمشنر بہادر دہلی نے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی طرف سے آپ کی مسند نشینی کی رسم ادا فرمائی ✤

اُس وقت سے اب تک سری راجہ ہیرا سنگھ نے بڑی لیاقت اور قابلیت سے اپنی ریاست پر حکمرانی کی ہے انہوں نے سرکار انگریزی کی کامل اور دائمی وفاداری کا بارہا ثبوت دیا ہے۔ جب ۱۸۵۷ء میں کوکوں کا فساد برپا ہوا تو انہوں نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے ایما پر فوراً ایک فوج اس آتشِ فساد کو فرو کرنے کے لئے بھیج دی۔ نابھہ کی اس فوج نے جیسا کچھ کام کیا اُس کی عمدگی کا ثبوت یہ ہے کہ اُس کی خدمات پر حضور گورنر جنرل کشور ہند بالقابہ نے اپنا پُورا اطمینان ظاہر فرمایا۔ سری راجہ ہیرا سنگھ نے ۱۸۷۹-۸۰ء کی جنگ افغانستان میں دو توپیں۔ رسالے کے دو سو جوان اور پلٹن کے ۵۰۰ جوان سرحدی خدمات کے لئے دئے۔

Marfat.com

اور اس فوج نے لڑائی کے پہلے دور میں وادیٔ کرم کے اندر نہایت اعلیٰ درجہ کی خدمتیں انجام دیں۔ راجہ صاحب کو ۱۸۹۸ء میں ان خدمات کے صلہ کے طور پر جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب عطا ہوا۔ اور پھر ۱۸۹۳ء میں آپ کو راجۂ راجگان کا معزز خطاب ملا۔ ۱۸۸۷ء میں ذاتی اعزاز کے طور پر ان کی سلامی ۱۳ ضرب توپوں کی کردی گئی۔ اور زاں بعد ۱۸۹۵ء میں اس سلامی میں دو ضرب توپیں اور بڑھا کر پوری پندرہ ضرب کردی گئیں۔ جنوری ۱۹۰۳ء میں دہلی کے دربار تاجپوشی کے موقع پر آپ کو جی۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب دیا گیا اور نیز سکھ پلٹن نمبر ۱۴ کا آنریری کرنیل مقرر کیا گیا +

پنجاب کے دیسی فرمانروایان کی فہرست مدارج میں راجہ صاحب ناجھہ کا چوتھا درجہ ہے اور یہ حضور وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند کی ملاقات بازدید کے حقدار ہیں۔ ۱۸۹۰ء میں لارڈ لارنس بالقابہ ۱۹۰۳ء میں لارڈ کرزن اور ۱۹۰۶ء میں لارڈ منٹو اس ریاست میں تشریف فرما ہوئے۔ ہز ہائینس راجہ ہیرا سنگھ نومبر ۱۹۰۵ء میں ہز رائل ہائینس شہزادہ ویلز کی ملاقات کے لئے لاہور مدعو کئے گئے اور جنوری ۱۹۰۷ء میں امیر صاحب کابل کی سیاحت ہندوستان کے موقع پر آگرہ میں جو چیفس آف انڈین آرڈرز ہوا آپ اس میں موجود تھے +

ہز ہائینس سری راجہ ہیرا سنگھ کے اکلوتے اور وارث صاحبزادہ بلند اقبال ٹیکہ صاحب رپدمن سنگھ دو سال تک گورنر جنرل کشور ہند کی لیجسلیٹو کونسل میں اڈیشنل ممبر رہے +

Marfat.com

ریاستِ کپورتھلہ

ہز ہائینس راجۂ راجگان راجہ سر جگجیت سنگھ کے سی آئی ای۔ آئی والیِ ریاستِ کپورتھلہ

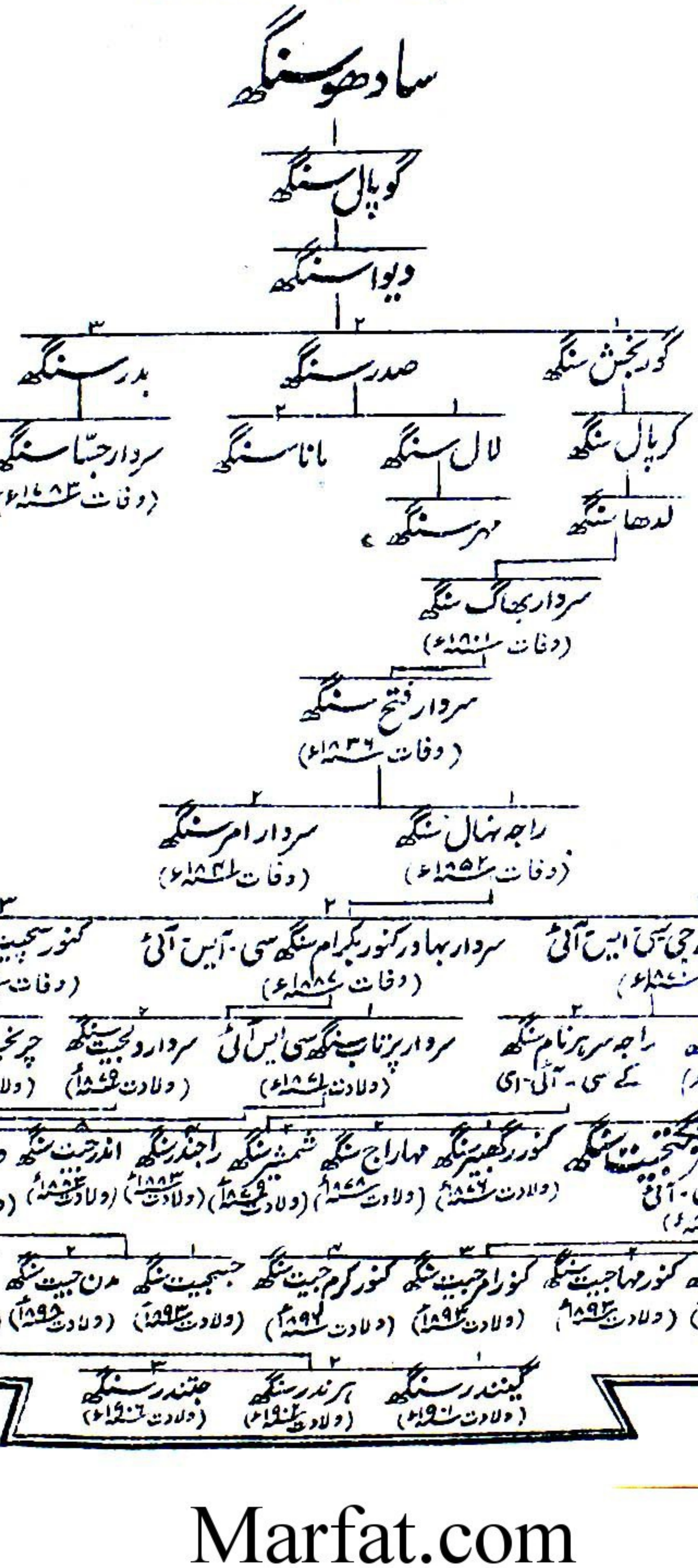

Marfat.com

ہز ہائینس راجہ راجگان راجہ کھڑک سنگھ صاحب بہادر حکمران مغفور
والئے ریاست کپورتھلہ

[illegible] Raja Kharak Singh Bahadur Chief of Kapurthala State

Marfat.com

Marfat.com

ہز ہائینس راجہ راجگان راجہ سر جگجیت سنگھ صاحب بہادر کے سی ایس آئی
فرزند دلبند راسخ الاعتقاد دولت انگلشیہ والئے ریاست کپورتھلہ

Marfat.com

Marfat.com

ریاست کپورتھلہ کا رقبہ	۶۳۰ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۳۱۴۳۵۱
〃 〃 کا مالیہ	۲۵ لاکھ روپیہ اس میں قریباً ۱۳ لاکھ روپیہ جائداد اودھ کی آمدنی کا ہے۔
ریاست کپورتھلہ کی افواج — امپیریل سروس کی پیادہ فوج	۶۰۰ جوان
ریاست کپورتھلہ کی افواج — مقامی پیادہ فوج	۳۹۴ 〃
ریاست کپورتھلہ کی افواج — کارآمد توپیں	۹ عدد
راجہ صاحب کی سلامی	۱۱ ضرب توپ

ریاست کپورتھلہ کا خاص علاقہ دریائے بیاس کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ ایک تنگ قطعہ میں دریائے ستلج اور بیاس کے مقام اتصال تک پھیلتا چلا گیا ہے اور پرگنہ بنگہ کے علاوہ جس میں ہوشیارپور کے مغربی حصہ کے ۲۴ مواضعات شامل ہیں اس ریاست کا ایک اور دور افتادہ علاقہ پھگواڑہ بھی ہے جو جالندھر اور پھلور کے درمیان واقع ہے۔ اضلاع امرتسر و لاہور میں بھی چند مواضعات ریاست کی ملک ہیں اور اس کی املاک کا کثیر حصہ ممالک متحدہ میں واقع ہے۔ اس ممالک متحدہ کی جائداد میں ضلع بجنور کا علاقہ بھوگپور اور اودھ کے چار حسب ذیل علاقہ جات شامل ہیں۔ ضلع بڑائچ کے دو علاقے بونڈی اور اکونہ۔ ضلع بارہ بنکی کا علاقہ بھٹولی اور ضلع کھیری کا علاقہ دھوریرا۔ علاقہ دھوریرا ۱۸۱۱ء میں سری راجہ کھڑک سنگھ صاحب نے قیمتاً خرید کیا تھا اور علاقجات بونڈی۔ بھٹولی اور اکونہ سری راجہ رندھیر سنگھ صاحب کے

Marfat.com

عہد میں ایّام غدر کی بیش بہا خدمات کے صِلہ میں سرکار انگریزی نے ریاست کو عطا کئے تھے۔ ریاست کپورتھلہ کے علاقہ جات اودھ کا کل رقبہ سات سو مربع میل اور اُن کی مجموعی آبادی تین لاکھ آدمیوں کی ہے اور راجہ صاحب کو اُن میں تعلقداری کے حقوق ملے ہیں ٭

شہر کپورتھلہ کا بانی رانا کپور بتایا جاتا ہے۔ یہ راجپوت تھا۔ اور جیسلمیر سے نقل مکان کرکے یہاں آیا اور یہ شہر بسایا تھا۔ اسی رانا کپور کی وجہ سے خاندان اہلووالیہ یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ اُس کا سلسلۂ نسب جیسلمیر کے فرمانروا خاندان سے مِلتا ہے۔ پہلے رانا کپور صرف ایک خیالی اور فرضی شخص تصوّر کیا جاتا تھا مگر حال میں کپورتھلہ کے موجودہ فرمانروا سری راجہ جی نے کانگڑہ کی ایک راجپوت خاتون سے شادی کرکے پھر اس کے ساتھ اپنا خاندانی تعلّق ثابت کیا ہے۔ درحقیقت کپورتھلہ کے حکمراں خاندان کا اصلی مورث ایک عالی ہمّت اور اولوالعزم زمیندار سری سادھو سنگھ نامی تھا۔ اُس نے تقریباً تین سو سال کا عرصہ ہوا لاہور کے قرب وجوار میں چار مواضعات آباد کئے تھے اور ان مواضع کے مالکانہ حقوق اب تک اُس کی اولاد کے نام پر قائم ہیں۔ کپورتھلہ کے حکمراں خاندان کا خاص نام اہلووالیہ اس لئے مشہور ہے کہ یہ سادھو سنگھ مذکور کی اولاد میں اہلو نامی ایک شخص کے نام سے منسوب ہے٭

خاندان کی حکومت کے اصل بانی سری سردار جسا سنگھ تھے۔ یہ نادرشاہ اور احمدشاہ کے ہمعصر تھے اور اُنہوں نے اُس زمانے کی بدامنی اور گڑبڑ سے فائدہ اُٹھاکر بہت سا گردوپیش کا علاقہ اپنی اَملاک میں شامل کرلیا اور ذاتی لیاقت اور بہادری کی وجہ سے اپنے زمانے

Marfat.com

کے بڑے بڑے سربرآوردہ سکھ سرداروں میں شمار ہونے لگے۔ لاہور کے مقامی مسلمان ناظموں سے ان کی ہمیشہ ٹھن رہی اور جب کبھی میدان جنگ میں اُن کے سامنے آئے عموماً یہی کامیاب ہوتے رہے۔ انہوں نے ۱۷۴۸ء میں صلابت خاں ناظم امرتسر پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور ضلع امرتسر کے بہت سے حصّے پر تسلط کر لیا۔ پھر پانچ سال بعد انہوں نے مزید فتوحات حاصل کر کے اپنے علاقے کو دریائے بیاس کے کنارے تک وسعت دیدی۔ جالندھر کے ناظم ادینہ بیگ کو شکست دیکر پرگنہ فتح آباد پر قبضہ کر لیا جو اب تک اس خاندان کے قبضہ میں ہے۔ پھر انہوں نے دریائے ستلج کے جنوب میں سرہند اور دیالپور کا نصف حصّہ سوڈھیان کرتارپور کو دیکر وہاں سے فیروزپور کی جانب کوچ کیا اور دوگاراں اور مکھو کے پرگنہ جات لے لئے۔ یہ پرگنہ جات ستلج کی لڑائی کے بعد تک راجگان اہلووالیہ کے قبضے میں رہے۔ اسی سال سری سردار جسا سنگھ نے ہوشیارپور۔ بیروگ اور نرائن گڑھ فتح کئے اور رائے براہیم اُس زمانہ کے مسلمان رئیس کپورتھلہ نے فتحیاب سردار صاحب کا باجگزار بن کر اپنے آپ کو تباہی سے بچایا۔ اس کے بعد سردار موصوف لاہور کے جنوب کی طرف سے ہوتے ہوئے جھنگ کو گئے اور سردار عنایت اللہ سیال سے معرکہ آرا ہوئے لیکن اس حملہ میں کچھ کامیابی نہ ہوئی اور یہ کوئی کثیر نقصان کئے بغیر وہاں سے واپس آ گئے۔ پھر سری جسا سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دادا چڑت سنگھ سوکرچکیہ سے بمقام گوجرانوالہ ایک میداں داری کی اور اس مہم میں بھی ناکامیابی ہوئی چڑت سنگھ نے سری جسّا سنگھ کی توپیں اور اُن کا مال و اسباب چھین لیا اور انہیں لاہور

Marfat.com

کی طرف ہٹا دیا ۔

اٹھارھویں صدی کے وسط میں سری سردار جسّا سنگھ شمالِ ستلج کے تمام سکھ سرداروں میں سربرآوردہ آدمی تھے اور جنوبِ ستلج کا بھی کوئی رئیس ان سے بڑھکر ذی اقتدار نہ تھا۔ سردار صاحب کو یہ اقتدار ان کی تمام زندگی تک حاصل رہا گو ان کی قسمت میں اکثر تبدیلیاں ہوتی رہیں اور کئی دفعہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ان کا تمام حاصل کردہ علاقہ انکے ہاتھ سے نکل چکا تھا چنانچہ ایک موقع پر جب یہ دریائے جمنا کے جنوبی علاقے کو تاخت وتاراج کر رہے تھے ان کو خبر ملی کہ باغی سکھوں کو سزا دینے کے لئے احمد شاہ پھر کابل سے واپس آگیا ہے۔ سری جسّا سنگھ کو بھی اپنا علاقہ بچانے کے لئے فوراً پنجاب میں واپس آنا پڑا اور برنالہ کے قریب دریائے ستلج کے کنارے پر جانبین میں سخت لڑائی واقع ہوئی۔ اس جنگ میں احمد شاہ کو فتح حاصل ہوئی پھر اس فتح کے چند ماہ بعد سکھوں کو سرہند کے قریب دوبارہ شکست فاش نصیب ہوئی اور سری جسّا سنگھ اور ان کے ساتھی سکھ رؤسا کو مجبور ہو کر کانگڑہ کی پہاڑیوں میں پناہ لینی پڑی مگر سرہند کی شکست کے بعد ہی سکھوں نے قصور کا مضبوط قصبہ فتح کر لیا اور اُسے لوٹ کر اپنی ہزیمت کا بدلہ لے لیا۔ پھر وہاں سے حسب معمول بہادر جسّا سنگھ کی ماتحتی میں یہ لوگ ایک دفعہ اَور سرہند کے پُرانے میدانِ جنگ کی طرف بڑھے۔ کیونکہ سرہند ہی سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان فساد کا مبداء تھا۔ اس مرتبہ کے حملہ میں زین خاں ناظم سرہند اور تقریباً اُسکے تمام آدمی حملہ آور سکھوں کی تلواروں کے شکار ہو گئے۔ اور فتحمند خالصہ سپاہیوں نے سرہند کو خوب دل کھول کر لوٹا۔ سری جسّا سنگھ اس فتح

Marfat.com

کے بعد امرتسر واپس آئے اور شکریۂ فتح کے طور پر دربار صاحب کے جسے احمد شاہ نے اُڑا کر تباہ کر دیا تھا از سر نو تعمیر کرنے کے کام میں بہت بڑا چندہ عطا کیا اور اس کے علاوہ ایک خاص اہلووالیہ بانا بھی تعمیر کرایا جو آج تک اس متبرک شہر کے آثار قدیمہ میں شمار ہوتا ہے ٭

سری سردار جسّا سنگھ کی جنگی قابلیتیں بلا شبہ نہایت اعلےٰ درجے کی تھیں اور اس کے ساتھ وہ بیحد متقی اور پکے سکھ بھی تھے۔ انکی تعظیم و تکریم اور عزت و حرمت ان ہر دو اعتبارات سے یکساں ہوتی تھی۔ سری راجہ امر سنگھ والیٔ ریاست پٹیالہ اور دوسرے نامی گرامی اور مشہور رؤسا کو سردار موصوف کے ہاتھ سے پول لینے کا فخر تھا۔ ہر ایک زیبحشمت مذہبی معاملہ کے متعلق سری سردار صاحب کی صلاح ضرور لی جاتی اور انہیں کی صلاح پر تمام طور سے عملدرآمد کیا جاتا تھا۔ الغرض قوم خالصہ کا اقتدار قائم کرنے میں سردار جسّا سنگھ جی مہاراج سنگھ اپنے ہمعصر سکھ رؤسا کے مابین سب سے زیادہ حصّہ لیا۔ اور اگر ان کی جگہ بہت جلد قوم سکھ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ایسا نہایت قابل نعم البدل نہ پیدا ہو جاتا تو اس میں شک نہ تھا کہ سری سردار جسّا سنگھ کی موت ایک ایسی آفت تھی جس سے سکھوں کے نوخیز مذہب کو بہت سخت صدمہ پہنچتا۔ ان دونوں میں فرق یہ تھا کہ سردار جسّا سنگھ ایک راسخ الاعتقاد سکھ اور بڑے دلیر و شجاع شخص تھے۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادری اور ہر دلعزیزی میں ان سے کم مگر پولیٹکل لحاظ سے خالصہ پنتھ کا زبردست مدد و معاون تھا ٭

سری سردار جسّا سنگھ کے بعد خاندان اہلووالیہ کی سرداری انکے چچیرے بھائی کے پوتے سری بھاگ سنگھ جی کو ملی۔ بھاگ سنگھ صاحب

Marfat.com

ضعیف العقل اور ادراک و ارادہ کے مضبوط نہ تھے۔ انہوں نے اپنے خاندان کی جاہ و حشمت کو کچھ ترقی نہیں دی اور اٹھارہ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۸۱۱ء میں بمقام کپورتھلہ فوت ہو گئے۔ انکے صاحبزادۂ بلند اقبال سری فتح سنگھ جی شروع شروع میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے رفیق اور ہم چشم تھے لیکن رنجیت سنگھ کی قابلیت اور اُس کے روز افزوں اقبال کے سامنے تھوڑے ہی عرصے میں ان کا اقتدار اس قدر کم ہو گیا کہ انجام کار وہ سرکار لاہور کے باجگزار بن گئے۔ جس وقت مرہٹے رئیس جسونت راؤ ہلکر کو لارڈ لیک بالقابہ کی تعاقب کرنے والی فوج نے دریائے ستلج کے شمال کی طرف بھگایا ہے اُس وقت سری فتح سنگھ جی امرتسر میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس موجود تھے اور انہیں کی صلاح پر مہاراجہ نے مفرور ہلکر کو امداد نہ دیکر سرکار انگریزی کو اپنی طرف سے رنجیدہ ہونے کا موقع نہیں دیا۔ یکم جنوری ۱۸۰۶ء کو سرکار انگریزی اور آنروے ستلج کے سکھ فرمانرواؤں میں جو عہدنامہ ہوا اُس پر سری فتح سنگھ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک ساتھ دستخط کئے۔ اس عہدنامہ میں سرکار انگریزی نے یہ اقرار کیا کہ جب تک کہ رئیسان موصوف دشمنان سرکار کے ساتھ دوستانہ تعلق نہ پیدا کرینگے اور نہ کسی طرح خود دشمنی ظاہر کرینگے تب تک سرکار عالیہ اُن فرمانرواؤں کے علاقجات میں کوئی دست اندازی نہ کریگی اور نہ ان علاقہ جات کی ضبطی کا منصوبہ باندھیگی۔ اس عہدنامہ میں رنجیت سنگھ اور فتح سنگھ دونوں کو سردار کا خطاب دیا گیا تھا۔ مگر بعد ازاں پھر یہ کبھی ہم رتبہ نہیں سمجھے گئے۔ سری فتح سنگھ طبیعت کے کمزور اور ضعیف دل و دماغ کے آدمی تھے۔ وہ ہمیشہ اپنا جاہ و اقتدار قائم کرنے سے جھجکتے رہتے تھے اسی وجہ سے یہ آہستہ آہستہ مہاراجہ رنجیت سنگھ

Marfat.com

کے سامنے ایسا دب گئے کہ مہاراجہ ان کو ایک معمولی مطیع سردار سمجھنے لگا انہیں ہر ایک فوجی مہم میں خدمات ادا کرنے کے لئے طلب کیا کرتا اور ہمیشہ لاہور میں حاضر باشی کی تاکید رکھتا تھا۔ رنجیت سنگھ کا اس قدر دباؤ ڈالنا آخر کار فتح سنگھ صاحب کے ایسے نرم دل اور ضعیف الارادہ آدمی کو بھی ناقابل برداشت معلوم ہونے لگا۔ اس لئے وہ ۱۸۲۵ء میں اپنی دو ابھائے راوی و بیاس اور بیاس و ستلج کے مابین کی جاٹداد مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاتھ میں چھوڑ کر ستلج کے پار چلے گئے اور قصبہ جگراؤں میں جا کر پناہ لی۔ اُس وقت یہ قصبہ سرکار انگریزی کی حفاظت میں تھا۔ سردار فتح سنگھ جی کی یہ حرکت عاجلانہ اور بے وجہ نہ تھی۔ درحقیقت وہ مہاراجہ کی فوج کو اپنے حدود کی طرف دفعۃً پیش قدمی کرتے دیکھکر دل میں سخت اندیشہ مند ہو گئے تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو یہ معلوم کر کے غالباً نہایت تعجب اور رنج ہوا ہوگا کہ اس کا ایک پرانا دوست انگریزوں کے ظلِ حمایت میں چلا گیا ہے کیونکہ چند سال سے انگریزوں کے اس کی سرحد ستلج کے نزدیک مقیم ہو جانے سے اُسے یونہی فکر پیدا ہو رہا تھا۔ اور اب سردار فتح سنگھ کی یہ حرکت اُس تردد میں اور اضافہ کرنے والی تھی لیکن سردار فتح سنگھ جی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سخت برتاؤ سے بیحد پریشان ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنے دل میں ٹھان لیا تھا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ بھی والیان ریاستہائے پھلکیان کی طرح اپنے آنروے ستلج کے علاقہ کی حفاظت کا سرکار انگریزی سے اطمینان کرا لینگے۔ سرکار انگریزی کے لئے سردار موصوف کا یہ منشا پورا کرنا بغیر اس بات کے ممکن نہ تھا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ کھلم کھلا مخالفت کی جاے اور بلا کسی فساد

Marfat.com

اور چھیڑ چھاڑ کے صرف اسی قدر ہو سکتا تھا کہ سردار فتح سنگھ جی کے ایں روئے ستلج کے مقبوضات سرکار انگریزی کی حفاظت میں لے لئے جائیں اور مہاراجہ اور سردار صاحب کے مابین صلح کرا کے پھر دوستانہ راہ و رسم قائم کرا دی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سردار فتح سنگھ جس علاقہ کو چھوڑ کر برٹش حدود میں بھاگ آئے تھے وہ پھر انہیں واپس مل گیا۔ بہرحال گورنمنٹ عالیہ نے معاہدۂ ۱۸۰۹ء کے مطابق سردار فتح سنگھ جی کو ان کے علاقۂ ایں روئے ستلج کی بابت پورا اطمینان دلا دیا۔

سری سردار فتح سنگھ جی ۱۸۳۵ء میں عالم آخرت کو سدھارے اور ان کی جگہ ان کے فرزند دلبند سری نہال سنگھ جی گدی نشین ہوئے سری نہال سنگھ کے عہد حکومت میں ریاست کپورتھلہ کو بہت سے اہم واقعات پیش آئے۔ ان کے عہد کا ابتدائی زمانہ متواتر خانگی نزاعات کی وجہ سے سخت بے لطفی کے ساتھ کٹا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ لاہور اور اس کے منتفی وزیر راجہ دھیان سنگھ نے نہال سنگھ جی کے بھائی امر سنگھ جی کو برانگیختہ کر کے مسند کپورتھلہ کا دعویدار بنا دیا۔ امر سنگھ اپنی نسبت جائز وارث ریاست ہونے کے مدعی اور اس وقت تک اپنے بھائی کے سخت دشمن رہے جبکہ وہ ۱۸۴۱ء میں اتفاقیہ دریائے راوی میں ڈوب کر فوت ہو گئے اور یہ جھگڑا نبٹ جانے کے بعد ۱۸۴۵ء میں ستلج کی لڑائی شروع ہو گئی۔ سری نہال سنگھ کے لئے یہ اور بھی کڑی آزمائش کا وقت آیا۔ چنانچہ اس لڑائی کے خاتمہ تک یہی پس و پیش کرتے رہے کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے ایسے وقت میں سرکار انگریزی کی کوئی امداد نہ کی جس وقت کہ وہ امداد بیش بہا ثابت ہوتی

Marfat.com

ان کی فوج اپنے کمیدان حیدر علی کے ماتحت علی وال اور بدھووال کے دو موقعوں پر فی الواقع سرکار انگریزی کے خلاف لڑی تھی مگر سردار نہال سنگھ اس مخالفانہ کارروائی کے بذات خود کچھ بھی ذمہ وار نہ تھے۔ کیونکہ انکی سپاہ باغی ہوگئی تھی اور اس نے انکے اُس وزیر کو بھی قتل کر دیا تھا جو باغی فوج کو انگریزوں کے مقابلہ میں اسلحہ اُٹھانے سے روکنے کی کوشش کرتا تھا تاہم ان کی ذات پر یہ الزام لگا کہ یہ کمزور۔ غیر مستقل مزاج۔ اور مذبذب آدمی ہیں اس لئے کہ اپنے روسے تسلیج کے باجگزار اور زیر حفاظت رئیس ہونے کی حیثیت سے ان کا فرض تھا کہ اپنی تمام فوج اور خزانہ کو سرکار انگریزی کی خدمت میں پیش کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ ہیں سبب اس لڑائی کے اختتام پر ایک لاکھ اڑتیس ہزار روپیہ تاوان دینے کی شرط سے سردار نہال سنگھ کو صرف ان کے دوآبہ جالندھر کے علاقے پر مستقل قبضہ دیا گیا جس کا مالیہ ۵۷۸۶۲ روپیہ سالانہ تھا۔ اور ان کی وہ جائداد ضبط کر لی گئی جو دریائے تسلیج کے جنوب میں واقع تھی اور جس کا مالیہ ۵۶۵۰۰۰ روپیہ تھا۔ چنانچہ اس وجہ سے ہوئی کہ معاہدہ ۱۸۰۹ء کے مطابق والیِ کپورتھلہ پر جو پیشکش کرنا فرض تھا نہیں کیا۔

اس نقصان سے سردار نہال سنگھ جی کو جو سبق حاصل ہوا اُس کو وہ پھر کبھی نہیں بھولے چنانچہ سکھوں کی دوسری لڑائی میں انہوں نے اپنے نام کے دامن سے بدنامی کا دھبہ دھونے کے لئے جتنے اور جس باربرداری اور رسد رسانی میں پوری امداد دی اور اپنے آپ کو سرکار عالیہ کا ایک وفادار اور خدمت گزار حکومت رئیس ثابت کر دکھایا لڑائی ختم ہونے پر لارڈ ڈلہوزی بانقاب گورنر جنرل کشور ہند نے ان کو

Marfat.com

اپنی ملاقات کا اعزاز بخشا اور ان کی بیش بہا خدمات کے صلہ میں راجہ کا خطاب عطا فرمایا۔ راجہ نہال سنگھ ۱۸۵۲ء میں فوت ہو گئے اور ان کے فرزند بلند اقبال سری راجہ رندھیر سنگھ صاحب ان کے جانشین ہوئے۔ نئے والیٔ ریاست حلم اور فیاضی میں اپنے والد ماجد کی مانند تھے اور مزید براں زبردست عزم تھے ان صفات کی وجہ سے ان کو اُن بہت سے اچھے اور منتخب آدمیوں میں خاص امتیاز حاصل ہوا جو ۱۸۵۷ء میں سرکار انگریزی کے طرفدار رہے تھے۔ غدر شروع ہونے کی خبر آتے ہی راجہ رندھیر سنگھ جی نے اپنے چھوٹے بھائی کنور بکرام سنگھ کو ساتھ لیکر مع فوج و سپاہ جالندھر کی طرف کوچ کر دیا۔ اور شہر دہلی کے فتح ہونے تک دوآبۂ جالندھر پر قبضہ قائم رکھنے میں جہاں سرکاری فوج بالکل نہ ہونے کے قریب تھی سرکار کی امداد کی۔ راجہ رندھیر سنگھ ستلج کے شمالی علاقجات میں ایک سربرآوردہ سکھ رئیس تھے اور ان کی اس مخلصانہ اور دلی وفاداری سے ملک میں نہایت مفید سیاسی اثر ہوا۔ راجہ جی کو اس عمدہ کارگزاری کے صلہ میں راجۂ راجگان کا خطاب عطا ہوا۔ اور ان کے ذمہ کے خراج میں ۲۵۰۰۰ روپیہ سالانہ کی تخفیف کر دی گئی۔ ۱۸۵۸ء میں پنجاب میں امن و امان ہو جانے کے بعد راجہ رندھیر سنگھ صاحب کو اجازت ملی کہ وہ اپنی سپاہ کا کنٹنجنٹ ملک اودھ کو لیجائیں اور وہاں کے پُرشورش اضلاع کے اندر امن و امان قائم کرنے میں حصہ لیں۔ چنانچہ راجہ صاحب مع اپنے بھائی کے دس ماہ کے عرصے تک اودھ کے میدان جنگ میں شریک رہے اور چھ بڑی بڑی لڑائیوں میں دشمن کا دلیرانہ مقابلہ کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس طویل عرصہ میں راجہ صاحب

Marfat.com

نے کبھی تکان یا خوف کی پرواہ نہ کی اور ہمیشہ اپنی فوج کے سر پر موجود رہے۔ یہی سبب تھا کہ ان کی فوج نے ہر ایک موقع پر بہادری سے لڑ کر فن سپاہگری میں بہت اچھا نام پیدا کیا۔ ان اعلےٰ خدمات کے صلہ میں راجہ صاحب کو ملک اودھ کے دو ضبط شدہ محالات بونڈی واقع ضلع بہرائچ اور بنھولی واقع ضلع بارہ بنکی میں استمراری حقوق عطا ہوئے جن محالات کی سالانہ آمدنی ۴۳۵۰۰ روپیہ تھی۔ اور چونکہ راجہ جی کے بھائی کنور بکرام سنگھ جی بھی اُن کے ہمراہ اودھ گئے تھے اور لڑائی کے دوران میں بڑی بہادری اور شجاعت کا ثبوت دیا تھا لہذا کنور صاحب موصوف کو بھی ضلع بہرائچ کے تعلقۂ اکونا کا ایک حصہ عطا ہوا جس کی آمدنی ۴۵۰۰۰ روپیہ سالانہ تھی۔ مگر بعد ازاں ۱۸۶۹ء میں سر ہنری ڈیوس صاحب بالقابہ چیف کمشنر اودھ کے ثالثانہ فیصلہ کے رو سے راجہ جی نے اکونا کا علاقہ تو خود لے لیا اور کنور بکرام سنگھ جی کو اُس کی بجائے اضلاع رائے بریلی اور لکھیم پور میں ۵۵۰۰۰ روپیہ کی دیگر اراضیات خرید دیں۔ ۱۸۸۱ء میں گورنر جنرل کشور ہند نے یہ فیصلہ کیا کہ ان اراضیات پر کنور بکرام سنگھ اور ان کی اولاد کا قبضہ دوامی اور نسلاً بعد نسلٍ رہیگا۔ بعد ازاں لیجسلیٹو کونسل نے اسی مطلب کا ایک ایکٹ (قانون) بھی پاس کر دیا جو بکرام سنگھ اسٹیٹ ایکٹ (ایکٹ ۱۰ ۱۸۸۳ء) کہلاتا ہے +

سری راجہ رندھیر سنگھ اپنے چھوٹے بھائیوں کنور بکرام سنگھ اور کنور سوچیت سنگھ کے تکلیف دہ جھگڑوں کے باعث کئی سال تک نہایت مضطرب رہے ان تنازعات کی بنا سری راجہ نہال سنگھ سرگباشی کی ایک وصیت تھی جو ان دونوں بھائیوں کے حق میں تھی اور یہ اُس کی اپنے مُفید

Marfat.com

مطلب تاویل کرتے تھے - اس طویل جھگڑے کی تفصیل بیکار ہے یہاں صرف اس بات کا بیان کر دینا کافی ہے کہ صاحب سکرٹری آف سٹیٹ بہادر نے ۱۸۶۹ء میں یہ معاملہ اس طرح فیصل کر دیا کہ راجہ صاحب اپنے چھوٹے بھائیوں کو اُن کے حین حیات تک فی کس ۶۰۰۰ روپیہ سالانہ وظیفہ دیتے رہیں اور اسی کے ساتھ یہ بھی قرار دیا گیا کہ ان دونوں بھائیوں کی وفات کے بعد ان کی اولاد کو معقول گزارہ دینا چاہیئے +

اخیر میں راجہ رندھیر سنگھ جی کو ان کی خدمات غدر کے صلہ میں سب سے گراں بہا حق مبتنیٰ مقرر کرنے کا عطا ہوا جو لارڈ کیننگ بالقابہ کی سند مورخہ ۳۱ مارچ ۱۸۶۲ء کی رو سے ملا - ۱۸۶۴ء میں لارڈ لارنس بالقابہ نے ایک عام دربار میں راجہ صاحب کو جی - سی - ایس - آئی کا خطاب عطا کیا اور بہادر راجہ جی کے شایان شان اعزاز کے ساتھ انہیں تہ دل سے تحسین و آفرین کہی - راجہ جی کو کئی سال سے خواہش تھی کہ وہ ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند کے حضور میں حاضر ہوں اور ان کی ذات والاصفات اور تاج و تخت کے ساتھ اپنی عقیدت اور جاں نثاری کا اظہار کریں چنانچہ ۱۸۷۶ء کے شروع میں انہوں نے ہندوستان سے روانہ ہونے کا عزم کیا اور باوجود اس کے کہ اُس وقت انہیں سخت بیماری لاحق تھی وہ انگلستان کی طرف روانہ ہو گئے - مگر ابھی عدن ہی تک پہنچے تھے کہ موت نے قدم آگے نہ اُٹھانے دیا اور وہ یہ آرزو دل میں لئے ہوئے ملک عدم کا سفر کر گئے - ان کی لاش ہندوستان میں واپس لائی گئی اور بمقام ناسک دریائے گوداوری کے کنارے پر نذر آتش کی گئی - ان کی سمادھ کی ایک عالی شان عمارت وہاں بنی ہے +

Marfat.com

سری راجہ رندھیر سنگھ کے جانشین فرزند ہمایوں بخت سری راجہ کھڑک سنگھ نے صرف سات سال حکومت کی اور ان کے عہد میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔ چونکہ کھڑک سنگھ جی کی وفات سے چند سال پہلے ان کے دماغ میں کچھ آثارِ ضعف نمودار ہو گئے تھے اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ چند بڑے بڑے اہلکاروں کی ایک کونسل بنا کر ریاست کا انتظام اُسکے ہاتھ میں دیدیا جاے۔ مگر اس انتظام میں کوئی کامیابی نہ ہوئی تو ۱۸۵۵ء میں انتظام ریاست کے لئے ایک انگریز افسر کو بطور سپرنٹنڈنٹ کے مقرر کیا گیا۔ سری راجہ کھڑک سنگھ ایک پنج سالہ کمسن صاحبزادہ سری جگجیت سنگھ نامی موجودہ فرمانروا ے کپورتھلہ چھوڑ کر ۱۸۷۷ء میں فوت ہو گئے۔ سری راجہ جگجیت سنگھ جی مہاراج ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے اور نومبر ۱۸۷۷ء میں آپ کو ریاست کے پورے اختیارات دیئے گئے۔ آپ کی نابالغی کے زمانے میں ریاست کا انتظام پنجاب کمیشن کا ایک افسر بامداد کونسل چلاتا رہا جس میں ریاست کے بڑے بڑے اہلکار شامل تھے۔

ہز ہائینس راجہ جگجیت سنگھ جی مہاراج سیر و سیاحت کے بڑے شوقین ہیں اور آپ نے کئی دفعہ انگلستان کا سفر کرنے کے علاوہ تقریباً یورپ کے ہر ایک ملک کی سیاحت اور امریکہ۔ چین۔ جاپان اور جاوا کی بھی سیر کی ہے۔ ۱۸۹۷ء میں ملکۂ معظمہ آنجہانی کی ڈائمنڈ جوبلی کے موقع پر راجہ جی کو کے۔ سی۔ ائیں۔ آئی کا معزز خطاب عطا ہوا اور ۱۹۰۲ء میں آپ کو اپنی رعایا کے اندر پھانسی دینے کے اختیارات دئے گئے۔ نومبر ۱۹۰۵ء میں ہز رائل ہائینس شہزادہ ویلز اور ان کی بیگم صاحبہ کی

Marfat.com

تشریف آوری لاہور کے موقع پر راجہ صاحب کپورتھلہ بھی یہاں موجود تھے۔ آپ کے چار فرزندانِ ارجمند ہیں اور وہ سب یورپ میں تعلیم پا رہے ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادہ صاحب ٹیکہ پرمجیت سنگھ کی منگنی ایک راجپوت خاتون کنور گھمبیر چند صاحب ریاست جبل والے کی دخترِ عصمت پناہ سے ہوئی ہوئی ہے ٭

موجودہ راجہ صاحب کے جدِّ امجد راجہ رندھیر سنگھ صاحب کے بھائی کنور بکرام سنگھ بڑے نامور آدمی تھے۔ یہ جالندھر میں رہا کرتے تھے اور آغاز غدر کے ایام میں شہر اور اُس کے گرد و نواح کے قیام امن اور حفاظت میں بڑے کارآمد ثابت ہوئے۔ بعدازاں انہوں نے اودھ کو مطیع کرنے میں نمایاں امداد دی اور ریاست کپورتھلہ کی افواج کے کمیدان رہ کر کئی ماہ تک میدان جنگ میں رہے۔ انہوں نے کئی لڑائیوں میں اظہار شجاعت کر کے غدر کا تمغہ حاصل کیا اور ان کی خدمات کے صلہ میں ان عطیات اراضی کے علاوہ جن کا ذکر ہو چکا ہے ان کو سردار بہادر کا خطاب اور ایک بیش بہا خلعت بھی عطا ہوا تھا۔ کنور بکرام سنگھ شہر جالندھر میں آنریری مجسٹریٹ تھے اور ۱۸۷۹ء میں انہیں آنریری اسسٹنٹ کمشنر مقرر کیا گیا۔ اسی سال انہیں سی۔ ایس۔ آئی کا معزز خطاب ملا اور یہ نئے میونسپل بورڈ کے پریزیڈنٹ بھی مقرر کئے گئے۔ کنور بکرام سنگھ ایک بڑے دلیر سپاہی ہونے کے علاوہ مشرقی زبانوں کے ایک برگزیدہ عالم اور ہندوستانی علم موسیقی کے بھی بڑے ماہر تھے۔ اُنہوں نے سکھوں کی ایک اہم تمدنی اور مذہبی سبھا کا سنگِ بنیاد رکھا جو اب پنجاب بھر میں سنگھ سبھا کے نام سے مشہور ہے اور انہوں نے مغربی علوم اور

Marfat.com

تعلیم نسوان کے پھیلانے میں بڑی کوشش کی۔ یہ پنجاب کے سربرآوردہ اصحاب میں سے تھے۔ بڑے خلیق اور بے حد فیاض اور مہماں نواز تھے اور وفاداری سے گورنمنٹ کی خدمت کرنے میں سب سے سبقت لے جاتے تھے۔ ملک کے عام انتظام اور لوگوں کی بہبودی کے کاموں میں بڑے بڑے حکام اکثر ان کی صلاح لیا کرتے تھے ٭

کنور بکرام سنگھ صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادہ آنریبل سردار پرتاب سنگھ جی کا ارادہ پہلے فوجی ملازمت کر لینے کا ہوا تھا اور ان کی سفارش بھی ایک رسالہ میں کمیشن افسری ملنے کے لئے ہو گئی تھی مگر کنور بکرام سنگھ کی وفات پر جائداد کے انتظام کے لئے ان کی ضرورت پڑ گئی لہذا انہیں مجبوراً اپنا ارادہ ملتوی کر دینا پڑا۔ تاہم اپنے آپ کو انہوں نے ملکی زندگی میں بڑا ممتاز آدمی ثابت کیا ہے۔ یہ چودہ سال تک آنریری مجسٹریٹ اور آنریری جج رہے اور جنوری ۱۹۰۹ء میں دو سال کی میعاد کے لئے پراونشل لیجسلیٹو کونسل کے ممبر نامزد کئے گئے اور اس میعاد کے گزر جانے پر مزید دو سال کے لئے پھر اسی عہدے پر منتخب ہوئے۔ ۱۹۱۰ء میں انہیں پھر پراونشل لیجسلیٹو کونسل کا ممبر مقرر کیا گیا اور اس کونسل کے غیر سرکاری ممبروں نے انہیں امپیریل لیجسلیٹو کونسل کی ممبری کے لئے منتخب کیا۔ یکم جنوری ۱۹۰۹ء کو انہیں سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب عطا ہوا۔ یہ پنجاب چیفس ایسوسی ایشن جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کا بڑا اچھا خیال ہے کی بنا کے بڑے ممد و معاون رہے ہیں۔ اس ایسوسی ایشن کا منشا یہ ہے کہ صوبہ پنجاب کے خاندانی مالکان اراضی کے فوائد کی نگہداشت کی جاوے اور رؤسا کے دل میں سرکار انگریزی کی نمک حلالی کے خیالات ڈالے جائیں۔ سردار

Marfat.com

صاحب زبانِ انگریزی کے بڑے اچھے عالم۔ مردانہ کھیلوں کے بیحد شائق اور مہمان نوازی اور خیراتی کاموں میں دریادلی دکھانے کے لئے بہت مشہور ہیں۔ ان کا سب سے بڑا لڑکا جسجیت سنگھ ایچیسن چیفس کالج لاہور میں تعلیم پا رہا ہے ٭

کنور بکرام سنگھ کے چھوٹے بیٹے سردار دلجیت سنگھ مطالعہ کے بہت شوقین اور تنہائی پسند آدمی ہیں۔ ایچیسن کالج میں جہاں انہوں نے اچھا نام پیدا کیا تھا اپنی تعلیم کی تکمیل کے بعد سے آج تک یہ پرم ارتھ بدیا اور فلسفہ کے مطالعہ میں بہت سا وقت صرف کرتے رہتے ہیں اور اہل ہنود کے مستند علم موسیقی میں بہت بڑے ماہر ہیں۔ انہوں نے خالصہ پنتھ اور فلسفۂ مذہب پر بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں اور شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم آنجہانی کی تاجپوشی پر ایک شاندار بندی نظم لکھی تھی۔ سردار پرتاب سنگھ اور سردار دلجیت سنگھ علاوہ اس مالیہ کے جو ان کی اودھ کی جائداد کا ہے ریاست کپورتھلہ سے ۳۶۰۰۰ روپیہ سالانہ کا وہ وظیفہ بھی لیتے ہیں جو صاحب سکرٹری آف سٹیٹ بہادر نے مقرر کیا تھا اور دونوں بھائی قسمت جالندھر کے پراونشل درباری ہیں ٭

کنور سُچیت سنگھ سنہ ۱۹۰۱ء میں فوت ہوئے۔ انکے صاحبزادے سردار چرنجیت سنگھ بھی پراونشل درباری ہیں اور ریاست سے ۳۶۰۰۰ روپیہ وظیفہ پاتے ہیں ٭

موجودہ راجہ صاحب کے چچا سر ہرنام سنگھ کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ کئی سال تک ریاست کی جائداد واقع اودھ کے مینجر رہے اور سنہ ۱۸۹۵ء میں اسی تنخواہ کے مساوی پنشن پاکر اپنے عہدے سے سبکدوش ہوئے

Marfat.com

جو وہ بحالت منیجری ریاست سے لیتے رہے تھے۔ یہ حضور گورنر جنرل کشور ہند بالقابہ کی کونسل اور پراونشل لیجسلیٹو کونسل کے ممبر رہے ہیں اور جالندھر اور شملہ میں مقیم رہتے ہیں۔ سر ہرنام سنگھ بالقابہ ضلع جالندھر کے سب سے پہلے پراونشل درباری ہیں اور کے۔ سی۔ آئی۔ ای کے خطاب کے علاوہ ان کو ذاتی اعزاز کے طور پر اب راجہ کا خطاب بھی مل گیا ہے۔ سر ہرنام سنگھ خود اور ان کا سارا کنبہ عیسائی ہو گئے ہیں۔ انکے بیٹوں نے انگلستان میں تعلیم پائی ہے اور سب سے بڑے صاحبزادے کنور رگبیر سنگھ اس وقت پنجاب میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہیں۔ دوسرے لڑکے مہاراج سنگھ صوبہ جات متحدہ میں ڈپٹی کلکٹر ہیں اور تیسرے لڑکے شمشیر سنگھ انڈین میڈیکل سروس میں ایک افسر ہیں ٭

سنہ ۸۰-۱۸۷۹ء کی افغانستان کی لڑائی کے دوران میں ریاست کپورتھلہ نے رسالہ توپخانہ اور پلٹن کے ۷۰۰ جوانوں کا ایک کنٹنجنٹ سرحد سے پرے خدمات انجام دینے کے لئے مہیا کیا تھا اس فوج کو سرحد بنوں پر تعینات کیا گیا۔ جہاں اس نے اپنے افسر سردار نبی بخش سی۔ آئی۔ ای کے ماتحت بہت اچھی خدمات انجام دیں۔ سنہ ۱۸۸۹ء میں ریاست نے امپیریل سروس کے لئے ایک چیدہ دستہ فوج رکھنے کی تجویز پیش کی جو منظور ہو گئی اور یہ دستہ سنہ ۹۸-۱۸۹۷ء کی تیراہ کی لڑائی پر بھیجا گیا جہاں اس نے بڑا نام پیدا کیا +

پنجاب کے والیان ریاست میں راجہ صاحب کپورتھلہ کا پانچواں درجہ ہے انہیں گیارہ ضرب توپوں کی سلامی ملتی ہے اور یہ حضور وائسرائے کشور ہند بالقابہ کی ملاقات بازدید کے حقدار ہیں۔ اہلووالیہ فرمانروایان اپنے پنجاب کے مقبوضات پر اس شرط سے قابض رکھے گئے ہیں کہ مشکل کے وقت یہ سرکار انگریزی کو ہر ایک طرح سے امداد دینگے +

Marfat.com

ریاستِ منڈی

ہز ہائینس راجہ بھوانی سین والیٔ ریاستِ منڈی

ہری سین

راجہ سورج سین (وفات ۱۶۵۸ء)

راجہ شیام سین (وفات ۱۶۶۳ء)

گور سین (وفات ۱۶۸۶ء)

مان چند

دان چند

سدھو سین (وفات ۱۷۰۵ء)

مانک چند

جیپو

جوالا سین (وفات ۱۷۵۲ء)

شمشیر سین (وفات ۱۷۸۲ء)

دُھرجَتیا

راجہ سورما سین (وفات ۱۷۸۹ء)

کلیسر

راجہ ایسری سین

راجہ ظالم سین

تیغا سنگھ

دلدار سنگھ

راجہ بلبیر سین (وفات ۱۸۵۱ء)

کنور رتن سنگھ

کنور کپور سنگھ

کنور بھاگ سنگھ

راگھوناتھ سنگھ

بھوپ سنگھ

کاہن سنگھ

شیر سنگھ

بجے سنگھ

راجہ بجے سین

کنور پردھان سنگھ

کنور مان سنگھ

پریم سنگھ

کاہن سنگھ

موہن سنگھ

گوگا سنگھ

بچتر سنگھ

اوتار سنگھ

ہز ہائینس راجہ بھوانی سین

کشن سنگھ

پھبنو

تھولو

کیسری سنگھ

پراکرم سنگھ

Marfat.com

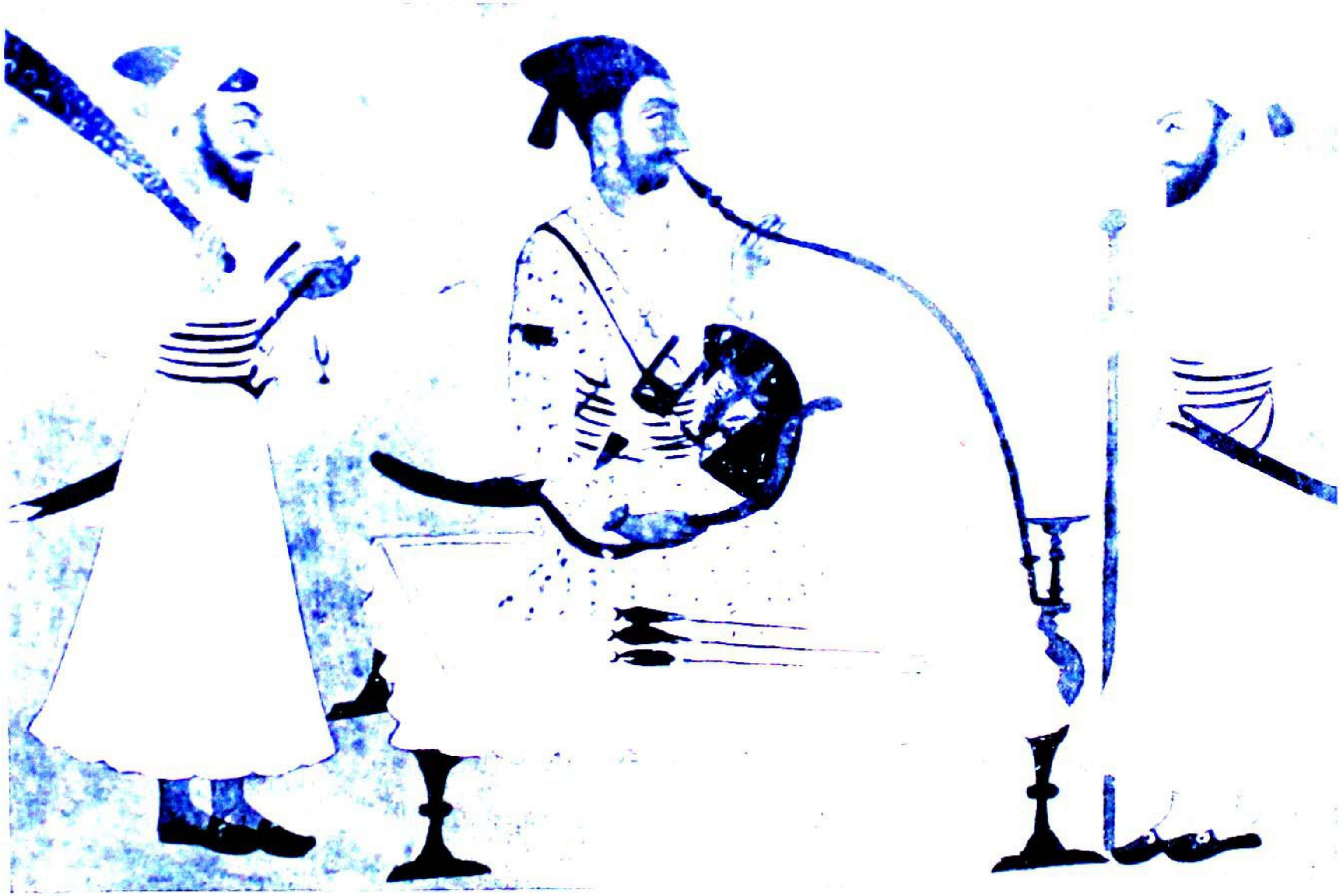

جہ مشب بین صاحب بہادر چیف جسٹس سرگودہا تھی

Marfat.com

Marfat.com

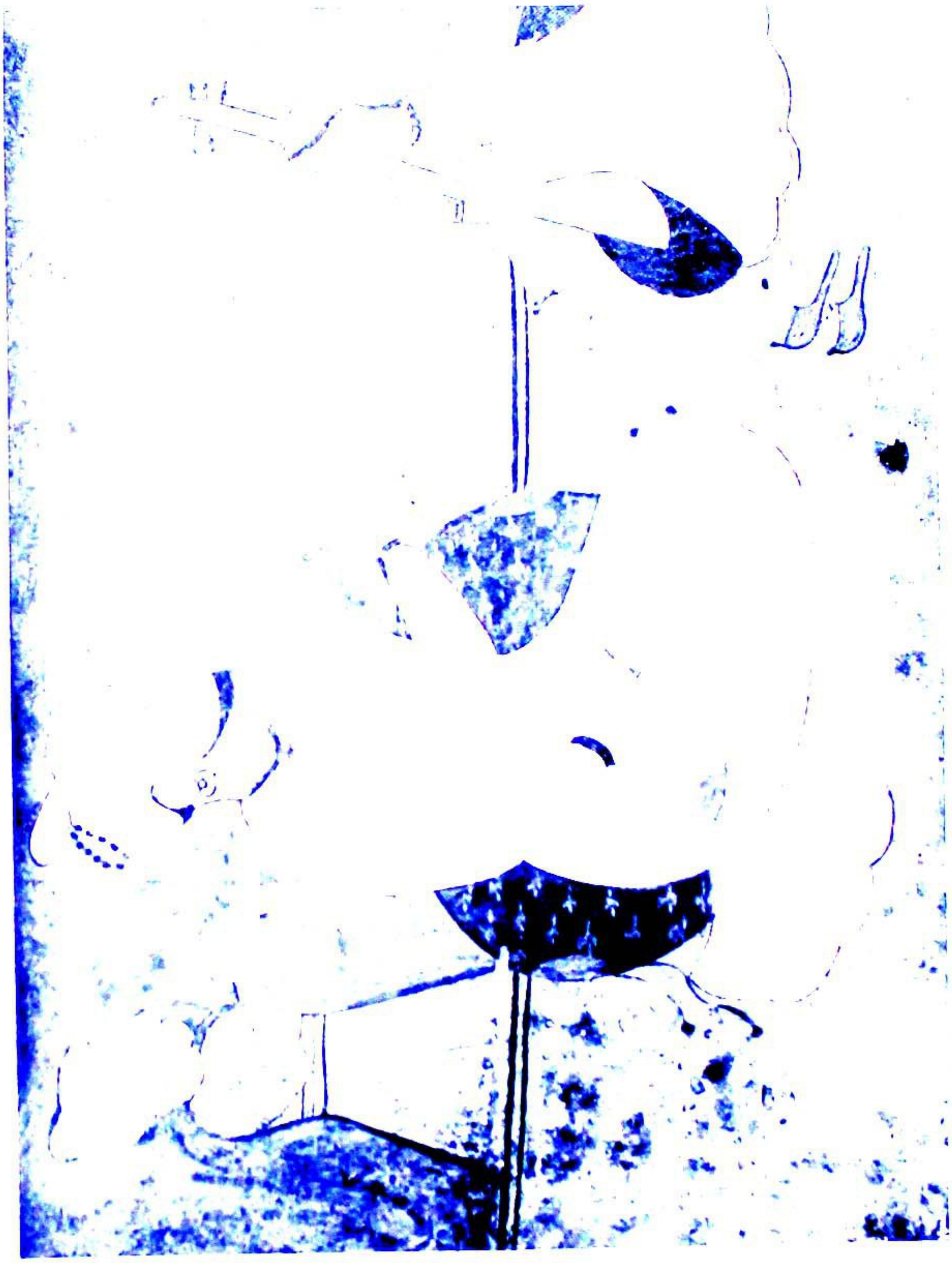

Marfat.com

Marfat.com

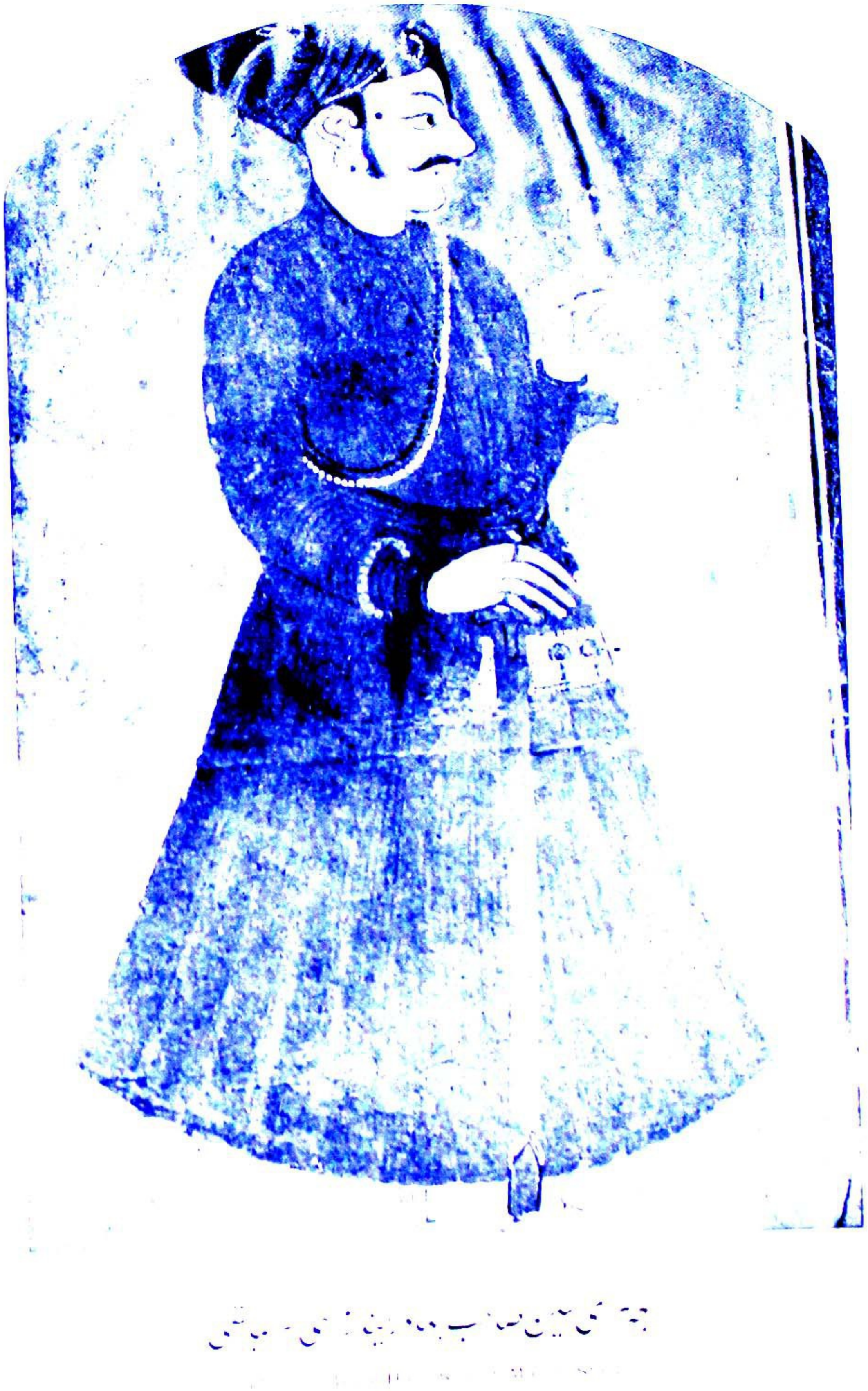

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

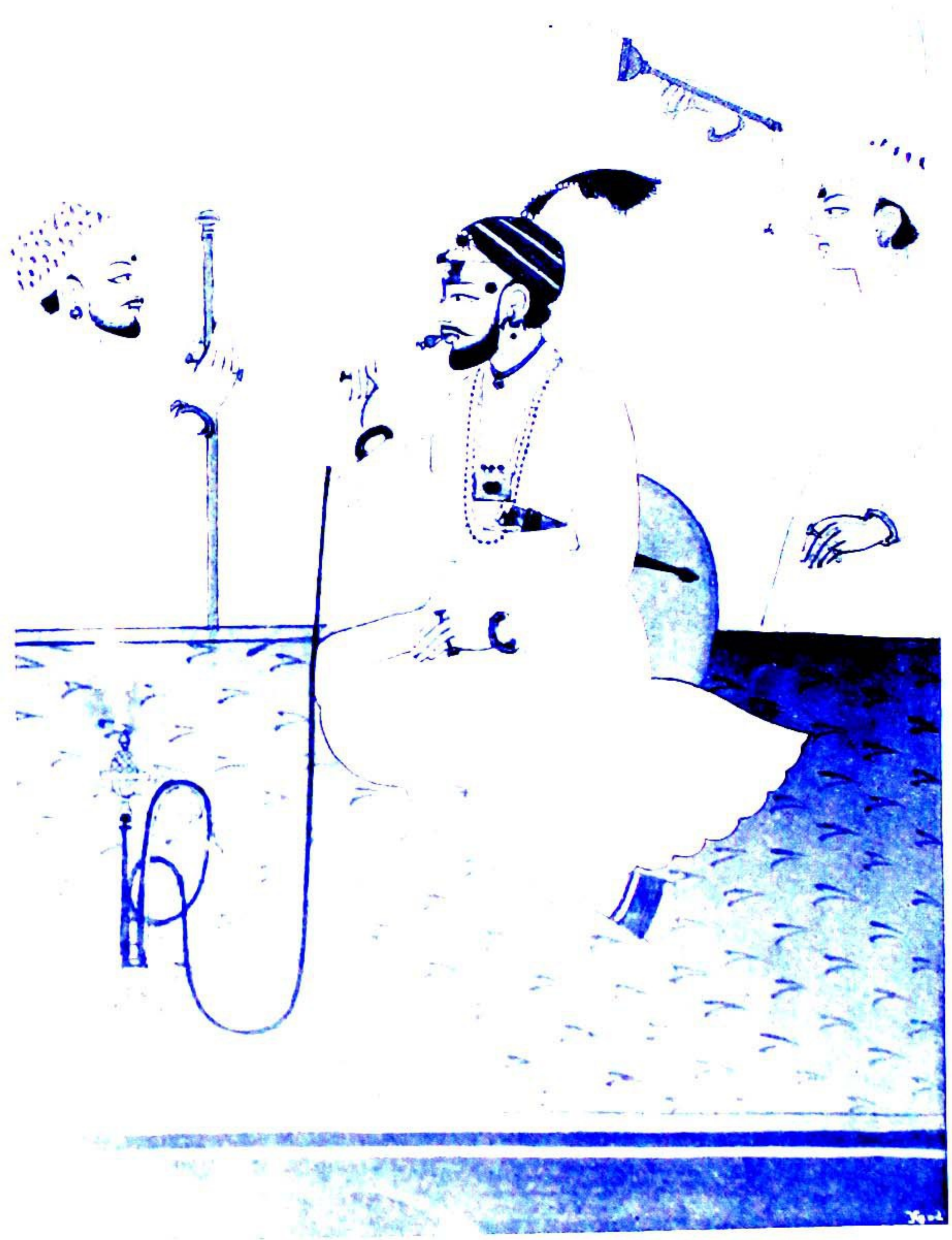

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ریاست منڈی کا رقبہ	۱۲۰۰ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۱۷۴۰۴۵
〃 〃 کا مالیہ	۴۳۰۰۰۰
〃 〃 کا خراج	۱۰۰۰۰۰
〃 〃 کی فوج	۱۷۲ جوان
〃 〃 کی کارآمد توپیں	۲ عدد
راجہ صاحب کی سلامی	۱۱ توپیں

سلسلہ کوہ کانگڑہ کی پہاڑی ریاستوں میں منڈی اوّل درجہ کی ریاست ہے اور صاحب کمشنر بہادر قسمت جالندھر اسکے پولیٹکل نگراں ہیں۔ اس کے مغرب میں کانگڑہ شمال و مشرق میں کلو اور جنوب میں سکیت اور بلاسپور اس کی حد بندی کرتے ہیں۔ منڈی کا علاقہ بالکل پہاڑی ہے اس کو پہاڑوں کے دو متوازی سلسلے منقسم کرتے ہیں اور پھر اُس میں سے چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی شاخیں نکل کر اِدھر اُدھر پھیل گئی ہیں۔ دریائے بیاس مشرق سے مغرب تک اس علاقہ میں بہتا ہوا اس کو سیراب کرتا ہے اور اُس میں اس علاقہ پہاڑ کی تمام ڈھلوانوں کا پانی بھی ملتا جاتا ہے۔ ان پہاڑوں کی وادیاں خوب سرسبز ہیں اُن میں سب اقسام کا معمولی غلہ پیدا ہوتا ہے اور خاص کر چاول یہاں بافراط تمام ہوتے ہیں۔ مقامات گوما اور درانگ میں نمک کی اتنی بڑی بڑی کانیں ہیں جن سے ریاست کے کُل مالیہ کا پانچواں حصہ وصول ہوجاتا ہے اور اس ریاست کی

Marfat.com

تھوڑی سی غیر آئین فوج بھی ہے *

راجگان منڈی قدیمی راجپوتوں کی نسل اور اُن کے چندر بنسی خاندان کی شاخ منڈیال سے ہیں۔ ہر فرمانروا کے نام کے بعد لفظ سین لازمی طور پر استعمال ہوتا ہے اور راجہ صاحب کے چھوٹے بھائیوں کے ناموں کے پیچھے لفظ سنگھ مستعمل ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی کے شروع میں راجگان منڈی ریاست سکیت کے موجودہ گھرانے سے الگ ہوئے اور گیارہ پشتوں تک خانہ بدوشی کے عالم میں ہر طرف پھر کر آخرکار مقام بھین میں جو دریائے بیاس پر منڈی کے قریب واقع ہے آباد ہو گئے۔ موجودہ دارالحکومت ۱۵۲۷ء میں سری راجہ اجبر سین جی نے آباد کیا تھا جنہیں راجگان منڈی میں سے پہلا راجہ خیال کرنا چاہیئے۔ ۱۷۷۹ء میں راجہ ایسری سین صرف چار سال کی عمر میں اپنے والد ماجد راجہ شیومان سین جی کی جگہ تخت نشین ہوئے۔ ان کے زمانے سے قبل تک ریاست منڈی کی تاریخ کچھ بھی دلچسپ نہیں ہے۔ سری ایسری سین جی کے ۲۷ سالہ عہدِ حکومت میں ریاست منڈی کٹوچوں۔ گورکھوں اور سکھوں کے متواتر حملوں کا آماجگاہ رہی جن کی وجہ سے اس کی خود مختاری ہمیشہ کے لئے چھن گئی۔ پھر شیومان سین جی کی وفات کے بعد ہی سب سے پہلے راجہ سنسار چند والیٔ کانگڑہ نے اس ریاست کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ اُس نے ہاٹلی کا علاقہ سکیت والے کو دیدیا۔ علاقہ چوہاری راجۂ کلو کے حوالہ کیا اور نت پور پر خود ہاتھ صاف کیا اور راجہ ایسری سین جی کو کانگڑہ لے جا کر ۱۲ سال تک قید رکھا۔ مگر اُس زمانہ میں بھی ریاست منڈی راجہ موصوف کے نام پر رہی اور اُن کی

Marfat.com

بجاے اُن کے پُرانے نمک حلال اہلکار یہاں کا انتظام کرتے اور کٹوچ کے راجہ کو ایک لاکھ روپیہ سالانہ خراج ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد راجہ مہاں سنگھ والیٔ بلاسپور کی برانگیخت سے گورکھوں نے کٹوچوں پر یورش کردی اور اس لڑائی کے اختلال میں راجہ ایسری سین کٹوچ راجہ کی قید سے آزاد ہوکر بخوشی تمام نیپال کے جرنیل امر سنگھ تھاپا کے مطیع ہوگئے۔ جرنیل موصوف نے ان کے ساتھ اقرار کرلیا کہ اگر یہ گورکھوں اور کٹوچوں کی لڑائی میں کسی کی طرف بھی نہ ہونگے اور بے تعلق رہینگے تو ان کا ملک انہی کے قبضہ میں رہنے دیا جائیگا۔ سنسار چند نے گورکھوں کے ہاتھ سے نہایت تنگ آکر مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اپنی کمک پر بلا لیا اور اسی راجہ کی پُر اضطراب حالت نے اُس کے تمام ہمسر رئیسان کانگڑہ کو سخت نقصان پہنچایا۔ سنہ ۱۸۱۰ء میں گورکھوں نے شکست فاش کھائی اور اس کے بعد پانچ سال تک ریاست منڈی کو ۳۰۰۰ روپیہ سالانہ خراج دربار لاہور کی نذر کرنا پڑا۔ پھر سنہ ۱۸۱۵ء میں یہ خراج بڑھاکر پورا ایک لاکھ روپیہ کردیا گیا مگر دوسرے ہی سال اس میں تخفیف کی گئی اور یہ گھٹا کر ۵۰۰۰۰ روپیہ کردیا گیا اور ایسری سین جی کی وفات یعنی سنہ ۱۸۲۶ء تک یہی رقم ادا کی جاتی رہی۔ سری راجہ ایسری سین کے بعد انکے بھائی ظالم سین جی گدی نشین ہوئے ایک عرصہ دراز سے ان سے اور راجہ ایسری سین سے اَن بن رہتی تھی۔ راجہ ظالم سین کو ایک لاکھ روپیہ بطور نذرانۂ گدی نشینی ادا کرنا پڑا اور ان کا خراج بھی بڑھاکر ۵۰۰۰۰ روپیہ کردیا گیا۔

سنہ ۱۸۴۰ء میں سکھوں کی کثیر التعداد فوج جرنیل ونچورا کے ماتحت بدیں غرض منڈی بھیجی گئی کہ اس علاقہ اور اسی کے ساتھ دوسرے

Marfat.com

پہاڑی علاقہ جات کو اچھّی طرح سے مطیع کرلے اور ریاست کے قلعوں پر قبضہ کرکے آیندہ خوف و خطرہ کے احتمال کو دُور کردے۔ چنانچہ جرنیل مذکور نے راجہ ایسری سین کے فرزند دلبند راجہ بلبیر سین جی کو امرتسر پہنچا دیا اور ان کے قلعوں پر فوج خالصہ نے تصرف کرلیا۔ اس کے دوسرے سال مہاراجہ شیر سنگھ گدی نشین ہوا۔ اور چونکہ کانگڑہ کے چھوٹے چھوٹے پہاڑی رئیسوں پر اس کی ہمیشہ نظر عنایت رہی تھی اس لئے اس نے راجہ بلبیر سین کو رہا کردیا اور اُن پر ۱۳۵۰۰۰ روپیہ خراج مقرر کیا گیا۔ مگر انہوں نے خالصہ دربار کے اہلکاروں کو بہت سی رشوتیں دیکر شرائط میں بہت کچھ رعایت کرالی اور یہاں تک اپنا مطلب نکال لیا کہ مقررہ خراج کا غالباً نصف بھی ادا نہ کرتے تھے۔ راجہ بلبیر سین پہلے ہی سے کانگڑہ کے تمام راجگان کی طرح سکھوں کی متابعت سے نکل کر سرکار انگریزی کے ظلِّ حمایت میں آنے کے دلی آرزومند تھے مگر سرکار انگریزی کا سکھوں سے ظاہرا دوستی رکھنا اس امر میں سدِّ راہ تھا۔ ستلج کی لڑائی کے وقوع پر راجہ بلبیر سین کو وہ موقع مل گیا جس کے وہ مدّت سے خواہشمند تھے اور گو انہیں سکھوں کا باجگزار ہونے کی حیثیت سے بمجبوری تمام اپنی فوج علی وال کے مقام پر سرکار انگریزی کے خلاف لڑنے کے لئے بھیجنی پڑی مگر لڑائی کے دوران میں یہ دل سے سرکار کے طرفدار رہے اور ۱۸۴۶ء کے شروع ہی میں جلدی سے سرکار کی باقاعدہ اطاعت قبول کرلی۔ سبراؤں کی لڑائی سے بھی پہلے جس میں جنگ کا قطعی فیصلہ ہوگیا تھا انہوں نے سردار منگل سنگھ رام گڑھیہ کو منڈی سے بھگا کر اور کملا گڑھ کے سوائے باقی سب قلعے سکھوں سے

Marfat.com

چھڑا کر سرکار انگریزی سے اپنی دلی وفاداری کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا۔ راجہ بلبیر سین کو ایک باضابطہ سند عطا ہوئی جس پر تاریخ ۲۴ اکتوبر ۱۸۴۶ء ثبت ہے۔ اس میں انہیں ریاست کا حکمران تسلیم کیا گیا اور اُنکے حقوق اور فرائض مقرر کر دئے گئے ہیں۔ چنانچہ ان سے ایک لاکھ روپیہ سالانہ خراج لینا منظور ہوا۔ فتنہ و فساد برپا ہونے کے وقت ان کا اپنی فوج لیکر سرکار انگریزی کے ساتھ شریک ہونا اور جو مال تجارت ریاست سے باہر جاے یا باہر سے ریاست میں آئے اُس پر محصول نہ لینا معاہدہ کی شرائط میں قرار پایا۔ ان باتوں کے علاوہ جملہ دیگر امور میں جب تک کہ یہ انتظام ریاست شائستہ اصول پر قائم رکھیں ان کو کلّی اختیار دیا گیا مگر سزاے موت دینے کے لئے صاحب کمشنر بہادر قسمت جالندھر کی منظوری لینے کی شرط لگا دی گئی ہے ٭

اسی زمانہ کے قریب راجہ جی کے قریبی رشتہ داروں نے یہ دعوے کیا کہ ریاست خورد سال رانا بھوپ سنگھ کو ملنی چاہئے جو پانچویں پشت میں راجہ بلبیر سین جی کا یک جدّی ہو جاتا تھا۔ رانا کے دعوے کی بنا اس بات پر تھی کہ اس کا حسب و نسب راجہ بلبیر سین سے بڑھکر اچھا ہے مگر سرکار انگریزی نے اس دعوے کو جائز نہ خیال کیا اور بھوپ سنگھ کے طرفداروں نے یہ ایک بڑی غلطی اور کی کہ بے وقوفی سے راجہ صاحب کے محل پر زبردستی قبضہ کر لینا چاہا جس سے رانا کی کامیابی کی رہی سہی امید بھی جاتی رہی۔ بناوٹی دعویدار یعنی نوعمر رانا کو ماخوذ کر کے کچھ عرصے تک شملہ کے جیل میں قید رکھا گیا اور اب وہ کانگڑہ میں رہتا اور ریاست منڈی سے پنشن پاتا ہے ٭

Marfat.com

سری راجہ نجے سین جی کی نابالغی کے زمانہ میں جو اپنے والد بزرگوار کی وفات پر صرف چار سال کی عمر کے تھے ریاست کے معاملات کی حالت ابتر ہوگئی۔ جملہ اہلکاروں نے اختیارات حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کی اور سازش کا بازار گرم ہوا۔ ان میں سب سے بڑا چالباز وزیر گوسائیں بھی شامل تھا جس کی دورنگی یعنی انگریزوں اور سکھوں دونوں کے ساتھ سازبازنے ۱۸۴۶ء میں ریاست منڈی کو قریب قریب تباہ ہی کردیا تھا۔ مگر اس میں کلام نہیں کہ وزیر گوسائیں راجہ کا سب سے زیادہ لائق مشیر اور راجہ صاحب کے ذاتی مفاد کا شاید سب سے بڑا خیر اندیش تھا۔ ۱۸۵۳ء میں اُسے کونسل آف ریجنسی کا اعلےٰ ممبر مقرر کیا گیا اور اس سے کچھ عرصہ کے لئے ریاست میں امن ہوگیا مگر ۱۸۶۱ء میں پھر اس انتظام میں کچھ تغیر و تبدل کی ضرورت پڑی جس میں پروہت شب شنکر ممبر کونسل کو ریاست سے نکال دیا گیا۔ راجہ نجے سین صاحب نے ۱۸۶۶ء میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی مگر ان کی ابتدائی ناقص تعلیم اور بُری صحبت کی وجہ سے انہیں حکمرانی کی عمدہ لیاقت جلدی حاصل نہ ہوسکی چنانچہ عطائے اختیارات کے چار سال بعد تک کی کارروائیاں دیکھ کر یہ ضروری خیال کیا گیا کہ انہیں ایک انگریز افسر کی خدمات مستعار دے دی جائیں جو معاملات ریاست کے انتظام میں انہیں معقول صلاح ومشورہ دیا کرے۔ اس تجویز سے ریاست کے انتظام میں بڑی خوبی اور تقویت پیدا ہوگئی اور راجہ صاحب تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی ریاست کے کل کاروبار سنبھال لینے کے قابل ہوگئے۔ ۱۸۸۹ء کے شروع میں راجہ صاحب نے پھر ایک انگریز افسر کو ریاست کے کاروبار میں امداد

Marfat.com

دینے کے لئے سرکار سے طلب کیا اور ان کی درخواست پر مسٹر ایچ جے مینارڈ صاحب بہادر احاطہ بنگال کے سولین کو عارضی طور پر ریاست منڈی میں تعینات کر دیا گیا۔ پھر ۱۸۹۹ء میں چونکہ ریاست کے خزانہ میں بہت کچھ گڑ بڑ مچی اس لئے راجہ صاحب نے صاحب کمشنر بہادر قسمت جالندھر سے استدعا کی کہ اس خلل کی تحقیقات کی جاے۔ ۱۹۰۰ء میں پادھا جیو انند وزیر مقرر کیا گیا اور بگڑے ہوئے معاملات میں کچھ بہتری کی صورت نمایاں ہوگئی۔ راجہ بجے سین حلیم الطبع تھے۔ رعایا انہیں عزیز رکھتی تھی اور ان کے تمام واقفکار انہیں تہِ دل سے چاہتے تھے۔ یہ ۱۹۰۲ء میں سُرگباش ہوئے ✤

راجہ بجے سین کے عہد حکومت میں عمارات اور رفاہ عام کے کاموں میں معقول ترقی ہوئی۔ درہِ بجو کی جہت پر منڈی سے سلطان پور دافع کلو تک ایک سڑک خچروں کی اچھی طرح سے آمد و رفت کے قابل تیار ہوئی اور منڈی سے کانگڑہ اور ہوشیار پور کو جانے والی سڑکوں کی بھی خاصی مرمت ہوگئی۔ ۱۸۷۸ء میں شہر منڈی کے قریب دریاے بیاس پر ایک معلق پل بنایا گیا اور شہر منڈی میں ایک تار گھر اور ڈاک خانہ کھول کر علاقہ انگریزی سے اُس کا تعلق قائم کیا گیا ✤

۱۸۹۷ء میں یہ فیصلہ ہوا کہ اگر راجہ بجے سین کی رانی کے بطن سے کوئی لڑکا نہ ہوا تو ان کی وفات کے بعد کنور بھوانی سنگھ جو رانی کے بطن سے نہیں جانشین تسلیم کر لئے جائینگے چنانچہ کنور صاحب اپنے والد ماجد کے سرگباش ہونے پر راجہ بھوانی سین کے لقب سے تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو گئے۔ ان کی تعلیم کی کمی اور ریاست کے

Marfat.com

خزانہ میں بدنظمی اور ابتری ہونے کی وجہ سے گورنمنٹ عالیہ نے قرار دیا کہ ان کے عہد حکومت کے پہلے دو سال تک ایک انگریز افسر ریاست کے کاروبار چلانے کے لئے مقرر کر دیا جاے۔ چنانچہ اس پر عملدرآمد ہوا اور اس اثنا میں راجہ صاحب امور سلطنت کے بندوبست کا کام سیکھتے رہے۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں ہز ہائینس کو ریاست کے پورے اختیارات دئے گئے۔ پادھا جیو انند سنہ ۱۹۰۹ء تک ریاست کا وزیر رہا جس کے بعد راجہ صاحب کے حکم سے اس کی جگہ ایک شخص اندر سنگھ نامی مامور کیا گیا۔ اہلکاروں کی باہمی سازشوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ مئی سنہ ۱۹۰۹ء میں ریاست کے اندر سخت شورش پھیل گئی جس کی وجہ سے ضروری ہوا کہ سرکاری فوج شملہ سے منڈی بھیجی جاے چنانچہ سرکار کے اس طرح رعب دکھانے پر فوراً امن و امان قائم ہو گیا۔ اور اس کے بعد ٹکا راجندر پال پنجاب کا ایک اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر راجہ صاحب کا صلاحکار اور ایک تحصیلدار کو راجہ صاحب کا وزیر مقرر کر کے بھیج دیا گیا ہے ٭

پنجاب کے والیان ریاست میں راجہ صاحب منڈی کا چھٹا درجہ ہے اور راجگان منڈی اور ناہن ایک ہی حیثیت کے خیال کئے جاتے ہیں۔ راجہ صاحب منڈی حضور وائسرائے بالقابہ کی ملاقات اور ملاقات بازدید کے حقدار ہیں ٭

ذیل کی یادداشت مرحوم لارڈ لارنس بالقابہ کی اس چٹھی سے اخذ کی گئی ہے جو صاحب ممدوح نے سنہ ۱۸۴۶ء میں بحیثیت کمشنر دوابۂ جالندھر تحریر فرمائی تھی۔ کیونکہ اس سے اُن کی اُس راے کا اظہار ہوتا ہے جو کانگڑہ کی پہاڑی ریاستوں کی نسبت ابتداے عملداری پنجاب

Marfat.com

کے وقت تھی۔ اس لئے اس کا یہاں درج کرنا خالی از لطف نہ ہوگا:۔

"گزشتہ لڑائی (ستلج کی لڑائی مراد ہے) کے شروع ہونے سے تھوڑے ہی دن بعد پہاڑی راجگان نے جو مدت سے صدمے اُٹھاتے اُٹھاتے تنگ آگئے تھے فوجیں بھرتی کیں اور سکھوں کی اطاعت کو خیرباد کہہ کر ان قلعوں اور علاقوں پر علیحدہ علیحدہ حملے کرنے شروع کر دئے جو ان سے یا ان کے بزرگوں سے چھین گئے تھے اور ان حملوں میں وہ بہت دفعہ کامیاب بھی ہوئے ٭

ان راجاؤں کی یہ کوشش اگرچہ قابل وقعت تھی مگر ہماری رائے میں اُن کا اس مہم کے نتائج پر کچھ بہت بڑا اثر نہیں پڑا۔ سکھوں نے اپنی جمعیت کی تقویت کے لئے اپنی فوجیں پہاڑ پر سے لدھیانہ اور فیروزپور میں ہٹالی تھیں اس لئے پہاڑی راجاؤں کو اس حملہ میں کچھ بہت دقت پیش نہیں آئی۔ جب عہدنامہ پر دستخط ہوئے اس وقت بھی کملاگڑھ۔ کانگڑہ۔ کوٹلا اور نورپور جیسے مضبوط مقامات سکھوں کے قبضہ میں تھے اور یہاں کے قلعوں کی سکھ فوجوں نے پہاڑی راجاؤں کی خوب مدافعت کی ٭

اگرچہ پہاڑی راجاؤں کی اس وقت کی کوششیں واقعی قابل داد ہیں اور اس لئے ہمیں اُمید ہے کہ گورنمنٹ ان کے ساتھ فیاضانہ سلوک کریگی۔ مگر ہماری رائے میں ان کی خدمات ایسی نہیں ہیں کہ ان کے صلہ میں انہیں ان اضلاع کا بہت سا حصہ دے دیا جائے اور اگر گورنمنٹ ایسا کریگی تو ہمارے خیال میں یہ سیاسی لحاظ سے اچھا نہ ہوگا ٭

پہاڑی راجگان اپنی کوششوں یا سرکار انگریزی کی خدمات کی بابت اور ان کے بیان کرنے میں بہت کچھ مبالغہ کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ انہوں نے بلا امداد غیرے محض اپنی کوششوں سے اپنے آبائی علاقہ جات پھر حاصل کئے

Marfat.com

ہیں اور اُنھوں نے اس بات کو بالکل فراموش کر دیا ہے کہ یہ فیروز شہر اور سبراؤں کی لڑائیاں ہی تھیں جنھوں نے پہاڑی ریاستوں اور سکھ سلطنت کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ ہمیں یقین نہیں آتا کہ پہاڑی راجگان اور سکھوں میں جو لڑائیاں ہوئیں ان سب میں پورے سو پہاڑی آدمی بھی کام آئے ہوں۔ ہری پور میں جہاں ان کا بیان ہے کہ بہت سا نقصان ہوا مقتولوں اور مجروحوں کی تعداد کل تیس تھی تیرہ کی لڑائی میں ان کا فقط ایک آدمی کام آیا تھا اور کوتوال باہ کی لڑائی میں ہمیں یقین ہے کہ ان کے محض چار یا پانچ آدمی مارے گئے تھے۔ راجہ سیبا سرکار کے خلاف لڑا تھا اور راجہ نادون چپکا بیٹھا منہ دیکھتا رہا تھا +

الغرض اگر ان کی کوششوں اور استحقاق پر اچھی طرح غور کی جاے تو ہماری راے میں سرکار دولتمدار انہیں وہی مقبوضات مستقل طور پر دیدے جو سکھوں کے زمانے میں ان کے قبضے میں تھے اور راجگان تیرہ۔ جسواں اور گولیر کو جو فوج بھرتی کرنے اور اس کے اخراجات دینے سے مشکلات میں پھنس گئے ہیں کچھ نقد معاوضہ دیدے اور اس سے صرف یہی نہ ہوگا کہ ان راجگاں کے لئے جو کچھ کہ کرنا ضروری تھا وہ کر دیا گیا بلکہ خود یہ راجے بھی مطمئن خاطر ہو جائینگے جو اپنے دل میں اس سے زیادہ کی توقع نہیں رکھتے +

گورنمنٹ کو یہ امر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ان راجگان کو انکی جاگیروں پر بحال کرنا کوئی کم مہربانی اور عنایت نہیں ہے کیونکہ سکھوں کے زمانے میں یہ جاگیردار تو بلاشبہ تھے مگر انہیں اپنی جاگیروں کے قیام و بقا پر کوئی اعتبار نہ تھا بلکہ ان کا دارو مدار صرف ان سرداروں کی خوشنودیٔ خاطر حاصل کئے رہنے پر تھا جن کی چند روز کے لئے دربار لاہور میں کچھ چلنے لگتی تھی۔ اپنی جاگیریں حاصل کرنے کے لئے ان کو بسا اوقات اپنے کنبوں کی عزت و حرمت اور اپنے ذاتی

Marfat.com

اقتدار کو بھی خیرباد کہہ دینا پڑتا تھا۔ ہر سال دربار میں رشوتیں نذر چڑھانی پڑتی تھیں اور منہ لگے حاضر باشوں کو انعام واکرام سے خوش کرنا پڑتا تھا اور اب یہ ان تمام مخمصوں سے نجات پا جائینگے +

منڈی اور سکیت کے معاملہ کی عجیب صورت ہے۔ ان کا ملک سکھوں نے فتح کر لیا تھا اور ان کا انتظام انہی کے ہاتھ میں رہنے دیا تھا اس وجہ سے گورنمنٹ غالباً ان کے ساتھ زیادہ مہربانی سے سلوک کریگی +

اگر منڈی اور سکیت کے راجاؤں کو عام قاعدہ سے جو اوروں پر عائد کیا گیا ہے مستثنےٰ کر دیا جائیگا تو وہ راجہ جن کو ملک موروثی نہیں دیا گیا ضرور ہے کہ رنجیدہ خاطر ہونگے مگر منڈی اور سکیت کے راجاؤں کا معاملہ دوسرے راجگان کے معاملہ سے بالکل مختلف ہے اور ہم نے اس کا اظہار ان سب سے کر دیا ہے +

بیان کیا جاتا ہے کہ اگر ہم راجاؤں کو ان کے املاک واپس دیدینگے تو ان علاقوں سے ہمیں نہایت عمدہ غیر آئین فوج مل سکیگی مگر تجربہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسی امید رکھنا خیال باطل ہے۔ ریاستوں کی فوج کو ہمیشہ کم تنخواہ ملتی ہے۔ ان کے پاس پورے ہتھیار نہیں ہوتے ہیں اور ایسی بے فائدہ فوج ممکن ہے کہ دفعۃً کام پڑ جانے پر کچھ کام دے جاے مگر خود ان کے ہموطنوں ہی کے خلاف مقابلہ آ پڑنے کی صورت میں ان سے کسی خدمت کی توقع کرنا خالی از خطر نہیں۔ الغرض ایسی امداد کی امید پر ان راجاؤں کو ملک کے وسیع قطعات دیدینے سے زیادہ مہنگا اور نا کافی سودا ہے۔ ہم سرکار دولتمدار کو بڑے زور سے یہی صلاح دینگے کہ وہ اس پہاڑی علاقہ کا قبضہ خود اپنے ہی ہاتھ میں رکھے۔ راجہ منڈی اور سکیت کی نسبت جس ہماری یہی رائے ہے کہ ان کے ملک کا انتظام بھی صرف نامنہاد ہی انکے سپرد کیا جاے۔ ہمارا خیال ہے کہ سوائے لوہے اور نمک کی کانوں پر معمولی سا محصول

Marfat.com

جاری رکھنے کے سرکار کو ہر ایک چیز کا محصول معاف کر دینا چاہئے۔ راہداری کے ٹکس بھی دور کر دینے چاہئیں اور جو کوئی اسکی خلاف ورزی کرے اسکو سخت سزا دینی چاہئے۔ جو جاگیرات دی جائینگی ان میں جاگیرداروں کو پولیس رکھنے اور ٹیکس لگانے کے حقوق ہرگز نہیں دینے چاہئیں۔ رعایا پر ہلکا معاملہ تشخیص کرنا چاہئے اور عمدہ سڑکیں اور پل بنا کر ملک کی حالت کو ترقی دینی چاہئے۔ ان لوگوں کے ایسے مذہبی امور میں جن سے کسی قسم کے نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں ہے مداخلت نہیں کرنی چاہئے مگر پولیس کافی تعداد میں رکھکر ان کی ایسی عمدگی سے نگرانی کرنا چاہئے کہ بری رسوم مثلاً ستی دختر کشی اور بردہ فروشی جو فی زمانہ وہاں رائج ہیں دور ہو جائیں ۱۲

ہمیں یقین کامل ہے کہ اگر سرکار انگریزی ایسی ہی کارروائی عمل میں لائیگی تو رعایا کو کبھی اپنے قدیمی فرمانروا اور خاندانی راجگان یاد نہ آئینگے اور آج سے دس سال کے بعد ملک کی کچھ اور ہی صورت نظر آنے لگیگی۔ جن لوگوں کو سرکار انگریزی کے بے روز عدالت انصاف اور واجبی مالیہ کی تشخیص کا تجربہ ہو چکا ہے اور ان کی اراضیات کسی دیسی شخص کی جاگیر ہیں۔ وہ میرے پاس آکر ملتجی ہوئے ہیں کہ انہیں انکے دیسی مالکوں کے پنجہ سے چھڑا کر سرکار کے ماتحت کر دیا جاوے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرکار ان راجاؤں کو ملک دیتے ہوئے حسب خواہ معاہدات کرا لے مگر ہمارے خیال میں یہ بات دھوکہ میں ڈالنے والی ہے۔ یہ لوگ کہنے کو تو سب کچھ کہہ لینگے مگر اپنے اقرار کے پابند کبھی نہ رہینگے۔ وہ صرف یا تو اس سپرنٹنڈنٹ کو جو ان پر تعینات کیا جائیگا خوش کرنے کی کوشش کرینگے یا اُسے اصل حالات سے بے خبر رکھینگے اور جائز اور واجب ذرائع سے گورنمنٹ کی خواہشات کو کبھی پورا نہ کرینگے۔ چونکہ سرکار ان لوگوں کو جاگیریں دیگی اس لئے ان جاگیروں پر ان کا قبضہ بحال رکھنا بھی سرکار ہی کا کام ہوگا اور جو بدنظمی اور ظلم کہ وہ کرینگے وہ سب سرکار کی طرف منسوب ہونگے ۱۲

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ہز ہائینس راجہ سر مندر بکرم پرکاش بہادر کے سی ایس آئی والئے ریاست سرمور (ناہن)

Marfat.com

Marfat.com

ریاست سرمور (ناہن)

ہز ہائینس راجہ سر سرندر بکرام پرکاش کے سی ایس آئی والیٔ ریاست سرمور

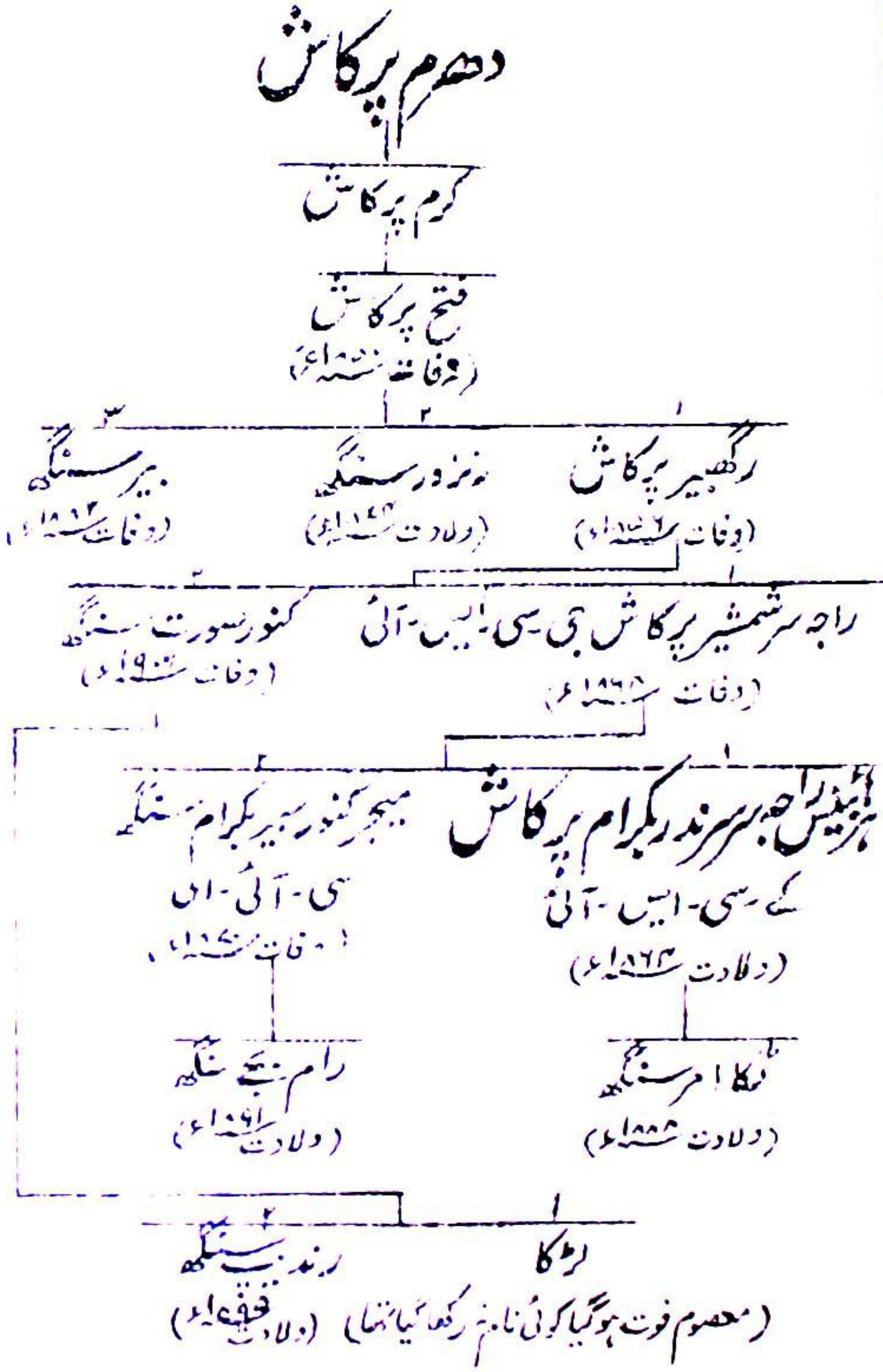

Marfat.com

ریاست سرمور (ناہن) کا رقبہ	۱۱۰۸ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۱۳۵۶۸۹
〃 〃 کا مالیہ	۶۰۰۰۰۰ روپیہ
ریاست سرمور (ناہن) کی فوج — امپیریل سروس کی سفرمینا	۲۰۳
ریاست سرمور (ناہن) کی فوج — مقامی پیادہ فوج	۲۳۵
ریاست سرمور (ناہن) کی فوج — مقامی رسالہ	۳۱
ریاست سرمور (ناہن) کی فوج — کارآمد توپیں	۴ عدد
راجہ صاحب کی سلامی	۱۱ توپیں

صوبۂ پنجاب کی قسمت دہلی کے سات اضلاع میں سے ضلع شملہ قسمت بھر کے تمام اضلاع کی نسبت سب سے زیادہ شمال میں واقع ہے۔ اس ضلع میں پہاڑی علاقہ جات کے کئی متفرق قطعات ہیں جو ضلع انبالہ کے شمال اور دریائے ستلج اور جمنا کے مابین ایک دوسرے سے فاصلے پر واقع ہیں اور اُن پہاڑی راجاؤں میں منقسم ہیں جو بہت سے پہاڑی علاقہ پر قابض اور ایک ہزار سال سے بھی پہلے کی قدیم ریاستوں کے فرمانروا ہیں۔ اس ضلع خاص میں سرکار انگریزی کی حکمرانی ۹۰ مربع میل سے بھی کم رقبہ پر ہے جس کی آبادی چالیس ہزار سے کچھ ہی زیادہ ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شملہ کی پہاڑی ریاستوں کے حکمران جب سے اس علاقہ میں آباد ہوئے ہیں تب سے وہ تقریباً بالکل خودمختار رہے ہیں اور اس بات میں شک نہیں کہ ان ریاستوں کی ادنےٰ حیثیت ہی کی وجہ سے سلاطین دہلی کو کبھی ان پر قبضہ کر لینے کا لالچ یا ان کے

Marfat.com

حکمرانوں سے رشک پیدا نہیں ہوا اور پھر ایک بڑی بات یہ بھی ہے کہ گو ان فرمانرواؤں کی آپس میں بہت کچھ خانہ جنگیاں رہیں مگر انہوں نے دانائی سے اپنے اُن نہایت زبردست مسلمان ہمسایوں کو کبھی تنگ نہیں کیا جو اس قدر قدرت رکھتے تھے کہ اگر چاہتے یا ضرورت محسوس کرتے تو ان کی ریاستوں کو اپنے علاقہ کے ساتھ ملحق کر لیتے ۔

جس زمانہ میں سرکار انگریزی دہلی سے اس طرف بڑھتی چلی آتی اور ستلج کے جنوبی میدانوں کے رؤسا کو اپنے ظلِّ حمایت میں لے رہی تھی تو اس وقت گورکھے چپکے ہی چپکے بیرونی کوہ ہمالیہ کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف اپنا تسلط جماتے جاتے تھے اور وہ اسی وقت اپنی دست درازی سے رُکے جبکہ سکھوں کے ساتھ انکی مڈبھیڑ ہو گئی ۔ گورکھوں کے مغربی ہمالیہ پر یکایک حملہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ شملہ کے بڑے بڑے راجگان میں سے ایک راجہ نے اُن کو اس بات کی تحریک کی اور معاونت دی تھی ۔ اس راجہ نے ایک اپنے ہمسر راجہ کا نگڑہ کے مقابلہ میں فروغ حاصل کرنے کے لئے گورکھوں سے مدد مانگی ۔ کیونکہ اُس کے خیال میں گورکھوں کے سوا کوئی اور سلطنت اُس کی مدد کرنے کے قابل نہ تھی ۔ اس کارروائی سے جس نتیجے کی اُمید ہو سکتی تھی آخر کار وہی ظاہر میں آیا ۔ گورکھوں نے اس ملک کو دیکھ بھال کر سمجھ لیا کہ اسے وہ آسانی سے لے سکتے ہیں چنانچہ وہ بھولے بھالے راجاؤں کو بے دخل کر کے تمام پہاڑی علاقہ پر خود قبضہ کر بیٹھے ۔ وہ افسران سرکاری جنہیں انگریزی حکومت کو دامن کوہ تک وسعت دیکر اُسے مستحکم بنانے کا کام سپرد تھا ان کے لئے انگریزی فوج کے دائیں جانب گورکھوں کی موجودگی بدیں وجہ باعث

Marfat.com

تشویش معلوم ہوئی کہ یہ لوگ ایسی جگہ پر تھے جہاں سے یہ سرکار کو آسانی سے نقصان پہنچا سکتے تھے۔ چنانچہ جب ان اور کئی دیگر وجوہات سے ۱۸۱۵ء میں نیپال کی لڑائی شروع ہوئی تو مناسب سمجھا گیا کہ گورکھوں کی شملہ کی چھاونیوں پر اُن کے مستحکم کر لئے جانے سے پیشتر ہی حملہ کیا جائے اور یہاں کی فوج کو جمنا پار بھگا دیا جائے۔ چنانچہ جرنیل اخترلونی صاحب بہادر نے ایسا ہی کیا اور راجپوتوں کی امداد سے گوگیرہ اور ستلج کے درمیانی پہاڑی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ کماؤں اور ڈیرہ دون کے علاقے سرکاری ملک میں شامل کر لئے گئے نیز بعض جنگی اغراض سے یا خاص وجوہات کی بنا پر چند مقامات سے اصلی مالکوں کو بے دخل کرنے کے لئے سرکار نے کئی متفرق پہاڑی قطعات بھی اپنے پاس رکھ لئے۔ مگر اس کے علاوہ پہاڑی علاقہ کا باقی بہت سا حصہ اُن راجپوت راجگان کو دیدیا گیا جو اُس پر قدیم سے حکومت کرتے چلے آتے تھے اور جب تک کہ اس علاقہ پر راجہ مہاچند والیٔ بلاسپور کی تحریک نے گورکھوں کی وبا نازل نہیں کی تھی یہ علاقہ ایک با امن خطہ رہا تھا۔ ملک اور سرکار کے دشمن گورکھوں کو یہاں سے نکالنے کے لئے شملہ کے ہر ایک راجہ نے جرنیل اخترلونی کا ساتھ دیا تھا اور یقین ہے کہ اس وقت سے لیکر آج تک انہیں اس کارروائی کے کرنے سے کوئی پشیمانی نہیں ہوئی۔ کیونکہ ان کے ساتھ سرکار نے کبھی کوئی بدسلوکی نہیں کی اور نہ ہی ان کے رسم و رواج یا حقوق میں کسی قسم کی بے جا دست اندازی کی گئی ہے ٭

ہز ہائینس سری راجہ سر سُرندر بکرام پرکاش بہادر والیٔ سرمور شملہ کے تمام پہاڑی راجاؤں میں درجۂ اول کے راجہ ہیں اور انکے بزرگ گیارھویں

Marfat.com

صدی عیسوی کے اخیر زمانہ سے اس ریاست پر حکمران چلے آئے ہیں ؛

سنہ ۱۸۰۳ء میں ریاست سرمور کو گورکھوں نے فتح کر لیا تھا اسلئے اسکے راجہ صاحب کو مجبوراً سرکار نیپال کی اطاعت قبول کر کے برائے نام راجہ رہ جانا پڑا۔ سنہ ۱۸۱۵ء میں جبکہ گورکھے اس ملک سے بے دخل کئے گئے اُس وقت سری بکرام پرکاش سرمور کے راجہ تھے۔ مگر انہیں انکی مشہور عام عیش پسندی اور کمزوری کی وجہ سے معزول کر کے انکے فرزند اکبر سری فتح پرکاش کو ان کی جگہ راجہ بنا دیا گیا۔ ۲۱ ستمبر سنہ ۱۸۱۵ء کی سند کی رو سے سرکار انگریزی نے راجہ فتح پرکاش اور ان کے ورثاء کو ان کا ملک موروثی سوائے مفصلۂ ذیل علاقہ کے نسلاً بعد نسلٍ عطا کر دیا :- (۱) قلعہ اور پرگنہ مورنی جو اس جگہ کے مسلمان سردار کو اُس کے لڑائی میں اچھی خدمات کرنے کے صلہ میں دیدیا گیا۔ (۲) کیاردہ دون پہلے نہیں دیا گیا تھا مگر بعد ازاں ۵۰۰۰ روپیہ نذرانہ لیکر راجہ صاحب کو دیدیا گیا۔ (۳) دریائے گری کے شمال میں پہاڑی علاقہ کا ایک قطعہ راجہ کیونتھل کو دیا گیا اور ضلع ڈیرہ دون کے پرگنہ جات جونسر اور بوار سرکاری علاقہ کے ساتھ ملحق کر لئے گئے۔ لڑائی کے موقع پر راجہ صاحب کو اپنی تمام فوج کے ساتھ سرکار انگریزی کی فوج سے شامل ہونا پڑتا ہے اور نیز اپنے علاقے میں سڑکیں بنوانی پڑتی ہیں ان کو پھانسی کی سزا دینے کے لئے صاحب کمشنر بہادر قسمت دہلی کی منظوری لینی پڑتی ہے ؛

سری راجہ شمشیر پرکاش بہادر سرگباشی سنہ ۱۸۵۶ء میں اپنے والد ماجد سری رگبیر پرکاش کے جانشین ہوئے ان کی پالیسی یہ تھی کہ ریاست کا سارا انتظام بالکل انگریزی طریق پر ہو۔ انہوں نے بچ کے

Marfat.com

طور پر عام آدمی کی حیثیت سے سارے ہندوستان کا سفر کیا اور سرکاری دفاتر کے نظم ونسق سے پوری پوری واقفیت حاصل کی۔ انہوں نے باقاعدہ پولیس رکھی جوڈیشل اور مال کی عدالتیں کھولیں ڈسٹرکٹ بورڈ اور محکمہ پبلک ورکس قائم کیا اور ناہن خاص میں ایک میونسپلٹی بنائی۔ شفاخانے سکول اور ڈاک خانے کھولے گئے اور چیٹے کی لوہے کی کان کو جاری کرنے کی کوشش کی گئی مگر چونکہ اس سے کوئی مالی فائدے کی صورت نہ ہوئی اس لئے راجہ صاحب نے ناہن خاص میں ایک لوہے کا کارخانہ کھولا جہاں مشہور و معروف گنّے کے بیلنے بنائے جاتے ہیں مگر راجہ صاحب کا سب سے بڑا نمایاں کام کیارہ دون کو آباد کرنا تھا جو اب تک بڑا گھنا جنگل تھا۔ ریاست کا مالیہ اراضی بھی مقرر کیا گیا اور زمینداروں کو حقوق مالکانہ عطا ہوئے۔ ریاست کے جنگلات محفوظ کر دئے گئے جن سے بہت سی آمدنی کی صورت پیدا ہوگئی ۔

سری راجہ شمشیر پرکاش شملہ کے تمام پہاڑی راجاؤں سے درحقیقت افضل ترین اور روشن خیال رئیس تھے۔ انہیں غدر ۱۸۵۷ء کی خدمات کے صلے میں ایک خلعت اور سات ضرب توپوں کی سلامی ملی ۱۸۶۶ء میں اس سلامی کو بڑھا کر گیارہ ضرب توپیں کر دیا گیا اور ۱۸۸۰ء میں ان میں دو ضرب توپ کا اور اضافہ ہو کر پوری تیرہ ضرب کر دی گئیں اور ان دو ضرب توپ کا اضافہ راجہ صاحب کی ذات خاص کے لئے اعزازی طور پر ہوا تھا۔ حضور لارڈ لٹن بالقابہ وائسرائے ہند کے دوران حکومت میں راجہ صاحب امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے ممبر مقرر کئے گئے ۱۸۷۶ء میں آپ کو کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا اور ۱۸۸۷ء میں بصلۂ ان خدمات

Marfat.com

کے جوان کی پلٹن کے دو سو جوانوں کے ایک کنٹنجنٹ نے جنگِ افغانستان میں کیں۔ ان کو جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا۔ راجہ صاحب نے یہ فوج کرنیل وٹنگ کے ماتحت دوران جنگ افغانستان میں اس غرض سے ارسال کی تھی کہ یہ وادیٔ کرم میں خدمات انجام دے اور اسی زمانے میں ان کی سلامی میں دو توپوں کا بطور ذاتی اعزاز کے اضافہ ہو کر تیرہ ضرب توپیں کر دی گئی تھیں۔ اور ہز ایکسلنسی وائسرائے کی ملاقات بازدید کا حق پانے کی عزت بھی حاصل ہوئی تھی۔ ریاست سرمور امپیریل سروس کنٹنجنٹ کے طور پر سفر مینا کی ایک جمعیت فراہم کیا کرتی ہے اور اسی کنٹنجنٹ نے تیراہ کی ۹۸-۱۸۹۷ء کی لڑائی میں موجودہ راجہ صاحب کے برادر خورد کنور بیر بکرام سنگھ کے ماتحت نمایاں خدمات انجام دی تھیں ؛

سری راجہ شمشیر پرکاش بہادر کی پہلی شادی راجہ صاحب کیونتھل کی دو صاحبزادیوں سے ہوئی اور ان کے ہاں دو لڑکے موجودہ راجہ صاحب سری راجہ سرندر بکرام پرکاش اور کنور بیر بکرام سنگھ ہوئے بعد ازاں راجہ شمشیر پرکاش صاحب نے ٹھاکر صاحب والیٔ کنہار ضلع شملہ کے ہاں اور شادی کی اور ان کی ایک ہمشیرہ لمبا گڑاؤں ضلع کانگڑہ کے راجہ صاحب سے بیاہی گئی جو موجودہ رئیس کانگڑہ کی ماں ہے ؛

بیالیس سال حکمرانی کرنے کے بعد سری راجہ شمشیر پرکاش ۱۸۹۸ء میں سرگباش ہوئے اور ان کی جگہ ان کے فرزند اکبر موجودہ راجہ سری سرندر بکرام پرکاش مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوئے۔ موجودہ

Marfat.com

راجہ صاحب کو ان کے والد ماجد کی زندگی میں بڑی احتیاط سے تعلیم دی گئی تھی اور یہ چند سال تک راجہ صاحب سرگباش کی زیرنگرانی ریاست کے انتظام میں بڑا حصہ بھی لیتے رہے اور اپنے والد بزرگوار کے لائق جانشین ثابت ہوئے ہیں۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں انہیں کے۔ سی۔ آئی کا خطاب عطا ہوا اور سنہ ۱۹۰۲ء میں یہ امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے ممبر مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں انہیں ذاتی اعزاز کے طور پر اپنی رعایا میں بلامنظوری صاحب کمشنر بہادر پھانسی دینے کے اختیارات عطا ہوئے ہیں۔ ان کی شادی آنجہانی راجہ صاحب والیٔ سکیت کی دختر نیک اختر سے ہوئی جسکے بطن سے ایک صاحبزادہ ٹکّہ صاحب امر سنگھ ہیں ٭

راجہ صاحب کے برادر خُرد کنور بیر بکرام سنگھ جو سرمور کے امپیریل سروس سفر مینا۔ کے کمان افسر ہیں سی۔ آئی۔ ای۔ آنریری میجر اور ہز ایکسلنسی حضور وائسرائے کے ایڈیکانگ ہیں ٭

راجہ صاحب کا دارالحکومت قصبہ ناہن ہے یہ کیاردہ دون کی چوٹی پر انبالہ کی سرحد سے تقریباً بفاصلہ بارہ میل اور دریاے جمنا کے مغرب میں اُس جگہ واقع ہے جہاں دریاے مذکور ابھی میدانوں میں نہیں داخل ہوتا۔ ناہن ایک سرسبز قصبہ ہے اور یہاں سرکاری تار گھر اور ڈاکخانہ ہے ٭

اس شاہی خاندان کے اراکین کے ناموں کے بعد لفظ "سنگھ" آتا ہے مگر فرمانروا کے نام کے بعد لفظ "سنگھ" کی بجاے "پرکاش" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جو سنسکرت لفظ ہے اور جسکے معنی "روشنی یا ظہور میں آنے" کے ہیں ٭

پنجاب کے والیان ریاست میں راجہ صاحب سرمور اور منڈی ایک ہی درجہ کے ہیں اور راجہ صاحب سرمور ہز ایکسلنسی وائسرائے کی ملاقات اور ملاقات بازدید کے حقدار ہیں ٭

Marfat.com

ریاستِ بلاسپور

ہز ہائینس راجہ بجے چند والیِ ریاست کہلور۔ بلاسپور

راجہ اجمیر چند

۱ راجہ دیوی چند
- راجہ مہاں چند
- راجہ کھڑک چند (وفات ۱۸۳۶ء)

۲ سخت چند
- بلتن چند
- راجہ جگت چند
- راجہ نرپت چند (وفات ۱۸۵۰ء)
- راجہ ہیرا چند (وفات ۱۸۵۲ء)
- راجہ امر چند (وفات ۱۸۸۹ء)

۱ ہز ہائینس راجہ بجے چند (ولادت ۱۸۶۲ء)

۲ میاں سوہن سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء)

Marfat.com

ریاست بلاسپور کا رقبہ		۴۴۸ مربع میل
〃 〃 کی آبادی		۹۰۸۷۳
〃 〃 کا مالیہ		۱۹۰۰۰۰
〃 〃 کی افواج	رسالہ	۱۱ جوان
	پلٹن	۸۶ 〃
	توپیں	۲ عدد
راجہ صاحب کی سلامی		۱۱ ضرب توپ

راجگان بلاسپور راجپوتانہ کی ایک جنوب مغربی ریاست کے قدیم فرمانروا دمگوکھ نامی کی اولاد ہیں۔ اس بات کو کئی صدیاں گزری ہیں کہ ایک شخص ہری ہرچند نامی انگوک کی اولاد میں سے سری جوالا کھی جی کی جاترا کے لئے آیا جو کانگڑہ کے قریب ہندوؤں کا ایک نہایت متبرک مقام ہے۔ ہری ہرچند یہاں آکر مقام جھنڈ بڑی میں رہ پڑا جو اس تیرتھ کے قریب ہی واقع ہے اور اس کے لڑکے قرب و جوار کے مقامات پر قابض ہو گئے۔ ایک لڑکے نے چمبہ پر تسلط کیا دوسرے نے مقام کنیدوں میں اپنی ریاست قائم کی اور تیسرے بیٹے نے جس کا نام بیرچند تھا ریاست بلاسپور کی بنیاد ڈالی۔ اجیت چند نے جو بیرچند کی بارھویں پشت میں ایک مقتدر شخص ہوا ریاست نالاگڑھ فتح کر کے اپنے بھائی سوچیت چند کو دے دی۔ ہندور (نالاگڑھ) کا موجودہ فرمانروا اسی سوچیت چند کے خاندان سے ہے۔

گورکھوں کے حملے سے نو سال پیشتر کہلور (بلاسپور) کی اُن

Marfat.com

اراضیات کا بہت سا حصّہ جو ایں روے ستلج واقع ہیں زبردست راجہ رام سرن نے فتح کرکے ہندور (نالاگڑھ) کے ساتھ شامل کرلیا اور اسی طرح کہلور (بلاسپور) کے اور علاقہ جات راجہ سنسار چند کٹوچ کے ہاتھ پڑ گئے۔ گورکھوں نے راجہ رام سرن جی اور راجہ سنسار چند جی دونوں کو اُن کے مذکورۂ بالا مفتوحہ علاقہ سے نکال کر کہلور کو پھر اس کے اصلی مالک سری راجہ مہاچند جی کے حوالے اس صلے میں کیا کہ راجے موصوف ہی نے گورکھوں کو پہاڑی ملک فتح کرنے اور اُس پر اپنا قبضہ جمانے کے لئے اس طرف بُلایا تھا۔ چونکہ راجہ مہاچند جی گورکھوں کے رفیق تھے اس لئے انہوں نے اُس انگریزی فوج کے ساتھ جو سرڈیوڈ اختر لونی بالقابہ کے ماتحت بھیجی گئی تھی شامل ہونے سے انکار کردیا اور انکے اسی تمرّد کی وجہ سے ایک انگریزی فوج ریاست کے دارالحکومت بلاسپور پر بھی بھیجی گئی مگر یہ فوج ابھی بلاسپور سے کچھ فاصلے پر پہنچی ہی تھی کہ راجہ جی نے مطیع ہوجانے کی تجاویز پیش کردیں اور سرکاری ایجنٹ نے اُن کو مان لیا۔ اور چونکہ سرکار انگریزی کو دوسرے پہاڑی راجگان کے روبرو اپنے مراحم خسروانہ کی ایک نظیر قائم کرنی تھی اس لئے راجہ صاحب بلاسپور کو اس شرط پر کہ وہ آیندہ گورکھوں سے کوئی تعلق نہ رکھینگے اور سرکار انگریزی کے زیرسایہ رہینگے ان کے ستلج کے بائیں کنارے کے تمام موروثی ممالک دے دئے گئے راجہ جی کو ۱۸۱۵ء میں ایک سند بھی عطا ہوئی جس کے رو سے ان کو اپنے مقبوضات پر بدیں شرط مستقل قبضہ مل گیا کہ وہ لڑائی کے موقع پر فوج اور سامان باربرداری مہیا کرینگے اور اپنی ریاست میں اچھی سڑکیں نکلوائینگے۔ سری راجہ مہاچند کے جانشین

Marfat.com

ان کے صاحبزادہ سری کھڑک چند ہوئے جو عیش پسند رئیس تھے اور سنہ ۱۸۳۶ء میں لاولد فوت ہوگئے۔ اگر اُس وقت سرکار انگریزی کی یہ مرضی ہوتی کہ یہ ریاست بھی باقی پہاڑی علاقہ کی طرح سرکار کے مقبوضات میں ملالی جاے تو گورنمنٹ اسے مال لاوارث کی طرح ضبط کرسکتی تھی لیکن چونکہ اس ریاست کی اراضیات کا کچھ حصہ علاقہ ہاے آنروے ستلج میں واقع تھا اور اُس کے ضبط کرلینے سے سرکار کی دربار لاہور کے ساتھ فوراً مڈبھیڑ ہوجاتی اس لئے اور نیز اس سبب سے کہ سرکار اُس زمانے میں دربار لاہور کے ساتھ آویزش کرنے سے پرہیز کرتی تھی لہذا یہ فیصلہ ہوا کہ متوفی راجہ کھڑک چند صاحب کے یکجدی رشتہ داروں میں سے کسی ایک شخص کو ان کا جانشین منتخب کرلیا جاے۔ چنانچہ اس انتخاب کا قرعہ سری راجہ جگت چند کے نام نامی پر نکلا اور انہیں متوفی راجہ جی کے یکجدی رشتہ داروں میں بدیں وجہ سب سے نزدیکی وارث تسلیم کیا گیا کہ متوفی راجہ کھڑک چند اور راجہ جگت چند دونوں کا مورث اعلےٰ ایک ہی شخص یعنی راجہ اجمیر چند تھے۔ سنہ ۱۸۳۶ء میں راجہ کھڑک چند جی کی وفات کے بعد ہی جبکہ ابھی ان کی جانشینی کا معاملہ فیصل بھی نہ ہوا تھا متوفی راجہ کی ایک بیوہ فتح چند صاحب والیِ سرمور کی بہن نے یہ بیان کیا کہ وہ حاملہ ہے اور بعد ازاں صاحب ایجنٹ بہادر کی خدمت میں یہ اطلاع بھی بھیجی کہ متوفی راجہ صاحب کے ہاں اُس کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوگیا ہے۔ مگر چونکہ اس خاتون کا بیان مشکوک سمجھا گیا تھا اس لئے سر جی آر کلارک بہادر بالقابہ نے اس معاملہ کی تحقیقات کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکا فرضی سمجھا گیا اور وہ دعوے جو اس لڑکے کی جانشینی کے لئے کیا گیا تھا

Marfat.com

نامنظور ہوا۔ زاں بعد سرمور کی اس رانی نے راجہ جگت چند جی کی معزولی کے لئے یہ کوشش شروع کی کہ خود باغی بنی اور کہلور کی بہت سی رعایا کے علاوہ ستلج پار کے بھی بہت سے آدمی رانی کے ساتھ بغاوت میں شامل ہو گئے۔ رانی نے ان ہمراہیوں کی امداد سے جگت چند جی کو ریاست سے نکال دیا اور دارالحکومت بلاسپور پر قبضہ کر لیا۔ مگر رانی کی بساط ہی کیا تھی۔ انگریزی فوج کا صرف ایک دستہ اس کے مقابلے پر بھیجا گیا جس نے اس کی بغاوت بالکل فرو کر دی اور جگت چند کو پھر گدی پر بٹھا دیا۔ رانی کو کہلور سے نکال کر سباتھو میں رہنے کا حکم ہوا۔ مگر اب وہاں بھی رانی کی زیر حمایت اُسکے جعلی راج کنور (بچے) کا دعوے تسلیم کرانے کے لئے منصوبے بازیاں اور سازشیں شروع ہو گئیں اس وجہ سے ۱۸۴۹ء کے شروع میں رانی صاحبہ کو ناہن میں بھیج کر خاص راجہ صاحب ناہن کی نگرانی اور حراست میں رکھا گیا اور راجہ صاحب کو رانی کے آئندہ اچھے برتاؤ کا ذمہ وار بنا دیا گیا۔

سری راجہ جگت چند جی کا ایک صاحبزادہ نرپت چند نامی تھے جنہوں نے عیش پرستی اور دختر رز کی صحبت سے اپنی زندگی تباہ کر لی اور ۱۸۵۰ء میں ایک لڑکا سری راجہ ہیرا چند نامی چھوڑ کر سرگباش ہو گئے اب سری راجہ ہیرا چند اپنے دادا سری راجہ جگت چند کی جگہ گدی نشین ہوئے اور اپنی وفات یعنی ۱۸۸۲ء تک حکومت کرتے رہے۔ ۱۸۴۶ء میں دوآبہ جالندھر کے سرکاری علاقہ میں شامل ہو جانے پر راجہ ہیرا چند صاحب کو کہلور کی ان اراضیات کا مستقل قبضہ دیا گیا جو دریائے

Marfat.com

ستلج کے داہنے کنارے پر واقع تھیں اور جن کا قبضہ سکھوں نے دوستی رکھنے اور خراج ادا کرنے کی شرط پر اس خاندان ریاست کو دیا تھا اور علاوہ بریں راجہ صاحب کی خدمات ایامِ غدر کے صلہ میں سات ضرب توپوں کی سلامی بھی عطا ہوئی پھر بعد ازاں یہ سلامی بڑھا کر گیارہ ضرب توپوں کی کردی گئی - سرکار انگریزی نے راجہ صاحب کو خراج کی ادائگی معاف کردی مگر اس کے بالمقابل راجہ صاحب کو بھی اپنے علاقہ میں تمام محاصل راہ داری موقوف کردینے پڑے ٭

راجہ امر چند آنجہانی کی والدہ ماجدہ انبالہ کے خاندان رائے پور کی خاتون تھیں راجہ صاحب موصوف ۱۸۸۹ء میں سرگباش ہوئے اور ان کے بڑے بیٹے سری بجے چند ان کی جگہ بلاسپور کی گدی پر بیٹھے یہ خاندان گڑھوال کی ایک رانی کے بطن سے تھے اور راجگان لمبا گڑاؤں اور پونچھ سے ازدواجی تعلقات رکھتے ہیں اور یہ خود راجہ صاحب مان کوٹ کی لڑکی سے بیاہے گئے ہیں - سری راجہ بجے چند ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے اور تقریباً سولہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد سری راجہ امر چند کی جگہ مسند نشین ریاست ہوئے انکی نابالغی کے زمانے میں ریاست کا انتظام کونسل آف ریجنسی کو سپرد رہا - ۱۸۹۳ء میں گورنمنٹ عالیہ نے راجہ صاحب کو پورے اختیارات حکمرانی دینے منظور فرمائے اور کونسل آف ریجنسی بطور مشیر کے ۱۸۹۹ء تک قائم رہی اور سال مذکور میں صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاستہائے کوہ شملہ کی منظوری سے توڑی گئی مگر ریاست میں کچھ دھڑہ بندی پیدا ہونے کی وجہ سے بعد میں بھی کچھ عرصہ کے لئے پھر قائم کردی گئی - نوجوان

Marfat.com

راجہ صاحب کا انتظام پہلے پہل بہت اچھا رہا مگر چند سال بعد سرکار کو راجہ صاحب کے انتظام میں کچھ خرابی اور ابتری محسوس ہوئی اور ۱۹۰۱-۰۲ء میں یہ خرابی درجۂ غایت کو پہنچ گئی جس کی وجہ سے راجہ صاحب کو گورنمنٹ کی منظوری لیکر اپنا ایک وزیر ملازم رکھنا پڑا اور سرکار عالیہ کی چند شرائط بھی ماننی پڑیں جو راجہ صاحب کے ہاتھوں ابتر شدہ انتظام ریاست کے ٹھیک کرنے کی غرض سے لگانی ضروری سمجھی گئی تھیں۔ لیکن راجہ صاحب نے گورنمنٹ عالیہ کی یہ شرائط منظور نہ کیں اور چونکہ وہ اُس وقت کچھ عرصہ سے بنارس گئے ہوئے تھے وہاں سے ریاست میں واپس آنے سے انکار کر دیا جو اُن کے اختیارات حکمرانی سے محروم کئے جانے کا سبب ہو گیا اور گورنمنٹ نے ریاست کا انتظام ایک مینیجر کے سپرد کر دیا جو منجانب سرکار مقرر ہوا تھا لیکن چونکہ ۱۹۰۸ء میں راجہ صاحب نے سرکار عالیہ کو لکھا کہ اُنہیں وہ شرائط منظور ہیں جو گورنمنٹ نے اُن پر لگائی تھیں اس لئے اُنہیں بنارس سے ریاست میں واپس آنے کی اجازت مل گئی۔ ریاست بلاسپور شملہ کی پہاڑی ریاستوں میں اوّل اور پنجاب کی دیسی ریاستوں میں آٹھویں درجہ کی ریاست ہے۔ راجہ صاحب حضور وائسرائے سے ملاقات کرنے کے حقدار ہیں۔ ریاست کا دارالحکومت قصبہ بلاسپور دریائے ستلج کے بائیں کنارے مقام روپڑ سے تقریباً بیس میل اوپر واقع ہے۔

Marfat.com

ریاستِ بُشہر

راجہ شمشیر سنگھ والیِ ریاستِ بشہر

راجہ اودے سنگھ

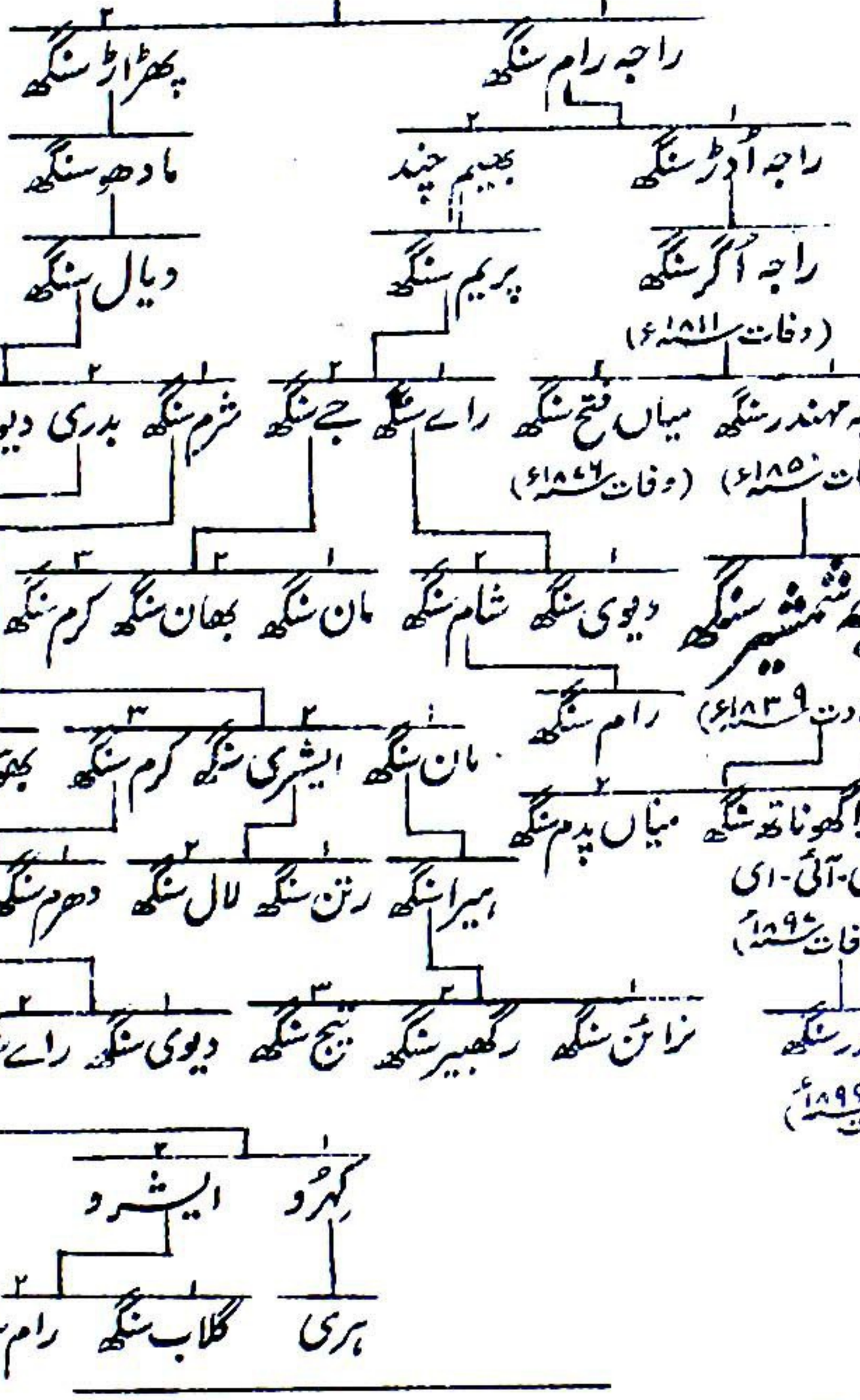

Marfat.com

ریاست بشہر کا رقبہ	۳۸۲۰ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۸۰۵۷۲
〃 〃 کا مالیہ	۱۱۸۰۰۰ روپیہ
〃 〃 کی فوج	کوئی نہیں
〃 〃 کی کارآمد توپیں	۴ عدد
راجہ صاحب کی سلامی	کوئی نہیں

بشہر کا فرمانروا خاندان اپنے آپ کو رہنمایان ہند کے مشہور و معروف فرد سری کرشن جی مہاراج کی نسل سے بتاتا ہے جن کا تذکرہ پرانوں میں موجود ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سری کرشن جی مہاراج کا پوتا پردمن بندرابن سے رامپور آیا اور پہلے وہاں کے حکمران بساوادیو کی لڑکی سے شادی کرکے پھر بساوادیو کو قتل کردیا اور اُس کی سلطنت خود لے لی۔ سری راجہ شمشیر سنگھ صاحب جو اَب بشہر کے راجہ ہیں اُنکے پاس اپنی ۱۲۰ پشت کا مسلسل شجرہ نسب موجود ہے۔ ۱۸۰۳ء میں گورکھوں نے گوگیرہ اور ستلج کے درمیانی پہاڑی علاقہ جات کی طرح بشہر پر بھی قبضہ کرلیا۔ اس قبضے کے بعد انگریزی اور سلطنت نیپال کے مابین جو لڑائی ہوئی اُس میں سرکار انگریزی نے یہی مناسب سمجھا کہ گورکھوں کو ان پہاڑی علاقہ جات سے نکال کر اُن کی سرحد کی طرف ہٹا دیا جائے۔ یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ گورکھوں نے اس علاقہ کی فتوحات راجہ بلاسپور کی تاکیدی دعوت پر شروع کی تھیں جو اس بات کا خواہشمند تھا کہ کانگڑہ کے مشہور کٹوچ رئیس سنسار چند اور اُس کے ہمسر راجہ

Marfat.com

رام سرن والیِ ہندور کی اس کے علاقہ پر دست اندازیاں روکی جائیں
اور اس بارہ میں اس نے گورکھوں سے امداد طلب کی تھی ٭
چونکہ وہ انگریزی فوج بہت تھوڑی تھی جو جنرل اخترلونی صاحب
بہادر کے ماتحت گورکھوں کو نکالنے کے لئے بھیجی گئی اور سرکار انگریزی
کا منشا پہاڑی علاقے میں اپنے مقبوضات کو وسعت دینے کا نہ تھا
بلکہ وہ نیپالیوں کو اُن کی واجبی حدود کے اندر رکھنے کی خواہاں تھی
لہذا اس علاقے کے اُن راجگان کو جنہیں گورکھوں نے اپنا مطیع کرلیا
تھا گورنمنٹ انگلشیہ نے اپنے ساتھ ملالیا اور اُن سے یہ وعدہ کیا کہ اگر
وہ لڑائی میں سرکار انگریزی کا ساتھ دینگے تو اُنہیں اُن کے ملک موروثی
پر بحال کرکے آیندہ کے لئے اُن کی خود مختاری کا ذمہ بھی لے لیا جائیگا
چنانچہ راجہ بلاسپور کے علاوہ جس نے اپنے پُرانے رفیق (گورکھوں)
کا ساتھ دینا ضروری سمجھا باقی تمام راجگان شملہ سرکار کے ساتھ ہوگئے ٭
لڑائی کے اختتام پر موجودہ راجہ صاحب بشہر کے والد ماجد
سری راجہ مہندر سنگھ صاحب کو جو اُس وقت نابالغ تھے ایک سند
عطا ہوئی جس کے رُو سے انہیں ان کے پُرانے مقبوضات مستقل
طور پر دے دئے گئے البتہ علاقۂ راوین راجہ کیونتھل کی ریاست کے
ساتھ ملحق کردیا گیا۔ کیونکہ وہ درحقیقت اُسی کا اصلی جزٗ تھا اور کوٹ گورو
کا مقام خود سرکار نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ کوٹ گورو سے جہاں تک
ریاست بشہر کا تعلق تھا اس کے سرکاری قبضہ میں لے لئے جانے سے
سرکار نے کوئی سختی نہیں کی تھی مگر اس پر راجۂ کُلو کو کچھ شکایت پیدا
ہوئی۔ اور شاید وہ اس شکایت کی کوئی وجہ رکھتا ہوگا۔ کیونکہ گورکھوں

Marfat.com

کے حملے سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے کوٹ کھائی کے رانا نے جو کوٹ گورو کا مالک تھا اپنی ریاست کا یہ حصّہ (کوٹ گورو) بدیں وجہ راجہ کلو کو اس کا انتظام کرنے کے لئے دے دیا تھا کہ یہ مقام کوٹ کھائی خاص سے بہت دور واقع تھا اور یہاں کی رعایا کوٹ کھائی کے رانا کی اطاعت سے باہر ہوگئی تھی۔ کلو کے راجہ نے اس تفویض انتظام کو بڑی خوشی سے منظور کر لیا۔ مگر تھوڑی ہی مدت اس کا اہتمام کرنے کے بعد وہ اصل مالک کے حقوق کو بالکل بھلا بیٹھا اور کوٹ گورو کو اپنی دریائے ستلج کے دوسرے کنارے پر واقع اراضیات کے ساتھ شامل کر لیا۔ الغرض اس طرح سے کوٹ گورو کا علاقہ دس سال تک راجہ کلو کے ہاتھ میں رہا۔ مگر اس سبب سے کہ راجہ بشہر کی سرحد کوٹ گورو کی سرحد سے ملتی تھی اور وہ اس مقام کو خود اپنے زیر تسلط بھی لانا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے راجہ کلو کا حق کبھی تسلیم نہیں کیا۔ کوٹ گورو تمام پہاڑی علاقوں سے زیادہ خوش منظر تھا کیونکہ اس میں سلسلہ وار چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں شامل ہیں جن کا ڈھلاؤ ستلج کے ایسے موڑ تک پہنچتا ہے جو جنگی ضروریات کے لئے نہایت کارآمد ہو سکتا ہے۔ ان پہاڑیوں میں ہموار قطعات ہیں اور بعض بہت اچھی فوجی چوکیاں ہیں ہٹو کا وہ قطعہ بھی انہی چوکیوں میں شامل ہے جسے کوسوں تک گرد و نواح کے ملک کی کنجی کہا جاتا ہے۔ الغرض راجہ صاحب بشہر نے کوٹ گورو پر قبضہ کر لیا تھا اور راجہ کلو جو یہ علاقہ اپنے لئے رکھنا چاہتا تھا اُس کو قتل کر کے یہ تدبیر کی کہ مقتول راجہ کی لاش اُسکے رشتہ داروں کو نہ دی۔ اور جب تک اُن لوگوں نے کوٹ گورو پر ہر قسم کا دعوے

Marfat.com

چھوڑ دینے کا اقرار نہ کرلیا انہیں یہ لاش حوالہ نہیں کی۔ کوٹ گورو پر راجہ صاحب بشہر کا قبضہ گورکھوں کے اِس ملک میں آنے سے چند ہی ماہ پہلے ہوا تھا۔ اور نیز چونکہ نیپال کی لڑائی ختم ہوتے ہی اِنہیں انکے باقی علاقے پر بحال کردیا گیا تھا اس لئے انہیں یہ اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا کہ سرکار نے کوٹ گوروکیوں اپنے قبضے میں رکھا ہے۔ راجہ صاحب کو ۱۵۰۰۰ روپیہ سالانہ بطور خراج ادا کرنے کی شرط پر ریاست ملی تھی اور بعدازاں محاصل راہ داری کے موقوف کردینے کی وجہ سے اس خراج کو گھٹا کر ۳۹۴۵ روپیہ سالانہ کردیا گیا *

موجودہ راجہ صاحب بشہر ۱۸۵۰ء میں اپنے متوفی والد ماجد کے جانشین ہوئے۔ ایّام غدر میں ان کے برتاؤ پر کچھ شُبہ ہوا کیونکہ انہوں نے اوّل تو خراج نہیں ادا کیا۔ دوم اور کئی طرح سے سلطنت انگریزی کی پائداری میں شک ظاہر کیا۔ سوم حکام انگریزی کے ساتھ جو ان کے علاقہ میں دورہ کر رہے تھے تواضع سے پیش نہ آئے اور چہارم معمولی رسد رسانی سے بھی پہلوتہی کی بدیں وجہ لارڈ ولیم ہے بالقابہ نے جو اُس وقت ضلع کے ڈپٹی کمشنر تھے سرکار کو لکھا کہ رامپور میں فوج بھیجی جائے مگر چونکہ اُس وقت کوئی فوج فارغ نہ تھی اس لئے غدر کے ایّام میں نہ تو سرکار انگریزی ہی نے اس بارہ میں کچھ کارروائی کی اور نہ راجہ صاحب نے زیادہ ہاتھ پیر نکالے۔ ہاں غدر فرو ہو جانے کے بعد یہ تجویز کی گئی کہ راجہ صاحب کو معزول کرکے ریاست صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاستہائے کوہستان شملہ کے سپرد کردی جائے مگر لارڈ لارنس بالقابہ نے ایسا کرنا مناسب

Marfat.com

نہ سمجھا اور راجہ صاحب سے جو کچھ قصور سرزد ہوا تھا اس سے درگزر کی گئی ٭

راجہ شمشیر سنگھ صاحب کا عہد حکومت کسی طرح بھی قابل اطمینان نہ تھا اور چونکہ ۱۸۸۶ء میں اُن کے فرزند ارجمند راگھوناتھ سنگھ بالغ ہو چکے تھے اس لئے اب ریاست کا انتظام اُن کے سپرد کر دیا گیا اور انہوں نے کل کاروبار اپنی بے وقت وفات یعنی ۱۸۹۸ء تک نہایت قابلیت سے چلائے جس کے صلہ میں اُنہیں سی۔ آئی۔ ای کا خطاب عطا ہوا۔ ٹکا رگھوناتھ سنگھ صاحب سی۔ آئی۔ ای کی وفات کے بعد پھر راجہ شمشیر سنگھ صاحب نے عنان حکومت ہاتھ میں لینے کی کوشش کی مگر گورنمنٹ نے اس معاملہ میں مداخلت فرما کر پہلے ایک سرکاری اہلکار رائے صاحب منگت رام کو ریاست کا وزیر مقرر کرایا اور بعد ازاں اسی کو مینیجر مقرر کر دیا چنانچہ وہ اب تک اس عہدہ پر ممتاز ہے۔ رائے صاحب منگت رام نے ریاست کا انتظام بڑی اچھی طرح اور دانائی سے کیا ہے ٭

راجہ شمشیر سنگھ صاحب نے کانگڑہ کے کٹوچ خاندان اور شملہ کے کوٹی اور کمہارسین خاندانوں میں شادیاں کیں۔ کمہارسین خاندان کی رانی ٹکہ رگھوناتھ سنگھ صاحب سرگباشی کی ماں تھی۔ اور چونکہ ۱۸۹۹ء میں ٹکہ صاحب مذکور کا کم عمر فرزند بھی فوت ہو گیا اس وجہ ریاست کا کوئی آئندہ وارث نہیں رہا تھا مگر معمر راجہ شمشیر سنگھ صاحب نے حال میں راجہ صاحب ٹیڑھی گڑھوال کے بھائی کنور سرندا شاہ صاحب کو اپنا متبنےٰ وارث بنا لیا ہے اور گورنمنٹ نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا ہے ٭

Marfat.com

ریاست بشہر کا علاقہ شملہ کی تمام ریاستوں سے وسیع تر ہے مگر یہاں کی رعایا غریب - آبادی کم - مالیہ تھوڑا اور ملک عام طور پر پست حالت میں ہے - اس کے ۳۸۲۰ مربع میل کے رقبہ میں صرف ۸۰۵۷۲ انسان رہتے ہیں - اس کی راج دھانی قصبہ رام پور دریائے ستلج کے کنارے پر ایک نہایت خوبصورت چھوٹا سا قصبہ اور پشم کی تجارت کے لئے مشہور ہے - رامپور کی مشہور چادریں جو فروخت ہوا کرتی تھیں اصل میں یہیں بنتی تھیں مگر اب لدھیانہ - امرتسر اور کشمیر کی بہتریں نقلی چادروں نے اصلی چیز کی وقعت اس قدر کھو دی ہے کہ اُسے کوئی پوچھتا ہی نہیں +

سرکار انگریزی نے ۱۸۷۷ء میں ۱۰۰۰ روپیہ سالانہ پر ۲۹ سال کے لئے بشہر کے جنگلات کا اجارہ لیا تھا - ریاست کی دیگر آمدنی کا تخمینہ ۹۸۰۰۰ روپیہ ہے یہاں کی اراضیات کا بندوبست ٹکہ رگھوناتھ سنگھ صاحب کے زمانے میں صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاستہائے کوہستان شملہ کی صلاح سے ہوا تھا - اس ریاست میں چار کارآمد توپیں ہیں مگر فوج کوئی نہیں - ریاستہائے کوہ شملہ میں اس ریاست کا دوسرا اور پنجاب کی دیسی ریاستوں میں نواں درجہ ہے - اور کنیتھی اور ڈیلاتھ کی دو چھوٹی چھوٹی ریاستیں ریاست بشہر کی باجگزار بھی ہیں +

Marfat.com

ریاست بشہر کی باجگزار ریاستیں

(اوّل) کنیتھی

ٹھاکر اموگ چند والیِ ریاستِ کنیتھی

ٹھاکر نین چند

(وفات ۱۸۵۸ء)

۱	۲	۳	۴
ٹھاکر سرن چند	پورن چند	پھگیرت چند	عالم

(وفات ۱۸۸۸ء)

۱	۲
ٹھاکر لال چند	ظالم سنگھ
(وفات ۱۸۹۹ء)	(ولادت ۱۸۶۴ء)

ٹھاکر اموگ چند

(ولادت ۱۸۹۱ء)

ریاست کنیتھی کا رقبہ	۱۰۰ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۲۵۷۵
〃 〃 کا مالیہ	۴۰۰۰ روپیہ
〃 〃 کی فوج	کوئی نہیں
〃 〃 کی سلامی	کوئی نہیں

ریاست کنیتھی نارکنڈہ اور کوٹ گورد کے درمیان واقع ہے۔

Marfat.com

اس کے ٹھاکر صاحب کے قبضہ میں ڈیوری نامی ایک اور علاقہ بھی ہے جو کوٹ کھائی اور بشہر کے مابین واقع ہے۔ اس ریاست کے سابق حکمران ٹھاکر لال چند صاحب اپنے اُملاک کا جنسی معاملہ وصول کیا کرتے تھے مگر چونکہ اس قسم کے معاملہ کی وصولی سے رعایا ناخوش تھی اور وہ وصولی معاملہ کے اس پُرانے طریق کو اُڑانا چاہتی تھی اس لئے رئیس اور رعایا کے مابین بہت جھگڑے قضیئے ہوتے رہتے تھے۔ رعایا کی طرف سے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کی خدمت میں نقد معاملہ لگا دینے کی ایک درخواست پیش کی گئی اور ۱۸۹۶ء میں اس کا فیصلہ ٹھاکر صاحب اور رعایا دونوں فریق کے قابل اطمینان طریقہ پر ہو گیا۔ ٹھاکر لال چند صاحب ۱۸۹۹ء میں سرگباش ہوئے۔

موجودہ رئیس ٹھاکر اموگ چند صاحب نابالغ ہیں اور ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پا رہے ہیں۔ انکی نابالغی کے دوران میں ریاست کا انتظام ایک سرکاری عہدہ دار کے سپرد ہے۔ جسے خود گورنمنٹ نے تعینات کیا ہے یہ عہدہ دار حکومت و ملکداری کے پورے اختیارات عمل میں لاتا ہے البتہ ایک پھانسی کے حکم کی منظوری اس کو ریاستہائے کوہ شملہ کے صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر دیا کرتے ہیں ٭

کنیتھی۔ کہارسین اور کوٹ کھائی کے حکمرانوں کے خاندان ایک ہی نسل سے ہیں۔ ٹھاکر لال چند صاحب سرگباشی کی ہمشیرہ انکے ہمسایہ رئیس ڈیلانٹھ کے ٹھاکر صاحب سے بیاہی تھی۔ کنیتھی کی ریاست بشہر کی باجگزار ہے اور اُس کو ۹۰۰ روپیہ سالانہ خراج دیتی ہے ٭

Marfat.com

ریاست بشہر کی باجگزار ریاستیں

(دوم) ڈیلاتھ

ٹھاکر نرندر سنگھ والیٔ ریاست ڈیلاتھ

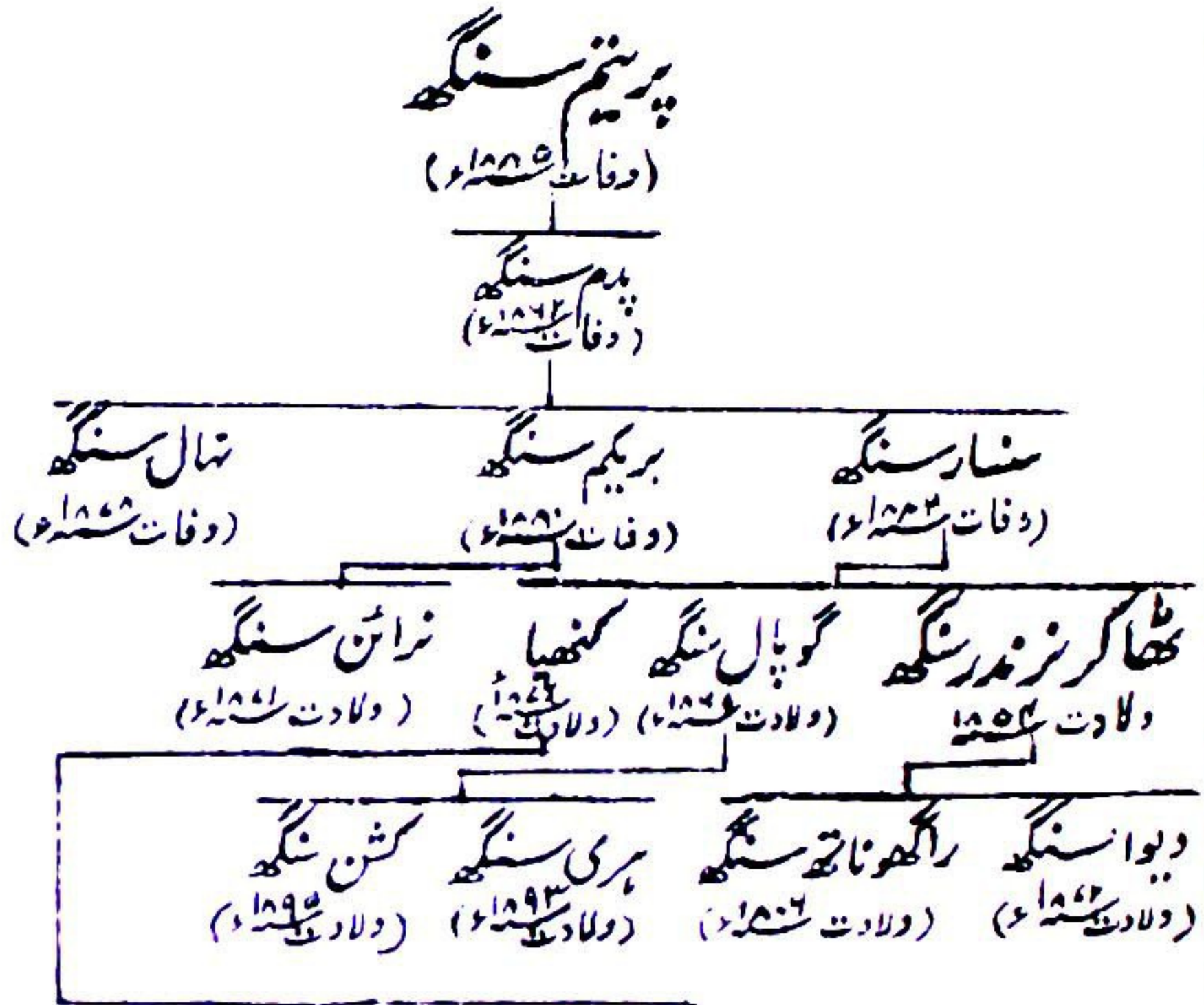

ریاست ڈیلاتھ کا رقبہ	۴۲ مربع میل
" کی آبادی	۱۴۸۶
" کا مالیہ	۵۵۰ روپیہ
" کی فوج	کوئی نہیں
" کی سلامی	کوئی نہیں

Marfat.com

ڈیلاتھ کی ریاست ایک چھوٹی سی ریاست اور بشہر کی باجگزار ہے۔ یہ راجہ صاحب بُشہر کی عظمت و برتری تسلیم کرنے کے طور پر ۵۰ روپیہ سالانہ خراج دیتی ہے۔ ڈیلاتھ کے ٹھاکر صاحب کی کل آمدنی ۵۵۰ روپیہ سالانہ ہے اور ان کو بُشہر کے وزیر کو تیس روپیہ سالانہ بطور وظیفہ کے دینا پڑتا ہے۔ موجودہ رئیس ٹھاکر نرندر سنگھ صاحب کو یوں تو پورے اختیارات حکمرانی حاصل ہیں لیکن وہ پھانسی کی سزا میں صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاستہائے کوہ شملہ کی منظوری لینے کے پابند ہیں۔ ڈیلاتھ کے ٹھاکر صاحب کی شادی ٹھاکر سرن چند صاحب سرگباشی والیٔ ریاست کنیتھی کی لڑکی سے ہوئی ہے۔

ڈیلاتھ کا خاندان بہت پرانا حکمران گھرانا ہے اور کوہستان شملہ کے لوگ انہیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

Marfat.com

ہز ہائینس نواب محمد امیر علی خان صاحب بہادر مرحوم و مغفور ریاست ٹونک

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ہز ہائینس نواب سکندر علی خاں صاحب بہادر مرحوم و مغفور والیٔ ریاست ٹونک

Marfat.com

Marfat.com

ہز بائینس نواب ابراہیم علی خاں صاحب بہادر مرحوم و مغفور والیٔ ریاست یا کوتلہ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

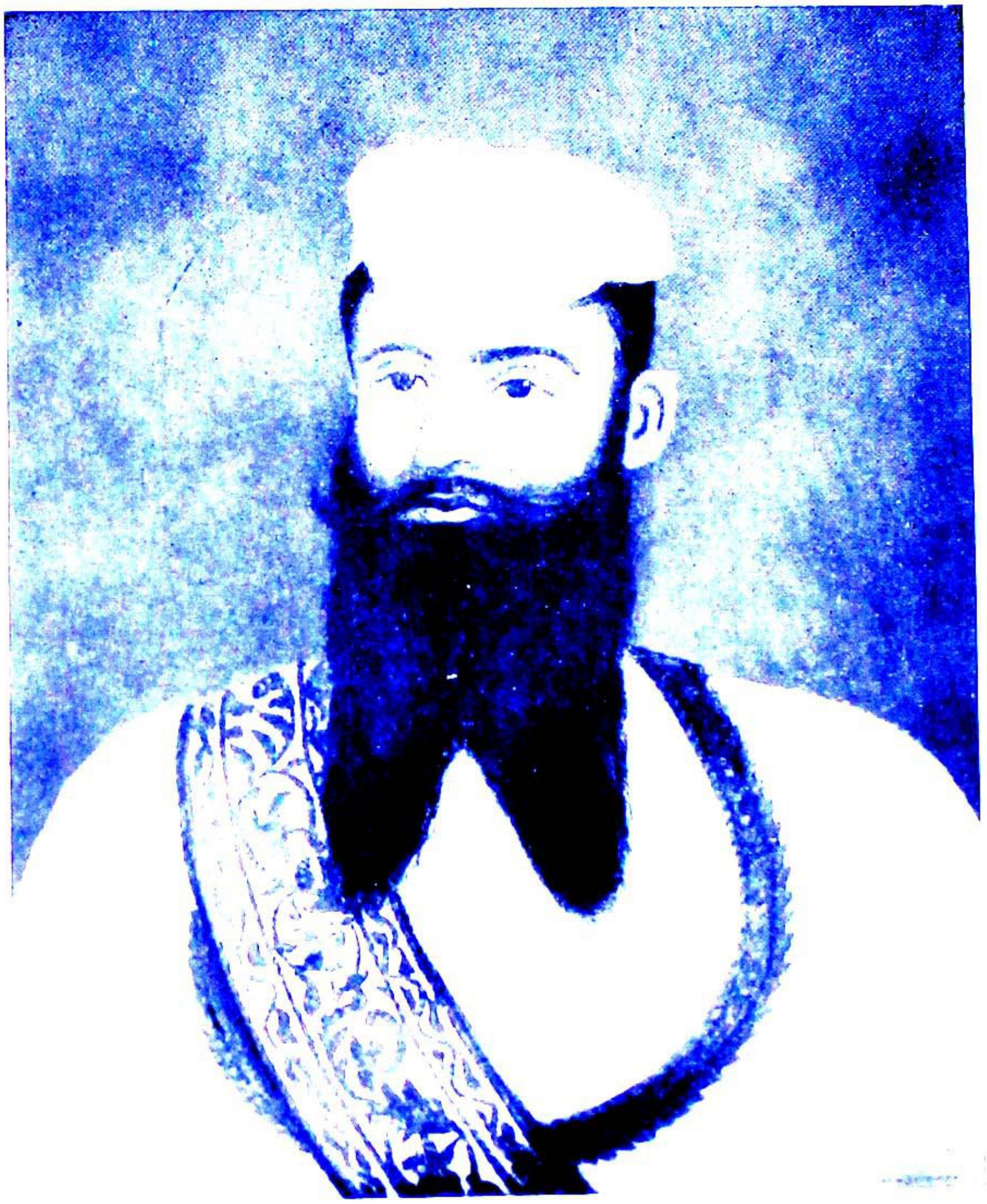

خان صاحب رحمت علی خان مرحوم و مغفور خان مالیہ کوٹلہ

Marfat.com

Marfat.com

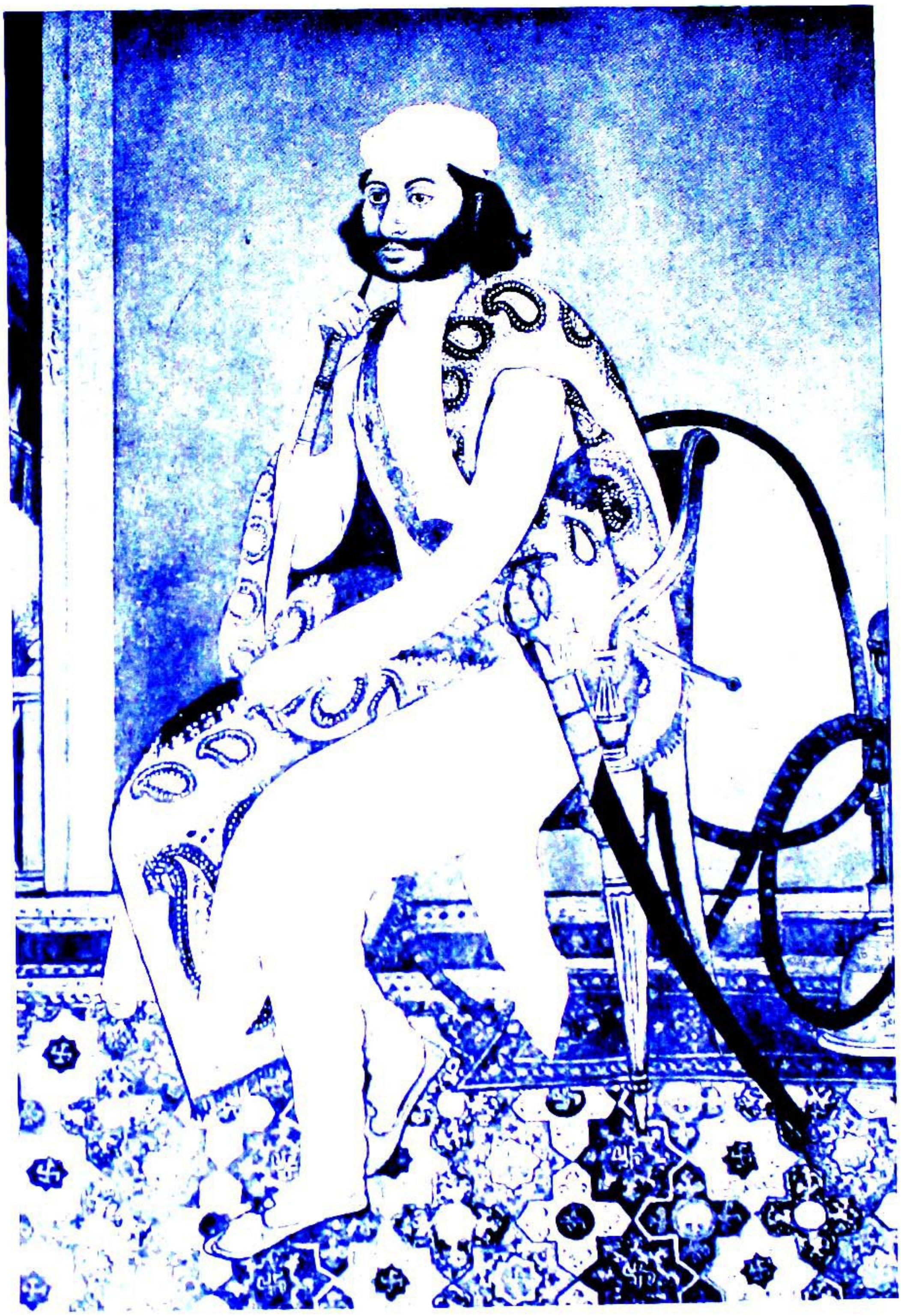

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

خان صاحب منشی عنایت علی خان خانان مالیہ گوشوارہ

Marfat.com

Marfat.com

ٹلہ

الئے ریاست مالیر کوٹلہ

ال

نواب صاحب کی سلامی . . . . . ۵۴ جوان
" کی افواج { رسالہ . . . . . ۶۰۰ "
پلٹن . . . . . ۲ عدد
کارآمد توپیں . . . . . ۱۱ ضرب توپ

۳
شیخ حسن

۲
شیخ امین

ن

۱
خواجہ مودود خاں

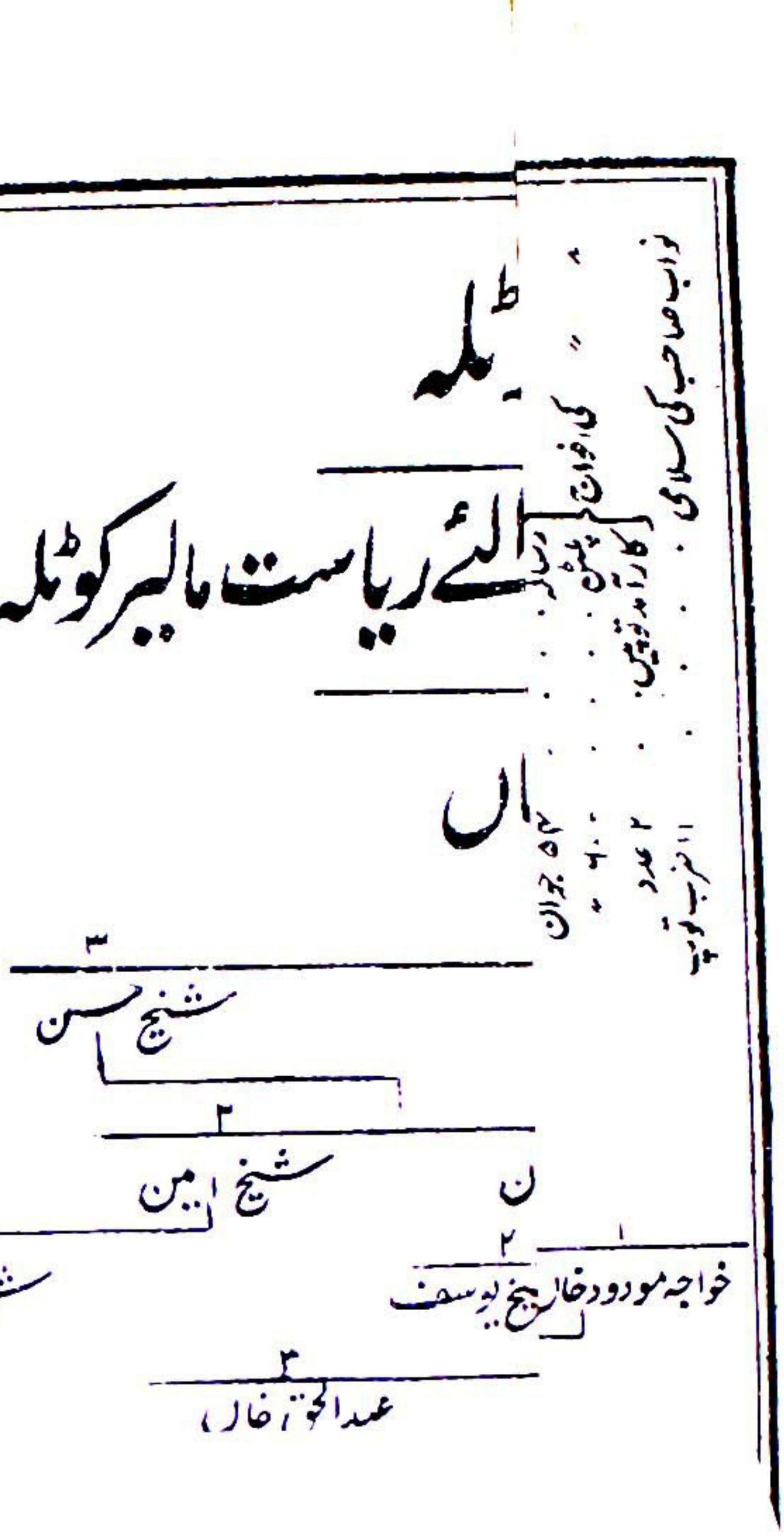

۲
شیخ یوسف

شیخ مرزا

۳
عبدالحق خاں

Marfat.com

Marfat.com

ریاستِ مالیر کوٹلہ

ہز ہائینس نواب محمد احمد علی خاں والیٔ ریاستِ مالیر کوٹلہ

پنجاب کے دیسی فرمانرواؤں میں نواب صاحب مالیر کوٹلہ کا دسواں نمبر ہے ان کی سلامی گیارہ ضرب توپیں ہیں۔ ان میں سے دو ضرب توپوں کی سلامی موجودہ نواب صاحب کو ذاتی اعزاز کے طور پر ملتی ہے۔ ریاست مالیر کوٹلہ بجز سمت شمال کے جس طرف یہ خود ضلع لدھیانہ کی حد بندی کرتی ہے باقی تمام اطراف سے نابھہ اور پٹیالہ کے علاقہ جات سے گھری ہوئی ہے ٭

مالیر کوٹلہ کا فرمانروا خاندان نسلاً شروانی افغان ہے۔ یہ ابتداءً ۱۴۶۷ء میں سلاطین دہلی کے اہلکار ہو کر کابل سے ہندوستان آئے تھے۔ ان کے بزرگ شیخ صدرالدین کی شادی سلطان بہلول لودھی کی لڑکی سے ہوئی اور سلطان نے اپنی لڑکی کے جہیز میں شیخ صدرالدین کو لدھیانہ کے قریب ۵۸ مواضعات عطا کئے۔ اور وہ لڑکی تین لاکھ روپیہ نقد بھی جہیز میں لے کر آئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ صدرالدین نے بھوسی نامی ایک گاؤں میں سکونت اختیار کی جو دریائے ستلج کی ایک شاخ پر واقع تھا پھر انہوں نے ایک تباہ شدہ قصبے کو جسے ملہیر گڑھ کہتے تھے از سرِ نو تعمیر اور آباد کیا۔ اس قصبہ کا قدیم بانی راجہ

Marfat.com

بھیم سین کی اولاد میں سے ایک شخص ملہیر سنگھ نامی تھا اور بعد میں یہ ملہیر یا مالیر کے نام سے مشہور ہوا۔ مالیر کوٹلہ کا موجودہ فرمانروا خاندان شیخ عیسےٰ کی اولاد سے ہے۔ شیخ مذکور شیخ صدرالدین کے فرزند اور نودھی شاہزادی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶۵۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر نے بازید خاں کو جو شیخ صدرالدین سے پانچویں پشت میں تھے نواب کا خطاب عطا کیا۔ بازید خاں صاحب نے اسی سال میں کوٹلہ کا مضبوط قصبہ آباد کیا اور اُس وقت سے یہ ریاست مالیر کوٹلہ کے نام سے موسوم ہوئی۔ بازید خاں صاحب نے اپنے مقبوضات کے رقبے کو بہت کچھ وسعت دی اور شہنشاہ نے انہیں پرگنہ جات قادرآباد اور نوگانواں عطا کئے۔ نواب شیر محمد خاں صاحب نے شہنشاہ عالمگیر کو سکھوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کے روکنے میں بڑی مدد دی۔ سکھوں کو روپڑ کے قریب چام کور کے مقام پر ایک سخت شکست دی۔ سری گورو تیغ بہادر جی اسی لڑائی میں پکڑے گئے اور ایک فوج کے ساتھ دہلی بھیج دئے گئے۔ اس بدرقہ کی فوج کے کمیدان نواب شیر محمد خاں صاحب کے سب سے بڑے اور جانشین فرزند بلند اختر صاحبزادہ غلام حسین خاں تھے۔ صاحبزادہ غلام حسین خاں کمزور طبیعت کے آدمی تھے اور تھوڑا ہی عرصہ حکومت کرنے کے بعد انہوں نے اپنے بھائی جمال خاں کو ریاست دیکر حکمرانی سے کنارہ کشی کرلی اور اپنے لئے ریاست میں سے صرف تھوڑی سی جاگیر رکھ لی جو تا حال ان کی اولاد کے نام جاری ہے +

نواب جمال خاں صاحب بڑے زبردست اور قابل فرمانروا تھے اور گو یہ سلاطین مغلیہ کے ماتحت تھے مگر درحقیقت انہوں نے اپنی

Marfat.com

ریاست کو عملی طور پر خود مختار بنا گرا اس تابعیت کو محض برائے نام کر دیا تھا
انہیں کے زمانے میں ستلج کے جنوبی جانب سکھوں میں زبردستی کے
آثار نمایاں ہو گئے تھے اور نوّاب صاحب کو سری راجہ آلا سنگھ والیٔ پٹیالہ
اور دوسرے سکھ سرداروں سے آئے دن کے لڑائی جھگڑے درپیش
رہتے تھے۔ نواب جمال خاں صاحب اُس حملے کی مدافعت کے لئے جو
سکھوں نے ۱۷۶۱ء میں سرہند پر کیا زین خاں کے ساتھ شامل ہوئے
اور آخر کار روپڑ کے جسے سری راجہ آلا سنگھ صاحب نے دُرّانیوں سے چھین کر
اپنے تصرّف میں کر لیا تھا واپس لینے کی کوشش کرتے ہوئے مارے گئے
نوّاب جمال خاں صاحب کی وفات پر ریاست تو ان کے فرزند اکبر بھیکن خاں
صاحب کو مل گئی اور ان کے دیگر چھوٹے صاحبزادوں نے جاگیریں لیں۔
بھیکن خاں صاحب نے ۱۷۶۴ء میں وفات پائی اور انہوں نے دو
نابالغ لڑکے چھوڑے اس وجہ سے ان کے بھائی بہادر خاں صاحب
مسند امارت پر جلوس فرما ہو کر نواب بنے۔ مگر بھیکن خاں مرحوم کے
دونوں نابالغ بچّوں کی والدہ ماجدہ اس انتظام پر رضامند نہ ہوئیں۔
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اور اس اندرونی جنگ کے
دوران میں رئیسان پھلکیان نے بہادر خاں صاحب اور ان کے
بھائی کے ہاتھ سے ان کے تمام مقبوضات چھین لئے۔ صرف مالیر کوٹلہ
کے نہایت قریب کے چند مواضعات نواب صاحب کے قبضہ میں رہ گئے۔
اِن کے اُن از دست رفتہ مقبوضات میں سے بہت سا حصّہ بہادر خاں
صاحب کے بھائی عمر خاں نے جو اپنے بھائی بہادر خاں صاحب کی
وفات پر ان کے نابالغ صاحبزادہ وزیر خاں کے سرپرست مقرر ہوئے

Marfat.com

تھے پھر واپس بھی لے لیا۔ عمر خاں صاحب کو خاندانی جھگڑے مٹانے میں بھی کامیابی حاصل ہوئی اور انہوں نے رئیس رائے کوٹ کو بیچ میں ڈال کر سری امر سنگھ صاحب والیٔ پٹیالہ سے بھی صلح کر لی۔ عمر خاں صاحب ۱۷۷۸ء میں فوت ہوئے اور ان کے بعد انکے بھائی اسد اللہ خاں صاحب مسند نشین امارت ہوئے یہ نواب جمال خاں صاحب کے چوتھے فرزند تھے۔ ان کا بھی چار ہی سال کی حکومت کے بعد انتقال ہو گیا اور اب نواب جمال خاں صاحب کے پانچویں نور چشم عطاء اللہ خاں صاحب نواب ہوئے اور گو ان کے برادر زادہ وزیر خاں صاحب بن نواب بہادر خاں صاحب مغفور اُس زمانے میں ستائیس سال کی عمر کے بالغ و کامل جوان تھے لیکن مسند ریاست انہیں نہیں ملی۔ نواب عطاء اللہ خاں صاحب نے ایک بڑی نادانی یہ کی کہ انہوں نے دیوان نانومل کی جو سری راجہ صاحب سنگھ والیٔ پٹیالہ کا ملازم تھا اور جسے راجہ صاحب موصوف نے ذلت دے کر ریاست سے نکال دیا تھا ترغیب و تحریص پر ریاست پٹیالہ کے چند مواضعات کو لے لینے کی کوشش کی مگر پٹیالہ کی فوج نے نواب عطاء اللہ خاں صاحب کو ہزیمت دیکر پسپا کر دیا اور وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر اس جنگ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد نواب عطاء اللہ خاں صاحب کو اپنے انہیں مخالف راجہ صاحب سنگھ والیٔ پٹیالہ سے کمک بھی لینی پڑی اسکی ضرورت یوں پیش آئی کہ مشہور معروف بیدی صاحب سنگھ رئیس اونا مالیر کوٹلہ کے افغانوں پر حملہ آور ہوا تھا اور اس بنا پر انکے خلاف مذہبی لڑائی کا اعلان کیا تھا کہ یہ لوگ گاؤکشی کرتے ہیں اور یہ کہ نواب شیر محمد خاں صاحب مرحوم و مغفور نے سری گورو گوبند سنگھ جی کے خاندان کی ایک عورت کو مسلمان کر کے اُس کے ساتھ شادی کر لی تھی۔

Marfat.com

اگرچہ اس موقع پر نوّاب عطاء اللہ خاں صاحب نے بڑی بہادری سے غنیم کا مقابلہ کیا لیکن بیدی نے ان پر غالب آکر مالیرکوٹلہ کو تباہ کردیا اور وہ اُس وقت تک پیچھے نہ ہٹا جب تک کہ پٹیالہ کی فوج نے نواب صاحب کی کمک پر آکر اُسے دھمکی نہ دی۔ نوّاب عطاء اللہ خاں صاحب مرہٹوں کی ۱۸۰۳ء کی لڑائی میں جنرل لیک صاحب بہادر کے ساتھ شامل ہوئے اور جب تک کہ انگریزی فوج لاسواری کی لڑائی فتح کرکے ایں روے ستلج کے تمام علاقے کو سرکار انگلشیہ کے زیرنگین نہ کرچکی اُس وقت تک نوّاب عطاء اللہ خاں صاحب برابر سپاہ انگریزی کے شامل حال رہے۔

بعدازاں مالیرکوٹلہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاتھ سے بھی نقصان پہنچا۔ مہاراجہ نے ۱۸۰۹ء میں نواب صاحب سے ۱۵۰۰۰۰ روپیہ تاوان مانگا۔ اس رقم میں سے دو تہائی تو فوراً ادا کردی گئی اور باقی پچاس ہزار روپیہ کے لئے پانچ موامنعات مہاراجہ کے پاس رہن کردئے گئے۔ مگر باوجود اس کے سر چارلس مٹکاف بالقابہ نے مہاراجہ کی اس کارروائی پر اعتراض بھی کیا تاہم اُس نے مالیرکوٹلہ میں اپنی فوجی چوکیاں بٹھادیں اور بقایا روپیہ ریاست سے وصول کرنے کے لئے خود اپنے تحصیلدار وہاں مقرر کردئے اور جب عہدنامہ ۱۸۰۹ء کے مطابق ریاست مالیرکوٹلہ سرکار انگریزی کی حفاظت میں آگئی تب کہیں یہ سکھ اہلکار اور سکھوں کی فوجی چوکیاں ریاست کے علاقہ سے ہٹائی گئیں۔ جب کوہستان شملہ میں گورکھوں سے لڑائی چھڑی تو انگریزی فوج کے سپہ سالار سر ڈیوڈ اخترلونی بالقابہ کو عطاء اللہ خاں صاحب کے فرزند دلبند رحمت علی خاں صاحب نے باربرداری اور رسد کی بہم رسانی میں اچھی امداد دی اور انکے دوسرے

Marfat.com

بھائی فضل علی خاں صاحب نے علاقہ ریاست سے غیر آئین فوج کی ایک جمعیت بھرتی کر کے بھرتپور کے محاصرے میں خدمات انجام دیں۔ پھر ۱۸۴۶ء کی جنگ ستلج میں رحمت علی خاں صاحب نے پلٹن کے ۷۰۰ جوانوں کا ایک کنٹنجنٹ مہیا کر کے موجودہ نواب صاحب کے جد بزرگوار دلاور علی خاں صاحب کی کمان میں دیا اور انہیں سرکار انگریزی کی کمک پر بھیجا۔ ان خدمات کے صلے میں نوّاب صاحب کو مواضعات مہرنا۔ فتح پور اور رسول پور عطا کئے گئے جو اب ریاست کا ایک جزو ہیں +

نواب عطاء اللہ خاں صاحب کی وفات ۱۸۱۰ء میں واقع ہوئی۔ ان کے رہگرائے عالم بقا ہونے کے بعد وزیر خاں صاحب نے سر ڈیوڈ اخترلونی بالقابہ کی خدمت میں ریاست کا دعویٰ پیش کیا اور رحمت علی خاں صاحب نے بھی اس بنا پر یہی دعوے کیا کہ ان کے مرحوم والد ماجد نواب تھے اور یہ اُن کے حقیقی وارث ہیں۔ مگر مسند نشینی کا فیصلہ وزیر خاں صاحب کے حق میں ہوا اور یہ قرار پا گیا کہ آیندہ جانشینی کے بارے میں اس فیصلے کے بموجب ہمیشہ خلف اکبر ہی کو حق ریاست ملنے پر عمل درآمد کیا جائیگا۔ اس فیصلہ سے رحمت علی خاں صاحب کی سخت دل شکنی ہوئی اور وہ اور اُن کے فرزندان ہمیشہ وزیر خاں صاحب اور اُن کے جانشینوں کو غاصب سمجھتے رہے +

وزیر خاں صاحب اور اُن کے تین جانشینان کے عہد حکومت کے واقعات کچھ ایسے دلچسپ اور اہم نہیں کہ اُن کو قلمبند کیا جاے۔ ۱۸۳۹ء میں نواب امیر خاں صاحب نے ایک کنٹنجنٹ جنگ کابل کے موقع پر انجام دہی خدمات کے لئے بھیجا اور بذات خاص بھی کچھ عرصے کے لئے

Marfat.com

انگریزی فوج کے ساتھ موجود رہے - انہوں نے سنہ ۱۸۴۵ء کی گورکھوں کی لڑائی میں بھی سرکار کی امداد کے لئے فوج مہیا کی - اور ان کی اُن خدمات کے صلے میں جو اُنہوں نے سکھوں کی دوسری لڑائی میں کیں انہیں "ہز ہائینس" کا خطاب اور نو ضرب توپوں کی سلامی کا حق عطا ہوا۔

وزیر خاں صاحب کی اولاد میں اخیر نواب سکندر علی خاں صاحب تھے جو سنہ ۱۸۶۱ء میں کوئی زندہ نرینہ اولاد چھوڑنے کے بغیر فوت ہو گئے۔ سنہ ۱۸۶۱ء میں انہیں ایک سند عطا ہوئی تھی جسکی رو سے انہیں متبنے کرنے کا حق ملا تھا اور اُس کے بموجب انہوں نے اپنے چچیرے بھائی دلاور علی خاں صاحب کے فرزند اکبر ابراہیم علی خاں صاحب کو اپنا ولی عہد نامزد کر دیا تھا - اس تقرر کے خلاف غلام محمد خاں صاحب نے عذرداری کی - بنائے عذرداری یہ تھی کہ عذردار نواب جمال خاں صاحب کے دوسرے بیٹے بہادر خاں صاحب کی اولاد سے ہیں اور اس وجہ سے وہ بے وارث نواب کے سب سے زیادہ قریبی حق دار رشتہ دار ہیں اس لئے مسند ریاست کا حق انہی کو ملنا چاہیئے - مگر سرکار دولتمدار نے نوّاب سکندر علی خاں صاحب کی وصیت کو بحال رکھا اور موجودہ نوّاب صاحب کے والد بزرگوار ابراہیم علی خاں صاحب نواب بن گئے - اس موقع پر ایک عمدہ انتظام یہ ہوا کہ وہ تمام اختیارات بھی محض نواب صاحب ہی کو دیدئے گئے جو اب تک رؤسا کے تمام چچیرے بھائیوں کو حاصل چلے آرہے تھے - اور اس کی صورت یہ تھی کہ ہر ایک شاخِ خاندان کا سرکردہ اپنی جاگیر کے علاقے میں نیم خود مختارانہ اختیاراتِ حکومت عمل میں لاتا تھا اور خاص دارالریاست کوٹلہ کے اندر بھی یہی حال تھا اور اس سے

Marfat.com

ریاست کے فوائد کو بہت سخت نقصان پہنچتا تھا۔ کیونکہ یہ سب عم زاد بھائی عموماً باہم لڑتے جھگڑتے اور اپنے چھوٹے سے چھوٹے جھگڑے بھی صاحب کمشنر بہادر انبالہ کی خدمت میں پیش کرتے رہتے تھے نئے انتظام کے مطابق صرف نواب صاحب ہی کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ اپنے علاقے کی حدود کے اندر جوڈیشل (عاملانہ) اور پولیس کے اختیارات عمل میں لائیں اور نواب صاحب کے بھائی عنایت علی خاں صاحب اور چھ چچیرے بھائیوں کو صرف خود اُن کی جاگیرات کے معاملات مال کا حق انتظام دیا گیا۔ البتہ غلام محمد خاں صاحب کو اس بات کی اجازت ہوگئی کہ وہ تاحین حیات اُن جوڈیشل اختیارات کو عمل میں لاتے رہیں جن کو یہ نواب سکندر علی خاں صاحب کے عہد حکومت میں بھی عمل میں لاتے رہے تھے مگر اب اُن کے فرزندان ارجمند کی حیثیت صرف معمولی جاگیرداروں کی سی ہے ٭

نواب ابراہیم علی خاں صاحب کی مسند نشینی کے دوسرے سال میں شہر مالیر کوٹلہ پر سکھ مذہبی دیوانوں کی ایک جمعیت نے حملہ کیا۔ یہ شورہ پشت کوکے مشہور تھے ان کی بنائے بغاوت وہی تھی جو گزشتہ صدی میں بیدی صاحب سنگھ نے اپنی بغاوت کی بنیاد قرار دے کر مسلمان اور عیسائی گاؤکش قوموں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تھا۔ حملہ آور کوکے مالیر کوٹلہ میں چند بے گناہ آدمیوں کو مار کر پھر پٹیالہ کی سرحد پر واپس چلے گئے۔ جہاں یہ بلا کسی دقت کے پکڑ لئے گئے اور انہیں ہتھکڑیاں لگا کر مالیر کوٹلہ میں واپس لائے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لدھیانہ نے اس خیال سے کہ کہیں دیگر قریب قریب کے سکھ اضلاع

Marfat.com

میں بھی اسی قسم کی مزید بغاوت نہ پھیل جاے بڑی عبرت انگیز سزا کی مثال قائم کرنی چاہی اور فوراً ہی ان باغی سکھوں کے ۴۹ آدمیوں کو بغیر ان پر مقدمہ کئے ہوئے پھانسی دے دی لیکن اب اس وقت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ پولیٹکل لحاظ سے اس بغاوت میں اتنی اہمیت نہ تھی۔ کوکوں کے سرگروہ رام سنگھ نے اپنے اس بغاوت میں شریک ہونے سے انکار کردیا اور کہا کہ اُس نے ان پُرجوش پیروؤں کو گاؤکُش قوموں کے نیست و نابود کرنے کی کوئی منظوری نہیں دی ہے اور یہ بھی بیان کیا کہ اُس نے ہونے والے معاملہ کی اطّلاع پولیس کو دے دی تھی۔ بہرحال ان لوگوں کی تجاویز اس قدر خام اور بے ترتیب تھیں کہ گورنمنٹ کو ان کی طرف سے کچھ مزید خدشہ پیدا نہیں ہوا۔ لیکن مناسب سمجھا گیا کہ رام سنگھ کو باوجود اُس کے اپنی بے گناہی کا اظہار کرنے کے انتظاماً رنگون کی جانب جلاوطن کردیا جاے۔ چنانچہ وہ رنگون بھیج دیا گیا اور چند سال بعد وہیں مرگیا ؎

۱۸۷۷ء کے دہلی کے شاہی دربار میں جو ہر میجسٹی ملکۂ معظمہ آنجہانی قیصرۂ ہند کے اعلان فرمانروائی کے لئے منعقد ہوا تھا نواب ابراہیم علی خاں صاحب کو مدعو کیا گیا۔ اور ان کے ذاتی اعزاز کے طور پر ان کی سلامی میں دو ضرب توپوں کی زیادتی کردی گئی۔ ۱۸۸۴ء میں نواب صاحب کے سب سے بڑے بیٹے صاحبزادہ عشق علی خاں صاحب اور اُن کے کچھ ہی دیر کے بعد خود بیگم صاحبہ کی بے وقت موتوں نے نواب صاحب کا دماغ جادۂ اعتدال سے منحرف کردیا اور انہوں نے دُنیا کے کاروبار سے کنارہ کشی کرلی۔ اس وجہ سے یہ ضروری ہوا کہ ریاست کا انتظام کسی

Marfat.com

سپرنٹنڈنٹ کے سپرد کیا جاے جسے گورنمنٹ تعینات کرے چنانچہ یہ انتظام سنہ ۱۹۰۳ء تک رہا جبکہ ریاست کے ولی عہد صاحبزادۂ احمد علی خاں صاحب نے نوّاب صاحب لوہارو سے جو ریاست کے اخیر سپرنٹنڈنٹ تھے انتظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیا۔ نوّاب صاحب لوہارو کے انتظام کے زمانے میں ریاست میں بہت سی ترقیاں ہوئیں مثلاً لدھیانہ دھوری جھکل ریلوے نکالی گئی اور ریاست میں امپیریل سروس سفرینا کی ایک جمعیت رکھی گئی +

یکم فروری سنہ ۱۹۰۵ء سے صاحبزادہ صاحب ریاست کے پرنس ریجنٹ بنائے جاکر صاحب کمشنر بہادر قسمت جالندھر کے ماتحت رکھے گئے۔ آپ نومبر سنہ ۱۹۰۵ء میں ہز رائل ہائینس شہزادہ ویلز اور شہزادی صاحبہ کی لاہور میں تشریف آوری کے موقع پر مدعو کئے گئے۔ آپ نے سنہ ۱۹۰۳ء میں نواب صاحب رامپور کی بھتیجی بہن سے شادی کی اور آپ کے ہاں اس وقت تین صاحبزادے ہیں +

نوّاب محمد ابراہیم علی خاں صاحب نے اگست سنہ ۱۹۰۸ء میں بعارضۂ ہیضہ انتقال کیا اور صاحبزادہ صاحب اُن کی جگہ مسند نشین ریاست ہوئے ۵ جنوری سنہ ۱۹۰۹ء کو ہز آنر نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے انہیں باقاعدہ مسند نشین کرکے اختیارات حکمرانی عطا کئے۔ نواب محمد احمد علی خاں صاحب کو گیارہ ضرب توپوں کی ذاتی سلامی ملتی ہے +

ریاست نے امپیریل سروس کے لئے ۱۷۷ سفرینا سپاہیوں کی ایک کمپنی قائم کی ہے ان سپاہیوں نے سنہ ۱۸۹۷ء کی جنگ تیراہ میں اچھی خدمات کیں اور سنہ ۱۹۰۱ء کی چین کی لڑائی میں بھی ان کے کام کی بڑی اچھی رپورٹ ہوئی اور ان کے کمیدان کو سی۔ آئی۔ ای کا خطاب ملا

Marfat.com

خان صاحب محمد علی خان خانانِ مالیر کوٹلہ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

نومبر ۱۹۰۶ء میں ہز ایکسلنسی لارڈ منٹو وائسرائے کشور ہند ریاست مالیر کوٹلہ میں تشریف لے گئے +

یہاں فرمانروائے مالیر کوٹلہ کے اُن یکجدی رشتہ داروں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جو "خوانین" کے لقب سے مشہور ہیں۔ خوانین نوّاب بہادر خاں صاحب کی اولاد ہیں اور ان میں سے اب صرف خان صاحب غلام محمد خاں کی اولاد باقی ہے۔ غلام محمد خاں صاحب کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے نوّاب سکندر علی خاں صاحب کے نواب ابراہیم علی خاں صاحب کو مسند بنانے پر جھگڑا اُٹھایا تھا ۱۸۶۸ء میں غلام محمد خاں صاحب کی وفات پر ان کی جاگیریں اور ریاست کے مالیہ کا حصّہ ان کے پانچ صاحبزادوں کو مل گیا اور سب سے بڑے صاحبزادے احسن علی خاں صاحب اپنے والد ماجد کی جگہ پر اونشل درباری بنائے گئے۔ احسن علی خاں ۱۹۰۷ء میں فوت ہوئے۔ ان کے چھوٹے بھائی محمد علی خاں اور ذوالفقار علی خاں صاحبان نے ایچیسن کالج میں تعلیم پائی۔ محمد علی خاں صاحب علوم مشرقیہ کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے ہیں۔ خان ذوالفقار علی خاں صاحب لُدھیانہ میں آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مقرر کئے گئے تھے جس عہدے پر انہوں نے چند سال تک بہت اچھا کام کیا۔ ۱۸۹۵ء میں انہوں نے انگلستان جانے کے لئے اس عہدے سے استعفا دیدیا اور وہاں دو سال صرف کئے۔ ذوالفقار علی خاں صاحب زبان انگریزی۔ فرانسیسی اور فارسی کے نہایت اعلےٰ درجے کے۔ ہر اور پنجاب چیفس ایسوسی ایشن کے بڑے سرگردہ ممبر ہیں۔ انکی سکونت لاہور اور شملہ میں ہے۔ ۱۹۱۰ء میں یہ حضور وائسرائے بالقابہ کی

Marfat.com

لیجسلیٹو کونسل کے ممبر مقرر کئے گئے ۔ خان صاحب غلام محمد خاں کی وفات کے زمانے سے خوانین اور ریاست کی فرمانروا شاخ کے تعلقات برابر کشیدہ رہے ہیں مگر گورنمنٹ نے ان کے بارہ میں اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ یہ ریاست مالیر کوٹلہ میں موروثی شریک ہیں ۔ خوانین کو فرمانروا کے آگے نذر پیش نہیں کرنی پڑتی بلکہ یہ صرف پیشکش دیتے ہیں اور سال بھر میں ریاست کے صرف ایک دربار میں ان کو جانا پڑتا ہے ۔ پیش کش اور حاضری دربار کی یہ پابندی نہ صرف موجودہ خوانین ہی کے لئے ہے بلکہ ان کی اولاد کے واسطے بھی یہی قید رہیگی ۔ خوانین اپنی جاگیر کے مالیہ میں سے دس فیصدی امپیریل سروس سفر مینا کے اخراجات کے لئے دیتے ہیں +

نوٹ ۔ آنریبل خان محمد ذوالفقار علی خاں صاحب حال ہی میں ریاست پٹیالہ کے پرائم منسٹر یا چیف سکرٹری کے معزز عہدے پر ممتاز ہوئے ہیں + (مترجم)

Marfat.com

ریاست ہندوُر (نالاگڑھ)

راجہ ایسری سنگھ والیِ ریاست ہندوُر (نالاگڑھ)

گاجے سنگھ

راجہ رام سرن سنگھ
(وفات ۱۸۴۹ء)

۱	۲	۳	۴
راجہ نجے سنگھ (وفات ۱۸۵۷ء)	فتح سنگھ (وفات ۱۸۷۲ء)	راجہ اگر سنگھ (وفات ۱۸۷۶ء)	بیر سنگھ (وفات ۱۸۷۳ء)

۱	۲
کیسری سنگھ (وفات ۱۸۷۶ء)	راجہ ایسری سنگھ (ولادت ۱۸۳۶ء)
بھگوان سنگھ (ولادت ۱۸۶۰ء)	کنور جگندر سنگھ (ولادت ۱۸۷۰ء)

گوبردھن سنگھ
(ولادت ۱۸۸۵ء)

ریاست ہندوُر کا رقبہ	۲۵۶ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۵۲۰۵۱
〃 〃 کا مالیہ ...	۱۳۰۰۰۰
〃 〃 کی افواج [مقامی فوج ...	۷۷ جوان
〃 〃 کی افواج [توپیں	۲ عدد
راجہ صاحب کی سلامی	کوئی نہیں

Marfat.com

ہندور اور کہلور کے راجگان اپنا نکاس ایک ہی بزرگ چندیل راجپوت سے بتاتے ہیں اور یہ مورث گڑھ چندیری سے یہاں آیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قلعہ زام شہر جس پر سے لدھیانہ اور ہوشیارپور کے میدانوں کا شاندار منظر اور چمبہ کی برفانی چوٹیاں تک دکھائی دیتی ہیں بطور راجہ نشین مقام کے اُس وقت بنایا گیا تھا جبکہ ہندور اور کہلور کے دونوں خاندان اکٹھے رہتے تھے۔ اب اس قلعہ میں بہت سی ایزادی ہوگئی ہے اور راجہ اگر سنگھ اور رام سنگھ صاحبان نے جو موجودہ فرمانروائے ہندور کے والد ماجد اور جدِ بزرگوار تھے اس قلعہ کی مرمّت بھی کی تھی۔ راجہ رام سرن تقریباً ۶۰ سال حکومت کر کے ۸۶ سال کی عمر میں سرگباش ہوئے۔ گورکھوں نے کچھ عرصہ کے لئے انہیں ریاست سے بے دخل کر دیا تھا اور انہیں باسل ضلع ہوشیارپور میں بھاگ جانا پڑا تھا۔ اُس وقت یہ پلاسی میں جو نالہ گڑھ اور روپڑ کے درمیانی میدان میں ایک نفیس قلعہ ہے سکونت پذیر ہو گئے اور دس سال تک وہیں رہے۔ اپنے عہد حکومت کے شروع میں انہوں نے اتنی فتوحات کیں کہ پلاسی سے لے کر مٹیانہ تک اور مشرق میں اجمیر گڑھ تک جو دریائے جمنا پر واقع ہے انہی کا سکہ چلتا تھا۔ سیانتھو بھی انہی کا مقبوضہ تھا جس پر ان کی طرف سے دھرمانیگی نامی ایک کاردار مقرّر تھا۔ البتہ سرمور ان کے پنجے میں آنے سے بچا رہا۔

سنہ ۱۸۰۳ء میں راجہ صاحب بلاسپور کے مدعو کرنے پر نیپال کے گورکھے پہاڑیوں کی راہ سے یہاں آگئے اور انہوں نے راجہ رام سرن اور تمام پہاڑی راجگان کی حکومتوں کو درہم و برہم کر دیا۔ کہلوریوں اور

Marfat.com

گورکھوں نے قلعہ رام شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس قلعہ میں فوج کے پانی پینے کے لئے بڑے بڑے تالاب بنے تھے اور کھانے کے لئے بہت سا غلہ گندم موجود تھا۔ مگر اہلِ قلعہ کو تین سال تک مدافعت میں جدّوجہد کرنے کے بعد آخر ہار ماننی پڑی۔ پھر ۱۸۱۴ء میں سر ڈیوڈ اخترلونی بہادر فوج کر پہنچ گئے۔ پہلے رام شہر کے درے پر ایک لڑائی ہوئی اور دوسری لڑائی ملون کے قریب لوہر گھاٹی پر ہوئی۔ آخرالذکر لڑائی میں گورکھوں کا کمیدان بھاگتا تھا پا مارا گیا اور لڑائی عملی طور پر ختم ہوگئی ٭

جب متذکرۂ بالا لڑائی کا اعلان ہُوا تو راجہ رام سرن صاحب جرنیل اخترلونی کے ساتھ ہو گئے کیونکہ گورکھوں سے قدرتی طور پر نفرت کرنے کے علاوہ انہیں راجہ بلاسپور سے بھی بدلہ لینا تھا جس نے گورکھوں کو بُلا کر یہ تمام مصیبت ڈالی تھی۔ سرکار انگریزی سے انہوں نے نمک حلالی اور وفاداری کا برتاؤ کیا جس کے صلے میں لڑائی کے ختم ہونے پر ان کا آبائی ملک ان کو دیدیا گیا۔ راجہ رام سرن کے حالات میں اس بات کا لکھنا بہت ضروری ہے کہ انہوں نے اس موقع پر اپنے تازہ فتح کردہ علاقہ جات کو اپنے ملک کے ساتھ شامل کرنے کے باوجود پھر اُن کے لینے سے بالکل انکار کر دیا تھا۔ ان کی اس کارروائی سے رعایائے بلاسپور ناراض ہوگئی اور اُس نے اب وہ کارروائی کی جو وہ انتہائی درجہ پر کر سکتی تھی یعنی شورش اور ناراضی کا اظہار کیا لیکن راجہ صاحب نے جو کچھ کیا اپنی مرضی سے کیا۔ وہ اپنے ہاتھ خود ہی کاٹ چکے تھے۔ اس لئے انہیں موقع کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد افسوس

Marfat.com

ہوا تو کیا ہوا۔ سنہ ۱۸۱۵ء میں بروٹی کا پہاڑی علاقہ جو وہاں کے فرمانروا خاندان کے نابود ہو جانے کی وجہ سے گورنمنٹ نے بطور مال لاوارث ضبط کیا تھا راجہ رام سرن صاحب کو ان کی لڑائی کی خدمات کے صلے میں دیا جانے لگا مگر انہوں نے اس بنا پر اُس کے لینے سے انکار کر دیا کہ علاقۂ مذکور ہندوستان سے دور ہے اور اس وجہ سے یہ اُس کا انتظام نہیں کر سکتے اور نہ اُسے اپنی مملکت میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ یہ علاقہ ۸۵۰۰ روپیہ لے کر ایک اور فرمانروا کو دے دیا گیا اور یہ روپیہ راجہ رام سرن صاحب کو مل گیا۔ بعد ازاں علاقۂ بروٹی پھر سرکار انگریزی کے قبضہ میں آگیا اور اب ضلع شملہ کا ایک حصہ اور چھاؤنی سباتھو میں شامل ہے۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں بروٹی کے تین مواضعات مہاراجۂ پٹیالہ کو اُن چار مواضعات کے تبادلے میں مل گئے جو اب شملہ کی اُس آبادی میں شامل ہیں جو سنہ ۱۸۳۰ء میں پٹیالہ اور کیونتھل سے علاقہ جات کا تبادلہ کر کے ترتیب دی جا رہی تھی +

راجہ رام سرن صاحب نے نیپال کی لڑائی کے بعد سنگھرہ کے قلعے اُن کے اصلی مالک راجہ بلاسپور کو واپس دے کر اُس سے ایک لاکھ روپیہ تاوان جنگ وصول کیا۔ اُنہوں نے یہ رقم پلاسی کے قلعے کو بڑھانے اور مضبوط کرنے میں خرچ کی جو نیچے کی طرف میدانوں میں واقع ہے اور اب ستلج کے بالائی کناروں کے قلعہ جات میں سب سے زیادہ محفوظ و مستحکم قلعہ ہے۔ سنہ ۱۸۵۷ء میں راجہ بجے سنگھ صاحب نرینہ اولاد چھوڑنے کے بغیر فوت ہو گئے۔ ان کے بعد جانشینی کی بابت شبہ پیدا ہوا کیونکہ راجہ رام سرن صاحب کے دوسرے لڑکے بوجہ ایک برہمن

Marfat.com

ماں کے بطن سے ہونے کے اصلی راجپوت نہیں تھے۔ یہ معاملہ تین برس تک چلتا رہا۔ اور انجام کار راجہ بجے سنگھ کے بھائی اگر سنگھ صاحب کو ریاست کی گدّی پر بٹھا دیا گیا۔ راجہ اگر سنگھ راجہ رام سرن صاحب کے بیٹوں میں سب سے زیادہ ذہین و دانشمند تھے اور یہ اپنے باپ کے عہد حکومت کے چند اخیر سالوں میں وزیر کے عہدے پر مامور رہ کر ریاست کے سیاہ و سفید کے مالک بھی رہ چکے تھے۔ مزید براں ایّام غدر میں انہوں نے سرکار انگریزی سے اچھا برتاؤ کیا تھا۔ ان کے بڑے بھائی فتح سنگھ کے حقوق کو اس لئے نظر انداز کیا گیا کہ اُن کے دل و دماغ میں فتور آگیا تھا +

بلاسپور (کہلور) کے موجودہ فرمانروا راجہ ایسری سنگھ صاحب سنہ ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۸۷۶ء میں اپنے والد ماجد اگر سنگھ صاحب کے جانشین ہوئے ان کو محض ایک ناعاقبت اندیش وزیر کی وجہ سے جس کی بات یہ بہت مانتے تھے اپنی رعایا کے ہاتھوں سے سخت تکلیف پہنچی مگر بعد ازاں اس وزیر کو ریاست سے نکال دیا گیا۔ راجہ ایسری سنگھ صاحب رشتۂ ازدواج کے ذریعے سے خاندانہائے گلیر ضلع کانگڑہ اور کوٹھار ضلع شملہ کے ساتھ قریبی تعلق رکھتے ہیں +

چونکہ راجہ صاحب کی طرز حکمرانی پر کچھ اعتراضات پیدا ہو گئے تھے اس لئے اَب ریاست کا انتظام تین ممبروں کی ایک کونسل کے سپرد ہے جن کی کارروائی سے ریاست کی مالی حالت میں بہت ترقی ہو گئی ہے رئیس کو حکمرانی کے پورے اختیارات حاصل ہیں البتہ پھانسی کی سزا پر صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاستہائے کوہستان شملہ کی منظوری لینے

Marfat.com

کی ضرورت پڑتی ہے اور سرکاری سند کے رو سے راجہ صاحب کو لڑائی کے وقت سرکار انگریزی کی فوجی امداد کرنی ہوتی ہے لیکن وہ فوجی کمک کی بجائے صرف ایک معین رقم دے دیتے ہیں ٭

راجہ صاحب مقام نالہ گڑھ میں رہتے ہیں۔ جو روپڑ سے تقریباً بارہ میل شمال کی طرف ایک سرسبز قصبہ ہے۔ ریاست کے حدود شمال کی طرف بلاسپور سے۔ جنوب اور مغرب کی طرف ضلع انبالہ سے اور مشرق کی طرف بھاگل۔ میلوگ اور پٹیالہ کی ریاستوں سے پیوستہ اور محصور ہیں ضلع شملہ کی پہاڑی ریاستوں میں ریاست نالہ گڑھ کا چوتھا درجہ ہے اور پنجاب کی دیسی ریاستوں میں۔ راجہ صاحب حضور وائسرائے کشور ہند سے ملاقات کرنے کے حقدار ہیں ٭

Marfat.com

ریاست کیونتھل

راجہ بنجے سین والیٔ ریاستِ کیونتھل

بھوپ سین

راگھونا تھ سین

راجہ سنسار سین
(وفات ۱۸۶۲ء)

راجہ مہندر سین
(وفات ۱۸۸۲ء)

راجہ بلبیر سین (وفات ۱۹۰۱ء)	کنور ہرا سنگھ (وفات ۱۸۹۲ء)	کنور صورت سنگھ (ولادت ۱۸۶۲ء)	کنور صاحب سنگھ (ولادت ۱۸۶۴ء)	کنور رندھیر سنگھ (ولادت ۱۸۶۵ء)	کنور موہن سنگھ (ولادت ۱۸۶۶ء)

اگر سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء)	راجہ بنجے سین (ولادت ۱۸۸۰ء)	امید سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء)

ٹکا بہادر سنگھ
(ولادت ۱۹۰۵ء)

ریاست کیونتھل کا رقبہ	۱۱۶ مربع میل
" کی آبادی	۲۲۴۹۹
" کا مالیہ	۱۰۰۰۰۰
" کی مقامی فوج	۳۶ جوان
کارآمد توپیں	ایک عدد
راجہ صاحب کی سلامی	کوئی نہیں

Marfat.com

سری راجہ صاحب والیٔ کیونتھل کے ماتحت پانچ چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں جن کے نام کوٹی ۔ تھیوگ ۔ مدھان ۔ گھنڈ اور راتیش ہیں ۔ یہ پانچوں ماتحت ریاستیں اگرچہ کئی اعتبارات سے عملی طور پر خود مختار ہیں تاہم انہیں سری راجہ صاحب کیونتھل کو تھوڑا تھوڑا سالانہ خراج ادا کرنا پڑتا ہے ٭

موجودہ فرمانروا خاندان کئی پشتوں سے اِس ریاست پر حکمران چلا آتا ہے ۔ اس کے اراکین راجپوت ہیں اور ان کے نام کے پیچھے لفظ سین آتا ہے ۔ گزشتہ صدی کے شروع میں گورکھوں کے حملے سے اِس ریاست کو بھی ویسا ہی نقصان پہنچا جیسا کہ دوسرے پہاڑی راجگان کو پہنچا تھا ۔ موجودہ راجہ صاحب کے پڑدادا سری راجہ سنسارسین صاحب بمقام سکیت اس وقت پیدا ہوئے تھے جبکہ اُنکے والد ماجد وہاں جلاوطنی کی حالت میں رہتے تھے اور جب تک کہ ۱۸۱۴ء میں سرکار انگریزی اُنہیں پھر اُنکی ریاست میں واپس نہ لائی اُس وقت تک راجہ سنسارسین کے والد صاحب سکیت ہی میں پناہ گزین رہے چونکہ کیونتھل کے راجہ صاحب نے سرکار انگریزی اور گورکھوں کی لڑائی کے اخراجات کا حصّہ گورنمنٹ انگلشیہ کو دینے سے انکار کیا اور فوج اور سامان رسد سے بھی جرنیل اختر لونی صاحب بہادر کی امداد نہ کی اس لئے ان کے علاقے کا ایک حصّہ مع علاقۂ بھگاٹ کے ایک حصّے کے ۲۸۰۰۰ روپیہ نذرانہ کے عوض ریاست پٹیالہ کو دیدیا گیا ۔ اور اُسی وقت سے رانا صاحب کا وہ خراج معاف کردیا گیا جو عطاشدہ اراضیات کے عوض میں پہلے اُنکے ذمّے واجب الادا قرار پایا تھا ٭

Marfat.com

سنہ ۱۸۳۰ء میں جب شملہ کا موجودہ شہر کیونتھل اور پٹیالہ کے علاقہ جات لے کر آباد کیا گیا تو کیونتھل کے بارہ مواضعات جن کی جمع ۹۳۷ روپیہ تھی لے لئے گئے۔ اور اُن کے معاوضہ میں پرگنہ راوین راجہ صاحب کیونتھل کو دیا گیا۔ سرکار نے یہ پرگنہ جس کا مالیہ ۱۲۸۹ روپیہ تھا پہلے اس خیال سے اپنے قبضے میں رکھ لیا تھا کہ شاید یہ سیاسی لحاظ سے کچھ مفید ثابت ہوگا ٭

ایام غدر میں رانا سنسار سین صاحب نے یوں خیر خواہی کا اظہار کیا کہ بہت سے اُن یورپین اصحاب کے ساتھ مہمان نوازی اور پناہ دہی کا سلوک فرمایا جو شملہ کی متعینہ گورکھا فوج کے باغی ہو جانے کا خطرہ عیاں ہوتے ہی شملہ سے بھاگ کر کیونتھل میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ رانا صاحب کو ان خدمات کے صلے میں راجہ کا خطاب عطا ہوا۔ سنہ ۱۸۶۲ء میں رانا سنسار سین کے فرزند رانا مہندر سین صاحب اُن کے جانشین ہوئے اور یہ سنہ ۱۸۸۲ء میں فوت ہو گئے۔ پھر راجہ مہندر سین صاحب کے پوتے راجہ بجے سین صاحب موجودہ فرمانروا سنہ ۱۹۰۱ء میں مسند نشین ریاست ہوئے۔ بحالت موجودہ ریاست پر بہت کچھ قرضہ کا بار ہے جس کی ادائگی راجہ صاحب مقررہ اقساط میں کرتے رہتے ہیں ٭

کیونتھل کے خاندان کی رانا صاحب دھامی۔ راجہ صاحب کھیرا گڑھ واقع ملک اودھ اور راجہ صاحب سرمور سے ازدواجی ذریعہ کی رشتہ داری ہے ٭

راجہ صاحب کیونتھل ہز ایکسلنسی حضور وائسرائے کشور ہند کے ساتھ ملاقات کرنے کے حقدار ہیں ٭

Marfat.com

ریاست کیونتھل کی باجگزار ریاستیں

(اوّل) کوٹی

رانا رگھبیر چند والیِ ریاستِ کوٹی

رانا ہری چند
(وفات ۱۸۰۳ء)

۲	۱
شیوسرن سنگھ (وفات ۱۹۰۳ء)	رانا بشن چند (وفات ۱۸۹۱ء)
۲	۱
امر سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء)	نور سنگھ (وفات ۱۸۹۶ء)

۳	۲	۱
نہال سنگھ (ولادت ۱۸۷۳ء)	گمان چند (ولادت ۱۸۷۰ء)	رانا رگھبیر چند (ولادت ۱۸۶۵ء)

ریاست کوٹی کا رقبہ	۵۰ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۷۹۵۹
〃 〃 کا مالیہ	۵۰۰۰۰
〃 〃 کی افواج	کوئی نہیں
خراج جو کیونتھل کو دیا جاتا ہے	۵۰۰ روپیہ
رانا صاحب کی سلامی	کوئی نہیں

رانا رگھبیر چند صاحب راجہ کیونتھل کے باجگزار ہیں ان کے جدِ بزرگوار سری رانا ہری چند صاحب نے غدر کے دوران میں سرکار کی

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

خدمات انجام دی تھیں جن کے صلے میں اُنہیں رانا کا خطاب مرحمت ہوا۔ پھر رانا رگھبیر چند صاحب کے والد ماجد سری رانا بشن چند جی نے شملہ کی حفاظت میں اُس وقت امداد دی تھی جبکہ اُس پر گورکھوں کی نصیری بٹیلین کے حملہ آور ہونے کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ جب اس بٹیلین کو بمقام جتوگھ یہ حکم دیا گیا کہ وہ میدانوں کی طرف روانہ ہوجائے تو اُسکے رویّہ سے نمک حرامی کا شُبہ ہوگیا تھا۔ رانا رگھبیر چند صاحب کے باپ نے بہت سے اُن انگریزوں کو بھی پناہ دی تھی جو غدر کے زمانے میں شملہ کو چھوڑ گئے تھے ٭

موجودہ حکمران رانا رگھبیر چند صاحب کو ریاست کے اندرونی انتظام کے عام اختیارات حاصل ہیں جو نیپال کی لڑائی کے بعد کوہ شملہ کے تمام پہاڑی حکمرانوں کو خاص سنذات کے رو سے عطا کئے گئے تھے ٭

Marfat.com

ریاست کیونتھل کی باجگزار ریاستیں

(دوم) تھیوگ

ٹھاکر پدم چند صاحب والیٔ ریاستِ تھیوگ

ٹھاکر بھوپ سنگھ
(وفات ۱۸۶۶ء)

- ہری چند (وفات ۱۸۹۳ء)
  - ٹھاکر شمشیر چند (وفات ۱۹۰۹ء)
    - ٹھاکر پدم چند (ولادت ۱۸۸۶ء)
      - گوپال چند (ولادت ۱۹۰۶ء)
    - مدن سنگھ (ولادت ۱۸۶۴ء)
    - گوبردھن سنگھ (ولادت ۱۸۷۰ء)
      - کھڑک سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء)
      - دیپ سنگھ
      - امر سنگھ (ولادت ۱۸۷۶ء)
    - بجے سنگھ المعروف بچھمی سنگھ (ولادت ۱۸۷۶ء)
    - کرم سنگھ (ولادت ۱۸۸۰ء)
  - ہیرا سنگھ
    - ایک لڑکا (معصوم)
- نند سنگھ (ولادت ۱۸۵۵ء)
- نیتو سنگھ (ولادت ۱۸۶۰ء)

ریاست تھیوگ کا رقبہ	۱۴۴ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۵۶۵۴
〃 〃 کا مالیہ	۱۰۰۰۰
〃 〃 کی افواج	کوئی نہیں
خراج جو کیونتھل کو ادا کیا جاتا ہے	۵۰۰ روپیہ
ٹھاکر صاحب کی سلامی	کوئی نہیں

چند صدیاں گزری ہیں کہ یہ خاندان بلاسپور سے آکر تھیوگ میں

Marfat.com

جو شملہ کے شمال مشرق میں ہے آباد ہوا اور فرمانروایان کیونتھل کا باجگزار بن گیا ۔

جب تک کہ ٹھاکر صاحب کا خراج باقاعدہ ادا ہوتا جاے اُس وقت تک راجہ صاحب کیونتھل کو اس ریاست کے اندرونی انتظام میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں ہے ۔ ٹھاکر صاحب کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر دیوانی اور فوجداری کے پورے اختیارات حاصل ہیں لیکن سزاے موت کے احکام میں ان کو صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاست ہاے کوہ شملہ کی منظوری لینی پڑتی ہے ۔

موجودہ حکمران سری ٹھاکر پدم چند صاحب کے پڑدادا سری ٹھاکر بھوپ سنگھ صاحب کو ۱۸۵۶ء میں بدچلنی کی وجہ سے معزول کیا گیا اور ان کے فرزند دلبند سری ہری چند جی کو ان کی جگہ رئیس مقرر کیا گیا تھا ۔ لیکن بھوپ سنگھ صاحب کو تازیست یعنی اس کے دس سال بعد تک ۵۰۰ روپیہ سالانہ وظیفہ ملتا رہا ۔ سری ٹھاکر ہری چند جی نے رانا صاحب بلسان کی ایک دختر نیک اختر سے شادی کی جسکے بطن سے بہت سی اولاد ہوئی ۔ سری ہری چند ۱۸۹۳ء میں فوت ہوئے اور اُن کی جگہ ان کے فرزند اکبر سری ٹھاکر شمشیر چند مسند نشین ریاست ہوئے ۔ یہ بھی ۱۹۰۹ء میں فوت ہو گئے ۔ اور اب اُن کے فرزند دلبند یعنی موجودہ حکمران سری ٹھاکر پدم چند صاحب مسند ریاست پر متمکن ہیں ۔

Marfat.com

ریاست کپورتھلہ کی باجگزار ریاستیں

(سوم) مدھان

ٹھاکر رندھیر چندوالیِ ریاست مدھان

ٹھاکر دھرم چند

۱	۲	۳	۴	۵
ٹھاکر نہال چند وفات ۱۸۳۳ء	بھیم چند	دلیو	ریوار دو (وفات ۱۸۲۳ء)	چیل سنگھ (وفات ۱۸۵۷ء)

۱	۲	۳	۴
ٹھاکر سنسار چند (وفات ۱۸۶۸ء)	سانول داس	گوپال سنگھ (ولادت ۱۸۳۱ء)	راگھوناتھ سنگھ (ولادت ۱۸۴۷ء)	دیوی سنگھ (ولادت ۱۸۵۵ء)

۱	۲
ٹھاکر بشن چند (وفات ۱۹۰۵ء)	رام سرن (وفات ۱۸۹۱ء)

۱	۲	۳	۴
کھڑک چند (ولادت ۱۸۷۹ء)	ٹھاکر رندھیر چند (ولادت ۱۸۸۸ء)	نجے سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء)	اودھو سنگھ (ولادت ۱۸۹۰ء)

ریاست مدھان کا رقبہ	۹ مربع میل
" " کی آبادی	۳۷۰۴
" " کا مالیہ	۶۰۰۰
" " کی افواج	کوئی نہیں
خراج جو کپورتھلہ کو ادا کیا جاتا ہے	۲۵۰ روپیہ
ٹھاکر صاحب کی سلامی	کوئی نہیں

مدھان کے ٹھاکر جی راجہ صاحب کپورتھلہ کے باجگزار اور شملہ اور کوٹ گورہ کے مابین گزرنے والی سڑک کے شمالی جانب کے چھ سات دیہات پر جو پھاگو اور متیانہ کے درمیان واقع ہیں حکمران ہیں ٭

اس وقت ریاست کے موجودہ حکمران ٹھاکر رندھیر چند صاحب ہیں۔ یہ ۳۱ دسمبر ۱۹۰۵ء کو اپنے والد بزرگوار کی جگہ مسند نشین ہوئے۔ ان کو سزائے موت کے احکام میں صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاستہائے کوہ شملہ کی منظوری لینی پڑتی ہے ٭

Marfat.com

ریاست کیونتھل کی باجگزار ریاستیں

(چہارم) گھنڈ

ٹھاکر رنجیت سنگھ والیِ ریاست گھنڈ

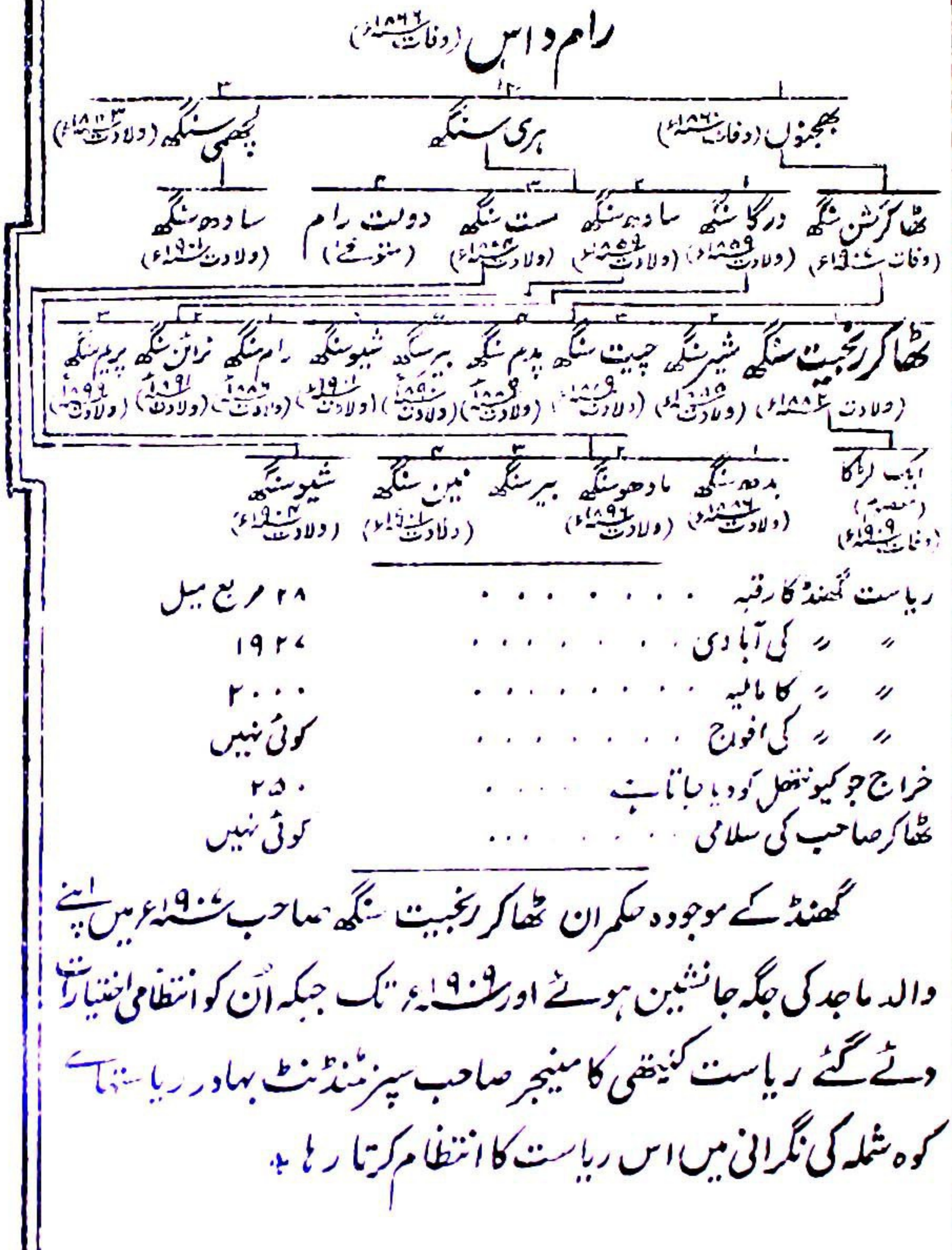

ریاست گھنڈ کا رقبہ	۲۸ مربع میل
〃 کی آبادی	۱۹۲۷
〃 کا مالیہ	۲۰۰۰
〃 کی افواج	کوئی نہیں
خراج جو کیونتھل کو دیا جاتا ہے	۲۵۰
ٹھاکر صاحب کی سلامی	کوئی نہیں

گھنڈ کے موجودہ حکمران ٹھاکر رنجیت سنگھ صاحب ۱۹۰۰ء میں اپنے والد ماجد کی جگہ جانشین ہوئے اور ۱۹۰۹ء تک جبکہ اُن کو انتظامی اختیارات دئے گئے ریاست کنیٹھی کا مینیجر صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاستہائے کوہ شملہ کی نگرانی میں اس ریاست کا انتظام کرتا رہا۔

Marfat.com

ریاست کیونتھل کی باجگزار ریاستیں

(پنجم) راتیش

ٹھاکر ہیرا سنگھ والیٔ ریاست راتیش

جیت سنگھ

۱	۲	۳
کشن سنگھ (وفات ۱۸۶۰ء)	بھوانی سنگھ (وفات ۱۸۶۲ء)	موتی سنگھ (وفات ۱۸۵۹ء)

کشن سنگھ

۱	۲
ٹھاکر رام سنگھ (وفات ۱۸۹۱ء)	راگھوناتھ سنگھ (ولادت ۱۸۳۹ء)

ٹھاکر رام سنگھ

۱	۲	۳
ٹھاکر ہیرا سنگھ (ولادت ۱۸۶۹ء)	ظالم سنگھ (ولادت ۱۸۷۲ء)	بیر سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء)

ٹھاکر ہیرا سنگھ

۱	۲	۳
شمشیر سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)	دیوی سنگھ (ولادت ۱۸۹۷ء)	دلیپ سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)

بھوانی سنگھ

۱	۲
مدن سنگھ (ولادت ۱۸۴۲ء)	دھرم سنگھ (ولادت ۱۸۴۶ء)

مدن سنگھ

۱	۲	۳
پریم سنگھ (ولادت ۱۸۷۲ء)	نہال سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء)	مہر سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء)

مہر سنگھ

۱	۲
شوسرن سنگھ (ولادت ۱۸۹۰ء)	درگا سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء)

موتی سنگھ

۱	۲
لچھمن سنگھ (وفات ۱۹۰۴ء)	گوپال سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء)

ریاست راتیش کا رقبہ	۱۲ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۴۴۹
〃 〃 کا مالیہ	۶۲۵ روپیہ

ٹھاکر ہیرا سنگھ صاحب والیٔ راتیش ریاستہائے کوہستان شملہ میں سے راجہ صاحب کیونتھل کے باجگزار ہیں اور وہاں کی چھوٹی چھوٹی پہاڑی ریاستوں کے نیم خود مختار حکمرانوں میں سب سے چھوٹے رئیس ہیں ان کو اپنی ریاست کے حدود میں سب اختیارات حاصل ہیں لیکن جب

Marfat.com

کبھی سزاے موت دی جاتی ہے تو صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاستہاے
کوہ شملہ کی منظوری لینی پڑتی ہے ٭

گورکھوں کے آنے سے پہلے رانتیش ایک چھوٹی سی سرسبز ریاست
تھی لیکن جب جرنیل اخترلونی صاحب بہادر نے ان پہاڑی ریاستوں
کو بزور شمشیر مسخر کیا ہے اُس وقت رانتیش کے فرمانروا سری کشن سنگھ
صاحب صرف چھ سات سال کے تھے اور سرمور میں بحالت جلاوطنی
اس لئے رہتے تھے کہ ان کے فوائد کی حفاظت کے لئے ریاست میں
کوئی شخص موجود نہ تھا۔ چنانچہ رانتیش کے چار پرگنے کیونتھل نے دبالئے
اور جو علاقہ باقی بچا تھا وہ سنہ ۱۸۲۰ء میں رانا بلسان نے اپنے زیر قبضہ کرلیا۔
لیکن بعد میں یہ علاقہ جو بحالت موجودہ ٹھاکران رانتیش کے زیر نگین
ہے ان کو راجہ صاحب کیونتھل سے واپس دلوایا گیا ٭

Marfat.com

ریاست فرید کوٹ

ہز ہائینس راجہ برج اندر سنگھ والیٔ ریاست فرید کوٹ

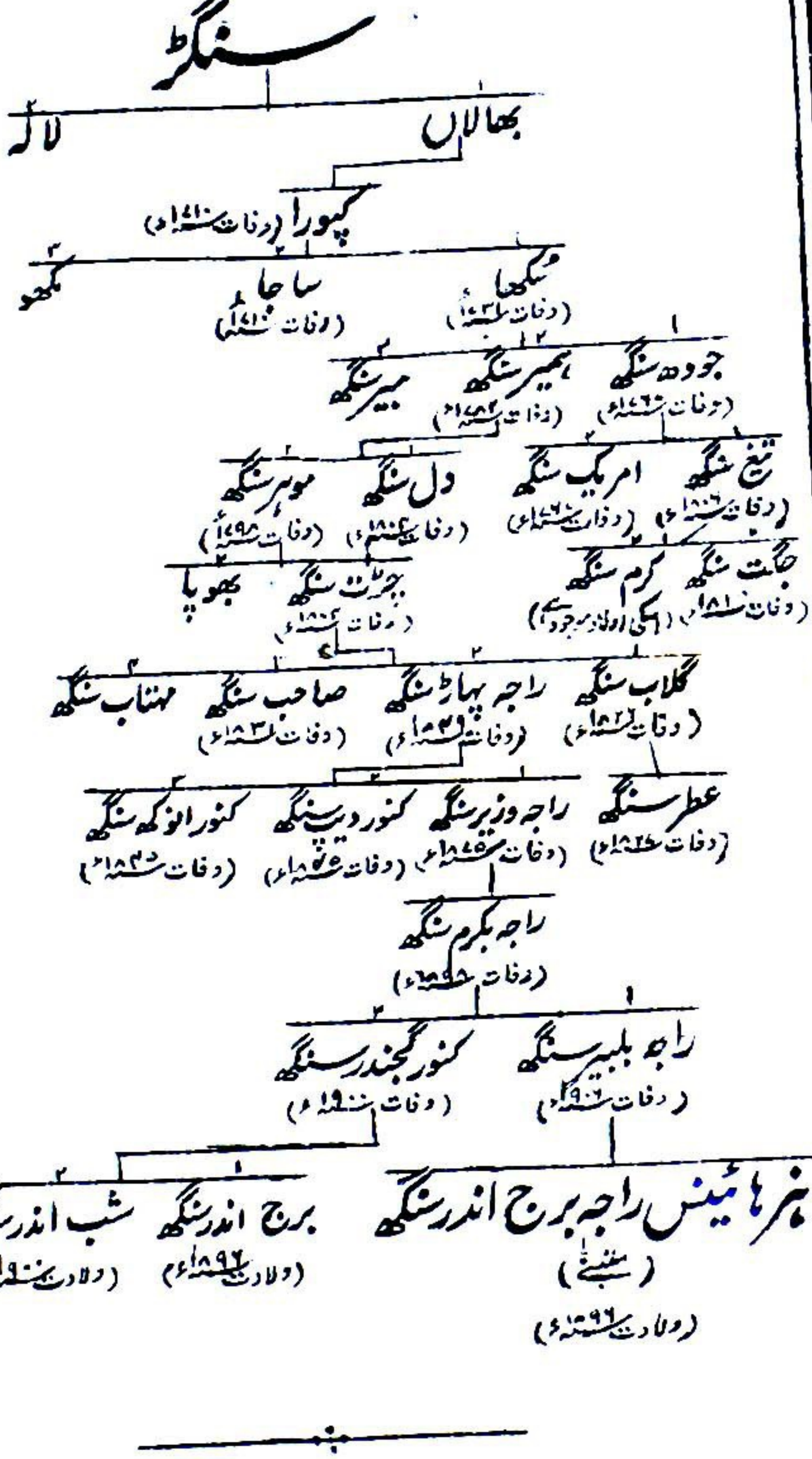

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

کنور گجندر سنگھ مرحوم و مغفور

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

سردار نرین سنگھ ممبر کونسل بجنسی فرید کوٹ

Marfat.com

Marfat.com

ریاست فرید کوٹ کا رقبہ		۶۴۲ مربع میل
〃 〃 کی آبادی		۱۲۴۹۱۲
〃 〃 کا مالیہ		۳۵۴۸۹۳
ریاست فرید کوٹ کی افواج	امپیریل سروس سفرینان	۱۶۳ جوان
	مقامی فوج	۱۸۹ 〃
	کارآمد توپیں	۶ عدد
راجہ صاحب کی سلامی		۱۱ ضرب توپ

ریاست فرید کوٹ کا علاقہ ضلع فیروزپور کے وسط میں واقع اور ریاست پٹیالہ کی شمالی سرحد سے مِلتا ہوا ہے +

جس سند کی رُو سے راجہ صاحب فرید کوٹ ریاست پر قابض بنائے گئے ہیں اُس کی تاریخ تحریر ۲۱ راپریل ۱۸۶۳ء ہے۔ اس سند کے ذریعہ سے راجہ صاحب کو کچھ نئے حقوق یا اختیارات عطا نہیں ہوئے بلکہ اُن کے سابقہ حقوق و اختیارات کو اس سند میں گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے برقرار و قائم رکھنے کا ذمہ لیا گیا ہے اور اُن کو مستقل کیا گیا ہے راجہ صاحب اور اُن کے جائز نرینہ ورثا ہی حکومت کے حقدار ہیں۔ ایک اور سند مورخہ ۱۱ مارچ ۱۸۶۲ء کے رُو سے راجہ صاحب کو مبلغ ۱۱ کرنے کا حق عطا ہوا ہے اور راجہ کا خطاب ۱۸۴۶ء میں موجودہ فرمانروا کے جدِ امجد سری سردار پہاڑ سنگھ صاحب کو عطا کیا گیا تھا +

راجگان فرید کوٹ راجگان کیتھل اور پھلکیان کے ہم نسل ہیں اور ان کا مشترک بزرگ بڑاڑ نامی ایک موقر شخص تھا جو مشہور و معروف

Marfat.com

"پھول" سے بھی بارہ پشت پہلے ہوا ہے۔ اور اگرچہ یہ دراصل جیسل کے راجپوت خاندان کے رُکن ہیں جو راجپوتانہ میں ریاست جیسلمیر کا بانی تھا لیکن اب بڑاڑ جاٹ سکھ مشہور ہیں۔ سولھویں صدی عیسوی کے وسط میں چودھری کپورا نے فرید کوٹ کے خاندان کی بنا ڈالی۔ وہ کوٹ کپورا کے موجودہ قصبہ میں جو اُس کے نام پر مشہور ہوا رہتا تھا۔ کپورا کے پوتے سری سردار ہمیر سنگھ جی ایک صدی کے بعد خود مختار ہو گئے اور انہوں نے اپنے اُن کمزور ہمسایوں کے علاقے لیکر جو مقابلہ نہیں کر سکتے تھے خاندان کے مقبوضات میں بہت اضافہ کیا۔ اور قصبۂ فرید کوٹ تعمیر کر کے اُسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ انہوں نے ایک مسلّح فوج بھی تیار کی اور اپنی لیاقت کے مطابق بہت اچھی طرح عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرتے رہے سری سردار ہمیر سنگھ کے فرزند ارجمند سری موہر سنگھ جی نے خاندان کی حیثیت کو ترقی دینے کے لئے کچھ نہیں کیا یہاں تک کہ سردار چڑت سنگھ نے انہیں معزول کر دیا اور وہ ۱۷۹۸ء میں بحالت جلاوطنی فوت ہو گئے۔ ان کے فرزند ارجمند سری چڑت سنگھ جی کو اپنے والد ماجد سے بھی زیادہ مصائب کا سامنا ہوا۔ ان کے چچا دل سنگھ جی ان پر حملہ آور ہوئے اور انہیں قتل کر دیا۔ اور دل سنگھ کو اُن کے چچا زاد بھائی فوجا سنگھ نے قتل کر ڈالا۔ پھر ان حاکم گردیوں کے بعد سری گلاب سنگھ جی کے گدی نشین ہونے کی باری آئی جو نابالغ تھے اور فوجا سنگھ ان کے سرپرست بن کر کاروبار حکومت کے مالک رہے۔ جب ریاست میں اس حاکم گردی سے تقریباً امن و امان ہو چلا اور قتل و خون کا سلسلہ عارضی طور سے بند ہوا تو اب یہ بلا آئی کہ ۱۸۰۶ء کے موسم سرما میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے جرنیل دیوان محکم چند نے اچانک شہر فرید کوٹ پر حملہ

Marfat.com

کر دیا۔ لیکن مقابلہ خوب ہوا اور اندرونی قلعہ اُس وقت تک آخری طور سے فتح نہ ہو سکا جب تک کہ دو سال کے بعد رنجیت سنگھ بذات خود ساری فوج کے ساتھ نہ آیا اور اُس نے یہاں آکر ریاست پر قبضہ کر لیا۔ مہاراجہ نے گلاب سنگھ اور اُس کے بھائیوں کے محض گزارہ کے لئے اُن کو پانچ دیہات دیدئے اور ایک بھاری نذرانہ ادا کرنے کی شرط پر خاص فرید کوٹ محکم چند کو دیا گیا۔ لیکن چونکہ برٹش گورنمنٹ نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ مہاراجہ کی یہ دست درازی جائز قرار دی جائے لہذا آئندہ سال ہی مہاراجہ کو یہ شکار مع اس کے دوسرے ایں روے تلج کے مقبوضات کے ہاتھ سے دیدینا پڑا۔ اب سری گلاب سنگھ جی کو پھر ریاست پر بحال کیا گیا اور آپ ۱۸۲۶ء تک حکمرانی کرتے رہے جس سال کہ انہیں قتل کر دیا گیا اور خیال کیا جاتا ہے کہ یہ قتل ان کے بھائی صاحب سنگھ کے ایما سے واقع ہوا تھا۔ سری گلاب سنگھ ایک شیر خوار بچہ سری عطر سنگھ نامی چھوڑ کر سرگباش ہوئے تھے جو ان کا جانشین ہوا۔ لیکن معصوم بچہ ہی اپنے باپ کے کچھ ہی دن بعد گزر گیا اور ۱۸۲۷ء میں سری سردار بہاڑ سنگھ جی اپنے بھتیجے کی جگہ گدی نشین ہوئے۔ سری بہاڑ سنگھ ایک لائق اور فراخ حوصلہ حکمران تھے اور اپنے مقبوضات کی ترقی میں ہمہ تن مصروف رہے۔ انہوں نے نہریں کھدوا کر زراعت کو ترقی دی اور اس طرح سے صرف بیس سال کے اندر اپنی ریاست کی آمدنی دگنی کر لی۔ جب ۱۸۴۶ء میں دربار لاہور اور سرکار انگریزی کے درمیان لڑائی چھڑی تو سری سردار بہاڑ سنگھ جی نے بڑی عقلمندی دکھلا کر سرکار انگریزی کا ساتھ دیا اور جہاں تک ہو سکا سرکاری فوج کے لئے باربرداری اور سامان رسد جمع کر کے عمدہ امداد دی۔ ان خدمات کے صلہ

Marfat.com

میں انہیں راجہ کا خطاب عطا کیا گیا اور کچھ علاقہ بھی بطور انعام عطا ہوا۔ کوٹ کپورا کی موروثی جاگیر ان کے نام بحال کر دی گئی اور شمالی جاگیروں کے تبادلے میں فرید کوٹ کے جنوب میں اور دیہات دئے گئے۔

۱۸۴۹ء میں سری سردار پہاڑ سنگھ جی کے فرزند سعادت نشان سری وزیر سنگھ جی جن کی عمر اُس وقت اکیس سال کی تھی اپنے والد ماجد کی جگہ جانشین ہوئے۔ سری وزیر سنگھ جی سکھوں کی دوسری لڑائی کے دوران میں گورنمنٹ کے وفادار رہے۔ غدر کے زمانہ میں آپ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر فیروزپور کے احکام کی تعمیل اور باغی افواج کے راستے کو روکنے کی خاطر دریائے ستلج کے تمام پتنوں کی حفاظت کرتے رہے۔ انہوں نے ایک دستہ فوج سرسہ بھیجا اور سواروں اور دو توپوں کی جمعیت کے ساتھ بذات خاص ایک مشہور باغی شام داس پر حملہ کر کے اُسکے قلعے کو منہدم اور برباد کر دیا۔ اس خدمت کے صلے میں ان کی سلامی میں اضافہ ہوا اور وہ دس سواروں کی خدمت دینے سے مستثنےٰ کئے گئے جو اُس وقت تک ایک نقد سالانہ خراج ادا کرنے کی شکل میں دی جاتی تھی۔

۱۸۷۵ء میں سری راجہ بکرم سنگھ جی اپنے والد بزرگوار کی جگہ جانشین ہوئے۔ افغانستان کی دوسری لڑائی کے دوران میں انہوں نے دو سو پچاس سوار اور پیادوں کی جمعیت سرکار کی کمک کے لئے مہیا کی۔ اس سپاہ سے سرحد کوہاٹ پر کام لیا گیا اور ان خدمات کے صلے میں راجہ صاحب کو "فرزند سعادت نشان حضرت قیصرۂ ہند" کا خطاب عطا ہوا۔

سری راجہ بکرم سنگھ جی ۱۸۹۸ء میں سرگباش ہوئے اور اُن کے فرزند سعادت نشان سری راجہ بلبیر سنگھ جی اُن کے جانشین ہوئے۔

Marfat.com

مگر یہ بہت ہی تھوڑے زمانے تک حکومت کرنے کے بعد اپنی بے اعتدالیوں کے شکار ہو کر ۱۹۰۶ء میں فوت ہو گئے۔ سری بلبیر سنگھ جی کا کوئی لڑکا نہ تھا اور اُنہوں نے اپنے بھتیجے سری برج اندر سنگھ جی مہاراج موجودہ حکمران کو اپنا وارث اور متبنےٰ بنا رکھا تھا۔ سری راجہ برج اندر سنگھ جی ۱۹۰۶ء میں گدی نشین کئے گئے۔ یہ ابھی نابالغ ہیں اور اپنے بھائی کے ساتھ ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پا رہے ہیں۔ ریاست پر اس وقت تین ممبروں کی ایک کونسل حکومت کر رہی ہے جسکے پریزیڈنٹ سردار بہادر سردار دیال سنگھ مان محکمۂ انہار کے ڈپٹی کلکٹر ہیں +

متوفی راجہ صاحب نے ۱۹۰۴ء میں تبت مشن کے ساتھ خدمات انجام دینے کے لئے امپیریل سروس سفر مینا کی خدمات پیش کیں +

ریاستہائے پنجاب میں فرید کوٹ بلحاظ مرتبہ تیرھویں نمبر پر ہے اور راجہ صاحب کو حضور وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند سے ملاقات کا حق حاصل ہے +

Marfat.com

ریاستِ چمبہ

ہز ہائینس راجہ سر بھوری سنگھ کے سی ایس آئی سی آئی ای والیٔ ریاست چمبہ

راجہ اگر سنگھ
(وفات ۱۷۳۴ء)

۱ راجہ امید سنگھ (وفات ۱۷۶۳ء) — ۲ شیر سنگھ

راجہ امید سنگھ
(وفات ۱۷۶۳ء)

راجہ راج سنگھ
(وفات ۱۷۹۳ء)

راجہ جیت سنگھ
(وفات ۱۸۰۶ء)

۱ راجہ چڑت سنگھ (وفات ۱۸۴۳ء) — ۲ میاں زور آور سنگھ (وفات ۱۸۴۴ء)

۱ راجہ سری سنگھ (وفات ۱۸۰۸ء) — ۲ راجہ گوپال سنگھ (وفات ۱۸۹۵ء) — ۳ میاں سچیت سنگھ (وفات ۱۸۹۶ء) — پراکم سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء)

۱ راجہ شام سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء) — ۲ ہز ہائینس راجہ سر بھوری سنگھ کے سی ایس آئی سی آئی ای (ولادت ۱۸۶۹ء) — سوہن سنگھ (وفات ۱۸۸۸ء) — دھیان سنگھ (ولادت ۱۸۶۹ء)

۱ ٹیکا رام سنگھ (ولادت ۱۸۹۰ء) — ۲ ڈوڈھا میں کیسری سنگھ (ولادت ۱۸۹۲ء) — ۱ گرتار سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء) — ۲ امر سنگھ (وفات ۱۸۹۵ء)

ریاست چمبہ کا رقبہ		۳۲۱۶ مربع میل
〃 〃 کی آبادی		۱۲۷۸۳۴
〃 〃 کا مالیہ		۵۸۹۷۲۷
〃 〃 کا خراج		۳۸۰۰
ریاست چمبہ کی افواج	رسالہ	۳۳ جوان
	پیادہ	۳۸۶ 〃
	کارآمد توپیں	۴ عدد
راجہ صاحب کی سلامی		۱۱ ضرب توپ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

چمبہ ایک پہاڑی قطعہ کانگڑہ کے شمال میں ہے۔ اس کے شمال اور مغرب کے حدود پر کشمیر کے اضلاع کشتواڑ اور زرکار اور مشرقی سرحد پر لاہول اور لدّاخ کی سرحدیں ملتی ہیں۔ اس کی مشرقی سرحد ایک برفانی چوٹیوں اور برفانی تودوں کا طبقہ ہے۔ لیکن مغرب کی طرف کا ملک زرخیز ہے اور وہاں چاول گندم اور جو کی فصلیں اچھی ہوتی ہیں۔ اس ریاست کے حدود میں پنجاب کے دو بڑے دریا راوی اور چندر بھاگا یا چناب بہتے ہیں۔ دریائے چناب کے کنارے پر پنگی اور دریائے راوی کے کنارے پر برمور کے جنگلات پنجاب کی ریلوں کے واسطے لکڑی مہیا کرنے کے بڑے کارآمد اور ضروری ذرائع ہیں۔ ریاست چمبہ کا رقبہ تین ہزار مربع میل سے کچھ زیادہ ہے اور آبادی جو زیادہ تر راجپوت اور گدّی قوم سے مرکّب ہے سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۱۲۷۸۳۴ تھی۔ ریاست کا مالیہ جنگلات کی وجہ سے مختلف اور کم و بیش ہوتا رہتا ہے اور اس کا بڑا حصّہ دیودار اور نیلے صنوبر کے قیمتی جنگلات سے حاصل ہوتا ہے۔ گزشتہ تین سال سے آمدنی کی اوسط ۵۷۳۲۳۹ روپیہ سالانہ ہے۔

راجگان چمبہ قوم کے راجپوت ہیں اور ان کا رشتہ بیگانگت شملہ اور کانگڑہ کے پہاڑی راجاؤں سے کبھی کبھی بذریعہ ازدواج تازہ ہوتا رہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ راجگان چمبہ اصل میں مارواڑ (راجپوتانہ) سے یہاں آئے تھے۔ چونکہ ریاست چمبہ ملک کے ایک علیحدہ گوشے میں واقع ہے اس لئے یہ بڑی حد تک مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دستبرد سے بچی ہی تھی سنہ ۱۸۴۶ء میں ریاست چمبہ کا ایک حصّہ غلطی سے مہاراجہ گلاب سنگھ والیٔ کشمیر کو دیدیا گیا لیکن دوسرے ہی سال یہ علاقہ اس سے واپس

Marfat.com

لیا جاکر ۱۸۴۸ء کی ایک سند کی رو سے تمام وکمال پھر اُسکے جائز وارث راجہ سری سنگھ صاحب بہادر اور ان کے نرینہ وارثوں کو بطور علے الدوام عطا کر دیا گیا۔ راجہ سری سنگھ صاحب کمزور طبیعت تھے اور انہوں نے دیکھا کہ وہ اپنی رعایا کو قابو میں رکھکر انتظام حکومت سنبھالنے کے قابل نہیں ہیں چنانچہ ۱۸۶۳ء میں ایک انگریز افسر کرنیل بلیر ریڈ صاحب بہادر کو بطور مشیر راجہ صاحب کی مدد کے لئے بھیجا گیا۔ ۱۸۷۰ء میں راجہ سری سنگھ کی جگہ ان کے بھائی سری گوپال سنگھ جی جانشین ہوئے اس موقع پر راجہ سری سنگھ جی کے ایک اور چھوٹے بھائی میاں سچیت سنگھ نے سری گوپال سنگھ جی کے مسند نشین ہونے کی مخالفت کی اور کہا کہ میرے حقوق فائق ہیں کیونکہ راجہ سری سنگھ جی اور میں ایک ہی ماں کے بطن سے ہیں۔ لیکن صاحب سکرٹری آف سٹیٹ بالقابہ نے اُس کے دعوے کو نامنظور کیا اور میاں سچیت سنگھ تن تنہا مفلسی کی حالت میں چمبہ سے ولایت تک چلا آیا اور اپنے تمام خویش واقارب کی مدد لینے سے انکار کر دیا اور ۱۸۹۶ء میں بمقام لندن بغیر کوئی نرینہ وارث چھوڑے ہوئے انتقال کر گیا۔

۱۸۷۳ء میں سری گوپال سنگھ جی کی بدچلنی کی وجہ سے گورنمنٹ کا عتاب ہوا اس لئے اُنہوں نے ریاست سے دست بردار ہو کر اپنے فرزند بلند اقبال سری شام سنگھ جی کو حکومت حوالے کر دی۔ سری شام سنگھ جی کی عُمر اُس وقت صرف آٹھ سال کی تھی اور ریاست کا انتظام پنجاب کمیشن کا ایک افسر بطور سپرنٹنڈنٹ سرانجام دیتا رہا۔ سری راجہ شام سنگھ ۱۸۸۴ء میں بالغ ہو کر ریاست کا انتظام خود کرنے

Marfat.com

لگے۔ ان کی تین شادیاں ہوئیں اور اس طرح جسوال۔ سرمور اور سیبہ کے خاندانوں سے ان کا رشتہ قائم ہوگیا۔ سابق راجہ گوپال سنگھ صاحب کو چمبہ کے نزدیک مقام منجر میں ایک جاگیر عطا ہوئی تھی اور وہ اپنی وفات تک جو ۱۸۹۵ء میں واقع ہوئی وہیں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے رہے۔

جنوری ۱۹۰۴ء میں سری راجہ شام سنگھ جی اپنے بھائی سری راجہ سرجوری سنگھ صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی + سی۔ آئی۔ ای۔ موجودہ فرمانروا کے حق میں ریاست سے دست بردار ہوگئے اور راجہ سرجوری سنگھ صاحب بالقابہ کو اسی سال ماہ مئی میں جناب نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر نے باضابطہ طور سے پورے اختیارات حکمرانی عطا فرمائے۔ راجہ جوری سنگھ صاحب پہلے بھی کئی سال تک ریاست کے انتظام میں حصہ لیتے رہے اور درحقیقت اکتوبر ۱۹۰۲ء سے بباعث علالت راجہ صاحب سابق ریاست کا سارا انتظام اُنہیں کے ذمے تھا۔ راجہ سرجوری سنگھ ایک روشن خیال اور قابل حکمران ہیں۔ ان کو ۱۹۰۰ء میں سی۔ آئی۔ ای اور ۱۹۰۶ء میں کے۔ سی۔ آئی۔ ای کے خطابات عطا ہوئے۔ نومبر ۱۹۰۵ء میں راجہ صاحب کو حضور شہزادہ ویلز بالقابہ کی ملاقات کے لئے مدعو کیا گیا۔ جون ۱۹۰۵ء میں سابق راجہ صاحب سری شام سنگھ جی کا اچانک انتقال ہوگیا +

۱۸۴۸ء کی سند کے مطابق ریاست میں جانشینی کا یہ قاعدہ ہے کہ صلبی نرینہ وارثوں کی عدم موجودگی میں خاندان کے دیگر افراد زیادتی عمر اور بزرگی کے لحاظ سے جانشین ہوتے ہیں۔ ۱۸۶۲ء میں راجہ صاحب چمبہ کو ایک اور سند مرحمت ہوئی جس کے رو سے ان کو متبنےٰ کرنے کا

Marfat.com

حق عطا کیا گیا۔ یہ ریاست صاحب کمشنر بہادر قسمت لاہور کی پولیٹکل نگرانی میں ہے ٭

پنجاب کے راجاؤں میں راجہ صاحب چمبہ بلحاظ مرتبہ چودھویں نمبر پر ہیں۔ ان کی سلامی گیارہ توپیں ہیں اور انہیں وائسرائے کے حضور میں باریاب ہونے کا حق حاصل ہے۔ راجہ صاحب کے بڑے صاحبزادہ بلند اقبال سری ٹکا رام سنگھ جی ڈیرہ دون امپیریل کیڈٹ کور میں ایک کیڈٹ ہیں اور دوسرے صاحبزادہ ٹھاکر کیسری سنگھ ایچیسن چیفس کالج لاہور میں تعلیم پا رہے ہیں ٭

Marfat.com

ریاستِ سکیت

ہز ہائینس راجہ بھیم سین والیِ ریاستِ سکیت

راجہ بھیکم سین

۱ راجہ رنجیت سین — ۲ کشن سنگھ

۱ راجہ بکرم سین — ۲ امر سنگھ — ۳ دھیان سنگھ

کشن سنگھ: ۱ بشن سنگھ — ۲ نرندا سنگھ

راجہ اگر سین (وفات ۱۸۷۵ء)

راجہ روڑا سین (وفات ۱۸۸۶ء)

۱ ٹکاری مردان سین (وفات ۱۸۸۶ء) — ۲ راجہ ڈشت نکندن سین (وفات ۱۹۰۸ء)

ڈشت نکندن سین: ۱ ہز ہائینس راجہ بھیم سین (ولادت ۱۸۸۵ء) — ۲ ڈونھائیں بچھمن سنگھ (ولادت ۱۸۹۴ء)

ریاست سکیت کا رقبہ		۴۲۰ مربع میل
〃 〃 کی آبادی		۵۴۶۷۶
〃 〃 کا مالیہ		۱۵۶۵۳۸ روپیہ
〃 〃 کا خراج		۱۱۰۰۰ 〃
〃 〃 کی افواج	مقامی	۹۴ جوان
	کارآمد توپیں	۲ عدد
راجہ صاحب کی سلامی		۱۱ ضرب توپ

Marfat.com

پہلے منڈی اور سکیت کی دونوں ریاستیں دراصل ایک تھیں اور ان پر ان ریاستوں کے موجودہ فرمانرواؤں کا ایک ہی مشترک جدّ بزرگ حکمران و قابض تھا۔ ریاست سکیت کا حکمران گھرانا خاندان کی کلاں شاخ ہے۔ راجۂ منڈی کا بزرگ تیرھویں صدی عیسوی میں خاندان کے متفقہ جتھے سے علیٰحدہ ہوگیا تھا۔ ان دونوں ریاستوں کے مابین شاذ و نادر ہی برادرانہ اور دوستانہ تعلّقات رہے ہیں اور ان کی تاریخ میں اکثر یہی درج پایا جاتا ہے کہ ان کے درمیان محض فضول اور بے بنیاد باتوں پر ہمیشہ جھگڑے ہی ہوتے رہے۔ ۱۸۳۹ء میں جبکہ شہزادہ نونہال سنگھ حکمران لاہور نے اپنے جرنیل ونچورا کو اس پہاڑی ملک کے فتح اور مطیع بنانے کے لئے اس نواح میں بھیجا اُس وقت سری راجہ اگر سین جی والیِ سکیت بڑی دانائی سے کام لیکر شروع ہی میں سکھوں کے طرفدار ہوگئے اور اپنے پرانے دشمن راجۂ منڈی کو نیچا دکھلانے کے واسطے اپنی تمام فوج جرنیل ونچورا کے حوالے کردی۔ سکھوں کے نقطۂ خیال سے اُن کا یہ برتاؤ بڑا ہی شریفانہ اور خیر خواہانہ سمجھا گیا اور اس طرح راجہ جی پر سرکار لاہور کی نظرِ عنایت ہوگئی۔ سری راجہ اگر سین جی نے دربار لاہور کے بڑے بڑے وزیروں کو ۵۰۰۰ روپیہ نذر کرنے کے علاوہ سرکار مذکور کو ۱۳۸۰۰ روپیہ خراج بھی دینا منظور کیا۔ لیکن ۱۸۴۶ء کی لڑائی میں وہ پھر سکھوں کے خلاف ہوکر افواج خالصہ کو پہاڑی قلعوں سے نکالنے کے لئے راجۂ منڈی کے ساتھ شامل ہوگئے۔ الحاق دوابہ جالندھر کے بعد ایک سند کے ذریعے سے انہیں اپنے علاقہ میں حسب معمول شرائط پر حقوق فرمانروائی عطا کئے گئے۔ ۱۸۶۲ء میں انہیں ایک اور سند دی گئی جس کے رُو سے

Marfat.com

مستقل مقرر کرنے کا حق بھی عطا کیا گیا۔ سری راجہ اگر سین جی کا انتقال ۱۸۷۵ء میں ہوا اور ان کے فرزند بلند اختر سری رُدڑا سین جانشین ہوئے جن کو ریاست میں بدنظمی ہو جانے کی وجہ سے تین سال بعد معزول کر دیا گیا۔ رُدڑا سین ایک ناشائستہ آدمی کے زیر اثر ہو گئے تھے جس کو انہوں نے اپنا دیوان مقرر کر لیا تھا اور اُسی کی صلاح بد سے ریاست کا مالیہ اور اُس کے محاصل بڑھا دئے تھے۔ اُن پُرانے اہلکاروں کو جو اِن ضرر رساں کارروائیوں کے مخالف تھے یا تو قید کر دیا گیا یا اور طریقہ سے سزائیں دی گئیں۔ رعایا نے راجہ جی کی اس بدروش سے بھڑک کے بغاوت کر دی اور یہ شورش اُس وقت فرو ہوئی جبکہ کمشنر صاحب بہادر نے بلاسپور۔ منڈی۔ اور نادؤن کے ہمسایہ فرمانرواؤں کی مدد سے ریاست کا انتظام جبراً اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ راجہ صاحب کو لاہور میں بھیج دیا گیا اور ریاست کا انتظام ایک کونسل کے ہاتھ میں دیا گیا۔ سری رودڑا سین جی کے فرزند اکبر میاں اری مردان سین جی کوئی ہونہار نوجوان نہ تھے اور گورنمنٹ نے اُن کو اختیارات دینے میں بہت کچھ تامّل کیا۔ لیکن اپنے باپ کی معزولی کے بعد ہی اری مردان سین بھی بہت جلد فوت ہو گئے اور یہ قضیّہ خود بخود دُور ہو گئی۔ اب متوفّی راجہ سری رُدڑا سین صاحب کے ایک چھوٹے فرزند سری راجہ دشت نکندن سین جی تیرہ سال کی عمر میں حکمران ہوئے انہیں ۱۸۸۴ء میں حکومت کے پورے اختیارات دئے گئے اور ان کی نابالغی کے اثنا میں پنجاب کے تجربہ کار حکّام ریاست کا انتظام کرتے رہے۔ راجہ جی کو اختیارات ملنے کے بہت مدت بعد تک بھی سکیت میں سخت دقّتوں کا سامنا ہوتا رہا اور پنجاب گورنمنٹ نے مجبور ہو کر اندرونی

Marfat.com

دست اندازی کی لیکن اب چند سال سے ریاست میں ذرا امن ہے سنہ ۱۹۰۲ء میں راجہ صاحب کے انداز اور معاملات کی ابتر حالت دیکھکر یہ فیصلہ ہوا کہ ریاست کے انتظام کی خوب نگرانی کی جاے اور اسسٹنٹ کمشنر کلو کو سکیت کے متعلق کمشنر صاحب جالندھر کا پولیٹکل اسسٹنٹ مقرر کیا جائے۔ اسی سنہ ۱۹۰۲ء میں راجہ صاحب کے ولیعہد فرزند جن کے ساتھ راجہ جی کسی قدر بدسلوکی سے پیش آتے تھے سکیت سے بھاگ کر راجۂ منڈی کے پاس چلے گئے اور بعدہ اپنے والد ماجد کی منظوری سے انہیں ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم کے لئے بھیجا گیا ؛

سری راجہ ڈشت نکندن سین جی نے سنہ ۱۸۸۲ء میں راجہ ارکی کی ایک رشتہ دار لڑکی سے شادی کی اور اس رانی کے بطن سے راجہ جی کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ سری راجہ ڈشت نکندن سین مئی سنہ ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے اور ان کے سب سے بڑے صاحبزادے سری راجہ بھیم سین جانشین ہوئے جن کو ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۰۸ء کو جناب نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر نے اختیارات حکمرانی عطا فرمائے ؛

پنجاب کے فرمانروایان میں راجہ صاحب سکیت بلحاظ مرتبہ پندرھویں نمبر پر ہیں۔ ان کی ریاست صاحب کمشنر بہادر قسمت جالندھر کی پولیٹکل نگرانی میں ہے اور راجہ صاحب کو حضور وائسراے گورنر جنرل کشور ہند کے جناب میں باریاب ہونے کا حق حاصل ہے ؛

Marfat.com

ریاستِ کلیسیہ

سردار روی شیر سنگھ والیٔ ریاستِ کلیسیہ

سردار گوربخش سنگھ

سردار جودھ سنگھ
(وفات ۱۸۱۷ء)

۳	۲	۱
کرم سنگھ	سردار ہری سنگھ (وفات ۱۸۱۶ء)	سردار سوبھا سنگھ (وفات ۱۸۵۸ء)
	دیوا سنگھ (وفات ۱۸۲۷ء)	۲ مان سنگھ (ولادت ۱۸۰۹ء)
		۱ سردار لہنا سنگھ (وفات ۱۸۶۹ء)

۲	۱
امراؤ سنگھ (وفات ۱۸۶۲ء)	راجندر سنگھ (ولادت ۱۸۰۱ء)
	جگجیت سنگھ (ولادت ۱۸۲۸ء)
	سردار رنجیت سنگھ (وفات ۱۹۰۹ء)
	سردار جگجیت سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء)
	سردار روی شیر سنگھ (ولادت ۱۹۰۲ء)

ریاست کلیسیہ کا رقبہ	۱۶۸ مربع میل
؍؍ ؍؍ کی آبادی	۶۷۱۹۱
؍؍ ؍؍ کا مالیہ	۱۹۹۷۲۵
؍؍ ؍؍ کی مقامی فوج	۱۲۱ جوان
؍؍ ؍؍ کی کارآمد توپیں	۲ عدد
سردار صاحب کی سلامی	کوئی نہیں

Marfat.com

کلسیہ ضلع لاہور کی تحصیل قصور میں علاقۂ مانجھ کا ایک گاؤں ہے۔ ریاست کلسیہ کا نام اسی گاؤں سے ماخوذ ہے۔ اور ابتک سرداران کلسیہ اس قریہ کے کچھ حصّے کے مالک چلے آتے ہیں اگرچہ اب وہ سالہلے دراز سے دریائے ستلج کے جنوب کی طرف آباد ہیں اس خاندان کے بانی مبانی کلسیہ کے ایک سندھو جاٹ سردار گوربخش سنگھ نامی تھے جو کروڑا سنگھیا مسل کے ایک سربرآوردہ رُکن اور چلوندڑی کے مشہور معروف سردار بھگیل سنگھ کے رفیق تھے۔ سنہ ۱۷۶۰ء میں جب مانجھا کے سکھوں نے ضلع انبالہ پر حملہ کیا تو سردار گوربخش سنگھ جی بھی انکے ساتھ شامل تھے۔ انہوں نے پہلے ہی دریائے بیاس کے پار جاکر مسلمان ناظم اوبیہ بیگ سے مقام بن بیلی واقع ضلع ہوشیار پور کو چھین لیا۔ سردار گوربخش سنگھ جی کے فرزند جودھ سنگھ جی بھیل سنگھ کی جگہ کروڑا سنگھیا مسل کے سرگروہ بنے اور انھوں نے اپنی اعلےٰ لیاقت اور ذاتی دلیری سے انبالہ کے شمال کی مزید اراضیات حاصل کیں جو موجودہ ریاست کلسیہ کا قلمرو ہیں اور جس میں علاوہ بہت سے دیگر قطعات اراضی کے جو بعد ازاں ہاتھ سے نکل گئے بسی۔ چھچھرولی اور چیرک کے علاقہ جات شامل ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب جودھ سنگھ جی کی طاقت زوروں پر تھی تو ان کے مقبوضات کی سالانہ آمدنی پانچ لاکھ روپیہ سے زیادہ تھی۔ وہ اپنے آپ کو بڑے بڑے راجگان پھلکیان کا ہمپایہ سمجھتے تھے اور اکثر نابھہ اور پٹیالہ سے برسرپیکار رہے۔ سری راجہ صاحب سنگھ جی والیٔ پٹیالہ نے اپنی لڑکی بڑی خوشی سے انکے دوسرے صاحبزادہ سری ہری سنگھ جی سے بیاہ دی اور یوں ایک نہایت تکلیف دہ ہمسایہ سے رابطۂ اتحاد پیدا کرلیا۔ سنہ ۱۸۰۷ء

Marfat.com

میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے انبالہ کے نزدیک نراٹن گڑھ پر حملہ کیا تو سری جودھ سنگھ جی بھی اُس حملہ میں مہاراجہ کے ساتھ شامل ہوئے اور اس کے صلہ میں مہاراجہ نے انہیں بدالہ۔ کھیری اور شم چیل کی جاگیریں عطا کیں۔ ۱۸۱۸ء کے محاصرۂ ملتان کے بعد مہاراجہ نے سری جودھ سنگھ جی کو اپنی افواج کی کمان پر ملتان ہی میں چھوڑ دیا جہاں ان کا انتقال ہوگیا۔ سری جودھ سنگھ کے جانشین انکے صاحبزادہ سری سوبھا سنگھ ہوئے جو چند سال تک اپنے رشتہ دار سری راجہ کرم سنگھ والیٔ پٹیالہ کی سرپرستی میں رہے۔ سری سوبھا سنگھ پچاس سال تک ریاست پر قابض رہے اور غدر کے ختم ہوتے ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ انہوں نے اور انکے صاحبزادہ سری لہنا سنگھ جی نے ۱۸۵۷ء میں اچھی خدمت انجام دی اور ایک سو آدمیوں کی جمعیت مہیا کی جس کو اودھ میں بھیجا گیا۔ دہلی کے اوپر کی طرف دریائے جمنا کے بعض پتنوں کی حفاظت کرنے میں بھی اُنہوں نے امداد کی اور مقام داد وپور میں ایک پولیس چوکی پر قابض رہے اور نیز کالکا۔ انبالہ اور فیروزپور کے مابین بڑی بڑی سڑکوں پر پیٹرول کے لئے آدمی مہیا کئے۔ سری سوبھا سنگھ جی کے صاحبزادے سری سردار لہنا سنگھ جی کا ۱۸۶۹ء میں انتقال ہوا اور ان کی جگہ سری سردار بشن سنگھ جی جو ابھی نابالغ تھے تخت نشین ہوئے۔ سری بشن سنگھ کی شادی متوفی راجہ صاحب جیند کی ایک لڑکی سے ہوئی تھی۔

سری سردار رنجیت سنگھ جی اپنے بڑے بھائی صاحب سری سردار جگجیت سنگھ جی کی جگہ جانشین ہوئے جن کا ۱۸۸۶ء میں، سال کی عمر میں انتقال ہوگیا تھا۔ سری سردار رنجیت سنگھ کے زمانۂ نابالغی میں تین

Marfat.com

اہلکاروں کی ایک کونسل صاحب کمشنر دہلی کی نگرانی میں جو ریاست کے پولیٹکل افسر ہیں معاملات حکومت کو انجام دیتی رہی۔ سنہ ۱۸۹۱ء میں ریاست کا باقاعدہ بندوبست ہوا کیونکہ مالیہ کی زیادہ تشخیص ہونے سے بہت نقصان پہنچا تھا اور رعایا مفلس ہوگئی تھی۔ ریاست کا انتظام آبکاری سرکار انگریزی کو ۶۰۰۰ روپیہ سالانہ کے عوض اجارہ پر ملا ہوا ہے۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں سردار صاحب کو حکومت کے پورے اختیارات عطا ہوئے۔ سری سردار رنجیت سنگھ جی جولائی سنہ ۱۹۰۸ء میں سُرگباش ہوگئے۔ اور انکی جگہ ان کے شیر خوار صاحبزادہ سری سردار روی شیر سنگھ جی جانشین ہوئے۔ سری روی شیر سنگھ کے زمانۂ نابالغی میں صاحب کمشنر دہلی کی نگرانی میں ایک کونسل اُسی طرح معاملات ریاست سرانجام دے رہی ہے جیسا کہ اُن کے والد ماجد کے زمانۂ نابالغی میں سرانجام دیتی رہی تھی۔ دریائے ستلج کے دونوں کناروں کے سربرآوردہ سکھ خاندانوں سے اس خاندان کی بذریعۂ ازدواج رشتہ داریاں ہیں ٭

کلسیہ کے فرمانروا کو پورے اختیارات حاصل ہیں سوائے اسکے کہ سزائے موت صاحب کمشنر دہلی کی منظوری لے کر دی جاتی ہے۔ سری سردار جودھ سنگھ جی نے وہ انتظام منظور کر لیا تھا جو سنہ ۱۸۰۹ء میں ہوا جس سے ایں روے ستلج کے دیسی فرمانروایان سرکار انگریزی کے زیر سایہ ہوگئے۔ سنہ ۱۸۲۱ء میں سری سردار سوبھا سنگھ جی نے ستلج کے شمال کی طرف بعض اراضیات دے کر سرکار لاہور کی تمام سخت شرائط سے مخلصی پائی۔ سکھوں کی دونوں لڑائیوں میں انہوں نے سرکار انگلشیہ کو فوراً مدد دی اور کئی طریق سے سرکار انگریزی کے ساتھ نمک حلالی کا ثبوت

Marfat.com

دیا۔ ان کے عہد میں محاصل راہداری موقوف کئے گئے اور اُن کے عوض ریاست کو ۲۸۵۱ روپیہ سالانہ نقد دیا جانا منظور ہوا۔ ۱۸۶۲ء میں سری جودھ سنگھ جی کے بیٹے سری سردار لہنا سنگھ جی کو ایک سند عطا کی گئی جس کے رو سے نرینہ وارثوں کے نہ ہونے کی صورت میں انہیں اور ان کے جانشینوں کو متبنےٰ کرنے کا حق دیا گیا ٭

پنجاب کی ریاستوں میں کلسیہ سولھویں نمبر پر ہے اور حکمران کو حضور وائسرائے بہادر کشور ہند سے ملاقات کرنے کا حق حاصل ہے ٭

Marfat.com

ریاست پٹودی

نواب محمد مظفر علی خان بہادر والیِ ریاستِ پٹودی

شیخ دولت خاں

شیخ بادل خاں

الف خاں

۱	۲
فیض طلب خاں (وفات سنہ ۱۸۳۱ء)	غلام رسول خاں

نواب محمد اکبر علی خاں (وفات سنہ ۱۸۶۲ء)

۱	۲	۳	۴
نواب محمد تقی علی خاں (وفات سنہ ۱۸۶۲ء)	اصغر علی خاں (وفات سنہ ۱۸۷۳ء)	جعفر علی خاں (وفات سنہ ۱۸۷۹ء)	صادق علی خاں (وفات سنہ ۱۹۰۳ء)	عنایت حسین خاں (وفات سنہ ۱۹۰۱ء)

۱	۲
نواب محمد مختار حسین علی خاں (وفات سنہ ۱۸۷۸ء)	نواب محمد مظفر علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۶۳ء)	وسعت علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۷۰ء)	محمد حبیب الرحمن خاں (ولادت سنہ ۱۸۷۳ء)

۱	۲
نواب محمد ممتاز حسین خاں (وفات سنہ ۱۸۹۸ء)	محمد ابراہیم علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۸۷ء)	محمد فیاض علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۴ء)	محمد حامد علی خاں	محمد جمیل الرحمن خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۳ء)

۱	۲	۳	۴
محمد حسین خاں (ولادت سنہ ۱۸۶۷ء)	محمد احمد حسین خاں (ولادت سنہ ۱۸۶۸ء)	محمد شمشاد حسین خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۳ء)	محمد سعادت حسین خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۹ء)

۱	۲	۳	۴
محمد صابر علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۵ء)	محمد منور علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۸ء)	محمد انور علی خاں (ولادت سنہ ۱۸۹۹ء)	محمد نواب خاں (ولادت سنہ ۱۹۰۱ء)

Marfat.com

ریاست پٹوڈی کا رقبہ	۵۲ مربع میل
〃 〃 کی آبادی . . .	۲۱۹۳۳
〃 〃 کا مالیہ	۱۱۶۶۷۷ روپیہ
〃 〃 〃 خراج . . .	ندارد
〃 〃 کی [مقامی فوج	۵۳ جوان
〃 〃 کی [کارآمد توپیں	۵ عدد
نواب صاحب کی سلامی	کوئی نہیں

پٹوڈی پنجاب کے جنوب مشرق میں کمشنر دہلی کی پولیٹکل نگرانی میں ایک نیم خود مختار ریاست ہے۔ اضلاع گڑگاؤں اور رُہتک اس ریاست کی حدود بندی کرتے ہیں۔ ۱۸۰۶ء میں لارڈ لیک بالقابہ کے ایک عطیہ سے اس ریاست کی بِنا پڑی +

نواب پٹوڈی کے مورث اعلےٰ ایک افغان شیخ پیر مست نامی تھے جو شہنشاہ اکبر کے زمانے میں ہندوستان آئے۔ سات پشت بعد الف خاں ہر لڑائی میں مرتضےٰ خاں کے جس کا بیٹا نجابت علی بعدازاں نواب جھجر ہوا پہلو بہ پہلو لڑتے رہے۔ الف خاں چند سال تک نواب شجاع الدولہ والیِ اودھ کی ملازمت میں رہے اور بعد ازاں شاہ عالم شہنشاہ دہلی نے انہیں ایک اعلےٰ فوجی عہدہ دیدیا۔ الف خاں ایک اعلےٰ اور نامی سپاہی تھے اور اُنہوں نے کئی معرکوں میں جانبازی دکھائی۔ مرتضےٰ خاں نے اپنی دختر کی شادی الف خاں کے بیٹے فیض طلب خاں سے کردی جو اپنے زمانے میں شجاعت کے کارنامو

Marfat.com

میں اپنے باپ سے بھی بڑھ گئے اور موجودہ نوّابان پٹوڈی کے خاندان کے بانی ہوئے۔ وہ پہلے پہل مرہٹوں کے اُس لڑائی میں طرفدار تھے جس سے گزشتہ صدی کے شروع میں شمالی ہند میں بہت کچھ ہل چل مچی رہی اور اُن کی کارآمد خدمات کے صلے میں دولت راؤ سندھیا نے اُنہیں رُہتک کا پرگنہ دیا۔ اُسی موقع پر نجابت علی کو موجودہ تحصیل جھجر میں بہت سے دیہات ملے مگر اس میں شُبہ ہے کہ ان دونوں جنگجوؤں میں سے کسی نے بھی اُن سنداتِ کے رو سے جو اُن کو اُس وقت ملیں کسی علاقے پر قبضہ کیا ہو۔ ۱۸۰۳ء میں جب ہندان کے میدان جنگ میں مرہٹوں کا قلع قمع ہوگیا تو فیض طلب خاں اُن سے ہٹ کر شاہ عالم شہنشاہ دہلی کے مطیع ہوگئے جس نے انہیں ایک عام دربار میں لارڈ لیک بالقابہ کی خدمت میں پیش کیا جنہوں نے چمبل گھاٹوں پر مہاراجہ ہلکر کے خلاف ان سے خدمت لی۔ فیض طلب خاں، مکندرہ۔ رامپورہ۔ بھانپورہ اور کئی اَور معرکوں میں موجود تھے اور ان تمام میں انہوں نے ایک بہادر اور وفادار سپاہی کی طرح داد مردانگی دیکر بڑا نام پایا۔ بھانپورہ کی لڑائی میں فیض طلب خاں سخت زخمی ہوگئے اور مہاراجہ ہلکر نے انہیں قید کر کے سات مہینے تک اپنے پاس رکھا مگر بعد ازاں اُن کی شجاعت کی داد کے طور پر بے شمار تحفے تحائف دیکر واپس بھیج دیا۔ ۱۸۰۶ء میں لارڈ لیک بالقابہ نے فیض طلب خاں کو علاقۂ پٹوڈی بطور جاگیر علے الدّوام عطا کر کے اس پر پورے جوڈیشل اور ریونیو اختیارات دئے اور اُس وقت سے ریاست نے اپنی خود مختاری قائم رکھی ہے۔ بعد ازاں فیض طلب خاں ٹونک اور جے پور کی مہمات میں شریک رہے اور جرنیلان اختر لونی۔ چارلس مٹکاف۔

Marfat.com

ولیم فریزر اور دیگر یورپین افسران دہلی کے احکام کی تعمیل میں سرحد راجپوتانہ پر امن وامان قائم رکھا۔ ۱۸۲۶ء میں انہوں نے بھرتپور کے محاصرہ میں بھی حصّہ لیا۔ ان کا انتقال ۱۸۳۱ء میں ہوا۔

فیض طلب خاں صاحب کے فرزند ارجمند محمد اکبر علی خاں صاحب ۱۸۶۲ء تک نوّاب رہے۔ غدر کے دوران میں یہ وفادار رہے اور اس طرح سے ان کی ریاست کا وہ حشر نہ ہوا جو جھجر۔ فرخ نگر اور بہادر گڑھ کی ہمسایہ ریاستوں کا ہوا۔ انہوں نے ضلع کے سول افسر مسٹر فورڈ صاحب بہادر کی امداد کے لئے ایک چھوٹا سا رسالہ بھیجا اور چند انگریزوں کو جن کی جانیں گڑگاؤں میں معرض خطر میں تھیں پناہ دی۔ گڑگاؤں کے پرگنہ بھورا کی بغاوت کے فرو کرنے میں جس کا سرغنہ ریواڑی کے راؤ تیج سنگھ کا پوتا مسمّی تلا رام تھا انہوں نے بڑی سرگرمی سے حصّہ لیا اور اس ہنگامے میں جو جھجر کے باہر دو دن تک بپا رہا اور جس میں ایک سو سے زیادہ باغی جاٹ اہیر اور برہمن مارے گئے ان کی فوج امن وامان قائم کرتی رہی۔ بغاوت کے ایک اور بُری صورت اُس وقت اختیار کی جب کہ باغی رسالدار محمد شیر خاں ایک رسالہ لیکر پٹودی میں آیا اور شاہ دہلی کے نام پر تین لاکھ روپیہ بحالیِ سلطنت مغلیہ کے اخراجات کے لئے بطور چندہ کے طلب کیا۔ مگر یہ روپیہ کہاں سے دیا جاتا اس لئے محمد شیر خاں نے نواب صاحب کے صاحبزادے محمد تقی علی خاں صاحب کو قید کرکے روپیہ کی ادائگی کے لئے بطور یرغمال رکھ لیا۔ اب نوّاب صاحب کو سوائے لڑنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ انہوں نے ہتھیار اُٹھائے اور پچاس باغیوں کو تہ تیغ کیا۔ لیکن محمد شیر خاں نے کمک منگالی اور نواب صاحب کو شکست دیکر نارنول

Marfat.com

کی طرف بھگادیا اور پٹوڈی میں خوب لوٹ مار کی ٭

سابق نواب صاحب کے والد ماجد نواب محمد مختار حسین خاں صاحب اپنے والد بزرگوار کی وفات پر صرف چھ سال کے تھے اور سن بلوغ کو پہنچنے کے ایک ہی سال بعد یعنی ۱۸۷۸ء میں خود بھی راہیِ ملکِ بقا ہو گئے۔ نواب نجابت علی خاں صاحب والیِ جھجر کی ایک پوتی سے انکی شادی ہوئی ہوئی تھی جس خاتون کے بطن سے سابق نواب محمد ممتاز حسین خاں صاحب تھے۔ نواب محمد ممتاز حسین خاں صاحب کا انتقال ۱۸۹۸ء میں ہوا اور انکے چچازاد بھائی نواب محمد مظفر علی خاں صاحب موجودہ نواب پٹوڈی انکے جانشین ہوئے ٭

ریاست کا انتظام ایک منیجر کے ہاتھ میں ہے اور ریاست کے انتظام آبکاری کا اجارہ ۶۵۰ روپیہ سالانہ پر گورنمنٹ عالیہ کے پاس ہے ٭

ریاستہائے پنجاب میں پٹوڈی بلحاظ مرتبہ ستارھویں نمبر پر ہے اور نواب صاحب کو حضور وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند کے حضور میں باریاب ہونے کا حق حاصل ہے ٭

Marfat.com

ریاست لوہارو

نواب سر امیر الدین احمد خاں خان بہادر کے سی آئی ای والیِ ریاست لوہارو

نواب احمد بخش خاں
وفات ۱۸۲۶ء

۱	۲	۳	۴
شمس الدین احمد خاں (وفات ۱۸۳۵ء)	امین الدین احمد خاں (وفات ۱۸۶۹ء)	ابراہیم علی خاں (وفات ۱۸۳۲ء)	نواب ضیاء الدین احمد خاں (وفات ۱۸۸۵ء)

۱	۲	۳	۴
نواب علاء الدین احمد خاں (وفات ۱۸۸۴ء)	علی حسین خاں (وفات ۱۸۸۴ء)	شہاب الدین احمد خاں (وفات ۱۸۶۸ء)	سعید الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۵۲ء)

۲	۳	۴
شجاع الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۶۰ء)	بہاء الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۶۲ء)	سراج الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۶۴ء)	ممتاز الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۶۶ء)

۲	۳	۴	۵
نواب امیر الدین احمد خاں خان بہادر کے سی آئی ای (ولادت ۱۸۶۰ء)	نصیر الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۶۱ء)	عزیز الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۶۲ء)	بشیر الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۶۳ء)	ضمیر الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۶۷ء)

۳	۴	۵
معز الدین احمد خاں (وفات ۱۹۰۰ء)	عزیز الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۸۳ء)	رکن الدین احمد خاں (وفات ۱۸۹۰ء)	عماد الدین احمد خاں (وفات ۱۸۹۰ء)	اعتزاز الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۹۹ء)

۴	۵
سیف الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۸۵ء)	حسام الدین احمد خاں (وفات ۱۸۹۱ء)	صمصام الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۸۵ء)	مظفر الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۸۶ء)	شمس الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۸۸ء)

۱	۲
معز الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۸۳ء)	نصیر الدین احمد خاں (ولادت ۱۸۸۵ء)

Marfat.com

ریاست لوہارو کا رقبہ	۲۲۲ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۱۵۲۲۹
〃 〃 کا مالیہ	۸۰۱۵۰ روپیہ
〃 〃 کی افواج [مقامی . .	۹۱ جوان
	[کارآمد توپیں	۲ عدد
نواب صاحب کی سلامی (ذاتی) . . .	۹ ضرب توپ

پنجاب کے جنوب مشرقی کونے اور صاحب کمشنر دہلی کی پولیٹکل نگرانی میں لوہارو ایک چھوٹی سی نیم خود مختار ریاست ہے اور اُس سند کی شرائط کے بموجب جو لارڈ لیک بالقابہ نے نوّاب احمد بخش خاں صاحب کو ۱۸۰۶ء میں عطا کی نوّابان لوہارو بطور علی الدوام اپنی ریاست پر بدیں شرط قابض و مسلط ہیں کہ طلبی پر دو سو سوار مہیا کریں اور سرکار انگریزی کے پورے جاں نثار اور وفادار رہیں۔ نوّاب صاحب کو اپنی رعایا پر پورے فوجی اور دیوانی اختیارات حاصل ہیں لیکن موت کی سزاؤں کے لئے صاحب کمشنر بہادر قسمت دہلی کی منظوری لینی پڑتی ہے۔ ریاست لوہارو کا زیادہ حصّہ ایک ریتیلا صحرا ہے اور سال بھر کی ایک ہی فصل کا انحصار جولائی اور اگست کی اتفاقی بارشوں پر ہے البتّہ چاہات کے قریب قریب گندم اور بعض سبزیاں چھوٹے چھوٹے قطعوں میں پیدا ہو جاتی ہیں ریاست لوہارو کے چاہات کو بہت گہرائی تک کھودنے کے بعد پانی برآمد ہوتا ہے۔ خود لوہارو بے رونق سا کچا شہر ہے۔ یہاں کے کسان بکھرے ہوئے گھروں میں رہتے ہیں جن کی ساخت بالکل بے ڈھنگی ہوتی ہے

Marfat.com

اور جن کے نظارہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ بالکل مفلس ہیں اور ان کا گزارہ بہت تنگی کے ساتھ ہوتا ہے۔ ریاست میں زیادہ تر جاٹ آباد ہیں اور اس کی ایک چھوٹی سی فوج بھی ہے۔ نواب صاحب کے علاقہ کی ایک طرف تو بیکانیر اور جے پور کی ریاستیں حد بندی کرتی ہیں اور دوسری طرف ریاستہائے پٹیالہ اور جیند کے حصص اور ضلع حصار ہیں ٭

گزشتہ صدی کے وسط میں بخارے کا ایک مغل مرزا عارف جان بیگ ہندوستان میں آیا اور اس نے شہنشاہ احمد شاہ کے ہاں ملازمت اختیار کی۔ بعد ازاں اس کی شادی مرزا محمد بیگ ناظم اٹک کی لڑکی سے ہوئی اور بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا کے بعد یہی نظامت اٹک کے عہدے پر متعین ہوا۔ اسی مرزا عارف جان بیگ کے صاحبزادے نواب احمد بخش خاں صاحب ہی خاندان لوہارو کے بانی مبانی ہوئے۔ نواب احمد بخش خاں صاحب نے چند سال تک مرہٹوں کی ملازمت کی اور اس کے بعد راجہ صاحب والی ریاست الور کے ہاں چلے گئے جنہوں نے انہیں لارڈ لیک بالقابہ کی خدمت میں اپنا ایجنٹ مقرر کر دیا۔ نواب صاحب موصوف کمانڈر انچیف کے ساتھ کئی مہمات میں گئے اور ان کی اچھی خدمات کے صلے میں بالعموم اور راجہ صاحب الور کے ساتھ عہد نامہ کرنے کی کارگزاری کے صلہ میں بالخصوص انہیں ضلع گڑگاؤں کے چھ محال یعنی فیروز پور جھرکہ پنا ہانہ سنکارا۔ بچور۔ نگینہ اور لوہارو بطور علے الدوام جاگیر عطا ہوئے۔ اس عطیہ کا سالانہ مالیہ تین لاکھ روپیہ تھا اور گورنمنٹ ہند نے اسے مستقل کر دیا تھا۔ مزید برآں احمد بخش خاں صاحب کو فخر الدولہ دلاور الملک رستم جنگ کا خطاب عطا ہوا۔ احمد بخش خاں صاحب کا انتقال ۱۸۲۶ء

Marfat.com

میں ہوا اور نواحِ دہلی میں قطب صاحب کے پاس انہیں مدفون کیا گیا۔
ان کے فرزند اکبر نواب شمس الدین خاں صاحب ان کے جانشین ہوئے
جنہوں نے مسٹر ولیم فریزر صاحب بہادر ریزیڈنٹ دہلی کے قتل کے
متعلق بہت بدنامی اُٹھائی۔ اس جرم میں شرکت کی وجہ سے انہیں ۱۸۳۵ء
میں پھانسی دی گئی اور پرگنہ فیروزپور ضبط کر لیا گیا۔ لوہارو خاص جو اصل
میں راجہ صاحب الور نے احمد بخش خاں صاحب کو دیا تھا خاندان کے قبضے
میں رہنے دیا گیا اور علے التوا تر احمد بخش خاں صاحب کے دوسرے اور
چوتھے بیٹوں امین الدین احمد خاں صاحب اور ضیاء الدین احمد خاں صاحب
کو ملا۔ لیکن فوراً بعد ہی ان دونوں بھائیوں میں تنازعات شروع ہو گئے۔
ضیاء الدین احمد خاں صاحب کو ریاست سے نکلنے کا حکم ہو گیا اور انکے
گزارہ کے لئے ۱۸۰۰۰ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ یہ وظیفہ وہ اپنی وفات
تک جو ۱۸۸۸ء میں واقع ہوئی لیتے رہے۔ ضیاء الدین احمد خاں صاحب
نے کئی بار کوشش کی کہ ریاست کے انتظام میں انہیں بھی شریک کیا جائے
لیکن گورنمنٹ نے ہر موقع پر ان کا دعوے نامنظور کیا۔ ضیاء الدین احمد خاں
صاحب کو ان کی علمی قابلیت کی وجہ سے ۱۸۶۶ء میں "نواب" کا خطاب
بطور ذاتی اعزاز کے عطا کیا گیا۔ آپ عربی اور فارسی کے اچھے عالم تھے
اور دہلی کے سربرآوردہ مسلمانوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا سب سے بڑا بیٹا
مرزا شہاب الدین احمد خاں جس کا انتقال ۱۸۶۸ء میں ہوا چند سال عہدۂ
سٹی مجسٹریٹ پر متعین رہا۔ مرزا سعید الدین احمد خاں ڈویژنل درباری
اب خاندان کی اس شاخ کا سرکردہ ہے۔ ان وظائف کا معاملہ جو اُسے
نواب صاحب لوہارو سے ملتے تھے ۱۸۸۸ء میں طے پا گیا اور یہ وظائف

Marfat.com

گھٹا کر ۱۲۰۰۰ روپیہ کر دئے گئے اور سعید الدین۔ اُسکے چار بھتیجوں اور سابق نوّاب کے اہل کی چار خواتین کے مابین تناسب سے تقسیم ہوتے ہیں۔

ریاست لوہارو کی نوّابی امین الدین احمد خاں صاحب کے جن کا انتقال ۱۸۶۹ء میں ہوا خاندان میں رہی۔ انکے صاحبزادے علاء الدین احمد خاں صاحب ان کے جانشین ہوئے جن کی علمی قابلیت نہایت اعلےٰ تھی اور جو زبان انگریزی میں اچھی استعداد رکھتے تھے۔ ۱۸۷۴ء میں لارڈ نارتھ بروک بالقابہ نے ان کے نام "نواب" کا خطاب جاری کیا۔ وہ تمام لوگ جن کا نواب صاحب موصوف سے تعارف تھا ان کے بڑے مدّاح تھے کیونکہ یہ مہمان نواز اور سادگی پسند تھے اور ان کے ہاں ہر شخص کو باریابی حاصل ہو جاتی تھی۔ سر چارلس ایچیسن بالقابہ ان کی نسبت یہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "نواب صاحب سرکار انگریزی کے ایک وفادار اور سچّے دوست۔ ایک جنٹلمین اور عالم تھے"۔ ان کی وفات سے چند سال پہلے ان کے مالی معاملات درہم برہم ہو گئے تھے اور انہوں نے خود ہی ایک مقررہ وظیفہ لیکر دہلی میں رہنا منظور کیا اور ریاست کا انتظام اپنے صاحبزادے امیر الدین احمد خاں صاحب کو جو موجودہ فرمانروائے لوہارو ہیں سونپ دیا۔ صاحبزادہ صاحب ایک قابل منتظم اور ہر اعتبار سے اپنے والد ماجد کے لائق جانشین ثابت ہوئے ہیں۔ آپ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے اور آپ نے فارسی۔ عربی اور انگریزی میں پوری تعلیم حاصل کی ہے۔

نواب سر امیر الدین احمد خاں صاحب ۱۸۹۵ء میں امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے اڈیشنل ممبر مقرر ہوئے اور ۱۸۹۸ء میں انہیں کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب عطا ہوا۔ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۱ء تک وہ پنجاب لیجسلیٹو کونسل

Marfat.com

کے ممبر رہے۔ ۱۸۹۳ء میں آپ ریاست مالیر کوٹلہ کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے اور دسمبر ۱۹۰۲ء تک اس ریاست کے معاملات قابلیت سے سرانجام دیتے رہے جب کہ انہوں نے ولیعہد صاحبزادہ احمد علی خاں صاحب کو ریاست کا چارج دیا اور اس کے بعد بھی فروری ۱۹۰۵ء تک صاحبزادہ صاحب کے مشیر رہے ٭

جب تک نواب امیر الدین احمد خاں صاحب مالیر کوٹلہ میں رہے تو ریاست لوہارو کا انتظام ان کے چھوٹے بھائی صاحب کے سپرد رہا جنہوں نے اُسے کامیابی سے سرانجام دیا۔ بلحاظ مرتبہ لوہارو پنجاب کی ریاستوں میں اٹھارھویں نمبر پر ہے اور نواب صاحب کو وائسرائے بالقابہ کے حضور میں باریاب ہونے کا حق حاصل ہے ٭

Marfat.com

ریاستِ دوجانہ

نوّاب محمّد خورشید علی خاں والیٔ ریاستِ دوجانہ

نوّاب محمّد عبدالصّمد خاں

۱ وفات ۱۸۲۵ء

نواب محمّد دُندے خاں (وفات ۱۸۵۰ء)	غلام محمد خاں

نواب محمّد حسن علی خاں (وفات ۱۸۶۷ء)	محمّد شیر خاں (ولادت ۱۸۲۶ء)	محمّد شمشیر خاں (وفات ۱۸۹۸ء)
		محمّد امیر خاں

نواب محمّد سعادت علی خاں (وفات ۱۸۷۹ء)	محمّد نجابت علی خاں (وفات ۱۸۹۹ء)	محمّد احمد علی خاں	محمّد عشرت علی خاں
			محمّد اعجاز علی خاں

نواب محمّد ممتاز علی خاں (وفات ۱۹۰۸ء)	**نواب محمّد خورشید علی خاں** (ولادت ۱۸۸۳ء)	محمّد جمشید علی خاں (ولادت ۱۸۸۸ء)	محمّد مسرت علی خاں

محمّد ابراہیم خاں (وفات ۱۹۰۷ء)	محمّد اسمٰعیل خاں (وفات ۱۸۹۷ء)	محمّد عبداللہ خاں

محمّد امتیاز علی خاں

ریاست دوجانہ کا رقبہ	۱۰۰ مربع میل
〃 کی آبادی	۲۴۱۷۴
〃 〃 کا مالیہ	۷۷۱۷۰
〃 کی مقامی فوج	۱۸۳ جوان
〃 〃 کارآمد توپیں	۲ عدد
نواب صاحب کی سلامی	کوئی نہیں

Marfat.com

ریاست دوجانہ ضلع رہتک کے عین وسط میں واقع ہے یہ ضلع اسے سب طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور دہلی سے یہ ریاست عین مغرب کی سمت میں تیس میل کے فاصلے پر ہے۔ نواب صاحب چند شرائط کے رو سے ریاست پر قابض ہیں جن کا ملخّص یہ ہے کہ آپ سرکار انگریزی کے وفادار رہینگے اور جب کبھی ضرورت ہو لڑائی کے وقت ۲۰۰ سوار مہیا کرینگے۔ اس ریاست کے علاقہ میں خاص ضلع رہتک کے پرگنہ جات دوجانہ اور مہرانہ اور تحصیل ریواڑی ضلع گڑگاؤں کے چند متفرق اور ایک دوسرے سے الگ الگ مواضعات شامل ہیں اور انکے علاوہ نہار کا چھوٹا سا قطعہ اور جھجّر کا ایک حصّہ بھی جو تحصیل جھجر کے تحت میں واقع ہیں ریاست دوجانہ کے مقبوضات ہیں +

ضلع رہتک تواریخی لحاظ سے نہایت دلچسپ خطّہ ہے کیونکہ یہ اٹھارھویں صدی کے شروع میں مرہٹوں کی حکومت کے خاتمہ سے پہلے دریاے جمنا کے دائیں کنارے سکھوں اور مرہٹوں کی سرحد بنا ہوا تھا۔ سنہ ۱۸۰۳ء میں انجن گاؤں کے عہدنامے پر دستخط ہوئے اور اسکے بموجب دہلی کی پُرانی سلطنت مع مہاراجہ سندھیا کے دوسرے مقبوضات کے جو دریاے جمنا کے مغرب میں تھے انگریزوں کے قبضہ میں آگئی۔ اُس وقت لارڈ لیک بالقابہ کی یہ پالیسی نہ تھی کہ دُور دُور ہاتھ پھیلاتے جائیں چنانچہ انہوں نے انگریزی سرحد اور سکھ ریاستوں کے درمیان بہت سی خود مختار چوکیوں کا ایک سلسلہ قائم کرکے نیا علاقہ ان فوجی سرگروہوں میں بانٹ دیا جنہوں نے سرکار انگریزی کی اچھی خدمت کی تھی بہادر گڑھ اور جھجر کے خاندانوں کی جو اَب معدوم ہوگئے ہیں بُنیاد اسی

Marfat.com

پالیسی سے پڑی تھی اور نیز پٹودی اور دوجانہ کی ریاستوں کی بنیاد بھی جو اَب تک موجود ہیں اسی پالیسی کا نتیجہ تھی +

جنوبی پنجاب سے نوابان دوجانہ کا تعلق چودھویں صدی کے اخیر میں آکر شروع ہوتا ہے۔ اُس وقت ان کے بزرگ مَلِک رحمت صاحب جو بُنیر کے ایک پٹھان تھے تیمور کے ساتھ ہندوستان آئے اور بعد ازاں جھجر کے پاس ایک گاؤں میں آباد ہو گئے جس کو اُس وقت اس کے بانی راجا جھجر کے نام پر مبارک آباد جھج کہتے تھے۔ اس کے ایک سو سال بعد دوجانہ کے موجودہ قصبہ کی جو جھجر سے بہت دُور نہیں ہے بنیاد بابا درجن شاہ نامی ایک فقیر نے ڈالی اور اس فقیر کے بُلانے پر مَلِک رحمت صاحب کے لڑکے بالے اس نئی بستی میں سکونت پذیر ہوئے۔ شاہان دہلی کی فوجی ملازمت سے ان کی بسر اوقات تھی اور اگرچہ یوں وہ عموماً خوشحال رہے تاہم عبدالصمد خاں کے زمانے تک جو دوجانہ کے پہلے نواب تھے ان میں سے کوئی شخص بھی معمولی پایہ سے آگے نہ بڑھ سکا۔ عبدالصمد خاں صاحب کے والد ماجد دہلی میں ایک چھوٹے سے رسالہ کی کمان پر مامور اور اپنے وطن کے پاس ہی چار مواضعات کے جاگیردار تھے +

عبدالصمد خاں ۱۷۶۴ء میں پیدا ہوئے اور ابھی لڑکے ہی تھے کہ یہ باجی راؤ پیشوا کی فوج میں بحیثیت رسالدار ملازم ہو گئے۔ جس مرہٹہ فوج نے سندھیا کے خلاف مہم میں لارڈ لیک بالقابہ کی امداد کی تھی اس میں یہ ایک اعلےٰ کمان افسر تھے اور آخر کار یہ بحیثیت ششصدی کے لارڈ لیک کی فوج میں داخل ہوئے اور بھرتپور پر بہادری سے لڑکر اور ۱۸۰۶ء

۔* چھ سو سپاہیوں کا کمان افسر +

Marfat.com

میں جسونت راؤ ہلکر کا دریائے ستلج تک تعاقب کرکے نام پایا۔ اسکے صلے میں انہیں دو بڑے قطعات اراضی عطا ہوئے جو موجودہ ضلع رہتک کا کل مغربی حصہ تھے اور علاوہ ازیں ضلع حصار کا وہ سارا علاقہ بھی ان کو عطا کیا گیا جو مشہور و معروف جارج ٹامس کے قبضے میں تھا۔ یہ جارج ٹامس کسی زمانہ میں سردھنہ کی بیگم سمرو کا ایجنٹ رہا اور سترھویں صدی کے اخیر میں اس حصہ ہندوستان کے اندر ایک اہم فوجی سرگروہ تھا۔ عبدالصمد خاں صاحب کو نواب کا خطاب بھی عطا کیا گیا اور انہیں اپنی جاگیر اور ثروت کے قرار و ثبات کی نسبت پورا اطمینان ہوگیا۔ لیکن ان تمام عطیات کے ساتھ یہ شرط بھی لگی ہوئی تھی کہ نواب صاحب اپنے علاقہ کا انتظام بغیر سرکار انگریزی کی مدد کے خود ہی کریں لیکن نواب صاحب سے یہ نہ ہوسکا۔ دیہات کے باشندوں نے اُن کے احکام و اقتدار کو بالکل نہ مانا اور نہ معاملہ کا روپیہ انہیں دیا۔ بلکہ جب ایک مرتبہ نواب صاحب کے صاحبزادے اور داماد نے رعایا سے بزور نواب صاحب کے حقوق حکومت تسلیم کرانے کی کوشش کی تو رعایا نے اُن دونوں کو قتل کر دیا۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ ۱۸۱۸ء میں نواب صاحب نے مجبور ہوکر استعفا دیدیا اور ان مواضعات کی تحویل سے اپنا پیچھا چھڑا لیا۔ اب ان کے عوض میں ان کو مہرانہ اور دوجانہ کے دو چھوٹے قطعات عطا ہوئے اور نواب کا خطاب اور اختیارات اُسی طرح بحال رہے ٭

۱۸۲۶ء میں نواب عبدالصمد خاں صاحب کے بعد انکے بڑے صاحبزادے محمد ڈنڈے خاں مسند نشین ریاست ہوئے اور تیئیس سال تک ریاست پر قابض رہے۔ محمد ڈنڈے خاں صاحب کے چھوٹے بھائی

Marfat.com

کا بیٹا محمد امیر خاں اپنے دادا کی جاگیر پر جانشین ہونے کا دعویدار ہوا لیکن بعد میں اس کو ۳۰۰۰ روپیہ سالانہ پنشن مل گئی اور طرفین میں باہم راضی نامہ ہوگیا۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے وقت نواب محمد حسن علی خاں صاحب ریاست دوجانہ کے حکمران تھے۔ ان کے پوتے یعنی موجودہ نواب صاحب کا بیان ہے کہ اُس نازک وقت میں نواب محمد حسن علیخاں صاحب کا سرکار کی امداد و اعانت سے بے پروائی برتنا اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ گورنمنٹ انگلشیہ کے کچھ بدخواہ تھے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے بے حد لحیم و شحیم ہونے کے سبب معذور تھے۔ چنانچہ گو انہوں نے سرکار انگریزی کو امداد دینے میں خود کچھ کوشش نہیں کی اور نہ کسی طرح کی کمک دی لیکن اسی کے ساتھ وہ سرکار کے برخلاف بھی کسی کو کوئی امداد وغیرہ دینے کے مرتکب نہیں ہوئے اور اسی وجہ سے ان کی ریاست کا وہ حال نہ ہوا جو جھجر اور بہادر گڑھ کا ہوا ہے۔ نواب محمد حسن علی خاں صاحب کے جانشین نواب محمد سعادت علی خاں صاحب ہوئے اور بارہ سال تک حکمران رہے۔

نواب محمد سعادت علی خاں ۱۸۷۹ء میں فوت ہوئے اس وقت انکے صاحبزادے نواب محمد ممتاز علی خاں نابالغ تھے لہذا انکے عم مکرم محمد نجابت علیخاں صاحب بطور ولی کے تین چار سال تک ریاست کا انتظام کرتے رہے۔

نواب محمد ممتاز علی خاں صاحب ۱۹۰۸ء میں لاولد فوت ہوئے اور انکے چچیرے بھائی نواب محمد خورشید علی خاں صاحب اُنکے جانشین ہوئے +

پنجاب کی ریاستوں میں دوجانہ بلحاظ مرتبہ انیسویں نمبر پر ہے اور نواب صاحب کو وائسرائے کشور ہند کے حضور میں باریاب ہونے کا حق حاصل ہے +

Marfat.com

ریاست بھاگل

راجہ بکرم سنگھ والیٔ ریاست بھاگل

ریاست بھاگل کا رقبہ	۱۲۴ مربع میل
" " کی آبادی	۲۵۷۲۰
" " کا مالیہ	۸۰۰۰۰ روپیہ
" " کا خراج	۳۶۰۰ "
" " کی مقامی فوج	۲۵ جوان
" " " کارآمد توپیں	۱ عدد
راجہ صاحب کی سلامی	کوئی نہیں

Marfat.com

راجہ دھیان سنگھ مرحوم و مغفور والی ریاست بھاگل (آرکی

Marfat.com

Marfat.com

راجہ گلاب سنگھ والی ریاست جموں و کشمیر

Marfat.com

Marfat.com

راجگان بھاگل اپنے نسب کے متعلق راجپوتانہ کے پنوار راجاؤں کی اولاد سے ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ بھاگل کی قدیم تاریخ کا کچھ حال نہیں معلوم ہوتا۔ صرف اس وقت سے جبکہ اٹھارھویں صدی کے شروع میں گورکھوں۔ نے کوہ شملہ کی دوسری ریاستوں کی طرح ریاست بھاگل پر بھی قبضہ کرلیا تو یہ ریاست تاریخ کے صفحات پر نمودار ہوئی ۱۸۱۵ء میں سرکار انگریزی نے اس کو گورکھوں کے ہاتھ سے رہائی دلاکر ایک سند کے رو سے اس کی خود مختاری بھی پھر بحال کردی۔ اس سند میں حسب معمول یہ شرط لگائی گئی کہ ریاست لڑائی کے موقع پر سرکار کی امداد کرے۔ راجہ صاحب کو کلّی انتظامی اختیارات حاصل ہیں سوائے اسکے کہ سزائے موت صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاستہائے کوہ شملہ کی منظوری سے دی جاتی ہے۔ غدر کے زمانے میں سری کشن سنگھ جی موجودہ حکمران کے والد ماجد کے چچا بھاگل کے رانا تھے۔ انہوں نے پیادوں کی ایک جمعیت مہیا کی تاکہ جالندھر سے جو سڑکیں نکلتی تھیں اُن کی حفاظت کریں کیونکہ یہاں سے ڈر تھا کہ تیسری۔ تینتیسویں اور پینتیسویں بنگال رجمنٹوں کے باغی شملہ پر حملہ کرینگے۔ رانا کشن سنگھ جی نے اپنے بھائی اور موجودہ راجہ صاحب کے جد امجد سری جے سنگھ جی کے ماتحت ایک فوجی جماعت شملہ کو بھی ارسال کی تھی۔ اس وفاداری کے صلہ میں رانا کشن سنگھ صاحب کو راجہ کا خطاب عطا ہوا اور ان کو اور انکے بھائی جے سنگھ جی کو خلعت بھی مرحمت کئے گئے۔

سری کشن سنگھ جی کی شادی راجہ جسوان ضلع ہوشیارپور کی دختر عصمت پناہ سے ہوئی۔

Marfat.com

سری کشن سنگھ جی کے بھتیجے راجہ دھیان سنگھ جی جو سابق راجہ تھے ایک باخبر اور روشن خیال حاکم ہونے کے علاوہ رعایا کے لوگوں میں نہایت ہر دلعزیز تھے اور کوہ شملہ کی تمام چھوٹی ریاستوں کے حکمرانوں میں سب سے زیادہ لائق اور ہوشیار سمجھے جاتے تھے۔ ان کی راجگان سکیت مدھان اور بلاسپور سے تعلقات ازدواجی کے ذریعے قریبی رشتہ داری تھی۔ قصبہ ارکی ریاست کا حاکم نشین قصبہ ہے اور شملہ کے شمال مغرب میں بائیس میل کے فاصلے پر واقع ہے ٭

سری راجہ دھیان سنگھ جی کا انتقال ۱۹۰۴ء میں ہوا۔ اور اُن کی جگہ اُن کے فرزند ارجمند راجہ بکرم سنگھ جی جو ابھی نابالغ ہیں جانشین ہوئے۔ فی الحال ریاست کا انتظام ایک مینیجر کرتا ہے نوجوان راجہ جی نے رانا صاحب جُبل کی دو بہنوں سے شادی کی ہے ٭

راجہ جی کو حضور وائسرائے کی خدمت میں باریاب ہونے کا حق حاصل ہے ٭

Marfat.com

ریاست بھگاٹ

رانا دلیپ سنگھ سی۔ آئی۔ ای والیٔ ریاست بھگاٹ

فتح پال

رانا راگھوناتھ

- رانا دلیل سنگھ
  - رانا مہندر سنگھ (وفات ۱۸۳۹ء)
  - رانا بجے سنگھ (وفات ۱۸۴۹ء)
- دھرج سنگھ (وفات ۱۸۵۸ء)
  - رانا امید سنگھ (وفات ۱۸۶۱ء)
  - جیت سنگھ (ولادت ۱۸۳۰ء)
  - سوبھا سنگھ (ولادت ۱۸۳۲ء)
- رانا دلیپ سنگھ سی۔ آئی۔ ای (ولادت ۱۸۵۷ء)
  - میاں امر سنگھ (ولادت ۱۸۶۰ء)
  - میاں ہیرا سنگھ
  - میاں رتن سنگھ (وفات ۱۸۸۰ء)
  - گوپال سنگھ (ولادت ۱۸۸۰ء)
  - بشن سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء)
- ٹکا درگا سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء)
- میاں (ابھی نام نہیں رکھا گیا) (ولادت ۱۹۰۷ء)
- دیوی سنگھ (ولادت ۱۸۹۷ء)
- شیو سنگھ (ولادت ۱۸۹۸ء)
- سندر سنگھ (ولادت ۱۸۸۱ء)
- لچھمی سنگھ (ولادت ۱۸۴۹ء)
- ہیرا سنگھ (ولادت ۱۸۵۲ء)
  - چوہڑ سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء)
- جوالا سنگھ (وفات ۱۸۹۵ء)
- نرانا سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء)
  - ایک لڑکا (ابھی نام نہیں رکھا گیا) (ولادت ۱۹۰۵ء)

ریاست بھگاٹ کا رقبہ	۳۶ مربع میل
" " کی آبادی	۹۴۹۰
" " کا مالیہ	۴۰۰۰۰ روپیہ
" " کی مقامی فوج	۳۲ جوان
" " کی کارآمد توپیں	۱ عدد

Marfat.com

ریاست بھگاٹ شملہ سے جنوب اور مغرب کی طرف چند میل کے فاصلے پر واقع ہے اور سولن سے لیکر سباتھو اور کسولی تک پھیلی ہوئی ہے ۔

کئی صدیاں ہوئیں کہ رانا صاحب کے آبا و اجداد ان پہاڑیوں میں آکر آباد ہوئے ۔ وہ ڈیرہ ناگری واقع دکھن سے آئے اور یہاں آکر بزور بازو اپنا قبضہ جمایا ۔ گورکھوں کے بارہ سالہ زمانۂ حکومت میں سری رانا مہندر سنگھ جی بلا کھٹکے اپنی ریاست پر قابض رہے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ راجہ بلاسپور کے معاون اور رفیق تھے جسکے بلانے سے گورکھوں نے جمنا کے پار کا ملک فتح کیا ۔ جب جرنیل اختر لونی بالقابہ نے نیپالیوں کو پسپا کیا تو رانا صاحب نے اپنے پرانے دوستوں کا ہی ساتھ دیا تھا اس لئے ان کی ریاست کے پانچ پرگنے ضبط ہوکر مہاراجہ صاحب پٹیالہ کے حوالے کئے گئے ۔ باقیماندہ تین پرگنے (بسال ۔ بچھول اور باسل) ۱۸۳۹ء میں سری رانا مہندر سنگھ جی کے لاولد فوت ہونے پر سرکار نے لے لئے ۔ اور ۱۸۴۲ء میں متوفی رانا کے سب سے بڑے چچا زاد بھائی اُمید سنگھ جی نے یہ درخواست پیش کی کہ ریاست حقدار کے نام واگزار ہونی چاہیئے اُس وقت لارڈ ایلن برا بالقابہ نے متوفی رانا کے بھائی سری بجے سنگھ جی کو ریاست پھر عنایت کردی ۔ مگر ۱۸۴۹ء میں سری بجے سنگھ جی کی وفات پر گورنمنٹ عالیہ نے دوبارہ ریاست کو لے لیا اور اب سری اُمید سنگھ جی نے خود اپنے نام ریاست واگزار ہونے کا دعوے دائر کیا چنانچہ اپنا ایک وکیل ولایت بھیجا اور ایک نامور بیرسٹر مسٹر ائیزک بٹ

Marfat.com

کو اپنی طرف سے کورٹ آف ڈائرکٹرز کے روبرو پیروکار مقرر کیا۔ آخرکار سنہ ۱۸۶۰ء میں لارڈ کیننگ بالقابہ نے سفارش کی کہ اُمید سنگھ صاحب کے دعوے کو مان لیا جاے اور ایک سال بعد یہ دعوے تسلیم کیا گیا۔ لیکن امید سنگھ جی اس وقت بستر مرگ پر پڑے تھے اور تیرہ سال انتظار کرنے کے بعد جب خدا خدا کر کے یہ خوشخبری پہنچی تو اُن کی زندگی کے صرف چند گھنٹے باقی رہ گئے تھے۔ اُمید سنگھ تو حکومت کرنے کی یہ حسرت دل میں لیکر چل بسے لیکن ان کے دوسالہ صاحبزادے سری دیپ سنگھ جی اُن کے بعد گدی نشین کئے گئے جو اُس زمانے سے اب تک ریاست پر حکمران ہیں۔

سنہ ۱۸۴۲ء میں رانا صاحب بھگاٹ سے ۵۰۰۰ روپیہ نقد ادا کر کے اور ۵۰۰ روپیہ سالانہ خرچ کے معاوضے میں پرگنہ کسولی سرکار نے لے لیا اور آجکل وہاں سرکاری فوج کی چھاؤنی ہے۔ مگر جب سنہ ۱۸۶۱ء میں رانا صاحب کو ریاست واپس دی گئی تو پھر ۵۰۰ روپیہ کا خرچ دوبارہ نہیں لیا گیا۔ سنہ ۱۸۶۳ء میں سولن کی موجودہ چھاؤنی کی زمین ۵۰۰ روپیہ سالانہ کی ادائگی پر لی گئی اور اسی کے ساتھ ہی رانا صاحب کا خراج گھٹا کر ۲۰۰۰ سے ۶۰۳ روپیہ سالانہ کر دیا گیا۔ جس زمانے میں یہ ریاست سرکار انگریزی کے علاقہ میں ضلع شملہ کے ساتھ شامل رہی تھی اُس وقت سرکار انگریزی کے ایک افسر جنرل انز صاحب بہادر نے اس میں بہت سے مالکانہ حقوق حاصل کر لئے تھے جو بعد ازاں رانا صاحب نے جنرل انز کے ورثا سے ۳۵۰۰۰ روپیہ دیکر خرید لئے۔

رانا صاحب کے انتظامی اختیارات شملہ کی دوسری ریاستوں کے حکمرانوں کے اُن اختیارات سے ملتے جلتے ہیں جن کا پہلے ذکر آچکا

Marfat.com

ہے۔ ریاست کے موجودہ حکمران اچھے تعلیم یافتہ ہر دلعزیز اور عوام رعایا کے خیرخواہ ہیں۔ ریاست کا انتظام بہت اچھا ہے اور اس کا اکثر حصّہ رانا صاحب کے بھائی میاں امر سنگھ صاحب کے ہاتھ میں ہے جو ایک مُدّت تک گدّی کے ولیعہد بھی رہے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں رانا صاحب کو سی۔ آئی۔ ای کا خطاب عطا ہوا۔ ۱۹۰۲ء میں انہوں نے تبت مشن کے ساتھ جانے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ رانا صاحب کی پہلی رانی جو رانا صاحب دھمی کی صاحبزادی تھیں اب فوت ہو چکی ہیں۔ ۱۸۸۸ء میں انہوں نے ریاست منگل کے رانا صاحب کی دو پوتیوں سے شادی کی۔ ریاست منگل بلاسپور کے نزدیک واقع ہے۔

رانا صاحب وائسرائے کشور ہند با انتقابہ کے حضور میں باقاعدہ باریاب ہونے کا حق نہیں رکھتے مگر ان کو مستثنےٰ طور پر حضور وائسرائے کی میعاد عہدہ میں ایک دفعہ اُن کی خدمت میں معمولی طور پر باریاب ہونے کی اجازت دی جاتی ہے۔

Marfat.com

ریاستِ جُبل

رانا گیان چند والیِ ریاست جُبل

جوگ چند

پرس چند

رانا پورن چند

رانا گرم چند (وفات ۱۸۷۷ء)

۲	۱
کنور گمبیر چند (ولادت ۱۸۶۲ء)	رانا پدم چند (وفات ۱۸۹۳ء)

۴	۳	۲	۱
رانا گیان چند (ولادت ۱۸۷۷ء)	کنور اودے چند (وفات ۱۸۹۱ء)	کنور پرتاب چند (وفات ۱۸۸۶ء)	کنور روڑ چند (وفات ۱۸۸۶ء)

۶	۵	۸	۹	۱۰	۱۱
کنور بھگت چند (ولادت ۱۸۸۸ء)	کنور ایشری چند (ولادت ۱۸۹۰ء)	کنور نگھم سنگھ (ولادت ۱۸۹۱ء)	کنور مچھی سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)	کنور کشن سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)	کنور دیپا سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)

۴	۳	۲	۱
راجندر سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء)	نریندر سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)	شو سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)	شمشیر سنگھ (ولادت ۱۸۹۶ء)

ریاست جُبل کا رقبہ	۲۰۰ مربع میل
" " کی آبادی	۲۱۱۷۲
" " کا مالیہ	۱۹۰۰۰۰
" " کی مقامی فوج	۱۹ جوان
" " کی کارآمد توپیں	۲ عدد

Marfat.com

رانا صاحب جُبل راجپوت النسل ہیں اور سرمور کے اُس قدیم حکمران خاندان کی نسل سے ہونے کا دعوئے رکھتے ہیں جو پہلے اپنے موقع پر ذکر شدہ حالات میں ریاست سے بے دخل اور محروم ہوگیا تھا۔ روایت ہے کہ سرمور کے ایک بُڈھے راجہ نے اپنی ایک بیوی مذہبی فرض سمجھکر ایک برہمن کو نذر کی جو ریاست میں بہت مشہور تھا۔ اس بیوی کے بطن سے برہمن کے گھر میں تین لڑکے پیدا ہوئے جنہوں نے ریاستہائے جبل۔ راوین اور سیری کی بنیاد ڈالی ٭

ریاست جبل دراصل سرمور کی باجگزار تھی لیکن گورکھوں کی لڑائی کے بعد یہ خود مختار بنادی گئی اور ۱۸۱۵ء میں لارڈ موایرا بالقابہ نے سری رانا پورن چند جی کو ایک سند عطا کی۔ رانا پورن چند جی اچھے حکمران نہیں ثابت ہوئے۔ اُن کی ریاست میں بدامنی پھیل گئی اور ۱۸۳۲ء میں اُن کو حکومت سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا گیا اور صرف ۴۴۰۰ روپیہ سالانہ بطور گزارہ کے مِلتا رہا۔ بعد ازاں رانا صاحب نے درخواست کی کہ اُنہیں پھر بحال کر دیا جاے اور ۱۸۴۰ء میں اُنکی یہ درخواست منظور بھی ہوگئی لیکن وہ بحالی کا حکم عمل میں آنے سے پیشتر ہی فوت ہو گئے۔ ۱۸۵۴ء میں متوفی رانا جی کے صاحبزادے کرم چند جی رانا مقرر ہوئے۔ رانا کرم چند جی بہت سخت گیر تھے اور رعایا کے آدمی اُن سے سخت نالاں تھے۔ رانا کرم چند کے بعد رانا پدم چند جی جانشین ہوئے جن کا انتقال ۱۸۹۸ء میں ہوگیا۔ پھر سری گیان چند جی رانا ہوئے لیکن وہ بھی ۱۹۱۰ء میں فوت ہو گئے اور اب رانا گیان چند جی کے سوتیلے بھائی سری بھگت چند جی جانشین

Marfat.com

ہوئے ہیں جو ایچیسن کالج کے تعلیم یافتہ ہیں ٭

ریاست جبل شملہ کے مشرق میں سرمور اور رامپور بشہر کے درمیان واقع ہے۔ اس کا علاقہ نہایت سرسبز اور خوش منظر ہے اور درختوں کے جنگل کا بہت بڑا اور عالیشان قطعہ اس ریاست میں موجود ہے یہاں کے باشندے سادہ لوح اور امن پسند ہیں ٭

ریاستہائے کوہ شملہ میں جُبل مرتبہ کے لحاظ سے ساتویں نمبر پر ہے ٭

دستور کے مطابق رانا صاحب کو وائسرائے بالقابہ کی خدمت میں باقاعدہ باریابی کا حق حاصل نہیں مگر حضور وائسرائے کی میعاد عہدہ میں ایک دفعہ معمولی طور پر ان کو باریاب ہونے کی اجازت دی جاتی ہے ٭

Marfat.com

ریاست جُبل کی باجگزار ریاستیں

(اوّل) راوین (رائن گڑھ)

ٹھاکر دیدار سنگھ والیِ ریاستِ راوین (رائن گڑھ)

کنور سنگھ

۱ تھاچا — ۲ رونا — ۳ مادھو سنگھ — ۴ تاڑ سنگھ

ہمت سنگھ

۱ اچبا — ۲ بیراگی — ۳ دیبو — ۴ نیکو — ۵ نیگی — ۶ ماہوں

۱ دھیان سنگھ — ۲ بھیم سنگھ — ۳ لال سنگھ — ۴ ہری سنگھ — ۱ دلیلو — ۲ سیریا

(وفات ۱۸۸۵ء)

۱ ٹھاکر ہری چند — ۲ ٹھاکر دیدار سنگھ — ۱ لہنا سنگھ — ۲ گومان سنگھ — ۳ روپ سنگھ

(وفات ۱۹۰۵ء)

ایک لڑکا

(ابھی نام نہیں رکھا گیا)

ریاست راوین کا رقبہ	۷ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۸۲۳
〃 〃 کا مالیہ	۳۵۰۰ روپیہ

یہ ریاست اصل میں ٹہڑی کا ماتحت علاقہ تھی مگر گورکھوں کے حملے سے پہلے بشہر والوں نے اس کے مشرقی حصے کو تاخت و تاراج کرکے اپنے قابو میں کر لیا۔ جب سرکار انگریزی نے گورکھوں کو مغلوب

Marfat.com

کیا تو یہ ریاست دو فاتحین یعنی راجہ گڑھوال اور راوین کے ٹھاکر کے درمیان تقسیم ہوئی۔ سرکار انگریزی نے جو علاقہ اپنے پاس رکھا تھا وہ ۱۸۳۰ء میں کیونتھل کو اُس زمین کے عوض دیا گیا جو سرکار نے اس سے شملہ آباد کرنے کے لئے لی تھی۔ پڑوس کی وادی برہمنوں کی ایک جماعت کے قبضہ میں ہے اور تبتی طرزِ عمارت کے دو مندر بھی انہیں کے پاس ہیں۔ موجودہ ٹھاکر صاحب سری کدار ناتھ جو ٹھاکر ہری چند صاحب کے بعد جانشین ہوئے نسلاً ہندو راجپوت اور جُبل کے خاندان کے ہم نسل ہیں۔ اُن کو حکومت کے پورے اختیارات حاصل ہیں مگر سزائے موت دینے کے لئے صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاست ہائے کوہ شملہ کی منظوری لی جاتی ہے +

حال میں ریاست کے معاملات بہت گڑبڑ ہو گئے تھے اور ٹھاکر صاحب کی درخواست پر سرکار انگریزی نے ایک اپنا افسر انتظام میں مدد دینے کے لئے بھیجا ہے ۱۰

Marfat.com

ریاست جبل کی باجگزار ریاستیں

(دوم) ڈھاڈھی

ٹھاکر دھرم سنگھ والیٔ ریاستِ ڈھاڈھی

بدری سنگھ

سنگتو (وفات ۱۸۹۱ء)	گنگا رام	ٹھاکر نرائن سنگھ

نظر اندر	سورداس	ارجن	مان سنگھ ونو	بیربل لال چند

شیام سنگھ	بیر سنگھ	پریم سنگھ	ہری سنگھ	ہیرا سنگھ	مہر سنگھ	جگت سنگھ شیو رام

ٹھاکر دھرم سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء)	لال سنگھ	مان داس	رن سنگھ ٹیکم چند رائے سنگھ کاہن چند

جے سنگھ (ولادت ۱۹۰۵ء)	دیوی دت	مدن سنگھ	رامانند

ریاست ڈھاڈی کا رقبہ	۲۵ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۲۴۷
〃 〃 کا مالیہ	۱۴۰۰ روپیہ

یہ چھوٹی سی ریاست پہلے ٹروچ کی باجگزار تھی اور بعد ازاں ریاست بُشہر کی باجگزار ہوئی۔ گورکھوں کے زمانہ حکومت میں ڈھاڈھی راوین کے ساتھ ملحق ہوگئی لیکن ۱۸۹۶ء میں یہ ریاست

Marfat.com

جُبّل کی باجگزار بنادی گئی ہے ٭

اس کے موجودہ ٹھاکر صاحب سری دھرم سنگھ جی ہندو راجپوت ہیں۔ چونکہ اُن کی عمر اس وقت صرف بائیس سال کی ہے اور ابھی نابالغ ہیں اس لئے ریاست کا انتظام اُن کا ایک رشتہ دار کرتا ہے، جس کو پورے اختیارات حکومت حاصل ہیں مگر سزائے موت صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاستہائے کوہ شملہ کی منظوری سے دی جاتی ہے ٭

Marfat.com

ریاست کمہارسین

رانا ہیرا سنگھ والیٔ ریاست کمہارسین

گورا سنگھ المعروف جسونت سنگھ

رانا پریتم سنگھ (وفات ۱۸۵۸ء)

رانا بھوانی سنگھ (وفات ۱۸۷۶ء)

رانا ہیرا سنگھ (ولادت ۱۸۵۱ء) — کنور اندر سنگھ (وفات ۱۹۰۷ء)

ٹکا بیدر سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء) — بلدیو سنگھ (ولادت ۱۹۰۱ء)

ریاست کمہارسین کا رقبہ	.....	۹۰ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	....	۱۱۷۳۵
〃 〃 کا مالیہ	....	۲۷۰۰۰ روپیہ
〃 〃 کا خراج	....	۲۰۰۰ 〃
〃 〃 کی مقامی فوج		۷ جوان
〃 〃 کی میدانی توپ		۱ عدد

علاقہ کمہارسین ستلج کے بائیں کنارے پر کوٹ گورو کے عین نیچے اور نارکنڈہ کے شمال میں واقع ہے۔ ریاست کمہارسین

Marfat.com

پہلے ریاست بشہر کی باجگزار تھی مگر جنگ گورکھا کے بعد سری رانا کہارسنگھ جی کو اس شرط پر خود مختاری کی سند عطا ہوئی کہ وہ سرکار انگریزی کی فوجی خدمت ادا کرینگے۔ بلسان۔ بروٹی اور دھان کے ٹھاکر صاحبان کسی زمانے میں کھمارسین کے باجگزار تھے لیکن ۱۸۱۵ء میں جنرل اختر لونی بالقابہ نے اُن کو خود مختار کر دیا۔ رانا کہارسنگھ جی کے اکلوتے صاحبزادے اُن کی حیات ہی میں فوت ہو گئے تھے اس لیے ۱۸۲۹ء میں کہارسنگھ صاحب کی وفات پر اُن کے علاقہ جات سرکار انگریزی نے لے لیے۔ لیکن بعد میں یہ علاقہ جات اور حقوق رانا کہارسنگھ صاحب کے پوتے وارث یعنی موجودہ رانا صاحب کے دادا سری پرتھم سنگھ جی کو پھر بحال ہو گئے۔ سکھوں کی پہلی لڑائی میں سری رانا پرتھم سنگھ کا برتاؤ وفادارانہ رہا۔ انہوں نے تین سو تربیت یافتہ بندوقوں سے مسلح آدمی اپنے ساتھ لیکر ستلج عبور کیا اور سری گڑھ کے قلعہ کلوکا بڑی کامیابی سے محاصرہ کیا۔

موجودہ رانا صاحب سری ہیرا سنگھ جی کے بڑے دانا آدمی نہیں ہیں۔ ریاست کا انتظام چند سال تک تین اہلکاروں کی ایک کونسل سرانجام دیتی رہی مگر یہ انتظام ایسا ناقابل اطمینان رہا کہ گورنمنٹ کو ایک مینیجر مقرر کر کے بھیجنا پڑا۔ پہلے پہل تو ایک کونسل انتظام میں اس مینیجر کی امداد کرتی رہی مگر جب اس طرح بھی کام نہ چلا تو کونسل ہٹا دی گئی اور اب صرف مینیجر اکیلا ہی انتظام کرتا ہے۔ رانا صاحب کی دو ہمشیرگان کی شادی خانہ آبادی سابق راجہ صاحب بلاسپور سے ہوئی اور رانا صاحب کی پھوپھی موجودہ راجہ صاحب بشہر

Marfat.com

کی ایک رانی ہیں ۔

دستور کے مطابق رانا صاحب کو حضور وائسرائے بالقابہ کی خدمت میں باقاعدہ باریابی کا حق حاصل نہیں مگر حضور موصوف کی میعاد عہدہ میں ایک دفعہ معمولی طور پر ان کو باریاب ہونے کی اجازت دے دی جاتی ہے ۔

Marfat.com

ریاست بھجی

رانا درگا سنگھ والیِ ریاستِ بھجی

رانا امرت پال

رانا رُدڑ پال (وفات ۱۸۵۵ء)

رانا رن بہادر سنگھ (وفات ۱۸۷۵ء)

۱ رانا درگا سنگھ (ولادت ۱۸۴۲ء)

۲ میاں پرماتم سنگھ (ولادت ۱۸۴۴ء)

۳ میاں بجے سنگھ (ولادت ۱۸۶۰ء)

۱ ٹکا اندر سنگھ (ولادت ۱۸۹۱ء)

۲ میاں پرجا پال (ولادت ۱۸۹۴ء)

۳ میاں بیر پال (ولادت ۱۸۹۶ء)

لچھمی سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء)

۱ ہیم سنگھ (ولادت ۱۸۸۹ء)

۲ مہیشر سنگھ (ولادت ۱۸۹۲ء)

۳ بھیروی سنگھ (ولادت ۱۸۹۳ء)

۴ لچھمی سنگھ (ولادت ۱۸۹۵ء)

۵ جوالا سنگھ (ولادت ۱۹۰۳ء)

۶ رتوراج سنگھ (ولادت ۱۹۰۵ء)

ریاست بھجی کا رقبہ	۹۶ مربع میل
" " کی آبادی	۱۲۳۰۹
" " کا مالیہ	۲۵۰۰۰ روپیہ
" " کا خراج	۱۴۴۰ "
" " کی مقامی فوج	۳۲ جوان
" " کی کارآمد توپیں ...	۲ عدد

Marfat.com

اس خاندان کا بانی کانگڑہ سے آیا تھا اور یہاں آکر اس نے بزور شمشیر ریاست پر قبضہ کیا۔ جب ۱۸۰۳ء اور ۱۸۱۵ء کے درمیان گورکھوں نے ملک پر یورش کی اور سرکار انگریزی نے ان کو مار ہٹایا تو موجودہ رانا صاحب کے دادا سری رانا رُدر پال جی کو ایک سند کی رو سے ریاست پر مستقل قبضہ بدیں شرط دیا گیا کہ وہ جنگ کے موقع پر سرکار انگریزی کو حسب معمول مدد دیا کریں۔ اسی سند کی رو سے رانا صاحب ابھی تک ریاست پر قابض ہیں اور ان کے انتظامی اختیارات بھی اسی طرح ہیں جس طرح کہ کوہ شملہ کے دوسرے حکمرانوں کو حاصل ہیں ٭

موجودہ رانا صاحب کے دادا سری رانا رُدر پال جی نے اپنی وفات سے چودہ سال پہلے ہی ریاست اپنے صاحبزادے سری رن بہادر جی کو دے دی تھی اور خود ہردوار میں تارک الدنیا ہو گئے تھے۔ موجودہ رانا صاحب ۱۸۷۵ء میں سری رن بہادر جی کی وفات پر مسند نشین ہوئے تھے ٭

رانا صاحب کا علاقہ شملہ کے عین شمال میں ستلج کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔ یہاں کی افیون خالص ہونے کی وجہ سے بہت مشہور ہے اور ریاست سے باہر بھیجی جاتی ہے۔ سُنی ریاست کا صدر مقام ہے اور گندھک کے چشموں کی وجہ سے مشہور ہے جن کا پانی بعض بیماریوں کے لئے شفا بخش ہے ٭

بھجی مرتبہ کے لحاظ سے ریاستہائے کوہ شملہ میں نویں نمبر پر ہے دستور کے مطابق رانا صاحب کو حضور وائسرائے بالقابہ کے حضور میں باریاب ہونے کا حق حاصل نہیں مگر ہر ایکسلنسی کے میعاد عہدہ میں ایک دفعہ انکو معمولی طور پر باریاب ہونے کی اجازت دیجاتی ہے ٭

Marfat.com

ٹھاکر دلیپ چند صاحب مرحوم و مغفور والئے ریاست میلوگ

Marfat.com

Marfat.com

رانا رگھوناتھ چند صاحب مرحوم و مغفور والئے ریاست میلوگ

Marfat.com

Marfat.com

ٹھاکر درگا چند صاحب والئے ریاست میلوک

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ریاستِ میلوگ

ٹھاکر درگا چند والیِ ریاست میلوگ

ناہر چند

خوشحال چند

۳	۲	۱
چمنا	فتح سنگھ	ٹھاکر سنسار چند (وفات ۱۸۴۹ء)

۲	۱
میاں گنیش سنگھ (وفات ۱۹۰۰ء)	ٹھاکر دلیپ چند (وفات ۱۸۸۶ء)
جیونا سنگھ (وفات ۱۹۳۲ء)	

۲	۱
ہری سنگھ (وفات ۱۹۳۵ء)	رانا رگھوناتھ چند (وفات ۱۹۰۱ء)
انوپ سنگھ (ولادت ۱۸۶۰ء)	

۲	۱
کنور صاحب سنگھ (ولادت ۱۸۹۸ء)	ٹھاکر درگا چند (ولادت ۱۸۹۷ء)

ریاست میلوگ کا رقبہ	۴۴۳ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۹۶۸۰
〃 〃 کا مالیہ	۲۵۰۰۰
〃 〃 کا خراج	۱۴۱۰ روپیہ
〃 〃 کی مقامی فوج	۱۹ جوان
〃 〃 کی کارآمد توپیں	۲ عدد

میلوگ کے ٹھاکر راجپوت اور کئی سو سال سے کوہ شملہ میں

Marfat.com

آباد ہیں۔ اس خاندان کا بانی اجودھیا سے یہاں آیا اور پٹیالہ میں سکونت پذیر ہوگیا جو اکیس پشتوں سے برابر ریاست کا مقرِ حکومت چلا آتا ہے۔ یہ ریاست زمانۂ قدیم میں بلاسپور کی معرفت شاہان مغلیہ کو خراج دیتی رہتی تھی پھر بلاسپور کے ساتھ ہی یہ بھی ۱۸۰۳ء سے ۱۸۱۵ء تک گورکھوں کے قبضہ میں رہی۔ جب گورکھوں نے سری ٹھاکر سنسار چند جی کو اُنکے ملک سے نکال دیا تو وہ رانا رام سرن صاحب والیٔ نالاگڑھ کے پاس پناہ گزین ہوئے جو خود بھی گورکھوں کے ہاتھ سے تنگ آگئے ہوئے تھے۔ آخر ۱۸۱۵ء میں سری ٹھاکر سنسار چند جی کو بھی ریاستہائے کوہستان شملہ کے دوسرے حکمرانوں کے ساتھ حکومت ریاست پر بحال کیا گیا۔ اُن کا خراج ۱۴۴۰ روپیہ مقرر ہوا اور انہیں جنگ کے وقت امداد دینے کی شرائط کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔

سری ٹھاکر سنسار چند جی جن کو سند ریاست عطا ہوئی تھی ۱۸۴۹ء میں فوت ہوگئے اور سری ٹھاکر دلیپ چند جی اُنکے جانشین ہوئے۔ سری دلیپ چند کے بعد سری ٹھاکر راگھوناتھ جی گدی نشین ہوئے اور ٹھاکر راگھوناتھ جی کو ذاتی اعزاز کے طور پر رانا کا خطاب عطا ہوا۔ وہ ۱۹۰۱ء میں فوت ہوگئے اور اُن کے صاحبزادے سری درگا چند جی قدیم ٹھاکر ہی کے خطاب سے مخاطب ہوکر اُن کے جانشین تسلیم کئے گئے ہیں۔ ٹھاکر درگا چند جی ابھی نابالغ ہیں۔ انکے عہد عدم بلوغ میں پہلے ۱۹۰۸ء تک چار ممبروں کی ایک کونسل ریاست کا انتظام کرتی رہی تھی۔ مگر سنہ مذکور میں ریاست کے اندر بدامنی ہوجانے کی وجہ سے یہ کونسل توڑدی گئی اور اس کی جگہ ایک مینیجر کا تقرر کردیا گیا۔

Marfat.com

یہ ریاست کوہ شملہ کے جنوب مغرب میں ریاستہائے نالاگڑھ اور کوٹھار کے درمیان کسولی کی پہاڑی کے دامن میں واقع ہے۔ ریاست کا دارالحکومت مقام پاٹا ہے جو کہ نالاگڑھ کی حد کے پاس ہی ایک آباد موضع ہے ٭

دستور کے مطابق تو ٹھاکر صاحب کو وائسرائے بالقابہ کے حضور میں باقاعدہ باریاب ہونے کا حق نہیں مگر ہز ایکسلنسی کے بیعاد عہدہ میں ایک دفعہ اُن کو غیر رسمی ملاقات کی اجازت دیدی جاتی ہے ٭

Marfat.com

ریاستِ بلسان

رانا بیر سنگھ والئ ریاستِ بلسان

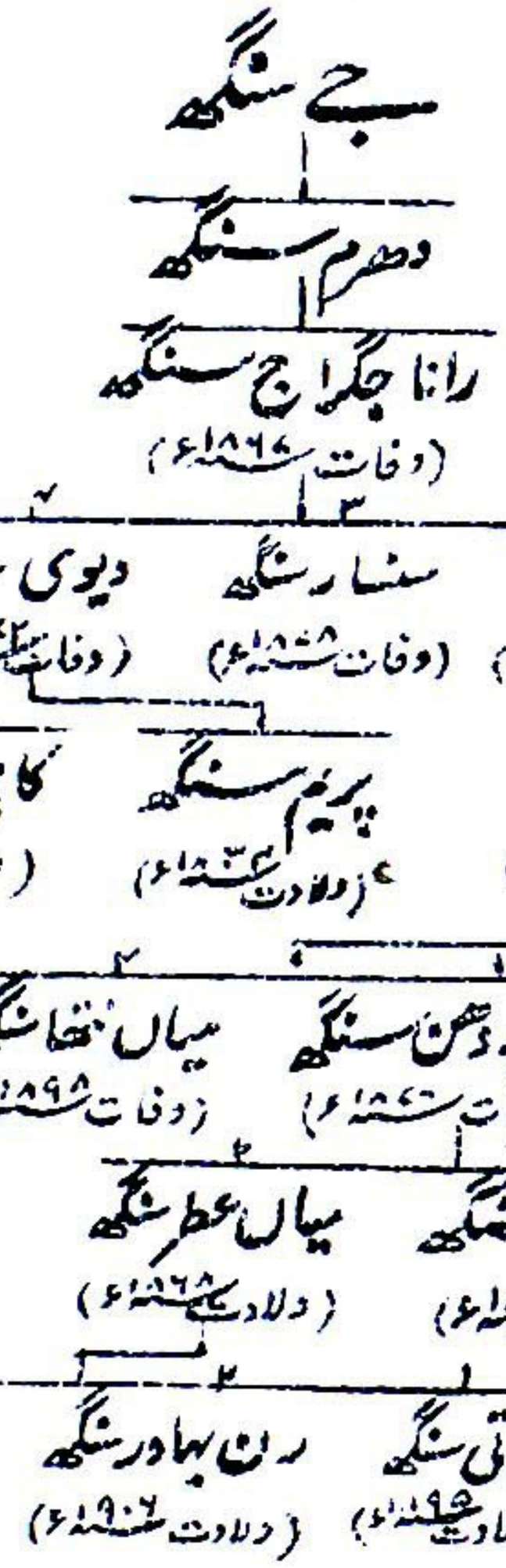

ریاست بلسان کا رقبہ	۵۱ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۶۷۰۴
〃 〃 کا مالیہ	۱۵۰۰۰ روپیہ
〃 〃 کا خراج	۱۱۸۰ 〃

Marfat.com

ریاست بلسان شملہ سے تیس میل مشرق کی طرف دریائے گیری کے جو جمنا کی ایک شاخ ہے پار واقع ہے۔ علاقہ زرخیز ہے اور اس میں دیودار کی لکڑی کے بہت سے خوشنما جنگل ہیں۔ رانا صاحب راجپوت ہیں اور اپنے آپ کو راجۂ سرمور کے آباؤ اجداد کی نسل سے بتلاتے ہیں۔ ریاست بلسان بزور شمشیر لی گئی اور ۱۸۰۵ء کے گورکھوں کے حملہ سے پہلے سرمور کی باجگزار تھی۔ گورکھوں کے بے دخل ہونے پر سری ٹھاکر جگراج سنگھ جی کو ایک سند مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۸۱۵ء کے رو سے بلسان کا ٹھاکر مقرر کیا گیا۔ ٹھاکر جگراج سنگھ صاحب ۱۸۶۷ء تک زندہ رہے اور ۸۰ سال کی عمر پاکر فوت ہوئے +

غدر کے موقع پر سری ٹھاکر جگراج سنگھ صاحب نے نمایاں وفاداری دکھلائی اور بہت سے اُن انگریز صاحبان کو پناہ دیکر خاطر و مدارات کی جو کہ جتوگ کی گورکھا رجمنٹ کے شملہ پر حملہ آور ہونے کی دھمکی سے ڈر کر شملہ سے رانا صاحب کے پاس چلے آئے تھے۔ غدر کے بعد ان خدمات کے شکریہ میں ٹھاکر جگراج سنگھ صاحب کو رانا بنا دیا گیا اور ایک عام دربار میں ان کو بیش بہا خلعت بھی دیا گیا۔ سری ٹھاکر جگراج سنگھ کے پوتے ٹھاکر بھوپ سنگھ جی ان کے بعد جانشین ہوئے۔ اور ٹھاکر بھوپ سنگھ جی کے بعد ۱۹۱۴ء میں ان کے پوتے یعنی موجودہ رانا بیر سنگھ جی جانشین ہوئے +

رانا صاحب کو اپنی ریاست میں اندرونی حکومت کے پورے اختیارات حاصل ہیں سوائے اس کے کہ حسب معمول موت کی سزائیں دینے کے لئے ان کو بھی صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاست ہائے

Marfat.com

کوہ شملہ کی منظوری لینی پڑتی ہے ٭

کوہ شملہ کی ریاستوں میں بلحاظ مرتبہ گیارھویں نمبر پر ہے ٭

رانا صاحب دستور کے مطابق وائسرائے بالقابہ کے حضور میں باقاعدہ باریاب نہیں ہوسکتے لیکن ہز ایکسلنسی کے عہدہ کی میعاد میں ایک دفعہ اُن کو غیر رسمی ملاقات کی اجازت دی جاتی ہے ٭

Marfat.com

ریاست دھامی

رانا ہیرا سنگھ والیِ ریاستِ دھامی

دلیل سنگھ (وفات ۱۸۰۳ء)

رانا پریتم سنگھ (وفات ۱۸۱۳ء)

۱	۲	۳
رانا گوبردھن سنگھ (وفات ۱۸۶۷ء)	بشن سنگھ (وفات ۱۸۶۴ء)	گیان سنگھ (وفات ۱۸۳۷ء)
رانا فتح سنگھ (وفات ۱۸۹۴ء)		ظالم سنگھ (وفات ۱۸۸۶ء)
۱ رانا ہیرا سنگھ (ولادت ۱۸۷۸ء)	۲ میاں صورت سنگھ (وفات ۱۹۰۴ء)	کپورہ سنگھ (ولادت ۱۸۵۹ء)
ہیم سنگھ (ولادت ۱۸۹۸ء)		پردومن سنگھ (ولادت ۱۸۹۴ء)

ریاست دھامی کا رقبہ	۲۶ مربع میل
〃 کی آبادی	۴۵۰۵
〃 کا مالیہ	۱۰۰۰ روپیہ
〃 کا خراج	۷۲۰ 〃
〃 کی مقامی فوج	۲۵ جوان
〃 کی کارآمد توپ	۱ عدد

ریاست دھامی کوہ شملہ کے مغرب میں جبتوگ سے چھ میل کے

Marfat.com

فاصلے پر واقع ہے۔ رانا صاحب راجپوت ہیں اور ان کا بزرگ چودھویں صدی میں پٹیالہ کے ہم جوار قصبۂ راجپورہ سے بھاگ کر اُس وقت دھامی میں سکونت پذیر ہوا تھا جبکہ شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر حملہ کیا ہے۔ یہ ریاست اصل میں بلاسپور کی باجگزار تھی لیکن ۱۸۱۵ء میں گورکھوں کے نکالے جانے کے بعد خود مختار ہوگئی *

خود مختاری کی سند سری رانا گوبردھن سنگھ جی کو عطا ہوئی یہ نامور رانا صاحب صرف بارہ سال کی عمر میں جرنیل اختر لونی بالقابہ کے ماتحت ہوکر گورکھوں سے لڑے تھے۔ رانا صاحب کی غدر کی خدمات کے صلہ میں ان کی حین حیات کے لئے ریاست کا نصف خراج مبلغ ۲۰،۷ روپیہ معاف ہوگیا۔ ۱۸۶۷ء میں ان کے صاحبزادے سری فتح سنگھ جی جانشین ہوئے اور ۱۸۸۰ء میں اُن کا بھی نصف سالانہ خراج معاف کردیا گیا *

سری رانا فتح سنگھ صاحب کے بعد اُنکے فرزند ارجمند سری رانا ہیرا سنگھ جی ۱۸۹۴ء میں جانشین ہوئے۔ رانا ہیرا سنگھ صاحب اچھے تعلیم یافتہ آدمی ہیں اور ریاست کا انتظام اچھی طرح سے کرتے ہیں۔ ۱۹۰۲ء میں اُنکے اچھے انتظام کی وجہ سے ان کو بھی نصف سالانہ خراج ان کی تاحیات معاف ہوگیا ہے۔ رانا صاحب دستور کے مطابق وائسرائے بالقابہ کے حضور میں باقاعدہ طور پر باریابی نہیں ہوسکتے لیکن ہز ایکسلنسی کے میعاد عہدہ میں ایک دفعہ اُن کو غیر رسمی ملاقات کرنے کی اجازت دی جاتی ہے *

Marfat.com

ریاستِ کوٹھار

رانا جگتجیت چندوالیِ ریاستِ کوٹھار

سمر چند

گوپال چند (وفات ۱۷۶۳ء)

۱	۲	۳
رانا بھوپ چند (وفات ۱۸۵۵ء)	رتن سنگھ	راجا بہادر سنگھ

۱	۲	۳	۴
رانا جے چند (وفات ۱۸۹۵ء)	میاں ایسری سنگھ (وفات ۱۸۸۵ء)	کھڑک سنگھ ہری سنگھ نین سنگھ	بیر سنگھ

۱	۲	۳
راجا ہیرا سنگھ	بشن سنگھ	لچھمی سنگھ

۱	۲
جیون سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء)	بسنت سنگھ (ولادت ۱۸۷۹ء)

۲
گوبھردن سنگھ (ولادت ۱۸۸۶ء)

۱
درگا سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء)

۱	۲
رانا جگتجیت چند (ولادت ۱۸۸۷ء)	میاں بلدیو سنگھ (ولادت ۱۹۰۶ء)

۱
ٹکا کشن چند (ولادت ۱۹۰۶ء)

ریاست کوٹھار کا رقبہ	۲۰ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۴۱۹۵
〃 〃 کا مالیہ	۱۶۰۰ روپیہ
〃 〃 کا خراج	۱۰۰۰ 〃

کئی صدیاں گزریں کہ خاندان کوٹھار مقام راجوڑی واقع جموں سے شملہ کی پہاڑیوں میں آکر آباد ہوا۔ گورکھوں کے حملہ سے پہلے یہ ریاست کیونتھل کی باجگزار تھی +

موجودہ رانا سری جگتجیت چند جی ۱۸۹۵ء میں اپنے والد ماجد کے بعد جانشین ہوئے ہیں۔ انہوں نے اچھی تعلیم پائی ہے اور ۱۹۰۸ء میں بالغ ہوئے۔ والیان کنیہار۔ دھامی۔ کیونتھل اور کوٹ کھائی سے تعلقات شادی بیاہ کے ذریعے ان کی رشتہ داریاں ہیں +

Marfat.com

ریاستِ کُنیہار

ٹھاکر ہردیو سنگھ والیٔ ریاستِ کنیہار

انند دیو

مگن دیو (وفات ۱۸۱۶ء)

پورن دیو (وفات ۱۸۳۷ء)

۱	۲
کشن سنگھ (وفات ۱۸۶۶ء)	**بشن سنگھ** (وفات ۱۸۷۶ء)

۱	۲	۱	۲
ٹھاکر تیغ سنگھ (وفات ۱۹۰۵ء)	**میاں کاہن سنگھ** (وفات ۱۸۷۹ء)	**بیر سنگھ** (ولادت ۱۸۶۶ء)	**ہیرا سنگھ** (ولادت ۱۸۷۳ء)

۱	۲	۳	۱	۲
ٹکا شیو سنگھ (وفات ۱۸۹۳ء)	**ٹھاکر ہردیو سنگھ** (ولادت ۱۸۹۳ء)	**میاں گوپال سنگھ** (ولادت ۱۹۰۰ء)	**فینا سنگھ** (ولادت ۱۸۵۸ء)	**روپ سنگھ** (ولادت ۱۸۶۰ء)	**نتھا سنگھ** (ولادت ۱۹۰۱ء)

۱	۲
نرائن سنگھ (ولادت ۱۹۰۰ء)	**دیوی سنگھ** (ولادت ۱۸۸۲ء)

بسنت سنگھ
(ولادت ۱۸۹۸ء)

ریاست کنیہار کا رقبہ	۸۰ مربع میل
〃 کی آبادی	۲۱۶۸
〃 کا مالیہ	۵۰۰۰ روپیہ
〃 کا خراج	۱۸۰ 〃

شملہ کی پہاڑیوں میں کُنیہار کی چھوٹی سی ریاست پرگرگاہ رگھ بنسی

Marfat.com

ٹھاکروں کا ایک قدیم خاندان حکمران ہے ۔ ٹھاکر صاحب کو حسب معمول انتظامی اختیارات حکومت حاصل ہیں ۔ ان کا صدر مقام ہٹ کوٹ ہے ۔

سری ٹھاکر تیغ سنگھ جی ۱۸۶۶ء میں اپنے والد ماجد کی جگہ جانشین ہوئے ۔ سرمور اور کوٹی کے خاندانوں کے ساتھ بذریعہ شادی ان کی رشتہ داریاں تھیں ۔ وہ ۱۹۰۵ء میں فوت ہو گئے اور ان کی جگہ ان کے فرزند سری ٹھاکر ہردیو سنگھ صاحب جانشین ہوئے یہ ابھی نابالغ ہیں اور ریاست کا انتظام ایک کونسل کرتی ہے ۔

Marfat.com

ریاست منگل

رانا تلوک سنگھ والیٔ ریاستِ منگل

رانا بہادر سنگھ

رانا پرتھی سنگھ

۱	۲	۳
رانا جودھ سنگھ (وفات ۱۸۴۴ء)	رانا جیت سنگھ (وفات ۱۸۹۲ء)	میاں جگت سنگھ (وفات ۱۹۰۲ء)

۱	۲	۳
رانا تلوک سنگھ (ولادت ۱۸۵۹ء)	میاں نہال سنگھ (ولادت ۱۸۶۲ء)	میاں خزان سنگھ (ولادت ۱۸۶۹ء)

		موہر سنگھ (وفات ۱۸۹۸ء)
٭کاشیو سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء)		نند سنگھ (ولادت ۱۸۹۱ء)

ریاست منگل کا رقبہ	۱۲ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۱۲۲۷
〃 〃 کا مالیہ	۹۰۰ روپیہ
〃 〃 کا خراج	۷۲ 〃

ریاست منگل دریائے ستلج کے کناروں پر بلاسپور کے نزدیک واقع ہے۔ یہ ایک وقت میں بلاسپور کی باجگزار تھی۔ گورکھوں کے نکالے جانے کے بعد ۱۸۱۵ء میں یہاں کے رانا صاحب خود مختار بنائے گئے۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاستہائے کوہ شملہ کی معمولی پولیٹکل نگرانی میں یہ اپنے اختیارات حکمرانی عمل میں لاتے رہتے ہیں ٭

موجودہ حکمران سری رانا تلوک سنگھ جی ۱۸۹۲ء میں اپنے والد ماجد سری رانا جیت سنگھ جی کی جگہ جانشین ہوئے۔ بلاسپور۔ میلوگ۔ دھامی اور بھگاٹ کے حکمران خاندانوں سے ان کی رشتہ داری ہے ٭

اس ریاست کے حکمران اُتری قوم کے راجپوت ہیں اور خاندان اصل میں مارسے وارد یہاں آیا تھا ٭

Marfat.com

ریاستِ بیجا

ٹھاکر پورن چند والیِ ریاستِ بیجا

جے چند (وفات ۱۷۷۳ء)

۱	۲	۳	۴	۵
مان چند (وفات ۱۸۱۷ء)	بھوپ سنگھ	شیر سنگھ	بدھ سنگھ	دھونکل سنگھ

۱	۲	۳	۴	۵
ٹھاکر پرتاب چند (وفات ۱۸۴۱ء)	بہادر سنگھ	گیان سنگھ	قیمت سنگھ	دلیل سنگھ

۱	۲
سرنوں رام کرن	

۱	۲
رتن سنگھ	

۱	۲
چھمی سنگھ	پیر سنگھ

۱	۲
سردارو مادھو	چنوں پیر سنگھ

۱	۲
سوبھا	

۱	۲
بیر سنگھ	دہلو

۱
لہنا سنگھ

۱	۲	۳	۴	۵	۶
ٹھاکر اودے چند (متوفی)	میاں عالم سنگھ (ولادت ۱۸۳۳ء)	میاں ظالم سنگھ (ولادت ۱۸۳۵ء)	میاں مومن سنگھ (ولادت ۱۸۳۷ء)	میاں کرتن سنگھ (ولادت ۱۸۳۹ء)	میاں دھوجی سنگھ

۱	۲	۳	۴	۵
ٹھاکر پوران چند (ولادت ۱۸۹۶ء)	میاں پردومن سنگھ	درگا سنگھ	جیت سنگھ	پرتھی سنگھ

۱
ابشری سنگھ

۱	۲	۳	۴
ہیرا سنگھ (ولادت ۱۸۶۷ء)	امر سنگھ (ولادت ۱۸۷۰ء)	دیوی سنگھ (ولادت ۱۸۸۰ء)	بیر سنگھ

۱
تکلو

ریاست بیجا کا رقبہ	۴ مربع میل
〃 کی آبادی	۱۱۳۱
〃 کا مالیہ	۶۰۰۰ روپیہ
〃 کا خراج	۱۲۴ 〃

بیجا کے ٹھاکر صاحب کو اپنی ریاست میں شاہی اختیارات حاصل ہیں۔ موجودہ ٹھاکر صاحب نابالغ ہیں اور ریاست کا انتظام ایک کونسل کر رہی ہے۔ ٹھاکر صاحب کی ہمشیرہ کی شادی ضلع انبالہ میں رائے پور کے راؤ صاحب سے ہوئی ہے +

Marfat.com

ریاستِ درکوٹی

رانا رام سرن سنگھ والیِ ریاستِ درکوٹی

رانا بلرام

رانا جھتو رام

رانا سیس رام (وفات ۱۸۵۴ء)

رانا پرسرام (وفات ۱۸۵۶ء) — چھومل

۱ رانا رام سنگھ (وفات ۱۸۸۳ء) — ۲ میاں ناہر سنگھ (وفات ۱۸۷۶ء) — ۳ میاں سیتا رام (وفات ۱۸۸۸ء) — سوبھا رام

۱ رانا رام سرن سنگھ (ولادت ۱۸۴۹ء) — ۲ میاں ہنونت سنگھ (ولادت ۱۸۵۱ء) — ۳ میاں ہری رام (ولادت ۱۸۵۴ء) — ۱ لچھمن (ولادت ۱۸۱۱ء) — ۲ ہری سنگھ (ولادت ۱۸۴۵ء) — ۳ ارجن سنگھ (ولادت ۱۸۴۸ء) — ۴ اننت رام (ولادت ۱۸۵۲ء) — ۱ ظالم سنگھ (ولادت ۱۸۵۷ء) — ۲ بھاون سنگھ

ٹکارا گھوناتھ سنگھ (ولادت ۱۸۸۸ء) — ۱ دھیان سنگھ (ولادت ۱۸۶۸ء) — ۲ دھومی سنگھ (ولادت ۱۸۶۵ء) — ۳ عندر سنگھ (ولادت ۱۸۹۷ء) — ۱ شیو رام (ولادت ۱۸۶۹ء) — ۲ جے رام (ولادت ۱۸۶۴ء) — ۱ کدار سنگھ (ولادت ۱۸۶۵ء) — ۲ نین سنگھ (ولادت ۱۸۶۴ء) — ۳ گوپال سنگھ (ولادت ۱۸۸۴ء)

۱ کپور سنگھ — ۲ ببر سنگھ — آتما رام (ولادت ۱۸۹۹ء) — موہر سنگھ

ریاست درکوٹی کا رقبہ	۸ مربع میل
" " کی آبادی	۵۱۸
" " کا مالیہ	۶۰۰ روپیہ
" " کا خراج	کوئی نہیں

درکوٹی کا خراج اس وجہ سے معاف ہے کہ یہ بہت چھوٹی ریاست ہے۔ رانا صاحب کو انتظامی اختیارات سواے موت کی سزا کے بلا روک حاصل ہیں۔ یہ خاندان قدیمی ہے اور اسکو پچیس پشتیں گزری ہیں کہ یہ مارواڑ سے یہاں آیا تھا۔ سری رانا رام سرن سنگھ صاحب ۱۸۸۳ء میں با اختیار ہوئے۔

Marfat.com

ریاستِ ٹروچ

ٹھاکر صورت سنگھ والیِ ریاست ٹروچ

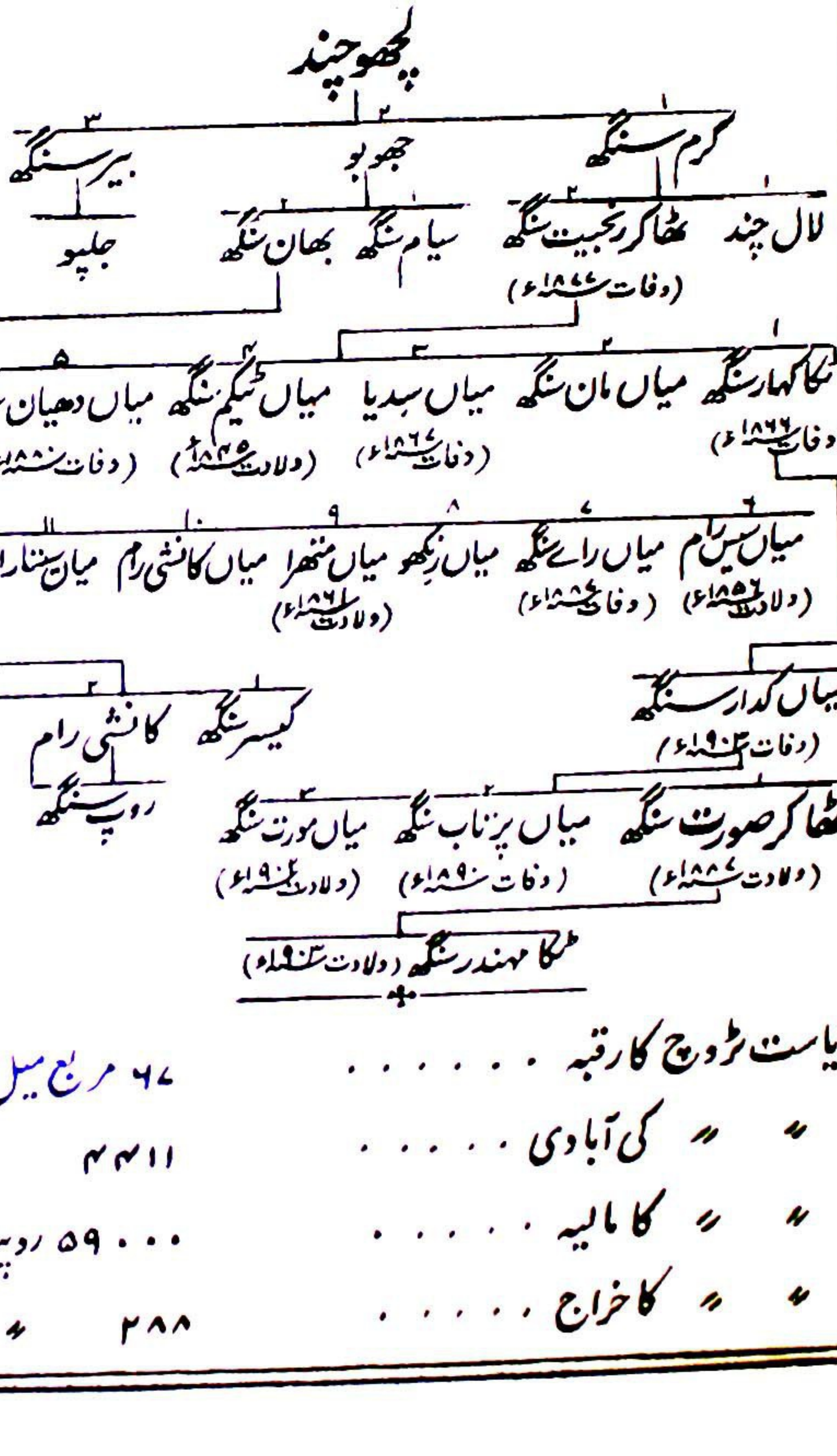

ریاست ٹروچ کا رقبہ	۶۷ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۴۴۱۱
〃 〃 کا مالیہ	۵۹۰۰۰ روپیہ
〃 〃 کا خراج	۲۸۸ 〃

Marfat.com

ٹروچ پہلے ریاست سرمور کا ایک حصّہ تھی اور اس خاندان کی چوبیس پشتیں ہوگئیں جب یہ ریاست موجودہ ٹھاکر صاحب کے مورث اعلیٰ سری کشن جی کو بطور انعام ملی تھی۔ جس وقت پہاڑی اضلاع سرکار انگریزی کے علاقہ میں شامل ہوئے ہیں اس وقت ٹھاکر کرم سنگھ صاحب ٹروچ کے برائے نام حکمران تھے لیکن چونکہ وہ ضعیف العمر اور دائم المریض تھے اس لئے سارا ملکی انتظام اُن کے بھائی صاحب جھوبو کے ہاتھ میں تھا۔ سری کرم سنگھ کی وفات پر ریاست ٹھاکر صاحب جھوبو اور اُن کے وارثوں کو ملی۔ لیکن ۱۸۳۸ء میں ٹھاکر صاحب جھوبو کے بھتیجے رنجیت سنگھ نے ریاست پر اپنا دعوےٰ کھڑا کیا اور ایک طاقتور جماعت کو اپنا طرفدار بنا لیا۔ اس کے متعلق ایک لمبی چوڑی خط و کتابت ہوئی اور آخرکار ٹھاکر صاحب جھوبو کو اپنے دوسرے صاحبزادہ شیام سنگھ جی کے لئے ریاست سے دست بردار ہونا پڑا۔ لیکن یہ حالت دیر تک قائم نہ رہی کیونکہ ٹھاکر صاحب جھوبو اور رنجیت سنگھ نے اپنے فوائد کو ایک سمجھکر پھر سازشیں شروع کر دیں۔ چنانچہ ۱۸۴۳ء میں رنجیت سنگھ کے دعوے کو قطعی طور سے تسلیم کیا گیا۔ اور اُن کو ایک سند عطا کی گئی۔ جس کے رو سے اُن کو اور اُن کے وارثوں کو ہنگام ضرورت حسب معمول فوجی خدمت ادا کرنے کی شرط پر دوامی طور سے ریاست عطا کر دی گئی۔

ٹروچ کے حکمران پہلے رانا کا خطاب رکھتے تھے لیکن جب یہ ریاست ۱۸۴۶ء میں جبل کے ساتھ شامل کی گئی اُس وقت سے یہ خطاب موقوف ہوگیا۔ یہ ریاست عرصے تک جبل کے ساتھ خاص سرکار انگریزی کے انتظام میں رہی اور ۱۸۴۳ء میں یہ پھر بحال ہوگئی۔ اب

Marfat.com

یہاں کے حکمران ٹھاکر کہلاتے ہیں۔ ٹھاکر کدار ناتھ صاحب ۱۸۷۷ء میں اپنے دادا کے بعد جانشین ہوئے۔ وہ اُس وقت کم سن بچے تھے۔ اس لئے ریاست کا انتظام ایک کونسل کے سپرد کیا گیا۔ ۱۸۸۳ء میں اُن کو اختیارات ملے اور اُنہوں نے ریاست بشہر کے خاندان کی دو عورتوں سے شادی کی۔ وہ ۱۹۰۲ء میں فوت ہو گئے اور اُنکے سب سے بڑے صاحبزادہ سری ٹھاکر صورت سنگھ جی موجودہ ٹھاکر انکے جانشین ہوئے۔ ٹھاکر صورت سنگھ جی کو ۱۹۰۸ء میں بالغ ہونے پر اختیاراتِ حکمرانی مل گئے۔

ٹروچ دریائے ٹونز کے کنارے پر واقع ہے۔ یہ ندی جُبل کے اُس طرف اور دریائے جمنا کی ایک شاخ ہے اور ڈیرہ دون کی ہم سرحد ہے۔ ٹھاکر صاحب کے علاقہ میں دیودار کی لکڑی کے کئی بڑے عالی شان جنگل ہیں +

Marfat.com

ریاستِ سانگڑی

رائے ہیرا سنگھ والیِ ریاستِ سانگڑی

راجہ ٹھیڈی سنگھ

- پریتم سنگھ
  - بکرم سنگھ (وفات ۱۸۱۶ء)
    - اجیت سنگھ (وفات ۱۸۴۱ء)
      - دھرم سنگھ (ولادت ۱۸۸۲ء)
      - رنبیر سنگھ (وفات ۱۸۴۲ء)
      - رائے ہیرا سنگھ (ولادت ۱۸۴۹ء)
        - لال سنگھ (ولادت ۱۸۷۲ء)
        - کیسری سنگھ (ولادت ۱۸۸۵ء)
        - امر سنگھ
        - بھوپ سنگھ
        - شیر سنگھ
      - سنسار سنگھ (ولادت ۱۸۵۱ء)
      - لال سنگھ
      - گلاب سنگھ
    - بھوانی سنگھ (وفات ۱۸۹۷ء)
      - ہیرا سنگھ
  - خوشحال سنگھ
  - جگت سنگھ المعروف جھگر سنگھ (وفات ۱۸۷۶ء)
- چرن سنگھ
  - ٹیکم سنگھ
  - فتح سنگھ
  - راجہ گیان سنگھ (وفات ۱۸۷۰ء)
    - رائے دلیپ سنگھ (ولادت ۱۸۶۲ء)
      - رائے میگھ سنگھ
- پریم سنگھ
  - دھیان سنگھ
  - کپور سنگھ
  - ٹھاکر سنگھ

ریاست سانگڑی کا رقبہ	۱۶ مربع میل
〃 〃 کی آبادی	۲۷۷۴
〃 〃 کا مالیہ	۲۰۰۰ روپیہ

سانگڑی کوٹ گورو کے اوپر اور کمہارسین کے نزدیک ستلج کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔ یہ ریاست کلوکا ایک حصہ تھا اور اس وجہ سے سکھوں کی پہلی لڑائی کے خاتمہ پر دوابہ جالندھر کے

Marfat.com

الحاق تک سرکار لاہور کے ماتحت رہی۔ ضلع کانگڑہ کے باب میں کلو کے باشندوں کی اُس بغاوت کا حال درج ہو چکا ہے جو اُنہوں نے سنہ ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے راجہ اجیت سنگھ کو گرفتار کر کے بدسلوکی کرنے کے وقت کی تھی۔ کلو کے باغیوں نے اجیت سنگھ کو سکھوں کے پنجے سے چھڑا لیا اور تین ہزار سکھ لڑائی میں مارے گئے۔ اجیت سنگھ نے دشمن کے قبضے سے چھوٹ کر مقام سانگڑی میں پناہ لی جو سرکار انگریزی کے علاقہ میں دریا کے کنارے پر واقع تھا اور اس کے تھوڑی ہی مُدت کے بعد اُس کا وہیں انتقال ہو گیا۔ راجہ اجیت سنگھ کے چچا جگت سنگھ اُس کے بعد وارث حکومت تھے لیکن چونکہ وہ ضعیف العقل تھے اس لئے ان کی بجائے اُن کے بیٹے سری رنبیر سنگھ جانشین ہوئے۔ راجہ رنبیر سنگھ کا منڈی میں اس وقت انتقال ہوا جبکہ وہ مہاراجہ شیر سنگھ کے ہاتھوں سے اختیارات حکومت کی سند حاصل کرنے کے لئے لاہور جا رہے تھے۔ پھر سکھوں نے ٹھاکر سنگھ کو راجہ مقرر کیا اور ان کو مقام وزیر روپی جاگیر میں دیا۔ سرکار انگریزی نے بھی راجہ ٹھاکر سنگھ کی جانشینی کو تسلیم کیا۔ راجہ جگت سنگھ جن کے اعضائے جسمانی بہت کمزور تھے سانگڑی کے ٹھاکر مقرر ہوئے جس کو کلو سے علیحدہ کر کے ریاستہائے کوہ شملہ کے ساتھ ملا دیا گیا تھا۔ اُس وقت تک جگت سنگھ صاحب کے دو چھوٹے لڑکے ہیرا سنگھ صاحب اور سنسار سنگھ صاحب پیدا نہیں ہوئے تھے۔ ہیرا سنگھ صاحب نے بعد ازاں کلو کی جاگیر پر دعوے کیا لیکن وہ اس کے حاصل کرنے میں ناکام رہے کیونکہ یہ قرار دیا گیا کہ خاندان کی اس شاخ سے جو

Marfat.com

ہیرا سنگھ صاحب سے چلی دربار لاہور نے باضابطہ طور پر اس جاگیر کو علیحدہ کر لیا تھا۔ ہیرا سنگھ صاحب کو کلو کی ایک سابق رانی ۱۶۵۰ روپیہ سالانہ وظیفہ دیتی تھی کیونکہ اسی نے ان کو اپنا متبنّٰے کیا تھا۔

۱۸۸۷ء میں سری ہیرا سنگھ جی کو رائے کا خطاب بطور موروثی اعزاز کے دیا گیا۔ اپنی ریاست کی حدود کے اندر ان کو صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ریاستہائے کوہ شملہ کی نگرانی میں اختیارات حکومت حاصل ہیں۔ ان سے خراج بالکل نہیں لیا جاتا کیونکہ ریاست کی کل آمدنی صرف ۲۰۰۰ روپیہ ہے۔

Marfat.com

اعلان
اس کتاب کا ایک ایک نسخہ بے بہا ہے جو نہایت
محنت اور جانفشانی سے حاصل کیا گیا ہے کہ
صاحب قدیر طبع نفرماویں جس قدر کثیر درت
مطبع سے طلب فرماویں۔ علاوہ بریں ہمارے
ہاں ہر قسم کی کتابیں اور قرآن شریف
ملسکتہ ہیر

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME II—*concld.*	
361	The late Kunwar Gajendar Singh of Faridkot...	774
362	Kunwar Shib Indar Singh of Faridkot ...	774
363	Sardar Bahadur Sardar Dayal Singh Man, President, Council of Regency, Faridkot ...	774
364	Haji Maulvi Wali-ullah Khan, Member, Council of Regency, Faridkot	774
365	Sardar Narayan Singh, Member, Council of Regency, Faridkot	774
366	His Highness Raja Sir Bhure Singh, K.C.S.I., C.S.I., of Chamba State	780
367	The late Raja Dhian Singh of Bhagal (Arki) ...	810
368	Raja Bikram Singh of Bhagal (Arki) State ...	810
369	The late Thakur Dalip Chand of Mailog ...	829
370	The late Rana Raghunath Chand of Mailog ...	829
371	Thakur Durga Chand of Mailog State ...	829
372	Kunwar Shib Singh of Mailog State ...	829

Printed at the Popular Press,—Lahore.

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME II—*contd.*	
347	His Highness the late Nawab Muhammad Sikandar Ali Khan Bahadur of Malerkotla	744
348	His Highness the late Nawab Muhammad Ibrahim Ali Khan Bahadur of Malerkotla	744
349	His Highness Nawab Muhammad Ahmad Ali Khan Bahadur of Malerkotla State ...	744
350	The late Khan Sahib Muhammad Rahmat Ali Khan, Khan of Malerkotla	744
351	The late Khan Sahib Muhammad Dilawar Ali Khan, Khan of Malerkotla	744
352	Sahibzada Muhammad Jafar Ali Khan Bahadur of Malerkotla	744
353	Khan Sahib Muhammad Inayat Ali Khan, Khan of Malerkotla	744
354	Khan Sahib Muhammad Ali Khan, Khan of Malerkotla	755
355	The Hon'ble Khan Sahib Muhammad Zulfikar Ali Khan, Khan of Malerkotla ...	755
356	Rana Raghubir Chand of Koti State ...	766
357	His Highness the late Raja Wazir Singh of Faridkot	774
358	His Highness the late Raja Bikram Singh of Faridkot	774
359	His Highness the late Raja Balbir Singh of Faridkot	774
360	His Highness Raja Brij Indar Singh Barar Bans of Faridkot State	774

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VLOUME II—*contd.*	
331	His Highness the late Raja Suraj Sen of Mandi	705
332	His Highness the late Raja Shiam Sen of Mandi	705
333	His Highness the late Raja Gaur Sen of Mandi	705
334	His Highness the late Raja Sidh Sen of Mandi	705
335	His Highness the late Raja Sahib Jawala Sen of Mandi.	705
336	His Highness the late Raja Shamsher Sen of Mandi.	705
337	His Highness the late Raja Surma Sen of Mandi	705
338	His Highness the late Raja Ishari Sen of Mandi	705
339	His Highness the late Raja Zalam Sen of Mandi	705
340	His Highness the late Raja Balbir Sen of Mandi	705
341	His Highness the late Raja Bije Sen of Mandi	705
342	His Highness Raja Bhawani Sen Bahadur Chandarbansi of Mandi State ...	705
343	His Highness the late Raja Shamsher Parkash of Sirmur (Nahan) State	715
344	His Highness Raja SirSurindar Bikram Parkash, K.C.S.I., of Sirmur (Nahan) State ...	718
345	His Highness the late Nawab Muhammad Amir Ali Khan Bahadur of Malerkotla ...	744
346	His Highness the late Nawab Muhammad Mahbub Ali Khan Bahadur of Malerkotla	744

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME II—*contd.*	
317	Mian Shafi Muhammad Khan Sarai of Hajipur	569
318	Sardar Jallab Khan Gurchani, C.S.I., Chief of the Gurchani Baluch Tribe	599
319	Sardar Ghulam Hussain Khan Haidarani, Chief of the Sori Lund Baluch Tribe ...	611
320	His Highness the late Nawab Sir Sadik Muhammad Khan IV, Abbasi, G.C.S.I., of Bahawalpur	656
321	His Highness the late Nawab Haji Muhammad Bahawal Khan V, Abbasi, of Bahawalpur...	656
322	His Highness Nawab Sadik Muhammad Khan, V Abbasi, Chief of Bahawalpur State ...	656
323	His Highness the late Raja Sarup Singh of Jind	667
324	His Highness the late Raja Sir Raghbir Singh Lahadur G.C.S.I., C.I.E., of Jind ...	667
325	His Highness Raja-i-Rajgan Raja Sir Ranbir Singh Bahadur, K.C.S.I., of Jind State ...	660
326	His Highness the late Raja Kharak Singh of Kapurthala	687
327	His Highness Raja-i-Rajgan Raja Sir Jagatjit Singh, K. C. S. I. of Kapurthala State ...	687
328	His Highness the late Raja Keshab Sen of Mandi	705
329	His Highness the late Raja Chatar Sen of Mandi	705
330	His Highness the late Raja Hari Sen of Mandi	705

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME II—*contd.*	
303	Muhammad Yar Khan Khakwani of Multan ...	503
304	Makhdum Shaikh Muhammad Raju Gardezi of Multan	508
305	The late Sayad Murad Shah Gardezi of Multan	508
306	Khan Bahadur Sayad Hassan Bakhsh Gardezi of Multan	508
307	The late Ashak Muhammad Khan Badozai of Mulan	515
308	Abdul Kadar Khan Badozai of Multan ...	515
309	Mahkdum Sayad Sadr-ud-din Shah Gilani of Multan	527
310	Sayad Sher Shah Gilani, Munsif of Multan ...	527
311	Khan Bahadur Nawab Muhammad Saif-ullah Khan, Babar of Khangarh	530
312	Mian Shaikh Ahmad Gurmani of Muzaffargarh	532
313	The late Nawab Sir Imam Bakhsh Khan, Mazari, K. C. I. E., Chief of the Mazari Baluch Tribe	541
314	The Hon'ble Nawab Muhammad Bahram Khan, Mazari, C. I. E., Chief of the Mazari Baluch tribe	541
315	Sardar Tilu Khan Mazari of Rohjan ...	541
316	Mian Lutf Hussain Khan *alias* Mian Shah Nawaz Khan Sarai of Hajipur ...	569

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME II—*contd.*	
287	Malik Muhammad Akbar Khan Jodhra of Pindigheb	419
288	The late Sardar Muhammad Ali Khan Gheba of Kot	450
289	Sardar Muhammad Nawaz Khan Gheba of Kot	450
290	Kazi Ali Kadir of Gondal	456
291	Muhammad Abdul Karim Khan of Isakhel ...	460
292	Muhammad Karam Dad Khan of Isakhel ...	460
293	Muhammad Abdur Rahman Khan of Isakhel	460
494	Hayat-ullah Khan	460
295	Muhammad Abdur Rahman Khan of Isakhel	460
296	Ghulam Kadir Khan	460
297	The late Khan Bahadur Sardar Muhammad Abdullah Khan, C.I.E., of Isakhel ...	460
298	Muhammad Faiz-ullah Khan of Isakhel ...	460
299	Chaudhri Muhammad Mauladad Khan of Jhang	480
300	Khan Bhadur Mehr Muhammad Allahyar Khan Hiraj	490
301	Khan Bahadur Makhdum Shaikh Hassan Bakhsh Kureshi of Multan	491
	Khan Bahadur Shaikh Riaz Hussain Kureshi of Multan	491

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME II—*contd.*	
270	Devindar Singh	354
271	Sardar Darshan Singh	354
272	Misra Damodar Das of Sangoi	358
273	Sardar Hira Singh of Chotala	363
274	Sardar Bhagat Singh of Chotala ...	363
275	Sardar Sardar Singh of Chotala	363
276	Baba Gurbakhsh Singh Bedi of Kalar ...	367
277	Mirza Ali Akbar Khan of Saidpur representative of the Sarangal Gakhars	373
278	The late Sardar Nand Singh of Rawalpindi ...	395
279	The late Rai Bahadur Sardar Kirpal Singh of Rawalpindi	395
280	The late Rai Bahadur Sardar Sujan Singh of Rawalpindi	395
281	The late Sardar Hardit Singh of Rawalpindi	395
282	Sohan Singh of Rawalpindi	395
283	Mahan Singh of Rawalpindi	395
284	Chaudhri Bhola Ram of Saidpur ...	411
285	Malik Ghulam Muhammad Khan Jodhra of Pindigheb	419
286	The late Malik Nawab Khan Jodhra of Pindigheb	419

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME II—*contd.*	
252	Malik Sher Muhammad Khan Nun of Mitha Tiwana	317
253	Diwan Bahadur Diwan Jawahir Mal of Bhera	320
254	Raja Muhammad Akbar Khan Chief of Chibs	325
255	Sodhi Sher Singh of Haranpur	329
256	Sodhi Hari Singh of Haranpur	329
257	Sodhi Nadhan Singh of Haranpur ...	329
258	Sodhi Narinjan Singh of Haranpur ...	329
259	Sodhi Karam Singh of Haranpur ...	329
260	Raja Muhammad Hayat Khan Khokhar of Ahmadabad	335
261	Raja Saif Ali Khan of Pind Dadan Khan ...	335
262	Chaudhri Faiz-ullah Khan of Dalwal ...	335
263	Malik Painda Khan of Darapur	341
264	Sultan Asghar Ali Khan of Makhiala ...	341
265	The late Sardar Hara Singh of Wahali ...	354
266	The late Sardar Kartar Singh of Wahali ...	354
267	Krishan Deo Singh	354
268	Surindar Singh	354
269	Sardar Hari Singh of Wahali	354

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME II—*contd.*	
239	Ghulam Husain Khan Chib of Bisa, Deputy Superintendent Veterinary College ...	237
240	Azim-ullah, Chib of Bisa	237
241	Pehlwan Khan Chib Risaldar of Bisa ...	237
242	Sardar Hari Singh Lamba of Phalia ...	245
243	The Hon'ble Malik Muhammad Umar Hayat Khan Tiwana, C.I.E., Honorary Lieutenant of Kalra	266
244	The Hon'ble Malik Muhammad Mubariz Khan Tiwana, Honorary Lieutenant of Jahanabad...	302
245	Lieutenant Malik Mumtaz Mahammad Khan Tiwana of Jahanabad	309
246	Captain Malik Ahmad Yar Khan Tiwana Sardar Bahadur of Hadali	311
247	Malik Ghulam Muhammad Khan Tiwana Risaldar Major of Hadali	311
248	Malik Muhammad Hayat Khan Risaldar Major of Hadali	311
249	Izzat Nishan Nawab Malik Khuda Bakhsh Khan Tiwana of Khajabad	314
250	Khan Bahadur Malik Muhammad Hakam Khan Nun of Mitha Tiwana	317
251	Malik Muhammad Hayat Khan Nun, E.A.C., of Mitha Tiwana	317

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME II—*contd.*	
223	The late Ram Dayal Kapur of Hafizabad ...	193
224	Lala Sain Das Kapur of Hafizabad ...	193
225	Rai Bahadur Sardar Amrik Singh Hasanwala of Ramnagar	199
226	Chaudhri Karam Ilahi Chatha of Ahmadnagar	203
227	The late Dewan Jawla Sahai, C. S. I., of Eminabad	216
228	The late Diwan Kirpa Ram, of Eminabad ...	216
229	The late Diwan Anant Ram of Eminabad ...	216
230	Rai Sahib Diwan Amar Nath of Eminabad and Prime Minister Jummu and Kashmir State.	216
231	Dr. Diwan Badri Nath, M.A., L.L.D., Bar-at-law	216
232	The late Sardar Bahadur Sardar Lehna Singh Chimni of Gujranwala	221
233	Sardar Jai Singh Chimni of Gujranwala ...	221
234	Sardar Sant Singh Chimni Rasaidar of Gujranwala	221
235	Sardar Labh Singh Chimni	221
236	Sardar Dharm Singh of Gharjakh ...	227
237	Sardar Gyan Singh Lamba of Phalia ...	232
238	Raja Muhammad Khan Chib of Pothi ...	237

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME II--*contd.*	
204	Sardar Sahib Singh Man	165
205	Sardar Balwant Singh Man	165
206	Sardar Ranjodh Singh Man	165
207	Sardar Sultan Singh Man	165
208	Sardar Sohan Singh Man	165
209	Risaldar Sardar Lehna Singh Man ...	165
210	Risaldar Sardar Shibdeo Singh Man ...	165
211	Sardar Akwak Singh Man	165
212.	Sardar Lal Singh Man	165
213	Sardar Labh Singh Man	165
214	Sardar Sukha Singh Man	165
215	Sardar Ikbal Singh Man	165
216	Sardar Balwant Singh Man	165
217	Sardar Harbans Singh Man	165
218	Sardar Bahadur Sardar Dayal Singh Man ...	179
219	Lala Ganda Mal of Sodhra	183
220	The late General Harsukh Rai of Hafizabad ...	193
221	The late Sardar Jiwan Singh of Hafizabad ...	193
222	Lala Kirpa Ram Kapur of Hafizabad ...	193

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME II—*contd.*	
185	Jawahir Singh Butalia	110
186	Sardar Bisakha Singh Butalia	110
187	Ikbal Singh Butalia	110
188	Sardar Kahan Singh Butalia	110
189	The late Sardar Partab Singh Butalia ...	110
190	Godiam Singh Butalia	110
191	Sardar Narayan Singh Nalwa of Gujranwala ...	121
192	The late Diwan Sawan Mal, Governor of Multan	134
193	The late Diwan Mul Raj, Governor of Multan	134
194	Diwan Hari Singh of Akalgarh ...	134
195	Diwan Daryai Mal of Akalgarh ...	134
196	Chandar Sharomani	134
197	Hans Raj	134
198	Diwan Manohar Lal of Akalgarh ...	134
199	Diwan Mehr Chand B. A , LL.B. ...	165
200	Sardar Kirpal Singh Man of Mananwala ...	165
201	The late Sardar Bahadur Sardar Anup Singh Man of Kot Shera	165
202	Sardar Mangal Singh Man of Kot Shera ...	165
203	Sardar Harnam Singh Man, Honorary Magistrate and Rais of Mananwala ...	

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME II—*contd.*	
168	Sardar Gurdit Singh Rangar Nanglia ...	12
169	Gurbachan Singh Rangar Nanglia ...	12
170	Sardar Hari Singh Randhawa of Talwandi S. Lal Singh	24
171	Mirza Ghulam Ahmad of Kadian ...	66
172	Mirza Sultan Ahmad of Kadian	66
173	Sardar Amrik Singh Khunda	71
174	Sardar Shib Deo Singh of Siranwali ...	77
175	Sardar Hakam Singh Sindhu of Wadala ...	83
176	The late Sardar Sohan Singh of Wadala ...	83
177	Tara Singh	83
178	Harbans Singh	83
179	The late Sardar Raghbir Singh Kalasbajwa ...	92
180	Sardar Randhir Singh Kalasbajwa ...	92
181	The late Sardar Bahadur Sardar Jagat Singh, C. I. E., Kalasbajwa of Kalaswala ...	97
182	Sardar Balwant Singh Butalia	110
183	Sardar Arjun Singh Butalia	110
184	The late Sardar Bahadur Sardar Dayal Singh Kunjahia of Gujranwala	110

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME I—*concld.*	
150	Sardar Changa Singh of Atari	801
151	Sardar Ram Singh of Atari	801
152	The late Risaldar Sardar Bishan Singh Majithia	842
153	Thakur Singh	842
154	Balbir Singh	842
155	Sardar Ram Singh Chumiari Randhawa ...	858
156	Sham Singh Chumiari Randhawa ...	858
157	Shibdeo Singh Chumiari Randhawa ...	858
158	Sardar Balwant Singh Sidhu of Bhilowal ...	869
159	Sardar Nihal Singh of Kot Sayad Mahmud ...	874
160	Mula Singh of Kot Sayad Mahmud ...	874
161	Sardar Amar Singh of Tang	877
162	Sardar Khushhal Singh Randhawa of Kathunangal	879
	VOLUME II.	
163	The late Sardar Mihan Singh Bhagowalia ...	7
164	The late General Sardar Gulab Singh Bhagwalia	7
165	The late Sardar Richpal Singh Bhagowalia ...	7
166	Sardar Gopal Singh Bhagowalia ...	7
167	Gurbachan Singh Bhagowalia ...	7

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME I—*contd.*	
133	Sardar Jiwan Singh Man	751
134	Sardar Harnam Singh Aimawala	763
135	Surat Singh	763
136	Gurdayal Singh	763
137	The late Sardar Punjab Singh of Rasulpur ...	771
138	The late Sardar Jawala Singh of Rasulpur ...	771
139	Sardar Sant Singh of Rasulpur ...	771
140	Sardar Mota Singh Bhangi	775
141	Sardar Teja Singh Bhangi	775
142	The late Sardar Bahadur Sardar Jai Singh Kunedan of Hirapur and Talukdar Yamdan.	796
143	The late Raja Hira Singh of Hirapur and Talukdar Yamdan	796
144	The late Sardar Labh Singh of Hirapur and Yamdan	796
145	Sardar Karam Singh of Hirapur and Talukdar Yamdan	796
146	Sardar Chain Singh of Hirapur	796
147	Sardar Chanda Singh of Atari	801
148	Raghbir Singh	801
149	Sardar Surat Singh of Atari, Subedar, 53rd Infantry	801

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME I—*contd.*	
118	The late Sardar Shamsher Singh Sindhanwalia	652
119	The late Sardar Bakhshish Singh Sindhanwalia	652
120	Sardar Raghbir Singh Sindhanwalia of Raja Sansi	652
121	Sardar Gulzar Singh Kalianwala of Amritsar ...	703
122	The late Singh Bahadur Sardar Jasa Singh Ramgarhia	714
123	The late Sardar-i-Bawakar Sardar Mangal Singh Ramgarhia of Amritsar	714
124	The late Sardar Gurdit Singh Ramgarhia of Amritsar	714
125	Sardar Bishan Singh Ramgarhia of Amritsar, Deputy Superintendent of Police ...	714
126	The late Birbar Raja Sir Sahib Dayal, K.C.S.I., of Kishan Kot	737
127	The late Rai Gyan Chand of Amritsar ...	737
128	The late Sardar Harcharan Das, Rukn-ud-daula of Amritsar	737
129	Sardar Lachmi Sahai, Sardar Bahadur, of Amritsar	737
130	Birbar Thakur Harkishan Singh of Kishenkot ...	737
131	Thakur Mohan Chand of Kishankot and Amritsar	737
...	Lala Mukh[illegible] Chand of Amritsar ...	737

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME I—*contd.*	
101	Sardar Anup Singh Thehpuria	579
102	Misra Bishambar Das of Lahore ...	583
103	The late Sardar Godar Singh Mokal of Lahore	599
104	Khan Bahadur Sardar Abdur Rahman Khan Mokal of Lahore	599
105	Sardar Sundar Singh Mokal of Lahore ...	599
106	Sharam Singh Mokal	599
107	The late Raja Pandit Suraj Kaul, C. I. E., of Lahore	606
108	Rai Sahib Dr. Bal Kishan Kaul of Lahore ...	606
109	Rai Bahadur Pandit Hari Kishan Kaul of Lahore	606
110	Rai Sahib Diwan Daya Kishan Kaul, C.I.E., of Lahore	606
111	Fatehyab Singh *alias* Sardar Jiwan Singh Padhania	610
112	Sher Singh Marake	633
113	Sardar Sant Singh Sidhu of Bhudanke ...	639
114	The late Sardar Bahadur Sayad Muhammad Shah Kumedan of Lahore	646
115	The late Sayad Sardar Ali of Lahore ...	646
116	Sayad Iftikhar Ali	646
117	Khan Sahib Sayad Aulad Hussain of Lahore and Talukdar Bharaich ... ⋮	

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME I—*contd.*	
83	Diwan Sahib Harnam Das of Lahore ...	505
84	Lala Budha Mal, E. A. C., of Lahore ...	505
85	Pandit Bhagwan Das Nawalgoswami ...	511
86	Pandit Amar Nath, Nawalgoswami of Lahore	511
87	Pandit Shimbu Nath, Nawalgoswami ...	511
88	Khan Bahadur Sheikh Muhammad Nasir-ud-din of Lahore	519
89	The late Sardar Bahadur Sardar Sher Singh Kamla of Kulla	532
90	Sardar Tara Singh Kamla of Kulla ...	532
91	Sardar Gyan Singh Kamla	532
92	The late Sardar Indar Singh of Thathar ...	537
93	Sardar Sahib Sardar Teja Singh of Thathar ...	537
94	Sardar Jammeja Singh, Risaldar Major, Bahadur of Thathar	537
95	Sardar Dalip Singh Risaldar of Thathar ...	537
96	Sardar Lachman Singh Risaldar of Thathar ...	537
97	Malik Ghulam Muhammad Khan of Naul Uttar	543
98	The late Sardar Sarup Singh Malwai of Lahore	571
99	Sardar Ganda Singh Malwai of Lahore ...	571
100	Sardar Fateh Singh Malwai	571

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME I—*contd.*	
65	The late Sardar Bahadur Sardar Narindar Singh of Lahore	388
66	Sardar Bikram Singh of Lahore	388
67	Haji Nawab Fateh Ali Khan, Kazilbash, C.I.E. of Lahore	415
68	Khan Bahadur Sardar Muhammad Ali Khan, Kazilbash of Lahore	415
69	Sardar Raza Ali Khan, Kazilbash of Lahore ...	415
70	Bhai Manohar Lal of Lahore	441
71	Diwan Bahadur Diwan Narindar Nath of Lahore	453
72	Sardar Ishwar Singh *alias* Sardar Abdul Aziz Nakai of Behrwal	469
73	Sardar Narayan Singh, Nakai of Behrwal ...	469
74	The late Khan Bahadur Fakir Sayad Kamr-ud-din Bukhari, C. I. E., of Lahore ...	480
75	The late Fakir Sayad Zahur-ud-din, Bukhari of Lahore	480
76	The late Fakir Sayad Nao Bahar-ud-din, Bukhari of Lahore	480
77	Fakir Sayad Iftikhar-ud-din Bukhari of Lahore	480
78	The late Diwan Rattan Chand Dhariwala of Lahore.	This plate represents five generations. 505
79	The late Diwan Bhagwan Das Dhariwala of Lahore.	
80	The late Diwan Raj Kumar Dhariwala of Lahore.	
81	Diwan Krishna Kishor Dhariwala of Lahore,	
82	Hari Kishan Das ...	

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME I—*contd.*	
47	Sardar Dalip Singh of Thala	285
48	Sardar Badan Singh, C. S. I., Chief of Malaudh	297
49	Sardar Dal Singh Malaudh	297
50	Sardar Sundar Singh Malaudh of Pakhoki ...	297
51	Shahzada Sultan Muhammad Hamdani Saddozai of Ludhiana	303
52	Bhai Arjun Singh of Bagrian	309
53	Sardar Ganda Singh of Dhiru Mazra ...	326
54	Sardar Harnam Singh of Bhari	333
55	Nawab Ghulam Kutab-ud-din Khan of Mamdot	340
56	Bhai Zabarjang Singh of Jhumba ...	352
57	Rai Bahadur Sodhi Hukam Singh, Diwan Bahadur, of Buttar	356
58	Sodhi Khazan Singh of Buttar	356
59	Sardar Bhunga Singh of Dharamsinghwala ...	366
60	Sardar Narayan Singh of Bhada	366
61	Khan Muhammad Saadat Ali Khan of Kamalia	375
62	Sardar Teja Singh Nakai of Gogera ...	383
63	The late Raja Teja Singh of Batala, ancestor of the Rajas of Shekhupura.	388
64	Raja Fateh Singh of Shekhupura	388

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME I—*contd.*	
28	**Rai Sahib Lala Mangat Ram, Kaisth of Nagrota**	207
29	**Lala Sohan Lal Kaisth of Nagrota** ...	207
30	**The late Lala Kishan Lal, Kaisth of Nagrota**...	207
31	**Lala Moti Lal Kaisth, Bar-at-Law, of Nagrota**	207
32	**Raja Raghunath Singh of Jaswan** ...	209
33	**Tika Sodhi Ram Narayan Singh of Anandpur**	213
34	**The late Baba Sahib Singh Bedi of Una** ...	223
35	**Baba Sujan Singh Bedi of Una**	233
36	**Rana Lehna Singh of Manaswal**	239
37	**Sardar Balwant Singh of Moron**	262
38	**Sardar Sheo Narayan Singh of Moron** ...	262
39	**Sardar Kishan Singh Dhandowal of Shahkote**...	264
40	**Santokh Singh**	264
41	**Sardar Udai Singh Dhandowal of Shahkot** ...	264
42	**The late Sardar Achal Singh Jalalwalia of Alawalpur**	267
43	**Sardar Achhar Singh Jalalwalia of Alawalpur** ..	267
44	**Sardar Waryam Singh of Naugaja** ...	272
45	**Sardar Dalip Singh of Naugaja**	272
46	**Sardar Basawa Singh Dhilwan of Laroya** ...	286

Marfat.com

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME I—*contd.*	
11	Sardar Jiwan Singh Shahid, C. S. I., of Shahzadpur	104
12	Sardar Davindar Singh of Ghanauli ...	107
13	Sardar Randhir Singh of Bharatgarh ...	107
14	Surat Singh	107
15	The Hon'ble Major Raja Jai Chand of Lambagraon	121
16	Raja Narindar Chand, C. S. I., of Nadaun ...	138
17	Raja Ram Pal, C. S. I., of Kutlehr ...	143
18	The late Rai Dalip Singh of Rupi ...	157
19	Rai Megh Singh of Rupi	157
20	Khan Sahib Mirza Ikram-ullah Khan of Rehlu and Wazirabad	170
21	Raja Attar Singh Badhowalia of Tilokpur ...	179
22	Mian Amar Singh Kishtwaria of Tilokpur ...	182
23	Mian Devi Chand of Bijapur	192
24	The late Mian Shankar Singh of Re ...	195
25	Sardar Bahadur Nihal Singh of Re and General of the Imperial Service Troops of Jammu and Kashmir State	195
26	Thakur Hari Chand, Wazir of Lahaul ...	198
27	Thakur Amar Chand, Wazir of Lahaul ...	198

Marfat.com

INDEX

TO THE

ILLUSTRATIONS IN THE URDU EDITION OF THE REVISED "CHIEFS AND FAMILIES OF NOTE IN THE PUNJAB."

135782

Serial No.	Name.	No. of the page before which the photo is inserted.
	VOLUME I.	
1	Sayad Newazish Ali, Translator ...	Frontis-piece.
2	His Highness the Maharaja of Patiala ...	Before the dedi-cation.
3	The late Sardar Bahadur Captain Tafazzul Hussain Khan, of Farrukhnagar and Sewari, ...	1
4	Mufti Muhammad Siraj-ud-din Haidar Khan of Farrukhnagar and Sewari ...	1
5	Shahzada Suriya Jah *alias* Muhammad Kaiwan Shah of Delhi	6
6	Nawab Muhammad Ibrahim Ali Khan of Kunjpura	21
7	The late Maharaja Ude Singh of Kaithal ...	40
8	Bhai Shamsher Singh of Arnauli	40
9	Sardar Jasmer Singh Shahid of Thol Tangaur...	67
10	Sardar Lachhman Singh of Buria ...	100

NOTE.—The No. of the photos in the book, to be read from right to left.

Marfat.com

مخزن حکمت (یا) گھر کا ڈاکٹر و حکیم

مُصنّفہ و مُؤلّفہ "خانصاحب" حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی "شمس الاطبّاء" سابق ڈاکٹر سفارت خانۂ انگریزی مقامِ سیستان و ممبرِ مجلسِ حفظِ الصحّہ بنامِ ہمایوں اعلیٰ حضرت شہنشاہِ ایران و ممتحن جماعتِ حکیم حاذق متعلقہ اسلامیہ کالج لاہور و مصنّف مخزن الادویہ ڈاکٹری وغیرہ

دکھ درد اور بیماریاں ہمیشہ انسان کے ساتھ ہیں اور ان کے لئے کوئی وقت یا موقع مقرر نہیں پھر بعض بیماریاں آناً فاناً ایسی صورت اختیار کر لیتی ہیں کہ ڈاکٹر یا طبیب پاس نہ ہو تو بیمار کے تلف ہو جانے کا ڈر ہوتا ہے مگر ڈاکٹر یا طبیب کا ہر دم پاس ہونا مشکل ہے ایسی صورتوں میں اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ ایک ایسی عمدہ قابل اعتماد کتاب گھر میں موجود ہو جس کی مدد سے سمجھ دار آدمی معمولی امراض کا خود علاج کر سکے اور خطرناک امراض میں ڈاکٹر یا طبیب کے آنے تک بیمار کو معقول طور پر سنبھال سکے پس اس مطلب کے لئے **مخزن حکمت (یا) گھر کا ڈاکٹر و حکیم** اسم بامسمّٰے کتاب ہے جس کا طرز بیان ایسا سلیس و آسان ہے کہ معمولی اردو خواں مرد اور عورتیں بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اسی لئے ہندوستان کے اکثر نامی گرامی ڈاکٹروں و حکیموں عالموں۔ فاضلوں اور مشہور اخبارات کے قابل اڈیٹروں کا یہ ایک متفقہ قول ہے کہ

"مخزنِ حکمت ہر ایک اُردو خواں کے پاس ہونا چاہیے"

اس کتاب کے تین حصّے ہیں :۔ حصّہ اوّل میں تشریح جسمِ انسان بالتصویر حفظ صحت اور تیمارداری بالتصویر تین علیحدہ علیحدہ بابوں میں مذکور ہیں۔ حصّہ دوم میں بخارات۔ امراض عامّہ اور متعدی یعنی چھوت دار امراض کے مفصّل بیان کے علاوہ سر سے لیکر پاؤں تک کے تمام امراض کا علیحدہ علیحدہ پندرہ بابوں میں بیان ہے۔ حصّہ سوم میں زنوں (خصوصاً حاملہ و زچہ) اور نوزائیدہ بچوں کی خاص خاص بیماریوں کے علاوہ امراض متعلقۂ جراحی۔ ناگہانی و اتفاقی حادثات مثلاً مجروح کو اُٹھا کر لے جانا (بالتصویر) اُتری ہوئی یا شکستہ ہڈیوں کو باندھنا (بالتصویر)۔ تمام قسم کی زہریں اور ان کے ڈاکٹری و دیسی تریاقات اور لغات الادویہ ڈاکٹری وغیرہ مندرج ہیں۔ ہر مرض کے شروع میں پہلے اس مرض کے ڈاکٹری و طبّی اور اردو نام بطور سرخی لکھے ہیں۔ پھر اس مرض کے اسباب و علامات و تشخیص اور پھر اس کا علاج ڈاکٹری (جس میں یورپ و امریکہ کی مجرّب پیٹنٹ ادویہ بھی تحریر ہیں) اور پھر یونانی علاج (جس میں دیسی سہل الوصول دواؤں کے مجرب نسخے ہیں) تحریر کیا گیا ہے۔

"درحقیقت کوئی گھر مخزنِ حکمت سے خالی نہیں رہنا چاہیے"

حجم کتاب ایک ہزار تین سو چوبیس (۱۳۲۴) صفحات۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ۔ قیمتِ کتاب بلا جلد چار روپے مجلد چار روپے آٹھ آنے

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ جناب **شمس الاطبّا** (گمٹی بازار) لاہور (۲)

Marfat.com

TAZKIRA-I RAUSAI-I PUNJAB

OR

THE URDU EDITION OF THE

REVISED CHIEFS AND FAMILIES OF NOTE IN THE PUNJAB.

BY

SIR LEPAL H. GRIFFIN and Col. MASSY,

REVISED BY

H. D. CRAIK, Esquire, I. C. S.,

Translated and published by the special permission of the Punjab Government

BY

SAYAD NEWAZISH ALI, Translator,

Punjab Civil Secretariat.

1911.

Marfat.com